

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

سيرة البخاری

۳۹
امام المحدثین سید الفقہاء محمد بن اسماعیل البخاری کی مفصل سوانح عمری ہے جسے
میں ولادت اور زمانہ طقویرت کے لئے کر طالب علمی کے سفروں کے مفصل حالات
فراغت کے بعد درس تدریس، افتاء، عام اخلاق و عبادات، و فتاویٰ کے کل حالات
مذکور ہیں جسے ثانی میں ان کی علمی زندگی کے کارنامے، اسلامی خدمات، فتاویٰ، اجتہاد
و فتون حدیث تالیف و غیرہ میں جو آپ کا پایہ ہے، ان پر مفصل بحث ہے، کل تصنیفات
ربما مخصوص صحیح بخاری اور اس کی شرح، تفصیلی ذکر ہے، ان کے علاوہ بہت سی
منیہ تحقیقات قابل دید ہیں، خاتمہ میں مشاہیر تلامذہ جیسے امام مسلم، ترمذی، نسائی
دارمی، ابن خزمیہ، فربری وغیرہ کے مختصر حالات ہیں،

انحضرت لانا محمد عبد السلام مبارکبوی اعظم گڈھی

المتوفی ۱۸ رجب سن۱۳۲۲ھ ہجری ۲۴ فروری سن۱۹۲۲ء

المحدثین، اکیڈمی، لاہور

DATA ENTERED

۲۹۷۹۹۹۲
۴۲۰۰۰
۱۷۲۱۰

طابع :-

شیخ محمد اشرف

ناشر :-

اہلحدیث اکیڈمی
کشمیری بازار کلاہور

مطبع :-

اشرف پرنٹ کلاہور

تاریخ اشاعت :-

ستمبر ۱۹۹۷ء

قیمت :-

چھ روپے

فہرست عنوانات مضامین حصہ اول

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	دیباچہ طبع ثانی دارالمشیر	۱۹	۱۲	جعفی کا ضبط ابجد اخف کا معنی (ماتش)	۴۲
۲	نظم	۲۲	۱۵	امام کی والدہ کی دعا کی برکت کے	
۳	دیباچہ طبع اول	۲۹	۴۴	امام کی بصارت کا خود کرا آنا۔	۴۴
۴	مستند معتبر سوانح حیات لکھنے کی	۳۰	۴۵	بخارا	۴۵
	تعلیم سے پہلے قرآن نے دی		۴۶	امام بخاری کی تاریخ ولادت	۴۶
۵	فرقہ اہل قرآن کی ائمہ تفسیر قرآن کا	۳۲	۱۸	سن رشد تعلیم و تربیت	
	ایک نمونہ (ماتشیر)			شیوخ و اساتذہ	
۶	آنحضرتؐ اور خلفاء راشدینؓ دیگر صحابہؓ	۳۳	۱۹	حفظ حدیث کا عونی پیدا ہونے	۴۸
	دو تابعینؓ وغیرہم کی صحیح سوانح عمریاں		۲۰	کے وقت امام کی عمر	
	لکھنے میں محدثین کی سعی و کوشش			ایک سند میں علامہ داغلی کی غلطی	
۷	گروہ محدثین میں امام بخاری کی خصوصیت	۳۴		امام بخاری کی تنبیہ پھر اس سند	
۸	امام بخاری کی سوانح عمری مستند بائوں	۳۵		کی تصحیح	۴۹
	میں لکھی گئی۔		۲۱	محمد بن سلامؓ عبداللہ بن محمد مسندی	
۹	علامہ ابو الطیب شمس المصطفیٰ عظیم آبادی کا			ابراہیم بن الاشعث کے مختصر تراجم	۵۰
	کتب خانہ (ماتشیر)		۲۲	امام بخاری کے متعلق ان کے شیخ	
۱۰	ان کتابوں کی فہرست جن کے سیرت	۳۶		محمد بن سلامؓ کی شہادت	۵۱
	البخاری کی تصدیق میں مدلی گئی		۲۳	محمد بن سلامؓ کا امام بخاری کو انہی کتاب	
۱۱	مختصر مؤلف کے والد مرحوم کا تذکرہ (ماتشیر)	۳۷		کے افلاطون کی تصحیح کا کام سپرد کرنا	۵۲
۱۲	امام بخاری کا نام نسب ولادت	۴۱	۲۴	علوم اسلامیہ کی طلب میں امام	
۱۳	امام بخاری کے اہل بیت کا مختصر تذکرہ	۴۴		بخاری کا سفر اول اس کی تفصیل	۵۳

ردیف	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	ردیف
۲۵	صحابہ کا ایک ایک حدیث کے لئے مدینہ	۲۰	جمع رداۃ کی بنا صحابہ کے زمانہ	۲۵
۲۶	سے مسرور شام تک سفر اختیار کرنا	۵۴	میں پڑھ چکی تھی۔	۲۵
۲۷	قرآن مجید میں طلب علم کے لئے سفر کرنے کی تاکید۔	۵۵	ضرورت و اضطرار کے وقت جرج	۲۶
۲۸	امام بخاری کے دو شیوخ جو امام مالک سے	۵۷	جمع رداۃ میں امام بخاری کا دستور	۲۷
۲۹	ابو حنیفہ کے شیوخ کے ہم طبقہ ہیں،	۵۸	اخلاقی وعادات اور طرز معاشرت	۲۸
۳۰	امام کا طلب علم کے لئے پہلا سفر کہ	۵۹	امام کے والد علامہ اسماعیل کا کاروبار	۲۹
۳۱	معتصم کی طرف	۶۰	میں غیر معمولی احتیاط اور مواقع اختیار	۳۰
۳۲	مدینہ کا سفر	۶۱	کے کئی احترام	۳۱
۳۳	بصرہ کا سفر	۶۲	امام کی مروت و رحمدلی کا ایک	۳۲
۳۴	کوفہ کا سفر	۶۳	غیر معمولی واقعہ	۳۳
۳۵	بغداد کا سفر	۶۴	آمدنی کا پانچ سو درہم ماہانہ فقرا اور	۳۴
۳۶	امام نے بغداد کا سفر آٹھ دفعہ کیا۔	۶۵	ساکین و طلبہ پر خرچ کرنا	۳۵
۳۷	شام مصر جزیرہ، بلاد خراسان و	۶۶	سفر میں خرچ جو کہ جانے پر گھاس	۳۶
۳۸	ہرات، رے کا سفر	۶۷	اور قبیول پر گزرنے کا	۳۷
۳۹	علل حدیث کی شناخت میں کمال	۶۸	چالیس برس تک نذر خورشید سماں نہ کرنا	۳۸
۴۰	علت حدیث کی تعریف	۶۹	انصاف پسندی	۳۹
۴۱	معرفت علل حدیث میں مہارت کی	۷۰	ایثار اور بے نفسی	۴۰
۴۲	چند شہادتیں اور واقعات	۷۱	تغف و ترک سال	۴۱
۴۳	جمع رداۃ میں احتیاط	۷۲	مجدد کا ادب و احترام	۴۲
۴۴	انہیں جمع رداۃ کا شہادہ اور	۷۳	غیبت و غیرہ سے کل اجتناب	۴۳
۴۵	اس کا حل درود۔	۷۴	بے آنکھی و روا داری	۴۴

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۵۵	شعور کا ایک گروہ کذب کو عین ایمان جانتے رہے (حاشیہ)	۸۴	۷۰	بقدر میں قوتِ حافظہ کے امتحان کا مشہور واقعہ۔
۵۶	سنن کی پابندی	۸۵	۷۱	سمرقند میں امتحان کا واقعہ
۵۷	احادیث نبوی کے ساتھ محدثین کی گردیدگی اور شیفنگی	۷۲	۷۲	درسِ افتاء اور بقیہ زندگی
۵۸	قدمانداری میں امام کی جہالت	۷۳	۷۳	سردیس کی عمر میں درسِ حدیث شروع کر دینا
۵۹	جہانگیر کی تعمیر میں سربراہیوں کا ڈھونڈ	۸۸	۷۴	نئے نئے محدثین نے بلا واسطہ امام بخاری سے ان کی جامع صحیح سی ہے
۶۰	یضاز میں تم قرآن کی کثرتِ شہادت	۸۹	۷۵	درسِ حدیث کے ساتھ افتاء کا سلسلہ
۶۱	دنیاوی باکرنے سے پہلے حدیث کا تامل	۹۰	۷۶	امام بخاری کے خلاف فقہاء اہل اہل
۶۲	جو کام ہو کر سکتے ہیں دوسرے کے لئے	۹۱	۷۷	کی سازش اور امام کی طرف ایک غلط فتویٰ کی نسبت
۶۳	گورنر بخارا کے حرمِ شاہی میں جاکر تقسیم دینے سے انکار	۹۲	۷۸	وفات ۲۵۶ھ
۶۴	امام احمد بن حنبل کی شہرت اور مسلمانوں کا اشتیاق	۹۳	۷۹	حاکم بخارا کے ابا سے عرب پر فتویٰ
۶۵	بخارا و دمشق میں انتقال کی کیفیت	۹۴	۸۰	حنفی و غیبی کا امام بخاری کے خلاف ہمت تراشنا
۶۶	اہلِ بصرہ کا اشتیاق احمدیہ سے بیان کرنے کی درخواست	۹۵	۸۱	ابو حفص کبیری کا ایک الٰہیہ خلافت
۶۷	امام بخاری فہم و فراست کے ساتھ	۹۶	۸۲	بادشاہ کے یہاں مغبری کرنا۔
۶۸	ذہانت و طباعی میں عمر فاروق کے شاہ	۱۰۲	۸۳	تاریخ و سن و فوات
۶۹	عینِ قوتِ حافظہ کے چند ضربِ القتل واقعات		۸۴	دفن کے بعد قبر سے خوشبو محسوس ہونا
			۸۵	امام نے کوئی صلیبی اولاد نہیں پہنچی
			۸۶	امام بخاری کی روحانی اولاد

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۴	امام بخاری کے بعض اشعار	۱۲۰	۱۰۰	عبد اللہ بن منیر ہندی، ابن ابی حاتم کے اقوال	۱۳۱
۸۵	امام بخاری کے پاس سے ہیں ان کے شیوخ کی باتیں	۱۲۱	۱۰۱	معاصرین اور اقران کی باتیں	۱۳۲
۸۶	سلیمان بن حرب کا قول ہیں لست اغلاظ شیعہ	۱۲۲	۱۰۲	متاخرین کی باتیں	۱۳۳
۸۷	سہیل بن ادیس تلین مالک کی نظر میں امام بخاری کی قدردانی نہ تھی	۱۲۲	۱۰۳	حافظ الدنیا علامہ ابن حجر کا قول	۱۳۴
۸۸	ابو مصعب تلین مالک کا ارشاد	۱۲۳	۱۰۴	امام کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں	۱۳۵
۸۹	تقی بن سید نفقی تلین مالک کی رائے	۱۲۴	۱۰۵	امام کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں	۱۳۶
۹۰	امام محمد بن حنبل کا ارشاد	۱۲۵	۱۰۶	امام بخاری کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں	۱۳۷
۹۱	سید الفقہاء "تقی الامت"	۱۲۶	۱۰۷	امام بخاری کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں	۱۳۸
۹۲	بعض کبار اساتذہ امام بخاری کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے	۱۲۷	۱۰۸	امام بخاری کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں	۱۳۹
۹۳	بو شیح دحاشیہ	۱۲۸	۱۰۹	امام بخاری کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں	۱۴۰
۹۴	سرماسیہ	۱۲۹	۱۱۰	امام بخاری کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں	۱۴۱
۹۵	شیوخ کا علی بابا حضرت میں امام بخاری کو حکم ماننا	۱۳۰	۱۱۱	امام بخاری کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں	۱۴۲
۹۶	کیخامان کی حقیقت	۱۳۱	۱۱۲	طبیقات صوفیہ میں امام بخاری کا شمار	۱۴۳
۹۷	علی بن مدینی کی مرعوبیت	۱۳۲	۱۱۳	طبیقات صوفیہ میں امام بخاری کا شمار	۱۴۴
۹۸	بکینہ دحاشیہ	۱۳۳	۱۱۴	طبیقات صوفیہ میں امام بخاری کا شمار	۱۴۵
۹۹	ربیع بن مرثیہ حسین بن مرثیہ کے اقوال	۱۳۴	۱۱۵	طبیقات صوفیہ میں امام بخاری کا شمار	۱۴۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۱۵	پر تیرتہ و استیجاب	۱۲۴	۱۱۹	سلسلہ نبوت ملائکہ اصل دیکھ	۱۵۰
۱۱۶	تصوف کی ابتدائی حالت	۱۲۶	۱۲۰	دلیل ہے	۱۵۱
۱۱۷	تصوف کا دوسرا دور	۱۲۷	۱۲۱	مروجہ تصوف کے بے اصل ہونے	۱۵۲
۱۱۸	تیسرا دور	۱۲۸		کی دلیل	
۱۱۹	امام بخاری کی نسبت علامہ شعلی	۱۲۹		امام بخاری رحمہ اللہ کے بعض	
	کا ارشاد و لائق الاقرار ہیں			ملفوظات	

فہرست عنوانات مضامین حصہ دوم

۱۲۲	امام بخاری کی تصنیفات	۱۵۹	۱۲۹	دیگر مؤلفین صحاح کے اہل کو فہم	
۱۲۳	امام بخاری کی تصانیف کا سلسلہ		۱۳۰	حدیث روایت نہ کرنے کی بیان کرد	
۱۲۴	امام صاحب تک سیکڑوں مع		۱۳۱	دونوں وجہیں غلط ہیں	
۱۲۵	طریقوں سے ملتا ہے		۱۳۲	اصل ابد واقعی وجہ	۱۶۹
۱۲۶	صحیح بخاری کی خصوصیت		۱۳۳	اہل کو فہم علی حد شیم لود	۱۷۰
۱۲۷	سند خوارزمی کی نسبت ابو حنیفہ	۱۶۲	۱۳۴	عقودا لہمان غیر متبرکتا ہے	
۱۲۸	کی طرف غلط ہے		۱۳۵	دعا شیعہ	
۱۲۹	تاریخ کبیر	۱۶۳	۱۳۶	تصنیفات کی اجمالی فہرست	۱۷۱
۱۳۰	تاریخ صغیر میں امام ابو حنیفہ کا تذکرہ	۱۶۴	۱۳۷	اور ان پر مختصر تبصرہ	
۱۳۱	تاریخ کبیر میں امام شافعی کا تذکرہ	۱۶۵	۱۳۸	تاریخ الکبیر	
۱۳۲	صحیح بخاری میں امام شافعی کا ذکر	۱۶۶	۱۳۹	تاریخ الاوسط والذات تاریخ	۱۷۲
۱۳۳	امام شافعی سے حدیث روایت	۱۶۷	۱۴۰	الصغیر	
۱۳۴	نہ کرنے کی وجہ		۱۴۱	الجامع الکبیر خلق افعال العباد	۱۷۳
۱۳۵	سیرۃ النہمان میں امام بخاری اور	۱۶۸	۱۴۲	کتاب الصغیر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۹	المند الكبير، التفسير الكبير، كتاب الله	۱۴۵		غازی پوری (حاشیہ)	
	اسامی الصوابیہ		۱۵۱	صحیح بخاری کے متعلق دس ولیم	۱۸۹
۱۴۰	كتاب الوعدان، المبسوط، العلل	۱۴۶		بیل کی رائے	
	الكنی، الفوائد، الادب المفرد		۱۵۲	صحیح بخاری کی تالیف کا	۱۹۰
۱۴۱	جزو رفع المیدین، بر الوالدین	۱۴۹		خیال کیونکر پیدا ہوا۔	
۱۴۲	الاشربة، تضایا الصوابیہ والناہین	۱۴۹	۱۵۳	کتاب حدیث کے شروع ہوتی	۱۹۰
	الرقاق		۱۵۴	کتاب حدیث کی مانت کے وجہ	۱۹۱
۱۴۳	صنف البخاری کتابا فیہ بایۃ الف	۱۴۹	۱۵۵	تدوین آثار و احادیث	
	حدیث		۱۵۶	آثار و احادیث کی اولین مدون کتب	۱۹۲
۱۴۴	الجامع الصغير، جزء القراءة خلف الامام	۱۸۱	۱۵۷	صحیح بخاری کی تصنیف کا پہلا باعث	۱۹۳
۱۴۵	آیت و اذا قرئی القرآن فاستمعوا له			دوسرا باعث	
	انفتحا سے منع قراءة خلف الامام پر			تیسرا باعث	
	استلال صحیح نہ ہونے کے وجہ		۱۶۰	مدت تالیف اور تالیف کی	۱۹۵
۱۴۶	منع قراءة خلف الامام کی ایک مناظرہ	۱۸۲		کیفیت	
	عقل و دلیل کی تردید		۱۶۱	صحیح بخاری کی تالیف و تہذیب	۱۹۵
۱۴۷	صحیح بخاری کی مقبولیت اور	۱۸۳		سود برس میں تکمیل کو پہنچی	
	اس کی رفعت شان		۱۶۲	صحیح بخاری میں احادیث درج کرنے	۱۹۶
۱۴۸	شرح کتاب البخاری دین علی	۱۸۴		سے پہلے چند امور کا التزام	
	بذہ الامتہ		۱۶۳	تراجم الباب اور کتاب التفسیر لکھنے کی	۱۹۸
۱۴۹	سخاوی کی نظر میں فتح الباری کی	۱۸۷		کیفیت	
	اہمیت		۱۶۴	صحیح بخاری کی تمام احادیث مسند کی	
۱۵۰	استاذ الاساتذہ حافظ عبد اللہ			صحت پر شیوخ وقت کی شہادت	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۶۵	صحیح بخاری کا عنوان تالیف		۱۸۱	کے شروط	
۱۶۶	صحیح بخاری تالیف و ترتیب میں دو باتوں کا لحاظ۔		۱۸۲	صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر ترجیح اور تفصیلات	۲۱۰
۱۶۷	صحیح بخاری کے تراجم ابواب		۱۸۳	صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر صحت و جود	۲۱۱
۱۶۸	نقد البخاری فی تراجم ابواب	۲۰۰		نقاہت، استنباط نکات کے اعتبار سے فوئیت ہے۔	
۱۶۹	تراجم ابواب کے متعلق مستقل تصنیفات		۱۸۴	صحیح مسلم کی صحیح بخاری پر سہولت کے اعتبار سے فوئیت	۲۱۲
۱۷۰	المتماری علی تراجم البخاری	۲۰۰	۱۸۵	عبد الرحمن بن الربیع کا فیصلہ	
۱۷۱	نک اغراض البخاری المبیہہ ترجمان التراجم		۱۸۶	حدیثوں کی تکرار اور اختصار	۲۱۳
۱۷۲	شرح تراجم ابن النیر الشاہ ولی اللہ		۱۸۷	تقطیع کے فوائد	
۱۷۳	تراجم ابواب بخاری پر ابن خلدون کا ریمارک۔	۲۰۱	۱۸۸	جواب المسئلت المقدسی	
۱۷۴	تراجم ابواب بخاری کے متعلق ایک بڑی غلط فہمی پر تنبیہ		۱۸۹	تکرار اور اختصار تقطیع کے آٹھ	
۱۷۵	مقاصد تراجم کی تفصیل	۲۰۳	۱۹۰	ناید فائدے	
۱۷۶	تراجم ابواب کے اغراض و مقاصد سے بھی نایدیں		۱۹۱	صحیح بخاری کے شروع و حواشی	۲۱۴
۱۷۷	شروط صحیح بخاری	۲۰۷	۱۹۲	بلا امتیاز فرقہ ہرزمانہ کے علماء نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق صحیح بخاری کی خدمت کی	
۱۷۸	امام حاکم کا دعویٰ		۱۹۳	”النفس الیہانی“	
۱۷۹	اس دعویٰ کی تردید	۲۰۸	۱۹۴	بعض عربی شروع و حواشی	۲۱۷
۱۸۰	دعویٰ محمد بن کے نزدیک صحیح بخاری	۲۰۹		اعلام السنن للخطابی الشافعی	
				شرح المہلب	۲۱۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹۳	شرح ابن بطال وابن السین و	۲۱۹	۲۱۵	الکوثر البخاری لکھنوی الحنفی	۲۲۰
	ابن النیر المکی	۲۲۰	۲۱۶	شواہد التوضیح والتفصیح لابن مالک	۲۲۱
۱۹۵	شرح الحمصی الحنفی و منطحات الحنفی	۲۲۱	۲۱۷	فیض الباری لمولانا غفر	۲۲۲
۱۹۶	الکواکب الدری لکھنوی الشافعی	۲۲۱	۲۱۸	الغنیض البخاری للعجلونی	۲۲۳
۱۹۷	شواہد التوضیح	۲۲۲	۲۱۹	شرح البخاری لابن العربی المالکی	۲۲۴
۱۹۸	اللامع البصیح	۲۲۳	۲۲۰	منوال الدار لکھنوی	۲۲۵
۱۹۹	التلیف	۲۲۱	۲۲۱	نسخہ عقیدہ صحیحہ مع حل مشکلات حواشی	۲۲۶
۲۰۰	فتح الباری لمولانا ابن حجر			مفیدہ و جمیع نسخہ دیشخ المالکی	۲۲۷
۲۰۱	واؤدی	۲۲۶	۲۲۲	حل صحیح بخاری رمولوی احمد علی	۲۲۸
۲۰۲	ہدی مسادی مقدّمہ فتح الباری	۲۲۷		سہارن پوری	
۲۰۳	انتقاض الاعتراض	۲۲۷	۲۲۳	تعلیقات علی صحیح البخاری	۲۲۸
۲۰۴	عمدة القاری للعلینی الحنفی		۲۲۴	عون الباری للعلامة القنوجی القفالی	۲۲۹
۲۰۵	التفصیح للزکشی	۲۲۷	۲۲۵	بیحة النفوس لابن ابی جمرة	۲۵۱
۲۰۶	نکت لابن حجر علی الزکشی	۲۲۷	۲۲۶	بعض شرح فارسی وارود	۲۵۲
۲۰۷	مصایح الجامع	۲۲۷		تراجم وغیرہ	
۲۰۸	التوضیح علی الجامع ایضاً للسیوطی	۲۲۷	۲۲۷	تیسیر القاری لابن عبد الحق الدہلوی	
۲۰۹	فتح الباری لابن رجب حنبلی		۲۲۸	تیسیر الباری للشیخ وحید الزمان	۲۵۳
۲۱۰	شرح النووی ابن کثیر و البلقینی	۲۲۷	۲۲۹	رفع الالتباس	۲۵۵
۲۱۱	شرح البخاری للفیروز آبادی		۲۳۰	تقیید البہل و تیسیر مشکل	۲۵۹
۲۱۲	ارشاد الساری للقططانی		۲۳۱	اطراف المصیح	۲۵۹
۲۱۳	خیر البخاری	۲۲۷	۲۳۲	المستدک علی المصیح	۲۶۲
۲۱۴	شرح صحیح البخاری للصفانی الحنفی		۲۳۳	شاہ ولی اللہ صاحب کا فیصلہ	۲۶۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۳۴	صحیح بخاری پر عامیانه اعتراضات	۲۶۷	۲۵۱	عقلی علم کلام	
۲۳۵	پہلا اعتراض		۲۵۲	نقلی علم کلام	
۲۳۶	امام ابو حنیفہ عربیت میں گزردہ تھے		۲۵۳	مرجیہ، جبریت	
۲۳۷	امام بخاری پر پہلے اعتراض کی تقریر	۲۶۸	۲۵۴	جمہیہ، معتزلہ	
	اداس کے جوابات		۲۵۵	مسائل اعتقاد کے متعلق محدثین	۲۹۰
۲۳۸	دوسرا اعتراض اداس کے جوابات	۲۷۱		کی مانگے	۲۹۰
۲۳۹	ثالثی نعمانی کا پہلا اعتراض اداس	۲۷۳	۲۵۶	امام مالک کا ارشاد	
	کا جواب		۲۵۷	ائمہ حدیث کی مانگے کا احادیث	
۲۴۰	دوسرا اعتراض اداس کا جواب	۲۷۸		سے مؤید ہونا	
۲۴۱	تیسرا اعتراض	۲۷۷	۲۵۸	نقلی علم کلام کی تعریف اداس کی	
۲۴۲	ثالثی نعمانی کی پہلی غلطی	۲۷۸		بنیاد کا عہد صحابہ میں پڑتا	
۲۴۳	دوسری غلطی	۲۷۹	۲۵۹	امام بخاری کا فرق مخالف کے رد	
۱۴۴	اعتراض کا جواب			مقابلہ میں مستقل تصانیف لکھنا،	
۱۴۵	التنقیب	۲۸۲	۲۶۰	ایمان کے چند ایمان بھنے کی بحث	۲۹۶
	صحیح بخاری کو ایک نظر اور دیکھو		۲۶۱	ایمان کی زیادت اور نقصان پر	۲۹۶
۱۴۶	صحیح بخاری کے ادلین ناقد احمد بن حنبل			قرآنی دلائل،	
	ادلین معین		۲۶۲	اطلاقات شرعیہ، غیر شرعیہ پر	۲۹۷
۱۴۷	دار فطنی			مقدم ہیں،	
۲۴۸	تنقید کی بناء و چیز پر ہے		۲۶۳	الایمان قول و عمل پر زید و یقین پر	۲۹۷
۲۴۹	حقاید و کلام			ساتھ ستر دلائل	
۲۵۰	علم کلام کے مسائل فلسفہ ہونان		۲۶۴	ایمان میں کمی اور زیادتی دو اعتباراً	۲۹۸
	بہت پہلے پیدا ہو چکے تھے،			سے ہوتی رہے	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶۵	امام ابو حنیفہ کو کیفیت کے اعتبار سے	۳۰۰	۲۸۲	قانون تنقید کی ایجاد اور سلسلہ تذکرہ	۳۱۶
۲۶۶	زیادت و نقصان کا انکار نہیں ہے	۳۰۱	۲۸۳	استحفاظ را اصول حدیث (خصوصاً	۳۱۷
۲۶۷	محدثین و حکمیین میں مابہ الاختلاف		۲۸۴	اسلام کے ہے	
۲۶۸	امریکی ہے		۲۸۵	رقہ میں عبداللہ بن مبارک کا شام	۳۱۹
۲۶۹	صاحب سیرۃ النعمان کی ایک	۳۰۱	۲۸۶	بے نظیر استقبال	
۲۷۰	مترغرف تقریر کا جواب		۲۸۷	خلیفہ مامون کا املا، حدیث کی مجلس	۳۲۰
۲۷۱	دوسری مترغرف تقریر		۲۸۸	منعقد کرنا۔	
۲۷۲	پہلا جواب		۲۸۹	احادیث کے استحفاظ کا اہتمام	۳۲۱
۲۷۳	دوسرا جواب		۲۹۰	اداس میں احتیاط	
۲۷۴	تیسرا جواب (دعا شیریہ)		۲۹۱	احادیث نبوی کے متعلق مسلمانوں کے	
۲۷۵	محدثین کرام کا طریق کار	۳۰۱	۲۹۲	اہتمام و گردیدگی کی پہلی وجہ	
۲۷۶	شاہ ولی اللہ صاحب کی تحقیق		۲۹۳	دوسری وجہ	۳۲۲
۲۷۷	مشکلیں کی دلیل اور اس کے جوابات		۲۹۴	تیسری وجہ	۳۲۳
۲۷۸	مسئلہ خلق قرآن	۳۰۸	۲۹۵	مدرسہ تعلیم نسوان	۳۲۵
۲۷۹	امام ذہبی کا اپنے تلامذہ کے ہمراہ	۳۱۶	۲۹۶	قلبت دایت میں حضرت ابو بکر راضی	
۲۸۰	امام بخاری کی درس گاہ میں پہنچنا		۲۹۷	کو ذہ کو قیاس کرنا ظلم ہے (دعا شیریہ)	۳۲۶
۲۸۱	امام احمد کی ثابت قدمی	۳۱۰	۲۹۸	استحفاظ حدیث کے دو قوی سبب	۳۲۷
۲۸۲	نظری بالقرآن مخلوق کے ساتھ	۳۱۳	۲۹۹	فن حدیث کے متعلق خلفائے	
۲۸۳	سوال اداس کا جواب		۳۰۰	راشدین کا اہتمام	۳۲۹
۲۸۴	امام ذہبی کا غلو اور تشدد		۳۰۱	حدیث کے خلاف عمل کرنے پر صحابہ	
۲۸۵	حدیثیہ اور اصول حدیث	۳۱۴	۳۰۲	کا نور لٹوک دینا	۳۳۱
۲۸۶	فن ہدایت کی اہمیت اور قدامت	۳۱۵	۳۰۳	صحابیات کا بھی یہی دستور تھا	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	تشریح	عنوان	صفحہ
۲۹۵	حدیث کی نشر و اشاعت کے بارے میں حضرت عمر کی سعی تبلیغ اور مختلف تدابیر	۳۳۳	۳۰۷	تصحیح یا تضعیف حدیث کو امر	۳۴۷
۲۹۶	مسئلہ نفقہ و مکنی مطلقہ بطلاق بائن	۳۳۵	۳۰۸	اجتہادی سمجھنے کا فشار اور اس کی تردید	۳۴۷
۲۹۷	مسئلہ سقط	۳۳۶		صحیح بخاری کی احادیث کو صحیح جاننا	۳۴۷
۲۹۸	حدیث کے بارے میں سب کے پہلے احتیاط		۳۰۹	کیوں ضروری ہے	
	حضرت ابو بکر نے کی	۳۳۶		ایک ہی حدیث کی تصحیح و تضعیف میں	
۲۹۹	ابو ذر غفاری کا تبلیغ و روایت		۳۱۰	محمد بن کے اختلاف کے اسباب	
	حدیث پر اہتمام و اصرار			ایک ہی راوی کی توثیق اور تضعیف	۳۴۸
۳۰۰	تاخیر عصر پر خلیفہ اموی عمر بن عبدالعزیز	۳۳۸	۳۱۱	میں اختلاف کے وجوہ	
	کو عذرہ کی یاد و غیرہ بن شعبہ کو ابو مسعود انصاری کی تنبیہ			صحیحین کی تمام احادیث مندر مفقود	
۳۰۱	جمع و تدوین حدیث کے متعلق عمر بن عبدالعزیز کا اہتمام	۳۳۹	۳۱۲	الصوت ہیں۔	
	دارون رشید خلیفہ عباسی کی کوشش	۳۴۰		نہیں حدیث میں المم بخاری کی خصوصیت	۳۴۰
۳۰۲	امام سلیمانوں کی اُردیدگی			پہلی خصوصیت دشروط شدیدہ	
۳۰۳	بعض مجالس ائلا حدیث	۳۴۱		حدیث کے لئے	
۳۰۴	فن حدیث اور سلسلہ سند کی ایک بڑی خصوصیت را جتہادی ظنی و تخمینی نہ ہونا۔	۳۴۲	۳۱۳	مند منہن میں معاشرہ کے ساتھ تقار	
۳۰۵	کسی حدیث کی تصحیح یا تضعیف میں اجتہاد یہ میں سے نہیں ہے	۳۴۳	۳۱۴	کی شرط صحیح بخاری کے ساتھ خالی	۳۴۹
				یہے رعاشیر	
				دوسری خصوصیت تدوین فقہ	۳۵۱
				المحدث	
				تیسری خصوصیت تدوین تاریخ احوال	۳۵۲
				امام ابو حنیفہ کی طرف ایک خواب	
				کی قلاط نسبت	۳۵۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۱۸	امام ابو حنیفہ کی طرف سے تدوین فقہ کے مخصوص طریقہ کی نسبت احناف کی تنقید تاریخ رجال کے حوالے سے حاشیہ	۳۵۴	۳۳۳	فقہاء محدثین کا طریق اجتہاد فقہاء اصحاب	۳۵۴
۳۱۹	پونجی خصوصیت (جامعیت)	۳۵۵	۳۳۴	حضرت دکنیہ کا قول نبوی کے مقابل میں	۳۵۶
۳۲۰	پانچویں خصوصیت الاستنباط	۳۵۷		قول ابو حنیفہ پیش کرنے پر سخت برہم ہونا	
	اصول حدیث		۳۳۵	امام بخاری اہل ان کے تلامذہ کے بارے میں	۳۵۷
۳۲۱	خبر واحد کے استدلال کی صحت	۳۵۸		میں خواہ ولی اللہ کا فیصلہ	
	پر امام کی خاص توجہ		۳۳۶	فقہاء اہل الرائے کا طرز اجتہاد	۳۵۹
۳۲۲	لائکوز الزیادۃ علی کتاب الشریعہ	۳۵۹		واصول نقاہت	
	الواحد کا قاعدہ گھرنے کا مقصد حاشیہ		۳۳۷	شاہ ولی اللہ کا مفصل کلام ابواب	۳۸۱
۳۲۳	اصول درایت	۳۶۰		کے نتائج	
۳۲۴	فن تادیل مختلف الحدیث		۳۳۸	محدثین کی طرف اصول نقاہت کے	۳۸۳
۳۲۵	تنبیہ رعاشیہ	۳۶۲		ماہانیت کی نسبت غلط اور باطل	
۳۲۶	شیعوں کی احادیث پر ایک اجمالی نظر	۳۶۳	۳۳۹	امام شافعی اور امام محمد کا ایک دلچسپ	۳۸۴
۳۲۷	فقہ رعاشیہ			مکالمہ	
۳۲۸	فقہ اہل الرائے فقہ اہل الحدیث		۳۴۰	فقہاء محدثین بالخصوص امام بخاری کے	۳۸۴
۳۲۹	علی الفقہ بنارالدین	۳۶۹		مراقبوں کے اصول نقاہت سے	
۳۳۰	اہل الرائے کے محدثین کے اصول			اجتناب و تنفر کے وجوہ	
	استنباط اختیار کرنے کی وجہ		۳۴۱	مراقب میں تحریکی فقہ کا دور حد کے	۳۸۷
۳۳۱	فقہاء مجتہدین کا طرز اجتہاد			زمانے سے شروع ہوا	
	واصول نقاہت		۳۴۲	اہل الرائے کے ساتھ تسمیہ کی وجہ	۳۸۸
۳۳۲	شاہ ولی اللہ کی جامع تصریحات		۳۴۳	اہل الرائے کی طرف سے محدثین کو	۳۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴۳	مکلفین سے منہ	۳۵۹	۳۸۹	اہل الرائے امام اخرا الزمان کے ضمن	۳۸۹
۳۴۴	اہل الرائے امام اخرا الزمان کے ضمن	۳۶۰	۳۹۰	ہوں گے (حاشیہ)	۳۹۰
۳۴۵	اہل الرائے کی حضرت شیخ اہل کے	۳۶۱	۳۹۱	ساتھ دشمنی (حاشیہ)	۳۹۱
۳۴۶	تقریط کے فقہاء محدثین کی فقہ کی چند خصوصیتیں	۳۶۲	۳۹۲	حضرت شیخ اہل کا محل تذکرہ (حاشیہ)	۳۹۲
۳۴۷	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۶۳	۳۹۳	فقہ کی مختصر تاریخ	۳۹۳
۳۴۸	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۶۴	۳۹۴	صحابہ کے اجتہادی مسائل میں اختلاف	۳۹۴
۳۴۹	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۶۵	۳۹۵	کے ٹوئیاں قائم نہیں ہوئیں	۳۹۵
۳۵۰	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۶۶	۳۹۶	محدثین میں اختلافات مسائل کے	۳۹۶
۳۵۱	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۶۷	۳۹۷	فرقہ بندیوں نہیں ہوئیں	۳۹۷
۳۵۲	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۶۸	۳۹۸	اختلاف کی وجہ سے	۳۹۸
۳۵۳	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۶۹	۳۹۹	فقہاء صحابہ و تابعین و محدثین کی	۳۹۹
۳۵۴	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۰	۴۰۰	مختصر فہرست احادیث کے مختصر تراجم	۴۰۰
۳۵۵	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۱	۴۰۱	علی بن ابی موسیٰ بن عمر رحمہ	۴۰۱
۳۵۶	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۲	۴۰۲	ابن عباس رضی ابن عمر رحمہ	۴۰۲
۳۵۷	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۳	۴۰۳	سید بن ثابت رحمہ	۴۰۳
۳۵۸	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۴	۴۰۴	حضرت عائشہ رضی ابو ہریرہ رحمہ	۴۰۴
۳۵۹	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۵	۴۰۵	اجتہاد و تنبیاط کی ضرورت کہاں	۴۰۵
۳۶۰	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۶	۴۰۶	جوئی کے	۴۰۶
۳۶۱	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۷	۴۰۷	فقہائے سید مدنیہ	۴۰۷
۳۶۲	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۸	۴۰۸	سید بن المسیب عروہ بن زبیر	۴۰۸
۳۶۳	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۷۹	۴۰۹		
۳۶۴	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۰	۴۱۰		
۳۶۵	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۱	۴۱۱		
۳۶۶	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۲	۴۱۲		
۳۶۷	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۳	۴۱۳		
۳۶۸	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۴	۴۱۴		
۳۶۹	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۵	۴۱۵		
۳۷۰	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۶	۴۱۶		
۳۷۱	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۷	۴۱۷		
۳۷۲	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۸	۴۱۸		
۳۷۳	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۸۹	۴۱۹		
۳۷۴	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۰	۴۲۰		
۳۷۵	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۱	۴۲۱		
۳۷۶	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۲	۴۲۲		
۳۷۷	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۳	۴۲۳		
۳۷۸	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۴	۴۲۴		
۳۷۹	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۵	۴۲۵		
۳۸۰	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۶	۴۲۶		
۳۸۱	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۷	۴۲۷		
۳۸۲	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۸	۴۲۸		
۳۸۳	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۳۹۹	۴۲۹		
۳۸۴	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۰	۴۳۰		
۳۸۵	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۱	۴۳۱		
۳۸۶	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۲	۴۳۲		
۳۸۷	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۳	۴۳۳		
۳۸۸	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۴	۴۳۴		
۳۸۹	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۵	۴۳۵		
۳۹۰	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۶	۴۳۶		
۳۹۱	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۷	۴۳۷		
۳۹۲	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۸	۴۳۸		
۳۹۳	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۰۹	۴۳۹		
۳۹۴	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۱۰	۴۴۰		
۳۹۵	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۱۱	۴۴۱		
۳۹۶	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۱۲	۴۴۲		
۳۹۷	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۱۳	۴۴۳		
۳۹۸	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۱۴	۴۴۴		
۳۹۹	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۱۵	۴۴۵		
۴۰۰	تقریط کے فقہاء محدثین کے مسائل مستنبط	۴۱۶	۴۴۶		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کی خصوصیات	۴۱۶		تقصار الحاکم لاکل حرام و لا یحرم حلالاً	
۳۷۵	استنباط مسائل فقہ میں امام بخاری کا دستور	۳۸۹	۴۲۹	فقہ اہل الرائے میں ثاب الحس کی دست	۴۲۹
۳۷۶	استنباط مسائل فقہیہ میں مصابیح عباد	۴۲۰	۴۳۰	قیاس کی تقسیم	۴۳۰
	پر گہری نگاہ رکھنا			باب من شبہ اھلاً معلوماً بھل میں	
۳۷۷	استنباط مسائل میں عبارة النص،			باب ما یذکر فی ذم الرائے القیاس	
	دلالت النص، اشارۃ النص، اقتضار			قیاس علت کی مثال	۴۹۳
	النص، حمل النظر علی النظر کے کام لینا			قیاس دلالت کی مثال	۴۹۴
۳۷۸	استحسان، قیاس طرد، قیاس شبہ	۴۲۱		قیاس شبہ کا استعمال قدیم، معتزل	۴۶۵
	سے اجتناب یا قیاس علت قیاس			بہمیدہ داخل وغیرہ کا طریقہ ہے	
	دلالت کا اعتبار استعمال			قیاس طرد اور التہریروں میں رائج تھا	۴۹۶
۳۷۹	امام بخاری کے اجتہاد کی وہ چند شاخیں	۴۱۸		قیاس استحسان دیگر مجتہدین میں مستعمل تھا	۴۹۷
	جن پر اعتراضات کئے گئے			انہر ثلثہ حقیقہ کا مسلک حدیث ضعیف	۴۹۸
۳۸۰	باب فضل صلوۃ النحر	۴۲۲		کو قیاس پر مقدم کرنا	۴۹۹
۳۸۱	باب علی من یشہد بحجۃ غسل	۴۲۳		خاتمہ امام الحدیث کے تلامذہ	۴۹۹
	من الفسار الخ			استادی اور شاگردی کا تعلق	۵۰۰
۳۸۲	باب الصدقۃ خیل العید	۴۲۴		امام الحدیث کی درس گاہ کی جامعیت	۵۰۱
۳۸۳	باب الاستماع فی الخلۃ	۴۲۵		امام الحدیث کی زندگی کی بڑی خصوصیت	۵۰۲
۳۸۴	باب اذاکۃ العید علی رکعتین الخ			امام مسلم	۵۰۳
۳۸۵	باب بیع المدر	۴۲۵		نام و نسب و ولادت و وفات	۵۰۴
۳۸۶	باب طول اقیام فی صلوۃ اللیل	۴۲۶		تالیفات کی مختصر فہرست	۵۰۵
۳۸۷	باب ما یشترج من الحجر	۴۲۷		صحیح مسلم	۵۰۶
۳۸۸	من قضی لہ یمن آخری فلا یأخذہ فانی	۴۲۸		مقدمہ صحیح مسلم	۵۰۷

نمبر شمار	عنوان	مفرد	نمبر شمار	عنوان	مفرد
۴۰۸	البحر المواجه لعلامة غازی پوری	۴۴۴	۴۲۶	رد۱۵ امام دارمی رحم	۴۷۰
۴۰۹	المطر التجاج وحاشیہ		۴۲۷	نام نسب ولادت علامہ و شیوخ	
۴۱۰	مشارق الانوار وحاشیہ		۴۲۸	تصانیف المندوبین التفسیر الجامع	
۴۱۱	فہرست شرح صحیح مسلم	۴۴۵	۴۲۹	ابن ماجہ	۴۷۱
۴۱۲	رد۱۲ امام ترمذی	۴۵۲	۴۳۰	جزرۃ الحافظ	۴۷۲
۴۱۳	نام و نسب ولادت		۴۳۱	محمد بن نصر مروزی	
۴۱۴	تصنیفات	۴۵۳	۴۳۲	رد۱۸ ابو حاتم رازی	۴۷۳
۴۱۵	جامع ترمذی	۴۵۴	۴۳۳	رد۱۹ ابراہیم الحارثی	۴۷۵
۴۱۶	کتاب العمل شامل ترمذی	۴۵۵	۴۳۴	رد۱۱ ابوبکر بن ابی عاصم	۴۷۶
۴۱۷	شرح جامع ترمذی	۴۵۶	۴۳۵	رد۱۱ ابن خزمیہ	
۴۱۸	تحفۃ الاحوذی وحاشیہ	۴۶۰	۴۳۶	صحیح ابن خزمیہ	۴۷۷
۴۱۹	شرح شامل ترمذی	۴۶۳	۴۳۷	رد۱۲ محمد بن ابی حاتم الوراق	
۴۲۰	رد۱۳ امام نسائی رحم	۴۶۶	۴۳۸	رد۱۳ المحاطی	۴۷۸
۴۲۱	نام و نسب ولادت		۴۳۹	رد۱۱ ابراہیم النقی	
۴۲۲	سبب وفات	۴۶۸	۴۴۰	چند دیگر حفاظ علامہ	۴۷۹
۴۲۳	المسنن الکبریٰ		۴۴۱	مؤلف کاسلہ تلمذ و سلسلہ	۴۷۹
۴۲۴	المجتبیٰ من المسنن الکبریٰ			اسند امام المحدثین	
۴۲۵	رد۱۴ خروزی	۴۶۹			

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دیباچہ طبع ثانی

سیرۃ البخاری طبع اول در ۱۳۲۸ھ کو شائع ہوئے آج پچیس برس ہو گئے
حضرت والد محترم دمنونہ کتاب کے اس کے ثلث ہونے کے تیرہ برس بعد انتقال
فرمایا اب یہ کتاب ان کی وفات کے تیس برس بعد طبع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں جا
رہی ہے، اور اب علم نے کتاب کی اس کے شایان شان قدر و منزلت کی چٹیاں چہ
طبع اول کے تمام نسخے بہت تھوڑی مدت میں ہاتھوں ہاتھ منتقل ہو گئے، کتاب کی قابل
رشتہ مقبولیت نتیجہ قلمی مولف مرحوم کے اخلاص کامل کا، اور شہرہ فنی اصح الکتب
بعد کتاب اللہ اور اس کے مصنف کے ساتھ مولف کی علمی عقیدت اور والہانہ دینی
محبت و شہینگی کا اور آخر قلمی مولف کی صحیح ٹھوس علمی خدمت کا انسا الاعمال بالنبی
وہ کل امری مانی۔

کتاب کی غیر معمولی مقبولیت اور اہل علم کے شہید تقاضوں کے پیش نظر مولف
کی زندگی میں طبع ثانی شائع ہو جانا چاہیے تھا، لیکن افسوس ہے کہ بعض مخصوص عوائق
ادبی عائلی پریشانیوں کی وجہ سے حضرت مولف طبع ثانی کا انتظام نہ فرما سکے یہ بات
کہ زبانتہ ملازمت دارالحدیث رحمانیہ دہلی رحیب ۱۳۳۸ھ میں، اگلے عالم جاودانی
ہو گئے، راقم المسطوران دونوں دارالحدیث رحمانیہ میں پانچویں ہجرت میں زیر تعلیم تھا، اور

اس کے دنوں چھوٹے بھائی محمد عزیز اور مولوی عبید الرحمن (مرحوم) مقامی مدرسہ میں فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے، حضرت والد محترم کی وفات کے بعد ہماری بے سہارا سمانی کے ان کی دیگر تصانیف کی طرح سیرۃ البخاری کے طبع ثانی کا کوئی ظاہری ذریعہ اور وسیلہ بھی باقی نہیں رہا، ہوش سنبھالنے کے بعد ہم تینوں کو اس کی اشاعت کی ضرورت کا برابر پورا احساس رہا، لیکن نکل مٹی اجل مسمیٰ کے منابطہ الہی اور قانون ربانی کے مطابق آج سے پہلے ہم اس کی طباعت و اشاعت کا انتظام نہ کر سکے،

براہِ عزیز مولوی عبید الرحمن طائب مظاہری رضائی کو جو نہایت خوش خلق، شریف النفس، سلیم الطبع، اچھے شاعر اور جدید عالم تھے، اللہ تعالیٰ نے اچھا ذوق عطا کیا تھا، نفیس الطبع، لطیف المزاج بنایا تھا، وہ خصوصیت کے ساتھ کتاب کو بہتر سے بہتر شکل میں طبع کرنے کے خواہشمند اور اس کی فکر و کوشش میں تھے، لیکن خالق الموت والحیاء کا فیصلہ کچھ اور تھا، عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، اور وہ عین شباب میں بزمانہ ملازمت اور الٰہی رحمانیہ دق اور سل میں مبتلا ہو کر ارذی الحجۃ ۱۳۶۲ھ کو ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے اور کتاب کے حسبِ خواہش طبع ثانی کی حسرت اپنے دل میں لے گئے، انا للہ الخ اللہ تعالیٰ انہیں بال بال مغفرت فرمائے، اور جنبت الفردوس میں مقام عنایت کرے۔ رِیتِ اَعْمَرِیْ بِحَدِّیْ وَادْخِلْنِیْ رَحْمَتَکَ وَاسْتَأْذِنِیْ رَحْمَتِکَ الْوَاسِعِیْنَ

جنگ کے زمانہ میں اپنی بے سہارا سمانی اور سامان طباعت کی ہوشیارگرائی کے باعث کتاب کی طباعت کا انتظام ہمارے در اقم الحرمہ اور براہِ عزیز محمد عزیز سلمہ اللہ مکان سے باہر تھا، اب جب کہ طواغیت عالم کی شیطانی جنگ کو ختم ہونے ایک برس سے زائد ہو گئے ہیں، اور علمی کتابوں کی اشاعت میں نسبتاً آسانی ہو گئی ہے، بعض واجب

اے احترام بردہ کوں اور مخلص احباب کی ہمت افزائی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے ہمیں توفیق ہوئی کہ کتاب کو طبع کر اکر اہل علم کی خدمت میں پیش کریں اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے۔

رَبَّنَا قَتِّلْ مَنْ أَتَاكَ اِنَّتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

صحیح بخاری کی مشہور عالم شرح فتح الباری کا مقدمہ ہدی الساری جس قدر ضروری اہم ہے کسی اہل علم سے مخفی نہیں اس کے متعلق یہ دعویٰ کہ اس کا مطالعہ بغیر صحیح بخاری کی حقیقت سے آگاہی تقریباً ناممکن ہے جس طرح مبالغہ سے پاک اور بالکل صحیح ہے اسی طرح سیرۃ البخاری کے متعلق ہمارا یہ دعویٰ بالکل درست اور حقیقت پر مبنی ہے کہ صحیح بخاری کے لحاظ علم کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے یہ اردو زبان میں اپنے موضوع پر واحد مبسوط مستقل کتاب ہے۔

امام المحدثین مجتہد مطلق تھے ان کے بے نظیر کمال اجتہاد کا صحیح اندازہ انکی جامع صحیح کے تراجم ابواسبک بخاری ہوتا ہے، ضرورت تھی کہ فقہ اہل الحدیث اور طریق اجتہاد فقہاء محدثین کا فقہ اہل الرائے اور طریق اجتہاد فقہاء عراق سے موازنہ کر کے ان کے درمیان فرق کو واضح کیا جاتا تاکہ طالبین حق پر مشکف ہو جائے کہ فقہ اہل الحدیث کیوں محمود ہے اور فقہ اہل الرائے کیوں مذموم و مردود ہے، الحمد للہ کہ حضرت مولف کے حصہ ثانی میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے، ضمنی طور پر آخر میں تراجم بخاری سے متعلق اچھوتی بحث آگئی ہے جس سے امام المحدثین کے اجتہاد کا کمال واضح ہو جائے، درحقیقت حصہ ثانی مولف کی محنتوں اور کوششوں کا مظہر اتم ہے شکر اللہ ماعینہ جعلہا ذخیرہ بقول حضرت مولف اس کتاب کے لکھنے کے کسی پر عمل کرنا مقصود نہیں ہے لیکن امام المحدثین

سے رفح الزام میں اگر کہیں کسی پر غمنا الزام عاید ہو گیا ہو تو وہ مجبوری سے ہے اس لئے گذارش ہے کہ کوئی صاحب بغیر پوری کتاب ملاحظہ کئے ہوئے کوئی رائے قائم نہ کریں۔

طبع اول میں "تصحیح اغلاط" کی فہرست میں دیتے ہوئے اغلاط کے علاوہ چھ پہ کی فہرست سی غلطیاں تصحیح سے روٹی تھیں، اس طبع میں جہاں تک انسانی امکان سے تصحیح کی انتہائی کوشش کی گئی ہے اور یقین ہے کہ یہ اغلاط سے پاک ہوگا، بعض مقامات میں ہٹری حوالہ یا حوالے رہ گئے تھے، ان کا اضافہ کر دیا گیا ہے، لیکن اس کی احتیاط کی گئی ہے، کہ اضافہ کیا ہوا حاشیہ مؤلف کی عبارت یا حاشیہ میں نہ ملتے پاسے ۱۸ دو ایک مقام میں مؤلف کے حاشیہ کے اندر واقعی ضرورت کی وجہ سے مناسب ترمیم کر دی گئی ہے مضامین کی فہرست بالکل مختصر تھی، کوشش کی گئی ہے کہ تمام اہم مضامین کی فہرست قارئین کے سامنے پیش کر دی جائے، کیونکہ مؤلف کے مقرر کئے ہوئے عنوانات میں سے تقریباً اکثر عنوانوں کے ماتحت متعدد ایسے امود آ گئے ہیں کہ ان پر الگ الگ ذیلی عنوان مقرر کیا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے کوششوں کو قبول فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

رَبِّ اذْرَعْ عَنِّي اِنْ اَشْكُو بَعْثَكَ اِلَيَّ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَتِي اِنَّ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَصْلَحْتُ فِي ذُرِّيَّتِي اِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَىكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ رَبِّ اجْعَلْ لِي مَقِيْمًا مِّنَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَتِي وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَانِيْ صَغِيرًا

علیہ اللہ رحمانی مبارک پوری

دارالحدیث رحمانیہ دہلی

۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ

نظم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حمیدِ خدا کے خسرو آموزگار	میں تو ان گفت یک از صد هزار
آنکہ خداوندِ نمانانِ اوست	بندہ چہ گوید کہ چہا شانِ اوست
پر تو نورِ ازل آمد پدید	در کفِ پاؤںش و دین را کلید
بر ریش بادِ قبا جان و تن	دم چہ رانی از خودی خویشتن
جز کہ بفسرِ بانِ پیرِ منہ	سر چہ نہی بر خطِ دیگر منہ
گو کش بہاؤ از اخبارِ باشی	ہوش کن اندازہ نگہدار باش
من نہ امیں مع سرانے شہم	شہاد جہانم کہ سگت دیگہم
نازد و نیازم بہ قیلے شہست	این نگتہ تازم بہ بولے شہست
پیرویِ شریع بود دین من	دین نبی بس بود آئین من
کیش مرا بوجہِ نالِ برتریت	دو ششم آئینہ بدوشنِ گریت
بے خبراں نہ خبرے می کنم	شام برایشاں بحرے می کنم
حق طلبی گنبد و شاں گردگان	آہ ازین راہ غلط کردگان
پوئے ایشان گم در آہِ پیچ و بیچ	مایہ ایشان ہمہ ایچ است ایچ

عہدے سخن بسوئے شیفتگان خیالات محترہ و عقولِ خویش ۱۲

ہم بقدا فسانہ و افسوں گری
 فتنہ سگالان خرد و دشمنان
 باطن شان یو و یرون آب رنگ
 جلوه فردشان سخن لغز و دست
 ہوش و خرد دشمن ایان شان
 خود زده گانند جهان بہ نرنان
 مرکز شان آزد ہوا و ہوس
 دامنے کہ پروا نشد رائے قیاس
 غافل از یہا کہ خرد و فتون بست
 غیب چہ دانند چہ در پردہ بست
 جوش اب صہبا در سیدن اند
 جو ہر شش آئینہ دیرا نیش
 خود ز خود شش حیلہ برای گنختن
 آخر از آمان کہ گذشتہ پیش
 از قبل طبقہ یونانیان
 از صف آسودہ ساسانیان
 بہرہ دانش کس اندیشا نہ داشت
 دانش داد و دل و دین داشتند
 طائر ادراک چوں پر بر کشود
 لاہرن مردم و دیو و پری
 دیو بہادان خضر را نرناں
 ظاہرن صلح و درون جملہ جنگ
 مغز ندارد چو بے مغز پوست
 دیں چو کی گسے بہ چوگان شان
 سوختگانہ شش را فلکان
 حاصل دین ہمہ نیاست بس
 دین مبین را بہادند اساس
 غیب بہ قرآن صلح یومنون بست
 کیست عنان خرد آزد بہ دست
 رنگ ز گلہا و پریدن آزد
 با ہمہ دانش ہمہ نادانیش
 حیرتے آئینہ خویش
 از حکما و عقلا پیش پیش
 در فرق تمیز تورانیان
 در روشن جلوه سامانیان
 چیست دانش کہ کسی آن نہا
 داشتینہا نہ چنین داشتند
 آتشش از مغز بر آرد و دود

بال کشارفت چو بالا ترک
 سجدہ پے آتش و خور پیش برد
 غایت ادراک ہمیں ست و بس
 کی بدو حق بہ رسیدن رسید
 برتے اگر گویم ازیں داستان
 کا رہ اوراک چو زرگر شدے
 تانہ رسیدار کرم و نشان
 نیز نیم سن کر رائے و عقول
 چون کغم انصاف فراموش چمن
 تکیہ مکن بر خود سست اساس
 درہ سیل است اساس کسان
 در نہ بود قول نبی بادر ت
 واں چو بودا بہ لب کاری سوال
 رحلت و تحقیق قیامل ہیں!
 جرم ہیں و سپے تعدیل رو
 دین صرف کا زخرف با نذاں
 لعل گرانسایہ زخار برآر
 علم حدیث آمدہ علم شگرت
 رنجیت ہماں تیر تہا بے فلک
 نے غلظم آب مسخ خویش برد
 عاقبت عقل چنین ست و بس
 آنکہ بداد و در شور و دیدن تردید
 طول شود مختصر این داستان
 وحی چرا فاضل پمیر شدے
 سر نہ شد آتش زردشتیاں
 اول امر است المیو الرسول
 خواندہ ام آخر افلا تعقلون
 بیشتر اخبار ازاں پس قیاس
 قول نبی بہ کہ قیاس کساں
 باش کہ بر دہے کثا غم و درت
 گوئم انان پیش کہ علم الرجال
 علت داستان دسل بین
 تابہ بخلا ہے تحفیل رو
 چیت خرف چیت شد با زواں
 گنج زماں خاک بخلا برآر
 قلم معنی ست در و حرف حرف

لے ماعبادات الشمس والقمر الا بالمقائس • سنن حارمی

ثانی تیراں نہ بود غیر او
 چیت بخارا چہ تماشاد در دست
 حافظ اقبال شہنشاہ وحی
 گفت ہمان آنکہ نبی گفتہ بود
 بود سہی محو سہی شد او
 صیت کمالش ز عرب تا عجم
 قدر کمالش کہ نہ ماند کسے
 لطف حق است از دگری نیست این
 من کہ گل از پوست بیاوردہ ام
 تارہ مرا ز مزمزہ در کار نیست
 زہم مرا آئندہ سازے دگر
 نوحی جگر را نہ بود جام و ختم
 بامی شیراز میالائے لب
 بے غلط از دغل و تفرق من
 شمع شوناں کہ شبست دوزخ شد
 میر بخاری و بخارا بکن
 عربہ باخولیش نہ زید ہے
 خبر بخارا نہ کنی سیر او
 ناقد اخبار محمد از دست
 حامل اسناد ہوا خواہ وحی
 در رہ دین گوہر جان سفتہ بود
 رفت دوفی حل معی شد او
 بصرہ شد اکنون بہ بخارا ہم
 شیمہ دریا چہ شناسد خے
 در خود ہر خیرہ سرے نیست این
 ہیں کہ بدست ہتر آوردہ ام
 ز مزمزہ من ہم ازین تارہ نیست
 ساز مرا سوز و گدازے دگر
 بے بطے می شنوم شور غم
 بادہ بے شیش کن از من طلب
 سادہ روغن باغن تکلف مکن
 ماہ منت شمع شب افروز شد
 ترک تگ تا ز خدا را بکن
 طعنہ یہ ہم کیش نہ زید ہے

نہ تجلایا نہ ثانی بٹرب کہ محمد از دست نہاں کا قال الجامی و یاقی قولہ فی قصیدہ —

مد گوہر اسرار خفی سفتہ بود مد شمع رہ بٹرب و بطما شد او مد

هرزه مرد هرزه مگو نرسنه
 در نه نهی طعنه با عیب ان مکن
 زخمه پریش ان بزرگ تار بود
 راست به قانون اثر ساختم
 این روش و طوبه جولان به بین
 فرق گل و خار ز بیم و استشناس
 ذره چو خود آئینه سیمایه
 شعبده بابال اثر شد فگار
 بق نیم گرم روان رفته ام
 آن نه کلک است نه بامنه میخ
 غنچه محوای یک جبین آورده ام
 شیوه ار باب کمال این بود
 هست اگر چه زنگی سیاه
 گو که خود آئینه چه دارد گناه

کشت من از خار و گر گلشن است
 حسن قبول از دمی از من است

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دیباچہ طبع اول

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

اما بعد کسی کی سرگذشت یا سوانح عمری لکھنے کی غایت عام طور پر یہ خیال کی جاتی ہے کہ اس کے پڑھنے والوں میں اپنی زندگی کے تشیب و فراز کا احساس پیدا ہو اور آنے والی تسلیں اس کے مطالعے سے عبرت پذیر ہو کر ان غلطیوں سے بچیں جن سے ان کو بچنا لازم ہے لیکن اس عام غایت کے علاوہ ان مقدمات یا فائد کی سوانح عمریوں کو ایک خصوصیت خاص حاصل ہے جن کی سبب سے اس لئے لکھی گئی ہیں کہ خلق اللہ کے دلوں میں ان کی پیروی کا خیال اعلان کی ریس پیدا ہو، آنے والی تسلیں انہیں پڑھ کر اپنا چال چلن، رفتار، کردار، عادات، خصائل اعمال ان دلوں کے سے بنائیں جن کو خداوند عالم نے دنیا میں نیکی کا نور بنا کر بھیجا تھا جن کی تخلیق سے مقصود تھا عالم میں توحید پھیلانا، اور فطرتی دین کی تعلیم اور اشاعت کرنی، خالق اور مخلوق کے مابین جو رشتہ غلامی ہے اس پر متنبہ کرنا، اور آخرت جہاں انسان کو مرنے کے بعد دوسری زندگی ملنی ہے، یاد دلانی اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ دنیا میں امن و امان قائم رہے، نئی نوع انسان کی ترقی ہو، مخلوق میں سے خالق کی اطاعت بجالائے، دنیا میں اوج کمال تک پہنچا، و آخرت میں اس کا اصل لمجا وادی ہے، اچھے مذاہب پاسے، غرض دینی اور دنیاوی نعمتوں سے

بہرہ اندوز ہونا اس کا لازمی نتیجہ ہے،

اس میں کیا شک ہے، کہ مستند قابل اعتبار نتیجہ تیز سوانح عمری لکھنے کی تعلیم اول اول قرآن سنہ دی، اسی قرآنی تعلیم کا اثر ہے جو آج کثرت سے قابل اعتبار مستند سوانح عمریاں نظر آتی ہیں، اہل مغرب جو آج اس فن میں مشرق کے ہمارے نظر آ رہے ہیں، اسی قرآن کے زہرِ بایں

کیا کوئی شخص ایسی سوانح عمری کسی کی دکھا سکتا ہے جو اس قرآنی تعلیم سے پہلے لکھی گئی ہو اور مستندانی گئی ہو یہی وجہ ہے کہ جس قدر سوانح عمریاں قبل نزول قرآن لکھی گئی ہیں بالکل بے اعتبار، ہزاروں اغلاط سے مملو ہیں۔

کیا عیسائی دنیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتی، پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح کے حالات زندگی اس قدر مضبوط ہیں؟ کیا یہود دنیا میں موجود نہیں؟ کیا وہ موسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے؟ یا جو اس کے حضرت موسیٰ کی سرگذشت کیوں اس قدر بے ہودہ قصوں اور خوش گہیوں سے بھری ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے، کہ یہ فن خاص قرآنی تعلیم کا ایک شعبہ ہے جو ان کو نصیب نہ ہوا۔

دیکھو ذوالقرنین، اصحاب کہف وغیرہ کی بابت کس قدر خوش گہیاں تھیں، قرآن نے سب کو اڑا کر بھی مگر یا نتیجہ تصویق کیسے دی قرآن نے ہم کو وہ مستند اور سچی سوانح عمری لکھتی ہی نہیں سکھائی بلکہ اس کے ساتھ اس کی غایت بھی بتائی اور یہ بھی تعلیم کی، کہ خدا کی شہ مرد و مخلوق میں ہر شخص اس قابل نہیں، کہ اس کی سوانح عمری یا سرگذشت لکھی جائے، اس کے لائق خدا کے ہمیدہ بندے ہوا کرتے ہیں، آدم، نوح، ابراہیم، اسحق، اسماعیل،

یوسف، شعیب، یوط، صالح، ذوالکفل، زکریا، یحییٰ، صالح، الیوب
یونس، موسیٰ، ہارون علیہ السلام، محمد علیہ السلام والصلوات
ایسے ہیں جن کے حالات زندگی فلم بند کئے جائیں،

حضرت نوح حضرت آدم حضرت یونس کے حالات، پڑھو جن میں
یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ حالات زندگی کھنسنے میں صرف ایک پہلو اختیار کرنا انسان
کے خلاف ہے سچی نکتہ چینی کرنی بھی سوانح عمری کھنسنے کا ایک جزو ہے۔

قرآن میں ایک جگہ کئی نبیوں کا ذکر فرما کر جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا خیرہا اھدا اقتدہ یہی ڈھنگ آپ کو بھی چاہیے
مختصر نفلوں میں غایت کی طرف اشارہ کر دیا،

عام نفلوں میں کافہ اہمت کو مخاطب کر کے فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ
حَسَنًا
رسول اللہ کی سیرت میں تمہارے لئے
اچھی اقتدار ہے۔

اس حکم عام نے مسلمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور سیرت کا جمع
کرنا اس کا جانا اس کی پابندی کرنی لازم کر دیا، اسی عام حکم کی بنا پر محدثین نے دین کا
احسان قیامت تک اہل اسلام ایک لمحہ کے لئے نبیوں نہیں سکتے، کمال جانفشانی اور
انتہاء جدوجہد کی سعی سے جو انسانی طاقت سے ممکن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح
عمری اور حالات زندگی کو مختصر سندوں سے جمع کر دیا، اگر محدثین کی جان توڑ سعی نہ ہوتی،
تو کج ہم اپنے نبی کے سچے اوصیاء حالات زندگی سے بالکل محروم رہتے، اور لَقَدْ
كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنًا کی تعمیل سخت مشکل ہوتی، ایسی حالت میں

باتواہل عراق کی طرح قیاسی کے چلاتے یا فرقہ اہل قرآن کی طرح قرآن کے طبعاً
معنی لگاتے، یا یہود و نصاریٰ کی طرح لاکھوں بے سود پاقصے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے عین اللہ یا ربن اللہ بنانے کے لئے تصنیف کرتے۔

محمدؐ عین کی جان تو راسخی میں تک محدود نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء
اور جانشینوں کی بھی صحیح صحیح سوانح عمریاں حکیم علیہ السلام کی دستہ الخلفاء الراشدین
جمع کر دیں، اور آگے ترقی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہوں کی سوانح عمریاں

لے یہ ایک نیا فرقہ بن دستان میں قائم ہو گیا ہے، جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل، آپ کی
تعلیم و آپ کے اقوال کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتا، اپنی دلانے سے جو معنی چاہتا ہے قرآن کے لگاتار ہتھے، ہونہ
کے لئے ہم اہل قرآن کے پرچہ اشاعت القرآن سے اکٹھا لے کر پیش کرتے ہیں تاکہ یہ فیما بین اولادہ لطیفین
نادینا ہ ان یا ابراہیم قد صدقتا اللہ یا انا کن لنا نغزی المحسنین ان هذا اللہ و اولادہ
المبین و قدینا بنی جبر عظیم کا ترجمہ اس طرح کیا ہے، پھر دونوں آپس میں تعلق ہو گئے قرآنی ارشاد پر، تو
پھر بھی ابراہیم سلام علیہ اپنی خطا پر آگاہ نہ ہوا، یعنی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ دلے اس کو ہاتھ کے بل سے
دکھ دیا ہم نے اس کے اس باطل خواب خیال کو یعنی ہم نے اس کو بشارت فرمایا، کہ اے ابراہیم تحقیق کیوں
سمجھتا ہے تو ایسے باطل خواب خیال کو سوچ ہم نے اس کو نگاہ رکھا، کیونکہ تحقیق ہم ہمیشہ اسی طرح محفوظ دامون
رکھتے ہیں جیسے رسل انبیاء کو اور اس لئے اس کے خواب کو رد کر دیا، کہ یہ باطل خواب و خیال ایک بہت
بڑی بھاری غلطی و خطا ابراہیم کی تھی ظاہر و باہر طور پر، اور اس کے بعد ہم نے اس کو یہ سمجھا دیا، کہ تو ضرور
وہی قربانی کیا کر جس کا حکم کتاب اللہ میں موجود ہے، اور وہ ہر طرح صحیح و سالم کامل عمر اچھی موتی تازی بھی
ہوئے انتہی بلفظہ۔ ناظرین اس ترجمہ کے آپ اس فرقہ کی سفایت کا پتہ لگا سکتے ہیں،

۱۔ لازم پڑھو میرا طریقہ میرے جانشینوں کا جو سیدھی راہ پائے دے ہیں ۲۔ منہ

مختصر طریق پر لکھ ڈالیں، اس باب میں اصحابہ اشد الغایہ، السقیع ابے بہر کن ہیں
 ہیں اور آگے بڑھ کر تابعین کے حالات ضبط کئے و علم جہاں محدثین کی بدولت اب تک یہ
 سلسلہ جاری ہے، ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے لکھا ہے کہ علم رجال پر مسلمان جتنا فخر کر
 بجاتا ہے، نہ ایسی کوئی قوم نڈری، اور نہ ایسا ہے جس نے مسلمان کی طرح بارہ سو بیس
 نام کے علماء کے حالات زندگی لکھے ہوں، ہم کو پانچ لاکھ مشہور عالموں کا تذکرہ
 ان کی کتابوں سے مل سکتا ہے۔

محدثین کی جماعت میں امام بخاری کو جو خصوصیت حاصل ہے، اس سے کون
 واقف نہیں؟ امام بخاری وہ شخص ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات
 اور آپ کے اصحاب و دیگر ناموران اسلام کے مستند اور صحیح سوانح عمریوں کے صحیح

لے آگے چل کر جہاں امام بخاری کے تفویضات کی شرح آتی ہے، وہ امام بخاری ہی سے منقول ہے، اور ان امام
 بخاری کا یہ مقولہ پڑھو گے، کہ انسان محدث کامل نہیں ہو سکتا، جیسا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 احادیث کے ساتھ آپ کے اصحاب کی یہ تعداد سے انسان کی تعداد اور علمائے امت کے حالات، انکی واپس
 دنیا، ان کے گزراں، جلنے سکون سے آگاہ نہ ہو، امام بخاری کے ان قول سے اندازہ کیا جاسکتا ہے
 کہ محدثین کے لئے فن سیرت میں کمال پیدا کرنا، کس قدر ضروری ہے۔

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ فی ثمن مجلدات ۱۲۱۱ علامۃ عزا الدین ابن الاثیر الجزیری
 المتوفی ۷۴۸ھ کتب فی تراجم آلات خمس، ۱۲۱۱ من المصنفات جامع فیہ کتابا اثری، ۱۲۱۱ ابن مسعود، و
 ابی موسیٰ دابی، نسیم دابی، عبدالبر وزاد من غیرہ، اسماء و ضبط جتنی اشیاء حسنۃ علی انبیاء من انکار بحسب الاختلاف
 فی الامم و الکتاب ۱۲۱۱، ۱۲۱۱ حافظ ابی عمران عبدالبر اللاندی القریطی المالکی المتوفی ۸۶۲ھ و من حسن
 کتب، تقدیم فی الصحابة و انثرافہ اند ۱۲۱۱

کرنے کا التزام بڑے اہتمام کے ساتھ کیا، اس مہتمم بالشان کام کے لئے اپنی زندگی و دولت
 آسائش، عافیت سب قربان کر دی اس میں جس قدر ان کو کامیابی ہوئی اس سے بچہ بچہ
 واقف ہے، اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ امام المحدثین، امیر المؤمنین فی الحدیث
 کے لقب سے ملقب ہوئے، ادران کی پرکھی ہوئی حدیثوں اور جانچے ہوئے روایوں پر
 کمال وثوق کیا گیا، ادران کی مشہور کتاب جامع صحیح کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ
 کا خطاب دیا گیا،

جفاکشی، محنت، علم، استغناء، حرم و احتیاط، صدق و
 دیانت و تقویٰ، عدل و انصاف، خدمت خلق، اشاعت علوم
 کی عظیم تصویر بن کر عالم کو نمونہ دکھا دیا، سب سے بڑی بات یہ کہ اتباع سیرت
 رسول میں اپنے کو فنا کر کے اہل اسلام کو اتباع سیرت رسول کا وہ سما پیش کر دیا جو کہ
 خلفائے راشدین اور صحابہ میں پایا جاتا تھا، ان سب کے علاوہ ان کی فائز سے فقہ
 احمدیہ کی جس طرح تکمیل اور اشاعت ہوئی ظاہر ہے، حقیقتاً اگر ایسے شخص کی
 سوانح عمری نہ لکھی جاتی، شکر ہے کہ اہل قلم نے متعدد زبانوں میں اور مطبوعات مختلفہ
 سو کئی کتابوں میں ان کی سوانح عمری لکھی، عربی، فارسی، ترکی، انگریزی، فرس،
 زبانوں کا اب تک مجھے پتہ چل سکا۔

ظلم تھا، اور نہایت ظلم تھا، اگر ہماری اردو زبان اس دولت سے محروم رہتی
 اس لئے کہ باستانہ نے چند ساٹھ چھ کروڑ روپے والے مسلمان امام بخاری پر

لے انوائڈ داری فی ترجمہ محمد بن اسماعیل البخاری ۱۲۱۱ھ صرف اسی قدر نہیں، بلکہ اس کی حدود
 سرت نہ سمجھنے والوں کو قبیح غیر بیل المؤمنین قرار دیا گیا، ۱۲۱۱ھ حجتہ الشریعہ ۱۲۱۱ھ

عقیدت رکھتے ہیں اس کے سوا آج کل یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض کوتاہ بینوں کو جن کے دل دماغ آبائی تقلید سے خراب ہو چکے ہیں امام صاحب کی نقیصہ میں خاص مبرا آتا ہے بعض غلط باتیں جن کی وہ کوئی سند بیان نہیں کر سکتے امام صاحب کی طرف نسبت کرتے ہیں اور ان کو خوب چمکاتے ہیں، حالانکہ آفتاب پر خاک ڈالنے کا جو نتیجہ ہے ظاہر ہے۔

ایک مدت سے میرے دماغ میں امام المحدثین کی سوانح عمری لکھنے کا خیال چکر لگا رہا تھا لیکن بے بضاعتی اور مواد کی قلت کسی طرح اس طرف قدم بڑھانے کی اجازت نہیں دیتی تھی ایک بار جناب مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی سے اس کا تذکرہ ہوا، علامہ موصوف نے بہت دلا کر کتابوں کا پشتارہ لگا دیا، اور مواد کے فراہم کرنے کے لئے دو دروازوں میں خطوط بھیجے نسخ مطبوعہ اور قلمیہ برابر میرے پاس بھیجتے رہے، علاوہ بریں خاں بہادر خدابخش صاحب مرحوم سی آئی کا مشہور کتب خانہ ایک غنیمت باندہ اور خداداد نعمت تھا۔

میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اس اہم کام کے لئے جس قدر مواد کی ضرورت تھی فراہم نہ ہو سکے تاہم جس قدر مہیا ہو گئے بہت غنیمت ہے، اور علامہ ابوالطیب کی علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی کا کتب خانہ بھی قابل دید ہے اس کتب خانہ میں علامہ موصوف نے بہر فن کی کارآمد کتابیں فراہم کی ہیں، ادب شیب و رذای دین میں ہیں، معقول ادب، لغت، تاریخ، علاوہ تمام فنون اسلامیہ ان میں بھی فن حدیث کے اس قدر مواد فراہم ہیں کہ اکثر نامی کتب خانے ان سے خالی ہیں، اکثر نسخ قلمیہ ایسے ایسے نادر موجود ہیں جن سے یورپ کے بڑے بڑے کتب خانے خالی ہیں ساتھ اس کے آپ سفیدین اہل علم کا بڑی گرم جوشی سے ہر مقدم کرتے آدھ عاریت دیتے ہیں

علم دوست طبیعت کی برکت و خان بہادر خدائش مرحوم کے کتب خانہ کا فیض ان دونوں کا شکر یہ کسی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

وہ کتب فہرستیں سے زیادہ تر مدد دی گئی ان میں انساب سمعانی، طیفات الحنا بلہ، تمہید، العقد المذہب، الفوائد الدراری، تفسیر المہمل، الامام ابن و توفیق العید، ثقات ابن حبان خاص قابل ذکر ہیں۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام المحدثین کی سیرت میں اپنی ایک مستقل تالیف کا پتہ دیا ہے اسی طرح حافظ ابن الملقن نے العقد المذہب میں اور علامہ محمد بن اسماعیل امیر البیہاقی نے سبل السلام میں امام المحدثین کی سیرت میں اپنی مستقل اور جامع تالیفات کا پتہ دیا ہے لیکن میں ایسی قسمت کہاں سے لاتا کہ یہ جواب ہر اتالیق میرے ہاتھ لگتے، ان محققین (حافظ ذہبی، حافظ ابن الملقن، علامہ محمد بن اسماعیل، امیر البیہاقی) کی شان ہی بتاتی ہے کہ امام بخاری کی سیرت میں یہ تالیفات کیسی جامع اور بے ثقیل ہوں گی اور کن تحقیقات اور تدقیقات و بسط سے لکھی گئی ہوں گی۔

ہاں ایک بے بہا تالیف الفوائد الدراری (مولانا علامہ اسماعیل بخاری، خان بہادر خدائش خاں صاحب مرحوم کے کتب خانہ سے دستیاب ہوئی) جو امام بخاری کے حالات میں ایک مستقل اور جامع تالیف ہے اور درحقیقت مستقل تالیف ایک ہی ہوتی ہوگی۔ وہ بھی کتاب مرتب ہونے کے بعد تاہم اس مبارک تالیف سے بہت

بہت کثادہ دلی سے کام لیتے ہیں، منہ ۱۸ افسوس اب اس کتب خانہ سے علامہ مرحوم کے اخلاف میں سے نہ کوئی فائدہ اٹھانے والا ہے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے والا، اناشدہ العید و السعد جانی عت مولانا علامہ ابن

کچھ مدد ملی گئی

طبقات المحتایہ مولفہ قاضی ابوالعزیز محمد بن محمد جو ۵۲۲ھ ہجری میں تالیف کی گئی ہے، اس کا بھی ایک عتیق نسخہ پٹنہ کے کتب خانہ میں موجود تھا، جو سنہ ۶۲ھ میں علامہ ابن الدائم کے نسخے نقل کیا گیا ہے، اس میں بھی امام صاحب کے حالات بہت بے ربط ہیں، امام کا ایک عتیق نسخہ علامہ ابوالطیب کے کتب خانہ میں ملا، اس میں بھی امام صاحب کے حالات ملتے ہیں، فقید المہمل مولفہ علامہ ابوعلی غسانی کا عتیق نسخہ بھی علامہ ابوالطیب کے کتب خانہ میں موجود تھا، اس میں امام صاحب کے حالات بہت بے ربط ہیں،

کتب مطبوعہ میں مقدمہ شرح الباری ایک جامع تالیف اور حرثیت سے بے مثل ہے، حافظ ابن حجر کا تخریج ان کی دست نظر کثرت تالیفات کی مقبولیت اس تالیف کے علو شان کی شاہد ہے، اس کا خاتمہ امام بخاری کی سوانح کے لئے وقف کیا گیا ہے، اور تہذیب التہذیب کہ اس پر جس قدر فخر کیا جائے، بجا ہے، حیدرآباد کے ۱۲ مھوڑ میں طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ طبع دائرۃ المعارف کا یہ احسان تمام دنیا کے مسلمانوں پر ہے

ان کے علاوہ تہذیب الاسماء واللغات المنووی، الطبقات الکبریٰ، نسبی، وفيات الاعیان، میزان الاعتدال، ابن خلدون مع مقدمہ تذکرۃ الحفاظ، معجم البیلدان، یا قوت حموی، فتح المغیث، کشف الظنون، حجتہ اللہ بالقہ تاریخ کامل، تاریخ صغیر امام بخاری، رجال مشکوٰۃ، کتاب الامم لثنا فعی، فتح الباری، عینی شرح بخاری، تراجم بخاری شاہ ولی اللہ

سے زیادہ کام لیا گیا، ان کے علاوہ اور جن کتابوں سے مدد لی گئی، ان کا ذکر ان مقامات پر کروایا گیا ہے،

میں شکر کرتا ہوں کہ جو کچھ لکھا گیا، محدثین اور مؤرخین محققین کی تالیفات سے لیا گیا، جو تنقید الرجال اور تحقیق الروایات کے بانی تھے، اور صحیح و غلط میں امتیاز کے اصول قائم کرنے والے، بیان بالکل سادہ اور انشا پر دازی کی رنگ آمیزیوں سے مبرا ہے، امام بخاری نے جیسی سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کی، اس لحاظ سے امام بخاری کی سوانح عمری کو انشا پر دازی کی رنگ آمیزیوں سے بالکل مبرا ہونا لازم تھا ہے

تکلف کے بری ہے حسن خاتی قبلے گل میں گل بوٹا کہاں ہے
بات کا بتگر بنانا، رائی کو پہاڑ بنا کر دکھانا، ایک انشا پر داز کے لئے الیت کہاں ہے لیکن
اس مؤرخ کے لئے جو موضوع بحث کا اصلی خط و قال دکھانا فرض جانتا ہے کسی طرح
کمال نہیں کہا جاسکتا۔

ہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اس کتاب میں کچھ ایسے مضامین بھی ملیں گے
جن سے عام لوگوں کو چنداں دل چسپی نہ ہوگی، کیونکہ وہ تاریخی حیثیت سے الگ محو ثناء
یا فقیہانہ رنگ کے ہوں گے، میں اس میں مجبور تھا، جب امام بخاری کی سوانح عمری
لکھنے میں ان کی تالیفات، جو دلتا جہتہ اور نظر ڈالنی ضروری تھی، تو میں ان باتوں
کو کیونکر نظر انداز کر سکتا تھا،

میں مکرر اپنی بے یقینا عتی اور عاجزی کا اعتراف کرتا ہوں، یہ کام نہایت جہتم
یا نشان تھا، اور میں کسی طرح اس کا اہل نہیں تھا، لیکن

آسمان بار امانت متوانست کشید قرعہ فال بنام من و یوانہ زوند

ایسے شخص کی سوانح عمری یا حالات زندگی قلم بند کرنے جن کے اجتہاد اور تجربہ علمی کا عالم میں غلغلہ ہو جس کی صداقت و بیانت جس کی اعجاز و مفاہات حافظہ جس کی وقت فطری اور نکتہ سنجی کا تمام جہان میں چرچہ ہو جس کی تصنیف سے اسلام میں اصح الکتاب کا رتبہ حاصل کیا جس کی تالیف پر عمل کرنے والے باشندے چند بائیس کروڑ نفوس ہوں کس قدر شگلا اور اہم ہے اس کے لئے جیسے دل و دماغ و حس و نظر کثرت طواع، ثاقب رائے کی ضرورت ہے ظاہر ہے من انعم کہ من دنم آیا ز قدر خود بشتاس

میں اس تالیف میں جناب مولوی محمد یعقوب صاحب صابری پوری رئیس عظیم آباد کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا اس لئے کہ آپ کے دائرہ دولت پر مجھے ایسا طینان حاصل ہوا جیسا کہ چاہیئے آپ نے اپنا کارآمد کتب خانہ میرے حوالہ کر دیا

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے عہد جہزادوں کو ہر طرح با اقبال اور دینی اور دنیوی نعمتوں سے مالا مال رکھے اور میرے والد مرحوم کی جن کو اس ناچیز تالیف کے مکمل ہو کر شائع ہونے کے بعد شوق تھا جس کی حسرت وہ دنیا سے لئے کر گئے مغفرت فرمائے اور اس ناچیز تالیف کو قبولیت کی صفت میں جگہ دے

خاکسار

عبد السلام مبارک پوری عفی عنہ

اے ہوخان محمد بن امان اللہ بن حسام الدین محمد یونکان تلامذہ القرآن
خاشعاً للہ تعالیٰ حافظاً للادعیۃ الماثورۃ متبعاً للسنن النبویۃ شغفاً بہا
(بکثرت منہ)

عارف الله تعالى والحرام حواجا فادما للخالق صابرا شاكرا مرض مدة طويلة
حتى توفاه الله يوم الاثنين تاسع عشر شوال من سنة ألف وثلث مائة و
سبع وعشرين بعد غروب الشمس حين نادى المؤذن لا إله إلا الله المصطفى
الله أكبر فلباه قائل لا إله إلا الله فانا لله وانا اليه راجعون - اللهم اغفر
له وقد ولد سنة ١٢٥٩ هـ كذا وجدت مكتوبا بخطه -

شرا على ان اسمه جدي الفاسد راب ابي ايضا كان ملن الله
وكان رئيس القوم وكان طيبا مرجعا للخلائق توفي سنة ١٢٩٩ هـ وقد
تلمذ على الشيخ الشهير في الافاق الشاه ابي اسحق اللهراوى وهو
من تلامذة الشاه عبد العزيز وهو محمد ناصح وكان من العالمين
بالحديث كذا كتب مولانا عبد الله الاله ابادى رجهائى فى رسالته
شرط فرت فى عظيم اباد برسالته مولانا الشاه ابي اسحق اللهراوى
الا عظمه كذا هى اسمها نور العيتين فى اثبات رفع اليد بن واذ
فيها لما اتبعت الرسول صلى الله عليه وسلم له ابله عصيت
نعمان او السفيان والزهرى ١٢ منه

منه هو من نامة الاخر الزائر الاله ابادى كذا كتب فى رسالته نور العيتين ١٢ منه
منه فى مكتبة مولانا محمد سعيد المغنورى ١٢ منه

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ لَا وَبِهِ نَسْتَعِينُ وَنُصَلِّي وَنُصَلِّ عَلَى رَسُولِكَ مَعْتَدًا إِلَيْهِ وَ
أَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

امام بخاری کا نام و نسب و ولادت

محمد نام ابو عبد اللہ کنیت، امام المحدثین اور امیر المؤمنین فی الحدیث
لقب، شجرہ نسب یہ ہے ”محمد بن اسماعیل بن المغیرہ بن بردزبہ بن ہذیل
آخر کے دو ناموں سے یہ امر دجیسا کہ عموماً مسلم ہے، ظاہر ہے کہ امام بخاری
عجمی النسل تھے، بردزبہ کے معنی محدثین نے کسان بتاتے ہیں، بردزبہ کے والد کا
نام صرف علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں ہذیل لکھا ہے، ان کے
سوا دوسرے تذکرہ نویس امام بخاری کے نسب نامہ کو بردزبہ تک پہنچا کر ختم کر
دیتے ہیں

بردزبہ اور ان کے والد ہذیل کے حالات سے تاریخی صفحات بالکل رست
میں، صرف اس قدر یہ چاہتا ہے کہ فارسی النسل تھے، اور اپنا قومی مذہب رکھتے

لہٰذا ان کے الفاظ یہ ہیں، بردزبہ بن ہذیل موحدة مفتوحة ثم ذال معجمة مكسوة وقيل بدلي بردزبہ
الاختلف وقيل غير ذلك ۱۱ طبقات ۲۱ مانظ ابن حجر مکتبے میں کان بردزبہ فارسی علی دین قوم
یعنی امام بخاری کے مادہ فارسی تھے، اور اپنا قومی مذہب رکھتے تھے، اس بنا پر اکابر محدثین کے
اس دعویٰ کو کہ دربار رسالت کا یہ ارشاد ولو كان الدين عندنا الزنا لذهب به رجل

تھے، مغیرہ امام بخاری کے پردادنے میان حنفی حاکم بخاری کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بخاری میں آکر بود و باش اختیار کی اس وقت کا اسلامی دستور تھا کہ جو آدمی جس کے ہاتھ پر مشرف یا سلام ہوتا، اسی کے قبیلہ کی طرف منسوب ہو جاتا، جس کو اسلام میں نسبت دلا کہتے ہیں مغیرہ اس عام قانون سے کیونکر مستثنی ہو سکتے تھے، اس لئے وہ خود بھی ادران کی آنے والی نسلیں حتی کہ امام بخاری بھی حنفی کہلائے،

من فارس اوقال من ابناء فارس حتی يتناولکم درہمیشین گوئی امام بخاری پر ایسی ہی کھلی اور واضح گت صادق آئی جس طرح آفتاب نکلنے پر کسی کو دن ہونے میں شبہ نہیں رہتا، کیا تاریخ حقارت اور بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھ سکتی ہے، امام بخاری نے جو اسلامی خدمتیں انجام دیں، وہ تاریخی صفحات پر ایسے جلی قلم سے کندہ ہیں، جس کو زمانہ کی گردش نہ مٹا سکیں نہ مٹا سکیں گی نہ تاریخ کے اوراق دھوئے جاسکتے ہیں، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمانوں کی رجحانیت جو یورپ کے مہوہ زلفوں کی اسیر ہو چکی ہے، اور دہریت کی کرچی آنکھوں نے اپنا شیدا بنا لیا ہے اس صحیح و مستند پیشین گوئی کو لغو نہ کہتی ہوگی، کیونکہ وہ دوسرے سے رسولوں کی باتوں کو بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتی ہے، اور نہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری کی ان بے مثل خدمات کو دیکھ کر جس کا چارواں گ عالم میں شہرہ ہے، اور عجمی نسلوں میں بجز امام بخاری کے دوسروں کو اس کا عشر عشر بھی نصیب نہیں ہوا، بعض کوتاہ بین مسلمان اس پیشین گوئی کو امام بخاری پر صادق آتے سے انکار نہ کرتے تو بھی کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آفتاب نکلنے پر بھی خدا کی بعض مخلوق کو سمجھائی نہیں دیتا تو اگر بخاری کی بے مثل خدمات سے ان کی آنکھیں بے بصیرت ہوں، یا مدت روشنی سے وہ آنکھیں نہ کھول سکیں، تو کون سی تعجب کی بات ہے، "منہ عہ اگر نیا اتنی دور اور بلندی پر بھی دین اسلام ہوگا تو بھی ایک آدمی فارس کا یا فارسی نسل جا کر لا دے گا۔"

حافظ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں :- فتسبب الیہ (الحجفی) نسبة ولا عمل
 لهذا
 بسبب من یری ان من اسلم علی ید شخص کان ولا لہ رواۃ ذیل لہ الحجفی
 امام بخاری کا عاتقان کبھی غلامی کی طرف منسوب نہیں ہوا، اس لئے ہم کو اس کی
 نفی کے لئے وہ زحمات نہیں اٹھانی پڑیں جو ہمارے ہم عصر شمس العلما نے قہرمانی صاحب کو
 سیرت النعمان لکھتے وقت اٹھانی پڑی، اور اس کے لئے ان کو کئی صفحے بیاہ کرنے پڑے
 اور نیز امام بخاری کے سلسلہ نسب میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے جس کی
 توجیہات میں ہم نے خلفات بارہویہ کے کام لینا پڑا ہے، اور قیاسات بعیدہ لگا کر
 دو زانہ کاربائیں بنانی پڑیں، ان بعض مؤرخین نے بجد سے بردہ امام بخاری کے پرواوا
 کا نام حنفی لکھا ہے

امام بخاری کے والد کا نام اسماعیل کنیت ابوالحسن ہے، یہ بڑے پایہ کے
 محدث تھے، امام مالک کے تلمیذ اور ان کے صحبت یافتہ تھے، افسوس علامہ اسماعیل
 کی تالیف کا اب تک پتہ نہ چل سکا۔

سہ حجفی منسوب ہے حجفی ہی کی طرف جس طرح کرسی کی طرف نسبت کرنے میں کرسی ہی ہوتا ہے حجفی
 نگارسی ابن سعد العشیرہ البجلی بالیمین قائم فی القاموس، یعنی حجفی یمن کے ایک قبیلہ کے جد کا نام ہے
 بعض مؤرخین نے حجفی مقام سکونت کو بھی لکھا ہے، لیکن یہ محقق نہیں ہے،
 ۳۱۰۰ حنفی ایک بہت بڑا عقلمند آدمی گذرا ہے، جب لوگ کسی کو بڑا عقلمند پاتے، اس کو
 حنفی کہنے لگتے، جس طرح بڑے سخی کو عاتم کہتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ بردہ نہایت عقل مند
 آدمی تھے، اس وجہ سے لوگ حنفی بھی کہتے ہوں گے، لیکن اصل نام بردہ تھا الا حنفی
 مشہور بالعقل فضرر بہ مثل ۱۲۰۰ حاشیہ دارمی

اسماعیل نے حماد بن زید، امام مالک، ابو معاویہ اور دیگر اعیان زمانہ سے حدیثیں روایت کیں، عبد اللہ بن مبارک کی صحبت اور تربیت میں رہے اہل عراق اور احمد بن حنبل و نصر بن اسدین وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں، امام بخاری نے خود اپنے والد کا تذکرہ تاریخ کبیر میں لکھا ہے، اور نیز ان کا ترجمہ حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: اسمعیل بن ابراہیم والد البخاری بروی عن حماد بن زید و مالک و روى عنه العراقیون علامہ اسماعیل بڑے پاکیزہ نفس اور نہایت محتاط تھے، احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں، کہ میں اسماعیل کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر تھا، اس وقت آپ نے فرمایا، کہ میں اپنے عاص کریم مال میں ایک درم بھی شائبہ نہیں پاتا ابن حنبل کہتے ہیں فخصا غرات الی نفسی عند ذلک، یعنی پس کریم نفس نہایت ذلیل ہو گیا۔

— امام بخاری میں علاوہ دیگر فضائل اور مفاخر کے ایک فخر اور فضل یہ بھی تھا، کہ باپ اور بیٹے دونوں محدث اور صاحب فضل تھے، یہ فخر اہل اسلام میں چیدہ لوگوں کو حاصل ہوتا۔

امام بخاری کی والدہ بڑی عابدہ اور ساتتہ کرامات تھیں، خدا سے دعا کرنا رونا، عاجزی کرنا ان کا حصہ خاص تھا، امام بخاری کی آنکھیں صغیر سی ہیں، خراب ہو گئی تھیں، بصارت جاتی رہی، اطباء علاج سے عاجز آ گئے، امام بخاری کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا، کہ وہ فرما رہے ہیں کہ تمہارے

روئے اور دعا کرنے سے تھرا سے بیٹے کی آنکھیں اٹھنے دست کر دیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جس شب کو میں نے خواب دیکھا، اسی کی صبح کو میرے بیٹے دمخہ کی آنکھیں دست ہو گئیں۔ روشنی پلٹ آئی اور وہ بیٹا ہو گئے۔ افسوس بینائی بدلنے کی کیفیت اور اس کا سبب مفصل معلوم نہ ہو سکا، لیکن بعد پٹنے کے اس بینائی کی قوت اس درجہ پہنچی کہ چاند فی راتوں میں تاریخ کبیر کا مسودہ لکھا، ابو علی غسانی کے الفاظ یہ ہیں:۔۔۔ کان محمد بن اسماعیل قد ذهب بصره في حياة و كانت له والدة متعبدة فوات ابراهيم خليل الرحمن صلوات الله عليه في المنام فقال لها ان الله تبارك وتعالى قد رد بصر ابنك بكثرة دعائك و بكائك قالت فاصبحت وقد رد الله عليه بصره۔

زمین کے جس خطہ میں امام بخاری کی ولادت ہوئی، علاقہ خراسان کا مشہور و معروف شہر بخارا ہے، بخارا علاقہ ماوراء النہر کے شہروں میں ایک قدیم اور بڑا وسیع و شاندار شہر ہے، فتوحات اسلامیہ سے پہلے یہ شہر لوک سامانیہ کا دار السلطنت تھا اور اپنے جیون کے دوروز کی مسافت پر نہایت مسلح اور ہموار زمین پر آباد ہے، چھتیس میل کی دست میں اس کی شہر نہا ہے، اس شہر سے بنائیدو فرسخ، ہر قدر ۳ فرسخ، سرو بارہ

لے علامہ مکی کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری کی بینائی دوبارہ باقی رہی تھی، ایک بار بچپن میں جس کا ذکر عوامی مؤرخین امام بخاری کے والدہ کے تذکرہ میں ان کے فہمائش بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، دوسری بار طالب علمی کے سفر میں جب ان کو وہ وہب اور شدت گرمی میں اکثر فیلج مہلک کے انفادات پڑے، چنانچہ اسی طالب علمی کے زمانہ میں جب وہ خراسان پہنچے، تو کسی نے بہ تدبیر جانی کہ سر کے بالوں کو گرہ سر پر گل فلکی کا نہاد گھائی یہ تدبیر کارآمد ہوئی، اہل بینائی پلٹ آئی، ہلکا ہوا

منزل اور خوارزم پندرہ منزل پر آباد ہے، اس شہر کے آبادی بارونق و شاندا ہونے کا اندازہ
اس سے کیا جاسکتا ہے، کہ حافظ شیرازی نے اپنے محبوب کے وصل کے کاہن کے لئے
اسی شہر کو منتخب کیا ہے

اگر ان ترک شیرازی بدست آوردل مارا بخال ہندوش غنیم سمرقند و بخارا را
بخارا کتب فتح ہوا؛ اور مسلمانوں کا قبضہ اس پر کب سے ہے؟ مورخین اس میں
مختلف الاقوال ہیں، علامہ حموی نے مجمع البلدان میں کئی قول نقل کئے ہیں، ایک قول
یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کے صاحبزادہ سعید نے امیر موادیہ کے زمانہ خلافت
۵۵۰ھ میں فتح کیا جو امیر موادیہ کی طرف سے خراسان کے حاکم تھے، دوسرا قول
یہ ہے جس کو علامہ ابن اثیر نے بھی تاریخ کامل میں لکھا ہے، کہ قتیبہ بن مسلم نے حجاج
کی سلطنت ۸۰۰ھ یا ۸۱۰ھ میں فتح کیا، بہر حال اس پر مورخین کا اتفاق ہے، کہ بنی امیہ
کے زمانہ میں اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، اور آج تک ہے،

علامہ یاقوت حموی، حذیقہ بن الیمان صحابی مکہ واسطہ سے بخارا کے وصف
میں ایک طویل حدیث بھی ردایت کرتے ہیں، جس سے بخارا کی انتہا درجہ کی تفصیلات
ملے خطہ مادرانہر میں بخارا کی زرخیزی ضرب المثل ہے، علامہ یاقوت حموی مجمع البلدان میں لکھتے
ہیں "ولا شک انہا بدینہ قدیمہ زمرۃ کثیرۃ البساتین واسعة الفواکہ جیدۃ ہا" یعنی بے شبہ بخارا
ایک قدیم شہر ہے، جو نہایت پر فضا ہے، اور باغات و چلدار درختوں اور عمدہ میوہ جات کے
آباد ہے، علامہ موصوف نے کتاب الصور کے مصنف کا جو مقولہ نقل کیا ہے اس سے بھی
اس شہر کی شاندار کاشتکاری کا پتہ چلتا ہے واما زمرۃ بلاد مادرانہر فانی لم اور لا یغنی فی الاسلام
بلدا حسن فارما من بخارا - مجمع البلدان ص ۲۷۰ ج ۲ -

ثابت ہوتی ہے اس فضیلت کی بنا پر حذیقہ نے یہ تمنا کی تھی کہ کاش میرے ہاتھ پر فتح ہوتا، اس حدیث کو ایک طویل سند کے ساتھ جس میں بہت سے واسطے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اس حدیث کا محدثین کے طریقہ پر ثابت ہونا مشکل ہے،

محمد بن اسماعیل جوئگے میں کرامام المحدثین، امیر المؤمنین فی الحدیث، سید الفقہاء کے القاب سے ممتاز ہونے والے تھے، جن کے وجود سے سن نبویہ نئی زندگی پانے والی تھی، اسی خطہ بخارہ سے تاریخ ۱۳۱۳ ماہ عید الفطر ۱۹۲۲ء ہجری میں بعد نماز جمعہ ماہ عید کی طرح نمودار ہوئے، جامی نے

سکہ کہ در شرب و بطماندند نوبت آخر بہ بخارازدند
امام بخاری کا بیان ہے کہ اپنا ستر ولادت میں نے اپنے والد کے ہاتھ کا لکھا ہوا پایا

امام بخاری کے علاوہ بہتیرے اہل کمال سرزمین بخارہ سے نکلے ابو علی بن سینا جو فلسفہ یونان اور طب و منطق کا مسلم ثانی کہا جاتا ہے، اسی سرزمین میں پیدا ہوا اور منصب وزارت تک پہنچ کر ۴۲۸ھ میں وفات پائی ریاضت حموی

سن رشد، تعلیم و تربیت، شیوخ و اساتذہ

امام بخاری کے والدین کے حالات اگرچہ مختصر ہی طریقے سے ہی معلوم کرنے کے بعد یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کی تعلیم و تربیت کس انداز کے ساتھ ہوئی ہوگی علامہ قسطلانی نے کسی محدث کا یہ جملہ امام بخاری کی تربیت میں نہایت جامع نقل کیا ہے

فقد رقی فی حجر النسلۃ حتی دیارو
یعنی آپ نے علم کی گود میں پردہ ریش پائی، یہاں
ار قیضع ثدی الفضل فکان خطامہ
تک کہ بڑھے، اور علم و فضل کے پستان سے شیر
علیٰ ہذا اللہیا
پایا اور اسی پر خطامہ واقع ہوا

آپ کے والد اسما خیں کی وفات اس وقت ہوئی، جب کہ آپ صغیر السن تھے
اس وجہ سے امام بخاری کی پرورش کی متکفل ان کی والدہ ہوئیں، جب آپ نے ہوش
سنبھالا، تو خود آپ کے دل میں حفظ حدیث و تحصیل فنون اسلام پیدا و تنقید احادیث کا
شوق پیدا ہو گیا، اور کیوں نہ ہوتا، یہ تو پدر بند گوار کی میراث تھی، محمد بن ابی حاتم و راق
کہتے ہیں:-

سمعت البخاری یقول الہمہت
یعنی میں نے خود امام بخاری کو فرماتے سنا کہ کہتے
حفظ الحدیث و اذانی المکتبہ
تھے کہ غرنے مجھے اس وقت حفظ حدیث کا
شوق دیا، جب کہ میں مکتب ہی میں تھا،

راق کہتے ہیں، میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ کے دل میں جس وقت حفظ احادیث
کا شوق دیا گیا، آپ کی عمر اس وقت کیا تھی، آپ نے فرمایا
عشر سنین ادا قل
دس برس یا اس سے بھی کم۔

اسی سن سے آپ محدثین کے حلقہ درس میں شامل ہونے لگے،
اسی اثیر نے تحصیل میں ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ علامہ داؤد بن جبار میں اس
وقت بڑے پایہ کے محدث تھے، جن کی درس گاہ بڑی بارونق اور مشہور تھی، حسب معمول

۱۲ مقدمہ فتح الباری ۱۳ ابو جعفر محمد بن ابی حاتم، امام بخاری کے کاتب اور صحیح بخاری کے
راوی بھی ہیں ۱۴ مقدمہ فتح الباری ۱۵ ۱۶ دورہ چھڑانا

درس دے رہے تھے، امام بخاری بھی درس میں شامل تھے، علامہ داخل نے ایک عرض کی سندوں بیان کی سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیمؒ امام بخاری نے عرض کی کہ ان ابی الزبیر لحدیث عن ابراہیم یعنی ابوالزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی اسے امام بخاری کا یہ مطلب تھا کہ حدیث کی سند میں آپ غلطی کرتے ہیں، اس حدیث سے علامہ داخل چونک پڑے اور برہمی کے ساتھ کچھ ڈانٹ کے الفاظ فرماتے، امام بخاری نے نہایت متانت سے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس اصل ہو تو اس کی طرف مراجعت فرمائیے، علامہ داخل گھر میں اشرف لے گئے، اور اصل کو ملاحظہ فرمایا، تو امام بخاری یہ لوگنا تسلیم کر لیا اور اپنی غلطی پر متنبہ ہو گئے، لیکن سند کی تصحیح باقی رہ گئی تھی، منصف مزاج حدیث نے یہ روایت بائوں کہو کہ امتحان اس سند کی تصحیح کا سوال امام بخاری پر ہی پیش کر دیا، گھوڑے باہر بکڑ دیا، کیف ہو یا غلام؟

رٹ کے صحیح سند کس طرح ہے؟

امام بخاری نے رحبتہ عرض کیا، صحیح سند یہ ہے ابوزبیر و ہوابن عدی عن ابراہیمؒ علامہ داخل نے قلم لے کر کتاب کی تصحیح کرنی، اور رندامت کے بھیجے میں فرمائے گئے، رٹ کے تمہارا قول صحیح تھا، غلطی میری تھی، کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ جس وقت علامہ داخل کی آپ نے غلطی کی پڑی تھی، آپ کا کیا سن تھا، فرمایا گیارہ برس۔

جس طرح امام بخاری کے دل میں دس بی بی برس کے سن سے حفظ حدیث کا شوق پیدا ہوا، اور ہمیشہ ترقی کرتا گیا، اسی طرح اس کے ساقی یہ شوق بھی نشوونما پاتا گیا، کہ صحیح حدیثوں کو غیر مزج سے الگ کریں، حدیثوں کے علل کو پہچانیں، روایہ حدیث کے حالات سے واقفیت پیدا کریں، ان کی عدالت، قوت ضبط، دیانت، صدق، طرز معاشرت جلے سکونت، سند و لاریت، سند و نجات، باہم نفاذ وغیرہ سے کامل آگاہی حاصل کریں، سلسلہ

روایات کو ایک دوسرے سے ملا کر ان کی جانچ پڑتال کریں اور ان کے اتصال و انقطاع پر عبور حاصل کریں اور فنون حدیثیہ کو درجہ تکمیل تک پہنچائیں حدیثوں سے مسائل کا استخراج کریں اور آیات قرآنیہ کو احادیث پر تطبیق دیں غرض ان باتوں کی طرف پہلے ہی سے میلان تھا اور جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا تھا ان باتوں کا خیال دل میں راسخ ہوتا جاتا تھا وہ شیوخ بخارا جن کی درس گاہیں امام کے زمانہ ابتدائے تحصیل میں نہایت ممتاز تھیں اور وہ بڑے پایہ کے محدث اور مرجع خلائق گئے جاتے تھے ان میں محمد بن سلام بکندی،

محمد بن یوسف بکندی، عبداللہ بن محمد سند، ابراہیم بن الاشعث وغیرہ خاص اعیان کہتے ہیں، امام صاحب کا دامن تحقیق ابتداءً انہیں اساتذہ کی نیافیسوں کا ممنون ہے

محمد بن سلام بکندی، عبداللہ بن مبارک، ابن عیینہ کے شاگرد ہیں، امام مالک کا زمانہ پایا ہے، علوم اسلامیہ کی تختیں اور اشاعت ہیں اسی پر

درم صرف کئے، ایک بار شیخ کی درس گاہ میں ان کا قلم ٹوٹ گیا تو پکار دیا کہ فی قلم ایک اشرفی دیا جاوے گا قلم آنا شروع ہوئے اور سیکڑوں قلم اسی وقت خرید لئے، امام احمد فرماتے ہیں یہ نے ابن سلام بکندی سے پانچ ہزار صرف موضوع حدیثیں روایت

کیں ۲۲۹۰ دفعات پانی رتہ ذکرہ الحفاظہ

عبداللہ بن محمد سند، ان کو احادیث مسندہ کے ساتھ خاص شرف تھا اسی

درجہ سے ان کو سند کہا جاتا ہے ابن عیینہ فضیل بن عیاض معمر

ابن سلیمان کے تلمیذ ہیں ۱۲۰۰ میں ولادت ہے ۲۲۹۰ میں

وفات پانی احمد بن یسار کہتے ہیں عرف بال ضبط والاعتقان

یہ بیان جیفی کے پوتے ہیں جن کے ہاتھ پر امام بخاری کے خداداد
مسلمان ہوئے تھے، (تذکرۃ الحفاظ)

ابو اسحاق بن الاشعث بخارا کے رہنے والے ہیں، فضیل بن عیاض، ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ
ہیں، ابن حمید رحمہ اللہ کی سند حمیدی مشہور ہے، ان کے شاگرد ہیں،

امام صاحب نے ان سے بہت بڑا ذخیرہ فتون حدیثیہ کا حاصل کر لیا، اور سولہ
برس کے سن تک اپنے وطن کے ان شیوخ سے جو قابل دلائل اور قابل اخذ روایت تھے
فارغ ہو چکے تھے، بعد ائیں مبارک کی کتابوں کو درجن کو مدت سے دست بردار مانہ
نے تاپید کر دیا ہے، ازبر کر چکے تھے، اہل الرائے کے اقوال و مسائل اجتہادیہ سے
کامل آگاہی حاصل کر لی تھی، ان کے شیوخ و اساتذہ کے دلوں میں ان کا سکہ جم چکا تھا
اکثر وہ شیوخ بھی جو اپنے وقت کے امام فن تھے، آپ کے حلقہ درس میں پہنچ جانے
سے مرعوب ہو جاتے، اور حدیث بیان کرنے میں تامل کرتے کہ مبادا محمد بن اسماعیل
کے سامنے کوئی غلطی ہو جائے، امام کے سامنے اپنی کتابیں پیش کرتے، کہ وہ اس کی غلطیوں
کی تصحیح فرمائیں، کوئی کہتا بیعت لنا اغلاط شعبۃ یعنی شعبۃ الشاک کی غلطیاں ہم سے
بیان کر دیجئے

انہیں ایام کا درجہ وقت تک امام بخاری تفصیل حدیث کے لئے رحلت
نہیں فرمائی تھی، ایک واقعہ یہ ہے، جس کو علامہ سلیم بن مجاہد بیان کرتے ہیں، کہ ایک بڑے
محدث وقت محمد بن سلام بکندی کی خدمت میں حاضر ہوا، محدث صاحب نے
فرمایا اس سے پہلے تم آگے تو ایک لڑکا ایسا دیکھتے جس کو ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں، یہ سن

لغات ابن حبان ۲۰۰ مقدمہ قطلانی ۲۲ مقدمہ فتح الباری ۱۲

کر مجھے حیرت ہوئی، اسی وقت ان کی تلاش میں چلا، اتفاقاً مجھ سے ملاقات ہو گئی، میں نے کہا لڑکے تمہارا ہی دعوئے ہے، کہ مجھے ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں، امام صاحب نے کہا ہاں! بلاشبہ مجھے اس قدر حدیثیں یاد ہیں، بلکہ اس سے بھی ناید، اور صرف حدیثوں کی یاد پر موقوف نہیں ہے، جس حدیث کی نسبت سوال کر دو گے، خواہ مرفوع ہو یا موقوف یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہو یا صحابہ و تابعین کا کلام میں اکثر روایات کی وفات، جیسے سکونت اور دیگر حالات کا پتہ دے سکتا ہوں، اور جو قول یا فعل صحابی یا تابعی کا روایت کروں گا، اس کے ساتھ یہ بھی بتا سکتا ہوں، کمان کا یہ قول و فعل کس آیت یا حدیث سے ماخوذ ہے

ایک بار محمد بن سلام بکندی نے (قبل سفر) امام بخاری سے کہا، کہ تم میری کتاب کو دیکھ جاؤ اور جو غلطی اس میں پاؤ، اس کی تصحیح کر دو، کسی نے علامہ بکندی سے براہِ تعجب پوچھا، کہ یہ کون نو جوان لڑکا ہے؟ سائل کا مطلب یہ تھا، کہ آپ شیخ وقت امام فن ہو کر ایک نو جوان لڑکے سے فرما رہے ہیں، کہ میری کتابوں کو اس غرض سے دیکھو، کہ اس کی غلطیاں نکال دو، علامہ موصوف نے جواب میں فرمایا:

هذا الذي ليس مثلهما
کہ اس کا کوئی ثانی نہیں ہے

علامہ بکندی فرمایا کرتے، کہ جب محمد بن اسماعیل میرے حلقہ درس میں آتے ہیں تو میں متحیر ہو جاتا ہوں، اور حدیث بیان کرتے ہیں مجھے خوف معلوم ہوتا ہے، کہ میلوا محمد بن اسماعیل کے سامنے غلطی نہ کر جاؤں، حافظ ابن حجر نے علامہ بکندی کے الفاظ پر نقل کئے ہیں: کلاما دخل علي محمد بن اسماعيل تحيرت ولا انزال خائفامنه، يعنى

کہ مقدمہ فتح اباری ۱۲ طہ مقدمہ قسطلانی ۱۲

یخشى ان یخطئ بعصرته۔

یہ سب اقوال محمد بن سلام بکیندی کے اس وقت کی ہیں جس وقت تک امام بخاری کی تحصیلِ وطن رنجاء کے شیوخ تک محدود تھی۔ اور امام بخاری نے اپنے وطن سے علومِ اسلامیہ کے لئے رحلت نہیں فرمائی تھی، کیونکہ امام بخاری نے جب اپنے وطن سے رحلت فرمائی، تو اس کے بعد علامہ بکیندی کو امام بخاری سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

علومِ اسلامیہ کی طلب میں امام بخاری کی رحلت و سفر اور اس کی تفصیل

رحلت محدثین کی اصطلاح میں وہ سفر ہے جو حدیث یا حدیث کی اسنادِ عالی حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین کو اس سفر کے ساتھ جیسا اثر معمولی شغف تھا، اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے، ایک ایک حدیث کے لئے یا صرف اس کی جانچ کے لئے ایک ایک مہینہ کے سفر کی حدوتیں برداشت کرتے، اور جب تک سنکر یاد نہیں کر لیتے یا تحقیق نہیں کر لیتے چین نہیں آتا، چند واقعات رحلت کے لکھنے پر ضرور ہیں جس سے اس زبانہ کے شوق پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

عبداللہ بن زبید کہتے ہیں کہ ایک صحابی مدینہ سے سفر کر کے مصر میں فضالہ بن عبید کے پاس (جو ایک دوسرے صحابی ہیں) پہنچے اور ملاقات ہوئی، تو دیکھا کہ اپنی روشنی کو گھاس کھلا رہے ہیں، فضالہ نے دیکھتے ہی معمولی سلام و مصافحہ کے بعد مزہبنا رخو شش آمدید کہا، یہ سنکر صحابی مذکور نے فضالہ سے کہا۔

لکھنا تکت من اثرا

میں آپ کے پاس ملاقات کی غرض سے نہیں آیا

بلکہ اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ اور میں دونوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی مجھے امید ہے کہ آپ کو یاد ہوگی، آپ بھولے نہ ہوں گے، قصہ نے پوچھا، مآھو، وہ کوئی حدیث ہے، صحابی مذکور نے کہا کن کن افلاں حدیث ہے جابر بن عبد اللہ ایک عیال القدر صحابی ہیں، کہ مجھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بواسطہ سچی، جس کو بالمشافہہ میں نے آپ سے نہیں سنا تھا، اس کی تحقیق کے لئے ایک اذعٹ خرید کیا، اور اس پر پالان کس کر ایک ماہ کا سفر قطع کر کے ملک شام میں داخل ہوا، عبد اللہ بن انیس بن صحابی کے دروازے پہنچ کر دربان سے کہا، کہ اندر خبر کرو کہ جابر دروازے پر کھڑا ہے، دربان نے خبر کی، حکم ہوا کہ دریافت کرو، کون جابر؟ کیا جابر بن عبد اللہ؟ جابر نے کہا ہاں! عبد اللہ بن انیس یہ سن کر بہت جلدی میں کپڑے سمجھاتے ہوئے نکلے سلام اور مصافحہ کے بعد جابر نے پوچھا کہ تمہاری روایت سے مجھے ایک حدیث دربارہ قصا بن ہنی ہے، جس کو میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے، مجھے خوف ہے کہ مبادا میری یا تمہاری موت آجائے، اور اس دولت سے محرومی رہ جائے، پس عبد اللہ بن انیس نے وہ حدیث بیان کر دی۔

دہیش بن عبد اللہ المعافری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک انصاری صحابی سفر کر کے مسند بن مخدر کے پاس پہنچے، اتفاقاً اس وقت سلمہ بنہ سے سو رہے تھے، انصاری صحابی نے کہا، سلمہ کو جگا دو، لوگوں نے جگا نے سے انکار کیا، لیکن بالآخر انصاری کے اصرار پر جگا لے گئے، آواز سن کر سلمہ مرجا کہتے ہوئے باہر آئے، اور عرض کیا، سواری

سے اتربیئے انصاری نے کہا جب تک تم عقبہ بن عامر کو نہ بلاؤ گے، میں سواری سے
 نہ اتروں گا، یعنی ان سے ایک سخت ضرورت ہے، سلمہ نے عقبہ بن عامر کو بلا یا جب
 عقبہ آئے تو انصاری نے کہا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے
 من وجد سلما علی عون تک فسترہ فکانا احی مؤدۃ مؤدیرھا عقبہ نے کہا
 ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ایسا فرماتے تھے،
 ابو العالیہ کہتے ہیں ہم لوگ بصرہ میں جن حدیثوں کو سنتے، پھر مدینہ انہیں کی تحقیق کے
 کے لئے سفر کرتے کہ صحابہ کی زبان سے بلا واسطہ نہیں۔

ابو اسیم بن اویس جو بہت بڑے بزرگ اور مانے ہوئے صوفی ہیں فرماتے ہیں۔
 ان الله يرفع البلاء عن هذه الامة
 یعنی اللہ تعالیٰ اس امت سے بلاؤں کو اٹھا دے گا
 بروح الامام الحدیث
 حدیث کی رحمت کی برکتوں سے اٹھائیں گے۔

یعنی بن معین بڑے پایہ کے محدث ہیں، فرماتے ہیں۔
 لا تؤنس رشدا من رجل يكتب في
 یعنی کبھی ایسے شخص کو بلاہ یا بی نہیں ہو سکتی جو
 بلدہ ولا یرحل۔
 اپنے ہی شہر میں حدیثیں لکھا کرے اور سفر نہ کرے
 ان سے قطع نظر کر کے دیکھو تو قرآن پاک خود اس مبارک سفر کے لئے ناکبر
 فرید کر رہا ہے۔

فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة
 یعنی کیوں ہیں سفر کیا، ہر جماعت سے چند
 ليتفقوا في الدين وليبذلوا احوالهم
 لوگوں نے تاکہ یکجہ پیدا کریں دین میں اور احوال
 اخبر جعولہ لعلہم
 اپنی قوم کو جب پہنچ کر آویں۔

لے تدریب الراوی ۳ لے تدریب الراوی ۳

محمد بن نے رات کے لئے یہ شرط لگائی ہے۔

وإذا عزم على الرحلة فلا يترك في
بلد من الرواة الا ويكتب عنه ما
يسر من الاحاديث فان قلت
يعنى تبس رطلت کا قصد ہوتا ہے اپنے وطن کے
بلات سے جس قدر حدیثیں مل سکیں ان کو
حاصل کرلو۔

امام صاحب کو جب اس سفر کی نوبت آئی تو وہ ایسا وقت ہے کہ فتوحات
کی کثرت اور اسلامی مقبوضات کی وسعت کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ
کے بعد تابعین، تبع تابعین دور دراز ملکوں میں پھیل چکے ہیں، طالبین حدیث دور دور کے
بلاد و امصار میں اپنا فیض جاری کر رہے ہیں، حرمین کو اس درجہ کے کہ علوم اسلامیہ کے
اصلی مرکز و مہبط وحی ہیں، البتہ ایک خاص ایسا زبے، تاہم صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی
جماعت دوسرے دوسرے ملکوں میں سکونت پذیر ہو گئی ہے، اس وجہ سے ایسے شخص کو
جس نے علوم اسلامیہ کے شوق میں آنکھیں کھولی ہوں، اسی کی دھن میں نشوونما پائی ہو
ایک طول طول، نامحدود سفر کے لئے تیار ہونا لازم تھا،

اس کام کے لئے ایسا ہی مضبوط حوصلہ ایسی ہی عالی ہمتی، وسعت دماغی اور کشادہ
دلی کی ضرورت تھی، جیسی خداوند عالم نے فطرۃ امام بخاری میں ودیعت رکھی تھی، سفر کے
مصائب سے تنگ دل نہ ہونا، ناقول پر فائقے کھینچنے پر بھی حوصلہ کا پست نہ ہونا، سواری
نہ ہونے کی حالت میں پاؤں میں پیچھے سے باندھ کر پیادہ سفر کرتے رہنا، سخت سے سخت
مشکلات میں پیشانی پر نہ آنے دینا، ساگ تپوں پر گذارہ کی نوبت پر بھی دل کا ولولہ
اور جوش کم نہ ہونا، دل میں جواں شوق، بیڑ کی ہوتی ہے، ہزاروں مشکلات بھیلنے پر بھی
نہ بھینا، صعوبات سفر کو راحت سمجھنا، اس کام کے لئے اپنی دولت اور اپنی زندگی کو فدا

کر دینا کسی معمولی دل و دماغ، جو صدمہ اور ہمت دے آدمی کا کام نہ تھا، یہی وہ اوصاف ہیں جنہوں نے امام بخاری کو اگلے ائمہ کے جوہر امام بخاری سے زمانہ میں کہیں مقدم ہم طبقہ بنا دیا، اور جن الاخرون السابقون کے معنی ظاہر کر دیئے۔

سرا قتیبہ بن سعید ثقفی فرمایا کرتے، اگر امام بخاری صحابہ میں ہوتے تو خدا کی بڑی نشانی ہوتے، لیکن عام خیال یہ ہے کہ اگر امام بخاری تابعین میں ہی ہوتے تو بھی خدا کی بڑی نشانی ہوتے، ان کی جانفشانی اور اس کے ساتھ سیلان ذہن، بلند حوصلگی، تو حافظہ نے ان کو بڑے بڑے ائمہ کا ہم پلہ بنا دیا۔

امام بخاری کے متعدد اساتذہ ایسے ہیں جو امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیوخ کے ہم طبقہ ہیں، مثلاً

امام بخاری (۱)، محمد بن عبداللہ نصاری (۲)، حمید (۳)، انس صحابی (۴)۔

امام بخاری (۵)، کی بن ابراہیم (۶)، یزید بن ابی عبید (۷)، سلمہ بن الاکوع الصحابی (۸)۔

امام بخاری (۹)، علی بن عیاش (۱۰)، حریر بن عثمان (۱۱)، عبداللہ بن بسر الصحابی (۱۲)۔

امام بخاری (۱۳)، ابو نعیم (۱۴)، الاعمش (۱۵)، الصحابی المحضرم۔

امام بخاری (۱۶)، عبداللہ بن موسیٰ (۱۷)، معروف (۱۸)، ابو الطفیل عن علی (۱۹)۔

امام بخاری (۲۰)، خالد بن یحییٰ (۲۱)، عیسیٰ بن طہان (۲۲)، انس (۲۳)۔

امام بخاری (۲۴)، عصام بن خالد (۲۵)، حریر بن عثمان (۲۶)، عبداللہ بن بسر الصحابی (۲۷)۔

مثلاً، امام ابو حنیفہ جو سلسلہ روایت، سلسلہ التذیب اور بہت ہی اعلیٰ سمجھا جاتا ہے، وہ یہ ہے

امام ابو حنیفہ (۱)، حماد بن ابی سلیمان (۲)، ابراہیم (۳)، علقمہ (۴)، عبداللہ بن مسعود الصحابی (۵)۔

رسالہ مناقب شافعی امام رازی۔

اسی طرح کے چند سلسلوں کو لکھ کر محدثین لکھتے ہیں "کان البخاری سمر
شعبہ ومن کان فی طبقہ" یعنی گویا امام بخاری نے شعبہ اور ان کے ہم طبقہ سے
حدیث لی، جو امام مالک و امام ابو حنیفہ کے اساتذہ تھے۔

مکی بن ابراہیم، یزید بن ابی عبید اور جعفر صادق کے شاگرد ہیں ہنرہ تابعیوں
سے اخذ روایت کرتے ہیں، ساتھ حج کئے، حافظ الحدیث للثقة

ان کا مشہور وصف ہے، امام بخاری اور ابن معین کے شیخ ہیں

۲۱۵۔ بخاری میں وفات پائی۔ خلاصہ

علی بن عیاش، ان کی نسبت محدثین کا اصلا اثبات مشہور مقولہ ہے ۲۱۶۔

میں وفات پائی، لیث و حرز بن عثمان کے شاگرد ہیں، امام بخاری

امام احمد و ابن معین کے شیخ ہیں۔

ابو نعیم فضل بن دین، حافظ العلم، ثقة، یقظان، عارف بالحدیث ان کے مشہور

اوصاف ہیں، عیش کے شاگرد ہیں، ۲۱۹۔ میں وفات پائی،

عبید اللہ بن موسیٰ ۲۲۰۔ میں وفات پائی، حافظ الحدیث صاحب المنہ

کہے جاتے ہیں ابن حبیب احمد بن حنبل بن عروہ کے شاگرد ہیں،

عصام بن خالد الحمصی ۲۲۱۔ میں وفات پائی، حرز بن عثمان کے شاگرد ہیں

امام نسائی فرماتے ہیں "ثقة"

خلاد بن یحییٰ ۲۲۲۔ مسمر اور مالک بن مغول کے شاگرد ہیں، ۲۲۳۔ میں وفات

پائی، ائمہ حدیث امام احمد ابو داؤد فرماتے ہیں "ثقة"

امام بخاری اپنی عمر کے سولہویں برس تک اپنے ہی ملک کے اساتذہ سے تحصیل

کرتے رہے، وطن سے فارغ ہو کر پہلے آپ نے ملک حجاز کا قصد کیا، جو علوم اسلامیہ کا مادی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا، جہاں دجی اتری، جبریل آئے، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن اور اسلام کا مرکز تھا، امام بخاری کے کاتب ابن ابی حاتم وراق بیان کرتے ہیں، کہ امام صاحب فرماتے ہیں، کہ جب میں عبداللہ بن مبارک اور وکیع کی تصنیفات کو ازبر کر چکا، اور اہل الاسنہ کے کلام کو خوب سمجھ چکا، تو میں نے حجاز کا سفر کیا، میری عمر اس وقت سولہ برس کی تھی،

وراق کی روایت سے ثابت ہے، کہ پہلی رحلت امام صاحب کی سن ۲۱ھ
میں ہوئی، اور ابتدائے سماعت ۲۰ھ یا ۲۱ھ ہجری سے، اس قلیل زمانہ میں امام
صاحب نے اپنے ہی وطن میں وہ فضل و کمال حاصل کیا، جو بڑے تعجب کی نگاہ سے
اہل الاسنہ کا اثر عراقی عجم کی ہوا میں سراپت کر گیا تھا، اس لئے ابتدائی تعلیم میں اہل الاسنہ کے اقوال
ن کے طرز اجتہاد کا سیکنا لازم تھا، امام بخاری نے ابتدائی میں اس کی طرف توجہ کی، امدان کے طرز
استدلال و تخریج کے خلاف ہو گئے وہ فرماتے ہیں: ونبہت کلام ہولاء، لیکن ان کی بلند ہمت کچھ اور
ہی دولت حاصل کرنا چاہتی تھی، عبداللہ بن مبارک کی تصنیفات اور محدثین کی صحبت نے ان کی نظر
میں اسے بہت حقیر دکھایا، اہل تحقیق کجا مانل ما یندر قیاس، شہسواراں نہ چنین مید مقرر یزند۔
آخر ان کی بلند ہمت طبیعت نے کلام اہل الاسنہ سے اس طرح کنارہ کشی کی، کہ اسے صریح الفاظ
میں بھی یونہی پسند کرتے اور فرماتے: ونبہت کلام ہولاء، اس نفرت کی خاص وجہ یہ تھی کہ امام صاحب
کے خیال میں جیسا کہ واقعہ میں بھی یہی ہے، کہ اہل الاسنہ کے قیاسی انہماک نے اشاعت احادیث
میں بہت بڑا نقصان پہنچا یا، منہ ۲۱ مقدمہ فتح الباری ■

دیکھا جاتا تھا، اور اہل کمال کے نزدیک پایہ ولوق و اعتماد رکھتا تھا، جو بڑے بڑے ماموں کو تازلیست نصیب نہ ہوا، سو لوہیں برس ۲۱۲ھ میں تہری میں اپنی والدہ کے ساتھ مکہ معظمہ پہنچے، اس سفر میں آپ کے بڑے بھائی احمد بھی ساتھ تھے، آپ کی والدہ اور بھائی نے حج سے فراغت کر کے وطن کا قصد کیا، لیکن امام صاحب نے مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کی، اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر علوم اسلامیہ کے شوق میں والدہ و بھائی کی مفارقت کی، اولاً پرداہ نہ کی، تکمیل کے لئے مکہ کے شیوخ کی درس گاہوں میں حاضری شروع کی

اس وقت مکہ میں جن کی درس گاہیں ممتاز تھیں، اور جو لوگ مرجع خلافت

اور امام فن سمجھے جاتے تھے، ان میں امام ابوالولید احمد بن الارزنی، عبداللہ بن یوسف

سماعیل بن سالم الصالح، ابو بکر عبداللہ بن الزبیر، علامہ حمیدی خاص امتیاز رکھتے

تھے، ان کے علاوہ دوسرے شیوخ جن کا قیام مکہ میں تھا اور جن سے امام بخاری

نے استفادہ کیا، ان کی تفصیل اس مختصر میں گنجائش نہیں رکھتی

مکہ کے بعد مدینہ کا رخ کیا، جہاں اطراف عالم کے لوگ سفر کے آتے اور

علوم نبویہ سیکھ کر جاتے، اور جن کی طرف ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا یوشک

ان یضرب اکبادا کابل الخ

عمر عزیز کے اٹھارہویں برس ۲۱۲ھ میں مدینہ پہنچے مدینہ میں اس وقت جو

لوگ درس دیتے تھے، ان میں ابراہیم بن المنذر، مطرف بن عبداللہ، ابراہیم بن عمر

ابو ثابت محمد بن عبید اللہ، عبدالعزیز بن عبداللہ، ادسی اور ان کے اقران خاص

کے قابل ذکر ہیں۔

مدینہ کے بقیہ شیوخ کی تفصیل کے لئے وسیع میدان چاہیے، یہ اس کا فرض ہے جو امام بخاری کے شیوخ کے لئے مستقل کتاب لکھے، اسی سفر میں انہوں نے مدینہ میں اپنی تاریخ کبیر کا مسودہ چاندنی راتوں میں لکھا، بالاتفاق مورخین نے ملک حجازہ جس میں مکہ، طائف، جدہ، مدینہ شامل ہیں، میں ان کی مدت اقامت چھ برس بتائی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ مدت اقامت علی الاطلاق، یعنی ایک سفر میں نہیں ہے۔

بصرہ کا قصد کیا جو وسعت علم، اور اشاعت حدیث کے اعتبار سے بہت ترقی پر تھا۔

بصرہ پہنچ کر امام ابو عاصم النبیل، صفوان بن علی، بدل بن الحبحر، حمی ابن عمارہ، عفان بن مسلم، محمد بن عزرہ، سلیمان بن حرب، ابوالولید الطیالسی، امام عارم، محمد بن سنان اودان کے معاصرین و اقران سے استفادہ کرتے رہے بصرہ کا سفر امام صاحب نے چار بار کیا ہے، امام صاحب کا مقولہ ہے
”ورحلت الی البصرۃ اربع مرات“

۱۔ مقدمہ فتح الباری ۱۲ کے اگرچہ ہم عصر نعمانی صاحب نے سیرت النعمان میں علوم اسلامیہ کے اعتبار سے بصرہ اور کوفہ کو حرمین کا ہمسرہ بنایا ہے، لیکن یہ بات کبھی ممکن نہیں، نہ واقعات اس کی شہادت دے سکتے ہیں، کوفہ کے خیال نے ہم عصر مذکور کو کچھ ایسا گردیدہ بنایا کہ ان کو اپنے منصب و مورخ کا بھی خیال نہ رہا، اور بعض افاضل کا یہ مقولہ نہایت معنی ثابت ہوتا ہے فی المثل اگر کوفہ دلش بردہ است، نہ از دیریاں حبیت کہ آذر دہ است اس کی مزید تفصیل حصہ ثانیہ میں آتی ہے ۱۳ منہ

بصرہ کے بعد کوفہ کا سفر ہے کوفہ کا سفر بھی آپ نے بہ کرات و مرآت کیا ہے، اسی طرح بغداد کی رحلت بھی، وراق نے امام بخاری کا مقولہ بغداد اور کوفہ کے سفر کے بارے میں یوں نقل کیا ہے، دیکھا اخصی کو دخلت الی الکوفۃ و البغداد مع المحدثین کوفہ کے چند مشاہیر شیوخ کے نام امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں یہ گناہے ہیں، عبد اللہ بن نووی، ابو نعیم احمد بن یعقوب البغدادی، ابن ابان، الحسن بن ربیع، خالد بن محمد، سید بن حفص، طلح بن غنام، عمر بن حفص، عروہ، قبیصہ بن عقبہ، ابو عثمان، یہ مشاہیر کوفہ ہیں، جن پر امام بخاری نے بعد تحقیق و لوق کیا اور جن سے روایتیں لیں۔

بغداد و خلافت عباسیہ کا دار السلطنت تھا، سلطنت کی علمی قدر افزائی نے بغداد کو مزج علوم بنادیا تھا، اور ہر طرف سے اہل کمال جمع ہو گئے تھے، اس وجہ سے بغداد کا سفر بھی بہ کرات و مرآت اختیار کیا، بغداد کے شیوخ میں امام احمد بن حنبل، محمد بن عیسیٰ الصبغ، محمد بن سائق، مسروق بن انعمان وغیرہ قابل ذکر ہیں، علامہ ابو علی غسانی تقیید البہل میں لکھتے ہیں، کہ امام بخاری سب سے پہلی بار جو بغداد سے رخصت ہوئے لگے جو امام صاحب کا بغداد کا آٹھواں سفر تھا، اور امام احمد بن حنبل سے ملنے گئے، تو امام موصوف نے درود پاک لہجہ میں حسرت سے فرمایا۔

اترك الناس والعصر والعلم
آپ آدمی و اہل زمانہ اور علم کو چھوڑ کر خراسان
و تصیری خراسان
جائے ہیں۔

لہ مقدر فتح اباری ۱۱۱۱ اس کی تفصیل کسی قدر لگے آتی ہے ۱۱۱۱ خراسان پر کوفہ کی تائید
وقیاس کا اثر بے طرح چھائی تھا، اما قول الرجال سے تخریج فرماتے ختم یہی معراج ترقی اور مصلی

جب امام بخاری پر ابوطاہر حاکم بخارا نے ایک دستاویز لگا کر بخارا سے نکلوانے کی تدبیر کی، تو امام بخاری امام احمد بن حنبل کا مقولہ یاد کر کے افسوس کرتے ہوئے، اور فرماتے "اَلَا نَذْكُرُه" اب مجھے امام احمد کا مقولہ یاد آتا ہے، علامہ ابو علی غسانی کی روایت سے معلوم ہوا کہ بغداد کا سفر امام صاحب نے آٹھ بار کیا۔

شام کا سفر کیا، اور وہاں پہنچ کر علامہ یوسف فریابی، ابو نصر اسحاق بن ابراہیم، آدم بن ابی ایاس، ابو الیمان الحکم بن نافع، حیوۃ بن شریح، اور وہاں کے مدافین سے تکمیل کی۔

مصر پہنچے، اور عثمان بن صالح، سید بن ابی مریم، عبداللہ بن صالح، احمد بن صالح، احمد بن شیبہ، اصبح بن الفرج، سید بن ابی عیسیٰ، سید بن کثیر بن عیسیٰ، یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر اور ان کے اقربان سے تکمیل کی۔

جزیرہ کا سفر کیا، ادا احمد بن عبداللہ الکساخزانی، احمد بن یزید الخزانی، عمرو بن الخلف، اسماعیل بن عبداللہ الرقی وغیرہ سے استفادہ کیا۔

خراسان کے اطلع میں مرو، بلخ، ہرات، نیشاپور سے، جبال خراسان یہ سب امام بخاری کی قدیم ولایت تھیں، اور بخارا کے مضافات سمرقند اور تاشقند وغیرہ بہ تو امام بخاری کے وطن ہی ہیں۔

مرو میں علی بن حسن بن شقیق، عبداللہ بن محمد بن مقاتل اور ان کے اقربان سے حدیثیں لیں۔

دین سمجھانے لگا، اس کے خلاف کرنے والوں سے مزاحمت کی جاتی۔ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل بغداد سے بمقابلہ بغداد و خراسان کو گویا ماری ناس سے فاسح کیا، تہیہ لہلہ۔

ملح میں ملی بن ابراہیم، یحییٰ بن یسیر، محمد بن ابان، حسن بن شجاع، یحییٰ بن موسیٰ
قتیبہ، اور ان کے معاصرین سے امام بخاری نے زیادہ روایتیں لیں۔

سیراقہ میں جا کر احمد بن ابی الولید الحنفی سے اور نیشاپور میں یحییٰ بن یحییٰ البشیر
بن الحکم، اسحاق بن راہویہ، محمد بن رافع اور ان کے اقران سے استفادہ کیا

اس کے میں ابراہیم بن موسیٰ سے، واسط میں حسان بن حسان، احسان بن
عبد اللہ سید بن عبد اللہ اور ان کے اقران سے تحصیل کی۔

اس مختصر سی تفصیل کے بعد حاکم جیسے محدث لکھتے ہیں :-

فقد رحل البخاری الى هذه البلاد

المنكورة في طلب العلم واقام في

كل مدينة على مشاخرها قال وانما

بسميت من كل ناحية جماعة من

المتقدمين ليستدل به على عالي استاد

خطيب بغدادی کے الفاظ یہ ہیں :-

رحل البخاری الى هذه البلاد

وكتب بخراسان والجبال ومدن

العراق كلها وبالبحار والشام و

مصر ورواد بغداد دفعات

جعفر بن محمد بن حطان کہتے ہیں، میں نے امام بخاری کو فرماتے سنا،

ایک ہزار سے زیادہ اساتذہ سے میں

کتبت عن الف شيخ من العلماء

امام بخاری نے ان تمام شہروں کے محدثین کی

طرف سفر کیا، اور خراسان و جبال خراسان اور

عراق کے تمام ملکوں اور حجاز و شام و مصر میں

حدیثیں لکھیں، بغداد دفعات گئے۔

وزیادۃ ولپی عندی حدیث
۱۸۱ ذکر استادہ
نے ہدیش لکھیں اور بغیر سند کے کوئی
حدیث یاد نہیں رکھتا

مورخین نے اس زیادتی کی مقدار اتنی بتائی ہے جس میں عرب بیان عکس
کرائی معجم بخاری میں ۲۸۹ شیوخ ہیں اور پہلا طبقہ علمائے تبع تابعین کا ہے لیکن
یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ امام بخاری فرمایا کرتے کہ میں نے انہیں شیوخ سے
حدیث لی جو ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے قابل تھے اور اعمال کو جزو ایمان کہتے
تھے جیسا کہ صحابہ سے لے کر علمائے تابعین کا خیال تھا

تاج الدین سبکی طبقات کبریٰ میں امام صاحب کی رحلتوں میں جزیرہ جانے
کی نفی کرتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری جزیرہ کے شیوخ سے بواسطہ روایت
کرتے ہیں لیکن علامہ موصوف کا یہ قول امام نووی اور حافظ ابن حجر کی تحقیق کے
خلاف ہے۔

علل حدیث کی شناخت میں کمال

محدثین کی اصطلاح میں علت حدیث کہتے ہیں ان وجوہات اور
اسباب کو جو نہایت خفی اور غامض ہوتے ہیں ساتھ اس کے حدیث کی صحت اور
قبولیت میں قاصر ہوتے ہیں حالانکہ حدیث لفظ ہر طرح صحیح اور سالم ہوتی ہے
یہ علم علوم حدیثیہ میں نہایت دقیق اور مشکل سمجھا گیا ہے اس کے لئے دنیا
مولا بید نقار رواقہ پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ ہر راوی کے الفاظ حدیث اور

حدیثوں کا احاطہ بھی ضرور ہے محدثین بالاتفاق کہتے ہیں۔

ومعرفة هذا من اتمن النواع
العلوم وادقها واشرها وانما
يمكن من اشكام في اهل الحفظ
السام والفهم الشاقب والخبرة
الكاملة ولهذه المقيتد والتكلم
في هذا النوع الاجمع قليل من
المحدثين كعلي بن مدینی واحمد

یعنی یہ علم نہایت غامض اور اذوق اور بڑا
شریف ہے اس فن میں کام کرنے کی
قدرت انہیں محدثین کو ہے جن کی سمجھ
روشن تھی جن کی قوت حافظہ میں کمال
تھا جن کو خبرت کاملہ تھی جیسے علی بن
مدینی امام احمد امام بخاری امام ابو ذر
اور حبان کے ہم پایہ تھے۔

والبخاری والی زرعو من حد احذوہم لہ

حاکم کہتے ہیں حدیث کی تفصیل میں تین مجموعی قوتوں کا کمال ہے الحفظ
والفہم والمعرفة اس فن کا اور علوم حدیثیہ سے اعلیٰ و اشرف ہونا اس سے
معلوم کیا جاسکتا ہے کہ علی بن مدینی فرمایا کرتے تھے کسی حدیث کی علت معلوم
ہو جانا اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے کہ میں ایسی بیس حدیثیں لکھوں جو مجھے
معلوم نہ ہوں

حقیقت امر یہ ہے کہ جو حدیث ظاہر میں موصول معلوم ہوتی ہو اس کے
چھپے ہوئے ارسال والنقل کو جاننا یا ظاہر میں مرفوع ہے لیکن یہ پتہ لگانا کہ در
اصل یہ حدیث مرفوع ہے فلاں راوی نے مرفوع کر دیا ہے یا کسی حدیث کا
دوسرے میں اختلاط کا پتہ لگانا یا کسی راوی کے دسم کو معلوم کر لینا نہایت مشکل

لہ شرح برجانی ۱۲ لکھ فتح المغیث ۲۰

امہ ہے، رواد کے موالید، وفیات، تاریخی واقعات، سلسلہ شاگردی، استاذی، رواد کی رحلت، ان کی سکونت، شاگرد، استاذ کا لقاء و عدم لقاء، ایک حدیث کی متحدہ سندوں کا پتہ، جب تک ان امور میں مہارت تمام نہ ہو، کسی طرح اس فن میں دخل نہیں ہو سکتا،

امام بخاری نے بڑی دستگاہ جس فن میں حاصل کی، وہ علل حدیث کی واقفیت ہے، حافظ احمد بن حمدون کہتے ہیں، کہ مجھے عثمان بن ابی سید بن مروان کے جنازہ میں امام بخاری کے ساتھ شرکت کا اتفاق ہوا، میں نے محمد بن یحییٰ زہلی کو جو امام فن ہیں دیکھا، کہ امام بخاری پر اسما رواد اور علل حدیث کے سوالات پیش کرتے ہیں، اور امام بخاری اس مسرعت اور تیزی سے جواب دیتے ہیں، جیسے کوئی قل هو اللہ احد کی سورہ پڑھتا ہو،

ابو احمد اعظم کہتے ہیں، کہ میں ایک روز نیشاپور میں محمد بن اسماعیل کی خدمت میں حاضر تھا، کہ امام مسلم آئے، اور انہوں نے ایک معلق حدیث کے ابتدائی الفاظ پڑھ کر یہ سوال پیش کیا، کہ آپ کے پاس اس حدیث کی سند ہو تو آپ اس معلق حدیث کو متصل کر دیجئے، اور حدیث کا بھی صرف اشارہ کر دیا، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں عبید اللہ بن عمر عن ابی الزبیر عن جابر قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مریۃ ومعنا ابو عبیدۃ الحدیث بطولہ عبید اللہ بن عمر تابعی ہیں، ان کے نیچے کے رواد کا تذکرہ سوال میں چھوڑ دیا گیا، گویا اس سوال کے مقاصد یہ تھے، آیا امام بخاری کو اس حدیث کا علم ہے یا نہیں، اگر ہے تو ان کے پاس اس کی سند بھی ہے یا نہیں، اگر سند بخشی ہے، تو متصل یا صحیح، اور علل

ہے، تو امام بخاری کو اس کی عظمت کا علم ہے یا نہیں، امام صاحب نے اسی وقت
اس طرح حدیث کو مستند اور متصل الاسناد پڑھو یا حدیث ابن ابی ادریس
حدیثی اخی عن سلیمان بن یلال عن عبید اللہ عن ذکوان الحدیث بتما
اسی مجمع کا یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے، کہ ایک شخص نے ایک حدیث مع
سند پر بھی رجحاج بن محمد عن ابن جریر عن موسیٰ بن عقبہ عن سہیل
بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کفارۃ المجلس اذ قال العبد ان يقول سبحانک اللہم محمد ک استغفرک اتوب الیک
امام مسلم نے یہ حدیث سنکر امام بخاری کو مخاطب کر کے عرض کی، کیا اس حدیث کی
سند اس سے بڑھ کر دنیا بھر میں ہے؟ امام بخاری نے فرمایا:-

”فعم لکنہ معلول“
اں سند تو اچھی ہے، لیکن معلول ہے

امام مسلم سننے کے ساتھ ہی کانپ اٹھے، اور کہا لا الہ الا اللہ آپ مجھے اس کی
مذمت بتا دیجیے، امام بخاری نے فرمایا:-

استر ما ستر اللہ“
جس پر اللہ نے پردہ ڈالا، تم بھی اس پر پردہ ڈالو۔

یہ حدیث شاندار ہے، لوگ ایسے ہی رحن حجاج بن محمد عن ابن جریر عن موسیٰ
بن عقبہ عن سہیل بن ابی صالح روایت کرتے ہیں، امام مسلم نے دوبارہ بنا کر روایت کی

اس مقدمہ فتح الباری ۱۲۱ ص ۱۲۱ میں محدثین کا قاعدہ تھا کہ علوم حدیث کی باریکیاں باسانی نہیں جانتے
تھے، جب تک طالب کا شوق اور گریہ کی درجہ کمال کو نہ پہنچ جائے، بالخصوص جب کہ طالب

کے شوق کا اندازہ کرنا مقصود ہوتا، ایک بار ایک محدث نے اپنے شاگرد سے ایک حدیث بیان
کی، تو فرمایا، لو ہم نے تم کو باسانی بتا دیا ۱۲۱ ص ۱۲۱ بخاری

امام بخاری کی پیشانی پر بوسہ دے کر اس حدیث کی علت کا سوال کیا اور فرمایا تھا کہ رونا شروع کریں امام بخاری نے درخواست منظور کر لی اور فرمایا۔

اكتب ان كان ولايد اگر ضروری سمجھتے ہو تو اس حدیث کی سند غیر معلول لکھو۔

امام صاحب نے اپنی غیر معلول سند کے اس حدیث کو یوں روایت کیا،

حدثني موسى بن اسمعيل حدثنا وهيب حدثنا موسى بن عقبة عن عزن

بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كفارة المجلس الحديث

امام مسلم نے اس سند کو سن کر فرمایا۔

لا يفضلك الا حاسدا واشهد ان لا يعني آپ کے وہی شخص بغض رکھے گا، جو آپ کا

ليس في الدنيا مثلك ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ حبیب

آج دنیا کے پردہ پر کوئی نہیں۔

احمد بن حمدون قصار اس واقعہ میں اس قدر مزید بیان کرتے ہیں کہ امام مسلم

نے جب یہ سند ابن جریر عن موسی بن عقبہ عن سہیل بن ابی صالح عن

ابیہ عن ابی ہریرۃ) امام بخاری کے سامنے پیش کی تو امام صاحب نے اس معلول سند کا

سلسلہ دو طریقوں کے (۱) محمد بن سلام حدثنا محمد بن یزید اخبرنا ابن جریر

(۲) احمد بن حنبل و یحیی بن معین قال حدثنا حجاج بن محمد عن ابن جریر

بیان کر کے فرمایا الا انہ معلول یعنی گو کہ ابن جریر تک اس سند کے طرق متعدد ہیں

لیکن پھر بھی یہ حدیث ہے

امام مسلم نے اور زیادہ اصرار کیا کہ ضرور اس سند کی علت پر مجھ کو بتا دے

چاہئے امام صاحب نے سکوت فرمایا لیکن جب امام مسلم کا شوق اور شوق کے

ساتھ اصرار حد سے متجاوز ہو چلا، تو امام صاحب نے اس سند کی علت اس طرح بیان کی کہ موسیٰ بن عقبہ کی کوئی حدیث سہیل سے مستند نہیں آئی، کسی راوی نے غلطی سے اس کو مستند مرفوع کر دیا ہے، درحقیقت اس سند سے یہ حدیث موقوف آئی ہے پھر اس کا موقوف ہونا ذیل کی دوسری سند سے ثابت کیا حدیث ناموسی بن اسماعیل حدیثنا وہیب قال حدثنا سہیل عن عون بن عبد اللہ قولہ یعنی یہ امر سبند صحیح ثابت ہے کہ سہیل نے عبد اللہ بن عون کا قول روایت کیا ہے کسی نے غلطی سے اس کو مرفوع روایت کر دیا

امام بخاری کے اس غامض اور زرقین فن رعل حدیث میں کمال دست گام رکھنے پر امام ترمذی کی وہ شہادت کافی ہے جو انہوں نے اپنی پیش ہا تصنیف کتاب العلل میں دی ہے

امام ترمذی لکھتے ہیں کہ جامع ترمذی میں جس قدر میں نے حدیثوں کی علتیں بیان کی ہیں، یا رجال یا تاریخ میں کلام کیا ہے، اکثر حصہ اس کا امام بخاری کی تاریخ سے لکھا ہے، اور زیادہ تر علل میں نے خود اپنے استاد بخاری سے بالمشافہہ سیکھے ہیں، ہاں بعض بعض علتیں امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی اور ابو زرعة سے بھی سیکھیں لیکن زیادہ تر امام بخاری ہی سے، دارمی اور ابو زرعة سے بہت کم امام ترمذی فرمایا کرتے تھے اعلیٰ بالعلل والاسانید میں نے علل اور اسانید میں امام بخاری سے بڑھ کر امام محمد بن اسماعیل البخاری کو نہیں دیکھا

ایک دفعہ امام بخاری شیخ وقت علامہ فریابی کی مجلس میں موجود تھے شیخ نے

۱۔ مقدمہ فتح الباری ۲۔ کتاب العلل صفحہ ۳۳۔ ۳۔ مقدمہ فتح الباری ۱۲

ایک حدیث بیان کی جس کی سند یہ تھی (سفیان عن ابی عمرہ عن ابی الخطاب عن ابی حمزہ) حاضرین مجلس کے کسی نے بھی سفیان کے اوپر گے راویوں کو نہیں سمجھا، اس لئے کہ سب کفایت کے ساتھ ذکر کرتے تھے، امام بخاری نے اسی وقت عرض کیا، ابو عمرو، معمر بن راشد ہیں، ابو الخطاب، قتادہ بن دعامہ ہیں، ابو حمزہ، انس بن مالک ہیں، یہ کہہ کر عرض کیا کہ سفیان ثوری کا قاعدہ ہے، کہ مشہور راویوں کو کفایت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

جرح رواۃ میں احتیاط

کسی راوی پر جرح کرنا نہایت خطرناک امر ہے، اسی واسطے صوفیوں کی ایک بڑی جماعت اس کو سخت میسوب جانتی ہے لیکن یہ ان کی سادہ لوحی ہے کیونکہ ضرورت کے وقت اگر سچا عیب دیا جائے، تو دنیا سے عدل و انصاف مل جائے، اور دنیا سخت مظالم میں گرفتار ہو جائے، پس جس طرح عیوب پر پردہ ڈالنا ہمارا فرض ہے، اسی طرح دیانت کے ساتھ ضرورت کے وقت سچا عیب ظاہر کرنا بھی ضروری ہے جن لوگوں نے جرح سے کنارہ کشی اختیار کی، اور لوگوں کو روکا، وہ لوگ جرح کو عیب ہیں داخل کرتے ہیں، اور آیت لا یغتب بعضکم بعضا پڑھتے ہیں، اور کبھی اس عمل کا اعادہ کرتے ہیں اعرأض الناس سفرة من حھر النار وقف علیہا المحدثون والحکام یہ خیال ایک حد تک صحیح ہو سکتا ہے لیکن یہ سب اسی

لے مقدم فتح ابیاری ۱۲، عن الطبقات الکبریٰ ۱۱، عن لوگوں کی آئینہ جہنم کا لڑھا ہے جس پر حکام اور محدثین کھڑے ہیں ۱۳

روز کے لئے ہے، جب کوئی شخص بلا وجہ بلا ضرورت اور بلا اجازت شریعت ایسا کرے
لیکن جب ضرورت شرعی داعی ہو، تو محمود ہے نہ مذموم، جب ہم دیکھتے ہیں کہ قطع نظر ان لوگوں
کے جن کو مسلمانوں کے بعض اور عداوت ہے مسلمانوں ہی کی ایک جماعت جو بظاہر نہایت
پارسا اور صوفیوں کے رنگ میں تھی، نیک نیتی سے فضائل اور ترغیب میں حدیثیں وضع
کرنا ثواب جانتی تھی، بعد الکریم و مناع نے باوجود مسلمان ہونے کے خود تسلیم کیا کہ چار
ہزار حدیثیں اس کے موضوعات سے ہیں۔

و منع کے بعد تسال غلط فہمیاں، یہ احتیاطیاں، توہمات، قلت حافظہ
ہے، تو اگر محدثین ان کا واسطع ہونا، تسال ہونا، بے احتیاط ہونا، ضعیف الحافظہ، غیر
عادل ہونا، کاذب ہونا، و اہم ہونا، نہ بیان کرتے، تو کج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحیح اقوال اور آپ کی سچی حدیثوں کا تیر صحابہ و تابعین کے صحیح آثار کا پتہ چلنا امر محال تھا
حالیہ حدیث نے اس کی علت خود بیان فرمائی ہے،

و جوز ذلک عیانہ للشریعة فاندلو
لحدیث لما یتمیز الصادق من الکاذب
والفاسق من العادل والمغفل من
الصابط واختلطت الاحادیث الصحیفة
بالسقیمۃ قامت الملاحقہ الزنادقۃ
من کل جانب للافساد فی الشریعة
وقد قال اللہ تعالیٰ یا اہل الذین
منوا ان جلد کفر فاستوبیہا قتیبتوا

مجموع روایہ شریعت کی حفاظت کے لئے جائز
رکھی گئی ہے، کیونکہ اگر جرح و قدرح دعاۃ جائز
نہ ہوا، تو جھوٹا بچے کے فاسق عادل سے بیدار مخزن
غافل سے قوی الحافظہ ضعیف الحافظہ سے قوی
تسال سے الگ نہیں ہو سکتے، اور احادیث صحیحہ
غیر صحیحہ سے مل کر گڈ بوجاتی ہیں، اور محدثین
لے لوگ ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوتے، اور دین میں
ایک طوفان بے تیری برپا ہو جاتا، خود اللہ پاک نے

جب دنیاوی معاملات میں واضحہ و اذوی عدل منکر کا حکم ہے
 تو دینی معاملات جو نہایت خطرناک ہیں، ان کے لئے کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے
 جرح رجال کی بنا اگرچہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں
 بڑھ چکی تھی، اور خوارج و منافق و غیرہ پیدا ہو چکے تھے، حدیثوں کے لینے میں احتیاط شروع
 ہو گئی تھی، خود صحابہ سے بہت سی جرحیں ثابت ہیں لیکن اس وقت تک سلسلہ حدیث
 میں زیادہ وسائل پیدا نہیں ہوئے تھے، اس لئے چنداں ضرورت نہ ہوئی، آگے
 چل کر وسائل بڑھے، اور بڑی پرست فرقتے پیدا ہو گئے؛

— اس لئے اکابر تابعین حسن بصری، طاؤس، ابوبنخثانی، عبداللہ بن عون
 سلیمان تمیمی، امام مالک، یحییٰ بن سعید شعبہ وغیرہ جو اراکین فن حدیث ہیں، و غیر ان کے
 بعد کے محدثین، جن کا تقویٰ و دیانت مسلم ہے، بہ نیت ذب عن الرسول و عن الاسلام
 و نصیر المسلمین اس طرف متوجہ ہو گئے، رجال کی دیکھ بھال بڑی سختی سے شروع کی
 اور اس کے لئے اصول و ضوابط مقرر کئے مثلاً معاصر کی جرح معاصر کے حق میں فلاح
 حالت میں مقبول اور فلاح حالت میں غیر مقبول ہے، وغیرہ۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ قرآن میں جہاں حکم دیا ہے ان جاء کو فاستقنیہ
 فتبینوا یہ بھی حکم دیا گیا و لا یغتب بعضکم بعضاً جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ
 ضرورت اور اضطرار کے وقت جرح جائز ہے، اور جس قدر ضرورت ہو اس سے تل
 برابر بیش ناجائز، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جرح نہایت خطرناک امر ہے جس میں نہایت
 دیانت، راست بازی و تقویٰ اور سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

ابن خلاد نے امام محیی بن سعید قطان سے پوچھا کیا آپ کو ان لوگوں سے
خوف نہیں ہے جن کی حدیثیں آپ نے ترک کر دیں کہ قیامت کے دن آپ کے
خبرتی ہوں؟ ابن قطان نے فرمایا کہ ان کا مدعی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
مخاصمت سے اچھا ہے اگر میں باوجود علم کے کہ یہ شخص بددیانت، کاذب، متسائل
ہے روایت لوں تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خرفی بناؤں،

امام بخاری نے جو احتیاط جرح رجال میں اختیار کی، وہ اعلیٰ درجہ کی دیانت
اخلاص، تقویٰ پر دلالت کرتی ہے، جرح رجال میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ
سے جرح کی جائے کہ کوئی شخص جرح کرنے والے پر مواخذہ نہ کر سکے، چنانچہ ان کی
جرحیں ترکوہ، انکروہ الناس، المتروک، الساقط، فیہ نظر، استوعا عنہ وغیرہ
الفاظ کے ساتھ ہوا کرتی ہیں، وضاع، نذاب جیسے الفاظ سے جرح بہت قلیل آپ
سے ثابت ہوئی بہت سخت جرح امام بخاری کی منکر الحدیث ہے، امام بخاری کی
یہ اصطلاح ہے کہ جب وہ منکر الحدیث بولتے ہیں، تو اس سے روایت حلال نہیں ہے
قال ابن القطان قال البخاری کل من قلت فیہ منکر الحدیث لا یحل
الروایۃ عنہ۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا، جس
میں تدلیس کے ہونے کا گمان تھا، آپ نے فرمایا یا فلاں ترائی ادلیس یعنی کیا تم
کو گمان ہے کہ میں تدلیس کرتا ہوں، حالانکہ میں نے اسی تدلیس کے شبہ پر ایک شخص کی

۱۔ حاشیہ الفیۃ العزائی تفسیر الباقی ۱۲ لے فتح المغیث ۱۲ لے اس حکایت کو صرف علامہ
مجلونی نے الفوائد الدلاری میں لکھا ہے ۱۲

دس ہزار حدیثیں ترک کر دیں، اور اسی قدر نہیں، بلکہ اس سے زائد ایک دوسرے شخص کی تمام حدیثوں کو نظر انداز کر دیا، جس میں مجھ کو تامل و نظر تھا، اسی واقعہ سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ آپ کو مواضع التہم سے کس قدر نفرت اور پرہیز تھا۔

علامہ غلوفی نے امام بخاری کے احتیاط اور تہمت کے محل سے درجہ کی ایک حکایت نقل کی ہے۔

امام صاحب کو اپنے تھکیل علوم کے زمانے میں ایک دفعہ دریابا کا سفر پیش آیا آپ جہاز میں سوار ہوئے تو آپ کے پاس ایک ہزار اثرنیاں بھی تھیں، ایک شخص نے جہاز والوں سے امام صاحب کی خدمت میں حسن عقیدت ظاہر کیا اور آپ کے ساتھ اس نے نہایت غلامانہ رکھا، اس خدمت گزاری کی وجہ سے امام صاحب کا میلان خاطر بھی اس کی جانب ہو گیا، شدہ شدہ اس کا یہ انجام ہوا، کہ آپ نے اپنی ان اثرفیوں کی اسے اطلاع دے دی۔

ایک روز ان کا یہ رفیق سوکراٹھا، اور دونا، چھینا، کپڑے بھاڑنا، سرسٹین شروع کر دیا، لوگ یہ دیکھ کر متعجبانہ حیرت کے لہجے میں پوچھنے لگے، کیا مولیٰ لوگوں کے اصرار پر اس نے کہا، میرے پاس ہزار اثرفیوں کی ایک تھیلی تھی، وہ گم ہو گئی، لوگ کشتی والوں کے پیچھے پڑ گئے، اور ایک ایک کی تلاشی لی جانے لگی، امام صاحب نے چپکے سے آہستہ اثرفیوں کی تھیلی سمندر میں پھینک دی، شدہ شدہ امام صاحب کی بھی تلاشی لی گئی، جب کسی کے پاس سے تھیلی برآمد نہ ہوئی، تو اہل جہاز نے اس کو سخت ملامت کی۔

لوگ جہاز سے اترے، تو وہ رفیق تنہائی میں ان سے ملا اور پوچھا کہ فرماؤ

آپ نے شرفیوں کی وہ ہتھیلی کیا کی؟ امام صاحب نے فرمایا، میں نے سمندر میں پھینک دی اس نے پوچھا، کہ آپ کے دل نے اس قدر رقم کثیر کا ضائع ہونا کیونکر گوارا کیا؟ امام صاحب نے فرمایا، کہ مہلکی عقل کہاں ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ میری تمام عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی طلب میں ختم ہو گئی اور میری ثقاہت دنیا میں مشہور ہے، تو کیا میرے لئے سرقہ کا اشتباہ اپنے اوپر لینا کس طرح مناسب تھا جس دولت و ثقاہت اور اعتبار کو میں نے تمام عمر میں حاصل کیا، اس کو چند شرفیوں کی وجہ سے کھود دیتا؟

امام صاحب کے ایک شیخ حدیث ہیں، جن کا نام ہے مسدد و امام صاحب ان کی نسبت فرماتے ہیں:-

مسدد کا اسم مسدد الا بالی
ان یكون کتبی عندہ او عندی
یعنی مسدد صاحب راستی، اسم باہمی ہیں
میری کتابیں میرے پاس رہیں، خواہ ان
کے مجھے کسی طرح کا کھٹکا نہیں

اس مقولے سے معلوم ہوا کہ کتب حدیثیہ کے استحفاظ میں اسی قدر احتیاط سے کام لیتے
جس طرح اخذ روایت میں، اور ہر شخص کے پاس اپنی کتابوں کا رہنا پسند نہ فرماتے

اخلاق و عادات اور طرز معاشرت

امام بخاری کو اپنے والد علامہ اسماعیل کے ترکہ سے بڑی دولت لاحق
لگی تھی، علامہ اسماعیل کی تجارت کوئی معمولی تجارت نہ تھی، لیکن جس طرح عام تاجر

تلامذہ احمد بن ابی حاتم وغیرہ نے عرض کیا، کہ قرضدار آمل پہنچ گیا ہے اس سے وہ وصول کر لیجئے، آپ نے فرمایا، کہ ہم کو مناسب نہیں، کہ قرضدار کو پریشانی میں ڈالیں محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں، کہ قرضدار کو ہماری اس تحریک کی خبر پہنچی، تو خوارزم چلا گیا، پھر ہم نے عرض کی کہ اب بھی بعید نہیں ہے، آپ حکومت سے مدد لیجئے، اور گوزن کی طرف سے ایک خط حاکم خوارزم کے نام لکھوا بیٹے قرضدار بات کی بات میں گرفتار ہو سکتا ہے، امام صاحب نے فرمایا، میں حکومت سے ایک خط کی طرح کروں گا، تو حکومت میرے دین میں طمع کرے گی، اس طرح میں حکومت کا ممنون منت بننا نہیں چاہتا، نہ اپنا دین دنیا کے عوض بیچنا چاہتا ہوں، آخر امام بخاری کے بھی خواہوں نے بلا اطلاع آپ کے ایک خط ابی سلمہ کاشانی سے رجوع اس وقت آمل کا گوزن تھا، لکھوار قرضدار کو گرفتار کرنا چاہا، جب اس کی خبر امام صاحب کو پہنچی، تو بہت رنجیدہ ہوئے، اور فرمایا، کہ تم مجھ سے زیادہ میرے خیر خواہ نہ ہو، اسی وقت ایک خط کسی شاگرد کے نام خوارزم لکھا، کہ میرے قرضدار سے کچھ تعرض نہ کیا جائے، قرضدار خوارزم سے چھوٹا، تو مرد کا قصداً کیا، لیکن دوسرے تاجروں سے ٹھہر بھڑ موگنی، اور حکومت کو بھی اس معاملہ کی خبر ہو گئی، حکومت کی جانب سے سختی ہوئی، تو امام بخاری کو اس کا افسوس ہوا، اور بکراہت قرضدار سے یہ طے کیا، کہ پچیس ہزار میں سے سال میں دس درم دے دیارے، مذاق کہتے ہیں، اس قرض کا آخر انجام یہ ہوا، کہ امام بخاری تک ایک حبہ بھی نہیں پہنچا،

اس تجارت رمضانیت کی آمدنی سے ستراسر امام بخاری کا مقصد تھا

خالق خدا کو نفع پہنچانا جس قدر اہل علم اور طلبہ رہتے اس سے ان کی خبر گیری کی عادت جاتی شیوخ و محدثین کی مدد کی جاتی جیسے میں اپنی آمدنی کا پانسو درہم فقرا اور مساکین محدثین اور طلبہ پر صرف کرتے طلبہ کے قلوب علوم نبویہ کی تحفیس کے لئے پر جاتے اہل علم کے ساتھ کثیر الاحسان رہتے کھانے پینے کے تکلفات اور عیش پسندی سے بہت دور رہتے جفاکشی کی عادت طبیعت ثانیہ بن گئی تھی

محمد بن ابی حاتم امام بخاری کے کاتب کہتے ہیں کہ ایک بار طالب علمی کے زمانہ میں آدم بن ابی ایاس کے پاس جانے میں ماہ خرچ ہو چکا گیا تو کئی روز گھاس کی ٹپیاں کھا کر گزار دیئے اور مطلق کسی کو نہ اس کی خبر کی نہ شواہل کیا۔

ابو الحسن یوسف بن ابی ذر بخاری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام بخاری علیل ہو گئے ان کا قارورہ طبیوں کو دکھایا گیا طبیوں نے قارورہ دیکھ کر کہا یہ قارورہ ان دردیشوں کے قارورہ سے مشابہ ہے جو ردیوں کے ساتھ ناخوش کا استعمال نہیں کرتے اور جن کا نذران صرف خشک ردیوں پر ہے علاج بھی بالاتفاق یہی تجویز ہوا کہ ان کو ردیوں کے ساتھ ناخوش دیا جائے آپکے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ چالیس برس سے ناخوش نہیں کھایا ہے عرض کیا گیا کہ اطباء نے آپ کے علاج میں ناخوش تجویز کیا ہے آپ نے پس منکر علاج سے انکار کر دیا ان کے شیوخ اور دیگر اہل علم نے مجبور کیا تو ردیوں کے ساتھ شکر کھانی منظور کی

حقیقت امر یہ ہے کہ جو شخص احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں "یوما بخروی ویوما یعقیق" ہو اس کو کھانے اور پینے کے تکلفات سے بہا تعلق

کبھی جبال خراسان میں دکھائی دے رہا ہے، تو کبھی کوہ لبنان پر مقیم ہے، کبھی بصرہ کا
 سفر درپیش ہے، تو کبھی کوفہ میں درس دیتا نظر آتا ہے، کبھی مسجد نبوی میں بین الحراب
 والے منبر صریح حدیثوں کا مجموعہ تیار کر رہا ہے، کبھی کسی شیخ کے پاس جانے میں خسر ج
 ہو کر گیا ہے، تو بھوک کی تکلیف کو جنگل کی پیوں سے دفع کرتا ہے، اور تین روز
 متواتر گھاس پات پر گزارہ کر کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم
 چلنے کا شرف حاصل کرتا ہے، جو ان کو غزوہ ذات الحظ میں پیش آیا تھا، کبھی مجلس
 درس میں کئی روز تک دکھائی نہیں دیتا، تفتیش کرنے پر معلوم ہوتا ہے، کہ پھر لنگی
 سارے کپڑے فروخت ہو چکے ہیں، جیسے دامن پکڑ رکھا ہے، اس لئے حجرے
 باہر نکلنا مشکل ہے، کبھی مسافر خانہ کی تیاری میں معامروں کے آگے ایٹھیں اور گارہ
 پہنچانے میں مشغول ہے، منع کرنے پر ہذا الذی ینفعنی کہہ رہا ہے، کیونکہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کا شوق دل میں جوش زن ہے، جو مسجد نبوی کی تیاری
 اور غزوہ احزاب کے روز خندق کھودنے میں پیش آیا جن موقعوں میں خود بنفس نفیس
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کل صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ اور پھر کے اٹھانے میں
 مشغول تھے، اور جوش مسرت میں فرماتے ے۔

هذا الحال، لاحال خیر هذا الامر، بنا واطهر

یہ بوجہ جس کو ہم اٹھاتے ہیں، خیر کے خرموں اور کھجوروں کے بوجہ نہیں ہیں، خدا کی قسم یہ

لے غزوہ ذات الحظ کو غزوہ سیف البھر بھی کہتے ہیں، ایک چھوٹا سا لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے سترہ کے سائل کی طرف یہ ماتحتی ابو عبیدہ بن الجراح بھیجا تھا، اس لشکر کو اس سفر میں دیر لگ
 گئی، رسد ختم ہو گئی، تو درخت کی پیوں پر گزارہ کرنے لگے، صریح بخاری

بوجھ اس سے کہیں زیادہ اچھے اور نفع بخش ہیں

کبھی واعدوا لہم ما استطعتم بہ من قوتہ ومن رباط الخیل کی تعمیل میں مستغرق ہے اور تیر اندازی کی مشاقی کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں جا رہا ہے کبھی نماز کے اندر کسی آیت یا سورہ کے پڑھنے میں اس قدر شغف ہے کہ موذی جانور کے نیش زنی کی حس تک نہیں، فراغت پانے پر دیکھا جاتا ہے تو نیش کا اس قدر ضرب ہے کہ نیش زدہ عضو متورم ہو گیا ہے،

مراج میں خلا ترسی بہت تھی، اسی طرح رگم دلی، انصاف پسندی یہ سب اوصاف گویا خلقی تھے، عبداللہ بن محمد الصبار فی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حجر بن اسماعیل را امام بخاری، کی خدمت میں ان کے مکان پر حاضر تھا، آپ کی لونڈی آئی اور آپ کی طرف سے نعل چلی، اس کے پاؤں کی ٹھوکر سے دھات الٹ کر وشنائی گر گئی، امام بخاری نے غصہ سے فرمایا: کیف تمثین، کس طرح چلتی ہے، شوخ لونڈی نے جواب دیا، اخالہ، مگر طریق کیف امشی، راستہ نہ ہوا تو کیوں کر چلوں، امام صاحب یہ جواب سن کر بجائے غصہ ہونے کے فرماتے ہیں: جاییں نے تجھے آزاد کر دیا، عیانی کہتے ہیں، میں نے عرض کیا: غضبتک یا ابا عبد اللہ، آپ کو تو اس نے غصہ دلانے کی بات کی، آپ نے بجائے غصہ کرنے کے آزاد کر دیا، امام صاحب نے فرمایا: رضیت نفسی بما فعلت جو اس نے کیا میں نے اپنے نفس کہا اس پر راضی کر لیا، گویا امام بخاری نے بجائے لونڈی کی تہنید کرنے کے

۱۔ اسید بن خفیر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حبیب القدر صحابی ہیں، غزوہ تبوک کی واپسی میں ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا تھا ۲۔ مقدمۃ الفتح ۱۲

ابو مشر نے منجھو کر پوچھا ساھی یہ کیا؟ اور کس بات کی معافی؟ امام بخاری نے کہا کہ آپ نے ایک روز ایک حدیث بیان فرمائی تھی، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ بہت خوش ہیں اور فرط مسرت سے سر اٹھاتے ہیں کوٹا رہے ہیں یہ دیکھ کر مجھے مسکراہٹ آگئی تھی ابو مشر نے عرض کیا "انت فی حدیث رحمتك الله" آپ پر خدا رحم کرے آپ سے کسی طرح کی باز پرس نہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص نے مسجد میں آپ کی ریش مبارک سے ایک تنکا نکال کر وہیں مسجد میں ڈال دیا، جب تک لوگ آپ کی خدمت میں حاضر رہے اور باتیں کرتے رہے آپ کی نگاہ برابر اس تنکے کی طرف تھی، لوگوں کی نظر جا کر آپ نے وہ تنکا اٹھا کر آئینہ میں رکھ دیا اور مسجد کے باہر ڈال دیا، یہ آداب مسجد اور اس کا احترام ہے، جس چیز کے دائرہ سیستھری صاف اور محفوظ رکھی جائے اس سے مسجد کو بھی صاف رکھنا چاہیے۔

✓ مزاج میں بہت بڑی احتیاط تھی، غیبت کے نہایت کنارہ کش رہتے فرماتے
مَا غَبْتُ مَنْ عِلَّتْ عَنْ الْغَيْبَةِ
یعنی جبکہ مجھے علم ہوا کہ غیبت کرنی حرام ہے
اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی
حرام

فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ میرا کوئی خصم مدعی قیامت کے دن نہ ہوگا، وفاق کہتے ہیں، میں نے کہا آپ پر لوگ تاریخ کے بارے میں دھبہ لگاتے ہیں، کلاس میں لوگوں کی غیبت کے اور غیبت حرام ہے، آپ نے فرمایا تاریخ میں جو عجوبے ہیں، متقدمین کے اقوال منقول ہیں ولہ نقلہ من عند النفساء ہم نے اپنی جانب سے

سے کوئی بات نہیں کہی

امام صاحب کا ایک بے نظیر وصف ان کی بے تعصبی ہے، جب ہم صحیح بخاری کا مطالعہ کرتے ہیں جو امام صاحب کی ایک ایسی تالیف ہے جس میں انتہا سے زیادہ احتیاط اور تشدد درپنا ہے، اسی احتیاط کا ایک انتہائی درجہ یہ تھا، کہ صحت کے یقین ہونے پر بھی استخارہ کے بعد جامع صحیح میں حدیث کو داخل کرتے تو جامع صحیح کی سندوں میں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں، جو مذہب اہل سنت کے خلاف تھے، امام صاحب نے ان سے روایت کرنے میں کچھ تامل نہیں کیا مگر چہ خود ان کے مذہب سے اختلاف رکھتے تھے،

لیکن یہاں یہ بتا دینا بھی ضرور ہے، کہ یہ بے تعصبی اور انصاف پسندی وہیں تک محدود تھی، جہاں تک انکی روایت میں اشتباہ نہ پیدا کرتی، چنانچہ محدثین کا یہ قاعدہ ہے، کہ اہل ہوائی درافضی، خارجی، معتزلی وغیرہ اسے اسی وقت تک روایت لینا جائز ہے، جب تک وہ اپنی بدعت کی تردید پر زور نہ دیتا ہو اور نہ اس کے مذہب میں بھوٹ بولنا جائز ہو، اور نہ جھوٹ کا کسی حالت میں مستفاد ہو، تم دیکھو گے، ایسے راوی صحیح بخاری میں موجود ہیں جن کی نسبت لکھا ہے رشی بالتشیع باوجود اس تہمت تشیع کے امام صاحب نے ان سے روایت اخذ کی، اور اس روایت کو صحیح بخاری میں داخل فرمایا، تم کو ایسے بھی بہت راوی کتب رجال میں ملیں گے جن کی نسبت لکھا ہے، کہ امام بخاری نے اسے تشیع اور فضیلت کی تہمت سے ترک کر دیا، بات اس میں اسی قدر ہے، کہ شیعوں کی ایک جماعت کذب کی مجوز ہی نہیں، بلکہ معتقد ہے، اسی لئے ان سے امام صاحب

نے احتراز کیا، کیونکہ ایسے لوگوں کی روایتوں پر کسی طرح اعتماد نہیں ہو سکتا
 جہاں جرح میں احتیاط تھی، رواۃ حدیث کے اوصاف بیان کرنے میں بھی
 کمال احتیاط تھی ان کے واقعی اوصاف اور سچی توثیق بیان کرنے میں دریغ نہ کرتے

سنن کی پابندیاں

حدیثوں کا سلسلہ سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال و تقریرات
 کے مشید اور شفیقہ تھے اس کا اندازہ قیاس سے باہر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے صحابیوں کی صحبت تابعینوں نے پائی اور اسی رنگ میں رنگے گئے، ان میں
 بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی قریب قریب وہی گرویدگی رہی جس کو
 انہوں نے اسے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی تھی، یہ سلسلہ محدثین پر عمل
 رخصتم ہوتا ہے مگر جو ہم یہ دعویٰ تو کر نہیں سکتے کہ آپ کے صحابیوں میں جس قدر شیفگی

اسے چنانچہ شیعوں کی ایک بڑی جماعت کذب کو عین ایمان جانتی ہے، وہ کتاب جس سے بڑھ
 کر شیعوں کے یہاں معتبر کتاب نہیں ہے، لا اصول کافی، اس میں اس قسم کی روایات موجود ہیں جن
 میں ائمہ شیعہ نے عمداً کذب کی تعلیم کی، جہاں کسی طرح کا خوف و سراس نہیں تھا، بلکہ شیعوں کے اصول
 میں اختلافات و مبادیات ائمہ کی طبیعت کا ایک بہت بڑا اہل تھا، ہذا قاعدہ رندہ معمول علی التقیہ ہے
 جس سے کسی روایت پر اعتماد نہیں ہو سکتا، ہر روایت میں اپنی ہوس کی پابندی میں جس روایت کو
 اپنی خواہش کے خلاف پاسنے کا بول بٹھے گا، ہذا معمول علی التقیہ، چنانچہ استنبصار میں شاید
 کوئی ایسا مقام ہوگا، جہاں معمول علی التقیہ نہ کہا گیا ہو، ۱۲ منہ

اور حبش تھا، اسی پیمانہ اور اندازہ کا جو شہ کل تابعیوں میں اور ان کے بعد کل محدثین کے
برابر قائم رہا، تاہم محدثین کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ان پر
عمل کرنے کے ساتھ ایسی ہی شہادت کی اور گردیدگی تھی جس کا بیان آج نادرات سے
شمار کیا جاتا ہے، امام احمد قبل فرماتے ہیں:-

ما كنت قرأت حدیث الا عملت
به حتی مررت ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم احکم واعطى الجحام
دینارا فاختمت واعطیت الجحام
دینارا۔ (تدریب)

یعنی کوئی حدیث میں نے ایسی نہیں پڑھی جس
پر میں نے عمل نہیں کیا، حتیٰ کہ جب میں نے
یہ پڑھا، کہ آپ نے مجھنی لگائی اور جحام کو
ایک اشرفی دی، تو میں نے بھی مجھنی لگائی، اور
جحام کو ایک اشرفی دی۔

دیح بن جراح ایک بڑے پاریہ کے محدث تھے، وہ فرمایا کرتے:-

اذا اردت ان تحفظ حدیثا
فاعمل بہا
اگر حدیث یاد کرنا چاہو تو اس پر عمل
کو (تدریب)

علامہ ابراہیم بن اسماعیل محدث فرماتے ہیں:-

کناستعین علی حفظ الحدیث
بالعمل
ہر بیٹوں کے یاد کرنے کا فریب ہم
عمل کو بناتے تھے،

اس لئے اصول کی کتابوں میں جہاں طالب حدیث کے لئے آداب مذکور ہوئے

ہیں، وہاں ایک ادب یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے

علامہ سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں: طالب حدیث کو لا بدی ہے کہ عبادت

نصاب اعمال و آداب کے بیان میں جو احادیث سننے ان پر عمل کرے، یہ حدیث

کی زکوٰۃ ہے اور حدیثوں کے یاد ہونے کا باعث "حدیثوں کی اس غلی پابندی کی وجہ سے اور بھی محکم کو روٹی امہ میں قیاس اور رائے لگانے سے نفرت اور دوسری ہوتی گئی انسان کے صفت دل پر خالوای لیل والحدیث نہاد" کا مضمون نقش کا لکھ ہوتا گیا وہ بات بات پر طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متلاشی ہوتے رہے۔۔۔ کسی ایسے امر کو جس کی صحت ان کو معلوم ہو گئی، ترک کرنا نہیں چاہتے،

تیر اندازی باوجود اس کے کہ علماء کا فن نہیں ہے، لیکن چونکہ احادیث میں اس کی سفیت وارد ہے، امام بخاری تیر اندازی کی مشاقی کے لئے سوار ہو کر برابر میدان میں تشریف لے جاتے تھے، اور اس قدر مشاق ہو گئے تھے، کہ آپ کا تیر بھی نشان سے خطا نہ کرتا، وراق کہتے ہیں کہ میں کبھی امام بخاری کا تیر خطا کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حالانکہ میں مدتوں ان کی صحبت میں رہا، ہاں ایک دفعہ کا واقعہ ہے، کہ ہم لوگ فربر سے تیر اندازی کے لئے نکلے، اور تیر اندازی شروع ہوئی، اتفاقاً امام بخاری، کا تیر ایک پل رجو کی نہر پر بنا ہوا تھا، کی میخ پر جا کر ایسا بیٹھا، کہ پل کو نقصان پہنچا، آپ فی الفور سواری سے اتر کر پل کے پاس تشریف لے گئے، اور تیر کو میخ سے نکالا، اور ہم کو آواز دی "ہم قریب پیچھے، تو آچکے افسوس سے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا "ابو جعفر وراق، تم اس پل کے مالک کے پاس جاؤ، اور کہو، کہ ہم سے تمہارا پل خراب ہو گیا ہے، اگر تم جازت دو، تو تمہارا پل جیسا تھا بنا دیں، یا تمہاری خوشی ہو، تو ہم سے اس کی قیمت لے لو، اور ہمارا تھوڑا معاف کر دو" پل کے مالک رعبید بن الازہری نے کہہ دیا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟" امام بخاری کو میرا سلام نہوا، اور عرض کرو، کہ کچھ مضا لفر نہیں میرا کل مال اور ساری دولت آپ پر قربان ہے، آپ کچھ متر دے رہے ہوں، امام بخاری

یہ سنکر نہایت ہشاش ہوئے، اور اس خوشی میں انہوں نے سو درم غربا اور مساکین کو تقسیم کئے، اور پانچ سو درہیں روایت کیں۔

شہر بخارا کے باہر ایک مہمان سرا بنوایا تھا، تعمیر کے وقت جو مزدور معماروں کو انیشیں پہنچاتے ان میں خود امام بخاری بھی شامل تھے، اپنے سر پر انیشیں رکھ کر لے جاتے اور معماروں کو دیتے، ایک شاگرد نے ازراہ دلسوزی ایک روز عرض کیا، کہ آپ کو اس محنت کی کیا ضرورت ہے، امام بخاری نے فرمایا:-

لَعَنَ الَّذِي يَنْفَعَنِي ۚ یہ وہ کام ہے جو مجھ کو نفع دے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق میں اپنے ہاتھوں سے خندق کھودتے تھے، بلکہ کوئی سخت چٹان نکل آتی تھی تو آپ ہی اپنے دست مبارک سے اس کو سر کرتے اور مسجد نبوی کی تعمیر میں اپنے دست مبارک کے صحابیوں کے ہمراہ پھر انیشیں دھوتے، عمار رضی اللہ عنہ قوی تھے، دو دو انیشیں لے جاتے تھے، تو اس پر آپ

کا پیارا اور لطفت خاص ہوتا، اور اس مزدوری کے کام میں کبھی کبھی جو ش بڑھ جاتا فوراً جزیہ کے اشعار پڑھنے لگتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے،

اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ ۚ مَا عَفَرُوا إِلَّا نَصَارَ وَالْمُفَاجِرَةَ ۚ
هَذَا أَحْمَلُ لِحَالِ خَيْبَرَ ۚ هَذَا أَبْذُرُ بَيْتِكَ وَطَهْرُ

اور صحابیوں کے جزیہ تھے

اللَّهُمَّ لَوْ لَا أَنْتَ مَا أَهْتَدَيْتَنَا ۚ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا مَلَكِيْنَا

اس جزیہ کے کئی اشعار ہیں، اور صحاح میں یہ واقعات بڑی تفصیل سے

مذکور ہیں یہ سنت امام بخاری کیونکر چھوڑ سکتے تھے،

وراق کہتے ہیں: جب جہا نسر اٹھیا رہو گیا، تو آپ نے دعوتِ مادبہ کی کہ ابو عبد اللہ حاکم اپنی مسلسل سند سے بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری رمضان میں جب لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو بڑی ہلکی پڑھتے، پورے مہینہ میں ایک ختم کرتے تھے اور خود تنہا نصف شب سے سحر تک پڑھتے، اور تین روزہ میں ایک ختم کرتے، اور پھر صبح سے لے کر افطار کے وقت ایک ختم روزانہ کرتے، اس حساب کے کل ختم قرآن رمضان شریف کے اکتالیس ہوتے، فرمایا کرتے تھے کہ ہر ختم قرآن پر ایک دعا قبول ہوتی ہے، اس میں کیا شک ہے، کہ رمضان کے دنوں میں قرآن نازل کیا گیا، اور مشہور مصنفان الذی اتزل فیہ القرآن صاف فرمادیا گیا اور یہ بھی بہ ثبوت ثابت ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل رضی اللہ عنہ نے قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اس واسطے خدا کے بندوں کو رمضان میں قرآن سے شغف بڑھاتا ہے، ✓

امام بخاری کا یہ معمول ہمیشہ کا تھا، کہ پچھلی شب کو تیرہ رکعتیں نماز پڑھتے، ان میں دو ایک رکعت پڑھتے، آپ نے فرمایا کہ میں نے دربارِ الہی میں دو باتوں کی دعا کی، خدا نے دونوں اسی وقت منظور کر لیں، اس سے مجھے خوف ہوا، کہ ایسا نہ ہو، کہ میری مزدوریوں کا بدلہ نہیں مل جائے، اور آخرت گھٹے میں رہے، اس لئے میں نے درخواست کرنی ترک کر دی، امام بخاری کا قول ہے، کہ میں نے جب کوئی دنیا کی بات کا ذکر کیا، تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا کر لی، اس کے بعد ذکر کیا۔

لے تا شہ یہ کل مضامین مقدمہ فتح الباری اور الطبقات الکبریٰ سے لئے گئے ۱۲

اور فرماتے تھے کہ انسان کو ایسی حالت میں رہنا چاہیے کہ اگر وہ دربار الہی میں سوال کرے تو اس کا سوال روز کیا جائے یہ ایک نہایت جامع جملہ امام بخاری کے موقوفات میں ہے جس کی شرح نہایت طویل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عمال روزی لکھنا چاہیے، سچ بولنا چاہیے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے سے ڈرنے چاہیے، اس کے ساتھ غلامی اور محبت پیدا کرنا چاہیے، اس کے کبھی غفلت نہ کرنا چاہیے۔

طبیعت نہایت جفاکش اور مخنتی طاق ہونی تھی، جو کام خود کر سکتے تھے کبھی اس میں دوسروں کے مدد لینا پسند نہ کرتے،
 سہ ہذا کہتے ہیں کہ کتاب التفسیر لکھتے وقت رات میں پندرہ بیس بار اٹھتے اور چراغ جلا کر حدیثوں پر نشان دیتے، حالانکہ میں ان کے پاس موجود ہوتا تھا، میں نے ایک روز عرض کی کہ آپ مجھے کیوں نہیں جگا دیتے؟ میں چراغ جلا دیا کروں یا جو کام ہو مجھے فرمائیے، جواب میں آپ نے فرمایا۔

انت رجل شاب فلاحب ان تم جوان آدمی ہو میں تمہاری نیند خراب کرنا
 فسد عليك نومك نہیں چاہتا۔

سلاطین اور امرا کی مخالفت سے دوری

سلاطین اور امرا کی مخالفت اور مخالفت سے دور رہتے تھے، ان کی جاہلے جاہلوں اور تعریفوں سے پرہیز کرتے، ان کا یہ خیال تھا کہ ان کی صحبت میں کبھی دین میں استقامت باقی نہیں رہ سکتی، ان کی رعایت میں ایک سچا دیندار کہاں سے کہاں

لے مقرر مفتح الباری والطبقات الکبریٰ ۱۱ لے تہذیب التہذیب ۱۲

کسک جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا، تو تم آج فقہ کی کتابوں میں کاباس بہ کی اس قدر کثرت نہ پاتے، امام بخاری کا یہ اپنا جہاد نہ تھا، یہ حدیث نبوی کی تعمیل تھی، امام صاحب کے محفوظات میں ہے، کہ اصرار کی صحبت میں علم کی ذلت کے ادران کی خوشامدی میں کما نقصان
✓ خالد بن احمد ذہبی سلطنت طاہریہ کی طرف سے بخارا کا گورنر تھا، اس کے امام بخاری کی خدمت میں رجب امام المحدثین نے تکمیل کے بعد شہر بخارا میں مسدود رہے۔

۱۔ مشکوٰۃ کتاب العلم ۲۔ مقدمۃ الفتح ۳۔ خلفائے عباسیہ کی حکومت سب سے پہلے خراسان میں ضعیف ہوئی، یہاں ٹوک طاہریہ کا ایک خاندان قائم ہو گیا، جس کا پایہ تخت نیشاپور اور بوشیخ قرار پایا، ٹوک طاہریہ کو خلفائے عباسیہ کا خود سرگورز سمجھا جیتے، یہ لوگ خلفائے بغداد سے معروف نہ تھے، لیکن ان کے خاندان میں پے در پے دلائی کا ہونا خاندان کی قوت کا ثبوت دیتا ہے جس سے خلفائے عباسیہ کی کمزوری ضرور لازم آتی ہے۔

ٹوک طاہریہ کی بنیاد یوں پڑی، کہ طاہر بن حسین جس نے خلیفہ مامون الرشید عباسی کے بھائی امین الرشید کو قتل کیا تھا، گو بہ ظاہر مامون کا ہی خواد تھا، لیکن مامون اپنی عالی نشی کو کیا کرتا، کہ وہ اپنے بھائی کے قاتل کو کسی طرح دل سے پسند نہیں کرتا تھا، مامون نے اپنے بیٹے خلیفہ کو بہت چھپایا، لیکن طاہر بن طاہر ہو ہی گیا، اور وہ کسی طرح خراسان کی گورنری کا پردانہ لے کر مامون کی خدمت سے الگ ہو گیا۔

خراسان پہنچ کر طاہر نے ایک روز مامون کا نام خطبہ جمعہ میں نہیں لیا، اور یہی ابتدائی بغاوت تھی، لیکن اتفاق سے وہ دوسرے ہی دن مر گیا، اور اس کے بعد طلحہ بن طاہر علی بن طلحہ، عبداللہ بن طاہر، طاہر بن عبداللہ، محمد بن طاہر بن عبداللہ پے در پے پانچ والی خلفائے بغداد کے حکم سے مقرر ہوتے رہے، اور برابر طلحہ خلیفہ رہے ۱۲ منہ۔

مستمكن ہو کر درس دینا شروع کیا، اور طالبین حدیث اور شافعیین علوم کی جماعت
 فیض یاب ہونے کے لئے جوق جوق چلی آرہی تھی، عالم میں ایک شہرت مچی ہوئی
 تھی، یہ درخواست بھیجی، کہ آپ حریم شاہی میں تشریف لا کر مجھے اور شاہزادوں کو
 صحیح بخاری اور تاریخ کا درس دیں، امام صاحب نے صاف انکار کر دیا، اور دیکھا
 دیا، کہ امام مالک جیسے علم کے قدردان اب بھی دنیا میں موجود ہیں، جن کو دنیا کی
 مخالفت کی بالکل پروا نہیں، نہ زرد مال، اور دنیاوی جاہ و جلال کی طمع، جس کی
 معرفت درخواست بھیجی تھی، امام صاحب کے اسی کے ذریعہ کہلا بھیجا، کہ میں حریم شاہی
 میں جا کر خوشامدی بننا نہیں چاہتا، اس میں علم کی بے قدری ہے، پھر اس نے
 درخواست کی، کہ بہتر اگر آپ حریم شاہی میں تشریف لانا نہیں پسند کرتے، تو
 شاہزادوں کے لئے غاص وقت دیں، جس میں عام خلعت کی شرکت نہ ہو، آپ
 نے فرمایا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے، اس میں عام و خاص سب
 کا حق مساوی ہے، میزی دس گاہ اور مسجد کا دروازہ ہر وقت اور ہر شخص کے لئے
 کھلا ہوا ہے، جس کو شوق ہو آکر مستفید ہو، کسی کے لئے روک ٹوک نہیں ہے،
 میں کبھی ایسی درخواست منظور نہیں کر سکتا، اگر ناخوش ہو، تو میرا درس بے در روک دو
 لیکھت لی عند اللہ عز و جل
 تا مجھے خدا کے دربار میں عذر ہو

اس صاف اور بے لگاؤ جواب سے والی بخارا کو سخت برہمی پیدا ہوئی اور
 آپ کے خارج البلد کرنے کی فکر میں ہو گیا، لیکن امام بخاری کا سکہ تمام مسلمانوں پر ایسا
 جما ہوا تھا، کہ بزرگ سلطنت کچھ نہ کر سکا، آخر چند لوگوں کو اس بات کے لئے مقرر
 کیا، کہ کوئی الزام امام صاحب پر ایسا قائم کیا جائے جس سے عام لوگوں کو آپ

سے برہمی پیدا ہوا چنانچہ ایک جھوٹا اتہام لگا کر شہر چھوڑ دیئے کا حکم دیا جس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ

امام المحدثین کی شہرت اور مسلمانوں کا اشتیاق

✓ امام المحدثین زمین کے جس خطہ میں تشریف لے جاتے مسلمانوں کا اس قدر هجوم ہوتا کہ ہمارے الفاظ اس کے بیان کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔
لوگ ان کے فضل و کمال بے نظیر نقاہت، خداداد حافظہ، تبحر فی العلم کے خلاف قیاس حکایات سن سنکر دیکھنے کی تمنا کرتے، جہاں پہنچتے اس قدر هجوم ہوتا کہ تل و طہرے کو جگہ نہیں ملتی۔

ٹیکس کے بعد جب بخارا کا قصد کیا، اور بخارا والوں کو آپ کی تشریف آوری کی خبر پہنچی تو سارا شہر استقبال کے لئے اٹھ آیا، شہر سے باہر تین میل تک جیسے استادہ ہو گئے، کوئی آدمی قابل تذکرہ شہر میں باقی نہ رہا، شہر میں بڑی شان و شوکت سے لائے گئے، اور ان پر اشرافیاں، روپے، مٹھائیاں، ثمار کی گئیں

امام مسلم فرماتے ہیں، کہ جب نیشاپور والوں نے آپ کے نیشاپور تشریف لانے کی خبر پائی تو اہل شہر کے دو دو منزل، تین تین منزل سے جا کر ان کا استقبال کیا اور شہر میں اس شان و شوکت سے لائے گئے کہ امام مسلم کہتے ہیں، میں نے وہ شان و تزک آج تک نہ کسی حاکم کا دیکھا، نہ کسی اہل علم کا، محمد بن منصور کہتے ہیں کہ صرف گھوڑے سوار چار ہزار تھے، پیادہ پانچلنے والوں، گدھے سواروں، فخر سواروں کا اندازہ نہ تھا

ایک بار بغداد شریف لے گئے، جو بنی عباس کا دار الخلافت تھا، عباسیوں کی قدردانی نے بغداد کو علوم اسلامیہ کا مرکز بنا رکھا تھا، اہل بغداد نے آپ کی شہریت سنکر ان کے کمالات علمیہ، خدا داد حافظہ کی جانچ کا سامان نہایت وسیع ہر پہلو پر پہلے ہی سے کر رکھا تھا، بصرہ والوں کو ان کے بصرہ پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی، تو ایک عجیب ہنگامہ مچ گیا۔

یوسف بن موسیٰ مرہزی کہتے ہیں: میں بصرہ کی جامع مسجد میں ایک بار موجود تھا ایک نقیب کو پکارے شہنا، علم والو! محمد بن اسماعیل بخاری پہنچ گئے، لوگ ان کی تعظیم کو ٹوٹ پڑے، میں بھی لوگوں کے ساتھ ساتھ تھا، میں نے امام بخاری کو ایک نوجوان آدمی دیکھا آپ کی دائرگی کے بال بالکل سیاہ تھے، وہ ایک ستون کے پیچھے نفل پڑھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہو گئے، تو لوگوں نے گھیر لیا، اور تمام لوگوں کی ٹٹکی بندھ گئی، اہل بصرہ نے درخواست کی، کہ آپ ہمارے لئے مجلس اطلاق قائم کریں، آپ نے منظور فرمایا، نقیب نے دوبارہ جامع بصرہ میں پکارا، علم والو! امام بخاری سے مجلس اطلاق کی درخواست کی گئی تھی، انہوں نے منظور کر لی ہے، کل فلاں مقام پر مجلس اطلاق قائم ہوگی، صبح ہوتے ہی فقہاء، متکلمین، محدثین حفاظ کی بڑی بڑی جماعتیں جوتی کی جوتی آنا شروع ہوئیں، یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں ہزاروں، ہزار کا مجمع ہو گیا، امام بخاری املا کے لئے منبر پر رونق افروز ہوئے، قبل اس کے کہ حدیثوں کا لکھنا شروع کریں، آپ نے فرمایا: اہل بصرہ! آپ لوگوں نے مجھ سے درخواست کی، کہ میں آپ لوگوں کے

لئے مجلس اقامت کروں، میں نے منظور بھی کر لیا، میں ابھی کمسن جوان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے شہر بصرہ کی حدیثوں کو جو تمہارے پاس نہیں ہیں، بیان کروں، اس پر بصرہ والے متعجب ہوئے، اور ان کا اشتیاق دوبارہ ہو گیا، نگاہیں اشتیاق میں اٹھنے لگیں، کہ آواز آتی، اور پہلی حدیث کا املا یوں شروع ہوا

حدثنا عبد الله بن عثمان بن حيلة بن رواد العتكي ببغداد قال قال ثنا ابی عن شعبة عن منصور وغيره عن سالم بن ابی الجعد عن انس بن مالك ان اعرابيا جاء الى النبی صلی الله علیه وسلم فقال يا رسول الله ارجل يحب القوم الحديث

اس حدیث کو لکھا کر آپ نے فرمایا، بصرہ والو! یہ حدیث تمہارے پاس منصور کے واسطے سے نہیں ہے، بلکہ دوسرے واسطے سے ہے

یوسف بن موسیٰ کہتے ہیں، کہ ایک مجلس کامل آپ نے اسی طریقہ پر لکھائی، ہر حدیث کے بعد فرماتے تھے، بصرہ والو! تمہارے پاس یہ حدیث اس سند سے نہیں پہنچی، تمہارے پاس یہ حدیث دوسری سند سے مروی ہے

یہ بصرہ وہ شہر ہے، جسے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں آباد کرایا تھا، دست علم اور اشاعت حدیث کے اعتبار سے نہایت ممتاز تھا، بصرہ اور کوفہ یہ دونوں شہر اسلامی علوم کے دارالعلم خیال کئے جاتے تھے، مگر محظروں نے یہ منہ منہ کے ہم پایہ کہنا، تو نہایت جسارت ہے، اور نہ ایسا ہونا کبھی ممکن ہے، تاہم اسلامی علوم کے اعتبار سے یہ دونوں شہر ایک زمانہ میں بہت بلند پایہ تسلیم کئے گئے ہیں۔

علامہ ذہبی نے اسلام کے دوسرے تیسرے دور میں جن لوگوں کو حاملین حدیث کا لقب دیا ہے، اور ان کے مستقل ترجمے لکھے ہیں، ان میں مشرق بن ابی جریہ، امام حسن بصری، قتادہ، شعبہ بن حجاج، محمد بن سیرین، فن حدیث اور تعبیر کے امام اسی بصرہ کے رہنے والے یا نزیل تھے،

رائے و تدبیر عقل و فراست، ذہانت و طباطبی امام بخاری کے وہ مشہور اوصاف ہیں جن کو موافق و مخالف سب کے تسلیم کیا ہے، امام قتیبہ بن سعید کہا کرتے تھے میں نے مدتوں علماء کی خوش چینی کی ہے، لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا، محمد بن اسماعیل جیسا جامع شخص نہیں دیکھا، امام بخاری اپنے زمانے میں رہا اعتبار عقل و دانش، فہم و فراست کے، ویسے ہی تھے، جیسے خلیفہ عمر بن الخطاب اپنے زمانہ میں، امام بخاری کی ذہانت عموماً عجب المثل ہے، یہاں تک کہ جب ان کا ذکر بھی آجاتا ہے، تو ساتھ ہی یہ صفت بھی ضرور بیان کی جاتی ہے، علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہایت اختصار کے ساتھ لکھا ہے تاہم اس فقرہ کو نہ چھوڑ سکے،

وكان رأساً في الذكاء، رأساً
يعني آپ ذکاوت اور علم میں سب سے
فائق تھے،
في العلم

یہ بات عموماً رائج ہے، کہ ہمارے مؤرخین تذکروں اور رجال کی کتابوں میں علماء کے حالات میں ان کی تیزی ذہن، قوت حافظہ، بے نیازی، تواضع، قناعت، زہد، اتقا وغیرہ اس قسم کے اوصاف لکھتے ہیں، لیکن عقل، رائے، فراست، تدبیر،

کا ذکر نہیں کرتے، گویا یہ باتیں دنیا داروں کے ساتھ مخصوص ہیں، اسی بات کو علامہ ابن خلدون نے اس پیرایہ میں لکھ لیا ہے کہ علماء کا کردہ انتظام اور ریاست سے بالکل مناسبت نہیں رکھتا اور یہ بالکل صحیح ہے، حالانکہ سچ پوچھیے تو علماء میں ان اوصاف کی زیادہ ضرورت ہے اسلام بخلاف اور مذہبوں کے دین کے ساتھ دنیوی انتظامات کا بھی مقنن ہے۔

خلفائے اولین کے حالات پڑھو، سیاست اور انتظام ملکی کے لحاظ سے تمام دنیا کے سلاطین اور فرمانرواؤں میں کون شخص ان کا ہم پایہ کہا جاسکتا ہے بے شبہ اس خصوصیت کے اعتبار سے امام المحدثین تمام فرقوں کے علماء میں ممتاز ہیں کہ وہ مذہبی امور کے ساتھ دنیوی ضرورتوں کے بھی اندازہ دان تھے گویا سلاطین اور امراء کے کوسوں الگ رہتے، شاہی تعلقات سے انتہاء درجہ متنفر رہتے لیکن قیام عمارت سلطنت کے اعلیٰ سے اعلیٰ قوانین آپس نے احادیث و آئینے تنظیم کر کے بتائے صحیح بخاری کے وہ حصے جن میں معاملات کا بیان ہے، کتاب السیر تک پورے پڑھو، اور باریک نگاہ سے دیکھو، حقیقت امر یہ ہے کہ چونکہ امت اور اعلیٰ ترین قوانین شرعیہ امام المحدثین نے صحیح صحیح حدیثوں سے استخراج اور تنظیم کر کے صحیح بخاری میں ذکر کئے ہیں، تمدن کی جان، اور سلطنت کی روح رواں ہے اور حق یہ ہے کہ امام المحدثین ہی کی خداداد نقاہت کا یہ حصہ تھا۔

لے اور رئیس جیوگرافیکل ڈکشنری ملبنوٹہ لندن ۱۸۹۱ء میں ٹومس ولیم ہیل صاحب لکھتے ہیں کہ امام بخاری شہید مقنن گندہ ہے، مذہب اسلام کے متعلق ان کا مجموعہ احادیث صحیح بخاری کے لقب سے مشہور ہے تمام احادیث میں سب سے بڑا سند صحیح جاتا ہے، منقول ہزاروں بار کہنے کے قدر میں معتقد اور اتھنوسٹ

ہم دیکھتے ہیں کہ جو قومیں آج ترقی پر ہیں جن کا ستارہ اقبال اوج پر
 تاباں ہے امام المحدثین کے قوانین مستنبطہ کو گوگردا عمرے بھی زیادہ عزت کی نگاہ
 سے دیکھتی ہیں جیسے جیسے تجربہ ان کو جاتا جاتا ہے ان کا شغف بڑھتا جاتا ہے
 اور جس قدر ان قوانین کی پابندی کی جاتی ہے سلطنت پر امن ہوتی جاتی ہے اور
 تمدن ترقی پذیر ہے۔

معقول و منقول میں تطبیق دینی قوانین اسلامیہ کو قوانین عقلیہ کے مطابق
 کر کے دکھانا، آج اعلیٰ درجہ کا کمال سمجھا جاتا ہے، قوم کی قوم اس کی طرف متوجہ ہے
 علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن حزم نے اس موضوع پر مستقل تصنیفیں لکھی ہیں
 اسلامی میگزینوں نے تو آج اس کا ٹھیکہ لیا ہے، اور حقیقت میں یہی ایک موضوع
 ہے جو علم کلام کی روح رواں ہے، اور اسلام کی کمال خوبی اسی میں ہے کہ اس
 کے قوانین، قوانین عقل کے خلاف نہیں، امام المحدثین کو یہ موضوع ہزار برس سے
 بھی پہلے خیال میں آیا تھا، چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب شرح تراجم ابواب
 میں لکھتے ہیں :-

و کثیرا ما یستخرج الاخاب المفہوم من العقل من الکتاب والسنة بنحو

ام، آر۔ اسے دس مطبوعہ لندن ۱۸۹۰ء صفحہ ۳۹، امام بخاری اور ابن کثیر کی تصانیف کے متعلق اسی قسم
 کی شہادیں حسب ذیل کتابوں میں بھی موجود ہیں، ۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد اول
 صفحہ ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۱ صفحہ ۳۷۷، طبع چارڈم ۱۹۱۱ء ایضاً جلد ۱۲
 صفحہ ۷۷، ۷۸، ۷۹، انسائیکلو پیڈیا آف ریجن اینڈ اینٹیکس جلد ۱ صفحہ ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴

من الاستدلال والعادات الكائنة في زمانه صلى الله عليه وسلم
ومثل هذا لا يدركه حسد الا من مارس كتب الاحاب واجال
عقله في ميدان اداب قومه شرط يد له من السنة اصلا
سہا بہاں مورخین اور تذکرہ نویس امام المحدثین کے اور کمالات کا ذکر کرتے ہیں
وہاں قوت حافظہ کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ علیحدہ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں
ان کی قوت حافظہ کے واقعات محدثین میں ضرب المثل ہیں

جب وہ صغیر السن تھے، تو ان کے اساتذہ اس خداداد قوت کو دیکھ کر
کہتے: "یہ پونہ بار لڑکا ہے" ایک روز احمد بن حنبل نے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر کہا
"ھن ایكون لہ صیت" ان کا ڈنکہ بجے گا، ایسے ہی ایک روز سلیمان بن
حرب نے بھی کہا:

✓ امام ترمذی کہتے ہیں کہ ایک روز امام بخاری، عبد اللہ بن منیر کے پاس
بیٹھے تھے، جب امام بخاری اٹھے، تو عبد اللہ بن منیر نے فرمایا:
یا ابا عبد اللہ جعلک اللہ
۱۔ ابو عبد اللہ خدام کو اس امت کی
زین ہذا الامۃ ذنیت بنائے۔

امام ترمذی کہتے ہیں، خدائے عبد اللہ بن منیر کی دعا سن لی، اور حقیقت میں امام
بخاری کو اس امت کے لئے موجب افتخار بنایا۔
عاشد بن اسماعیل کہتے ہیں، کہ امام بخاری ہمارے ساتھ شیوخ بصرہ کی

لے تاکے یہ سب مضامین القوائد الداری سے اخذ ہیں، ۱۳۔ بعنیم الیم وکسر السنون وڈنم
البداء وخرہ راء، مقدمتا لفتح ۱۴

درس گاہوں میں شامل ہوتے لیکن لکھنے سے کوئی تعلق نہ تھا اس حالت میں کچھ دن گزر گئے تو ہم نے ان کو سمجھانا شروع کیا کہ آپ ناحق اپنا وقت ضائع کرتے ہیں جب ہماری باتوں کو سنتے سنتے گھبرا گئے، تو فرمانے لگے

قد اکثر تخر علی تم لوگ حد سے متجاوز ہو چلے۔

اچھا تم نے جو لکھا ہے، پیش کرتے جاؤ، لوگوں نے اپنے اپنے لکھے ہوئے اجزاء اٹھا لیے اور پڑھنا شروع کئے، جب لوگ سنا کر فارغ ہو چکے تو امام صاحب نے پندرہ ہزار حدیں ان اجزاء کے علاوہ پڑھ کر سنادیں، اور ہمارے لکھے ہوئے اجزاء بھی سب دہرا گئے، یہاں تک کہ ہم نے اپنے اپنے لکھے ہوئے اجزاء کی تصحیح آپ کے حفظ سے کر لی،

اور ہر جستانی کہتے ہیں کہ ہم لوگ امام سلیمان بن حرب کی درس گاہ میں حاضر ہوئے، اور ہمارے ساتھ محمد بن اسماعیل و بخاری ہوئے، وہ صرف سن لیا کرتے لکھتے نہ تھے، بعض لوگوں نے اعتراض کیا، کہ یہ کیوں نہیں لکھتے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ جب بخارا جاتے ہیں، تو یہاں رکھ کر، کی بکھی ہوئی حدیں قلم بند کرتے ہیں، مجلس درس میں قلم بند کرنے کا دستور نہیں۔

سلیمان بن حرب اپنے وقت کے بڑے پایہ کے امام، حافظ حدیث اور مکہ کے قاضی ہیں، شعبہ، جریر بن عازم جیسے ائمہ فن کے شاگرد ہیں، یحییٰ قطان

ابن الشوات الدرداری، عہد خلیفہ مامون عباسی نے قاضی یحییٰ سے پوچھا کہ تم میں بصرہ میں کس کو چھوڑا، قاضی صاحب نے منجملہ اور مشائخ کے سلیمان بن حرب کا نام لیا اور بڑی تعریف کی، خلیفہ نے ان کو مکہ کا قاضی مقرر کر دیا، تہذیب التہذیب،

محمد بن جعفر جیسے لوگ ائمہ جرح و تعدیل ان کے قدیم تلامذہ ہیں، حافظہ اس غضب کا تھا کہ دس ہزار حدیثیں رعایت کیں، اور ہاتھ میں کتاب نہ تھی۔

ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں ایک بار شہر بغداد میں ان کی درس نگاہ میں حاضر ہوا، تو حاضرین درس کا تخمینہ چالیس ہزار تھا، ۲۲۲ھ میں وفات پائی، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، باوجود اس فضل و کمال کے امام بخاری سے فرماتے۔

بین لنا غلاط مشعبۃ مجھے شعبہ کی غلطیوں پر متنبہ کر دیا کرو

کسی نے مابظا ابوالعباس الفضل بن العباس سے جو فضلك کے ساتھ مشہور ہیں اور نہایت بلند پایہ محدث ہیں، پوچھا کہ دو شخصوں را امام ابو زرہ اور امام بخاری، میں سے بڑا حافظ حدیث کون ہے؟ ابوالعباس نے کہا، مجھ کو محمد بن اسماعیل بخاری سے ملاقات نہیں، مطلب یہ تھا کہ جس کو میں نے دیکھا ہی نہیں، اس کے علم و فضل کا اندازہ کیونکر کر سکتا ہوں، اور دوسرے ذی علم کے ساتھ سے نسبت کیونکر دے سکتا ہوں، علامہ فضلك امام نسائی کے شیخ اور قعنبی کے شاگرد ہیں، ۲۸۰ھ تک زندہ رہے۔

علامہ فضلك کہتے ہیں کہ اتفاقاً حلوان اور بغداد کے درمیان میں جھکے اور امام بخاری سے ملاقات ہو گئی، میں اپنے عزم کو منسوخ کر کے امام صاحب کے ہمراہ بولیا، اور ایک منزل تک برابر ساتھ رہا، اور بڑی سچی کی، کہ امام کے سامنے ایسی حدیث پیش کر دیں، جن کو وہ نہ جانتے ہوں، آخر میں تھک گیا، اور مجھے اس میں کامیابی نہ ہوئی، لیکن ابو زرہ کے سامنے ان کے سر کے بالوں کی تعداد میں ایسی حدیثیں گن دے سکتا ہوں، جن کو وہ نہیں جانتے۔

امام ابو زرہ بہت بڑے پایہ کے امام ہیں، امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ کے شیخ ہیں، اور امام المحدثین کے معاصرین ۲۶۷ میں وفات پائی، امام احمد کہتے ہیں "ما جاوز البحر احفظ من ابی زرہ" بغداد دار الخلافہ کے پل سے ابو زرہ سے بڑھ کر احفظ کوئی نہیں گذرا، صرف قرآن کے باب میں دس ہزار حدیثیں یاد تھیں،

ابو الطیب حاتم بن منصور وہ شخص ہیں، کہ قوت حافظہ کے بارے میں ان کی اور حافظ ابو زرہ کی حدیثیں نظیر دیا کرتے ہیں، وہ فرمایا کرتے ہیں۔

محمد بن اسماعیل ایتہ من آیات اللہ فی بصرہ ونفاذہ فی العلم یعنی امام بخاری بصیرت علمی اور علوم میں تبحر کی وجہ سے خدا کی ایک نشانی ہے۔

اس خداداد حافظہ اور ذکاوت اور کمال بصیرت کی وجہ سے آپ کے شیوخ آپ کا بہت احترام کرتے بعض شیوخ ان کے سامنے درس دینے سے رکتے لگے، شرح الفیہ، شرح بخاری، کتب تواریخ، مقدمۃ الفتح، تمییز الشکلی، تہذیب الاسماء، طبقات کبریٰ للسیکی، طبقات جنابہ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ونیران کے علاوہ بہت سی کتابوں میں امام المحدثین کی قوت حافظہ و بصیرت کی جانچ کا ایک واقعہ لکھا ہے، جو امام صاحب کو دار الخلافہ بغداد میں پیش آیا تھا، اس امتحان کا قصہ علامہ بغداد نے اس وجہ سے کیا تھا کہ امام صاحب کی قوت حافظہ اور بصیرت فی الحدیث کے عجیب و غریب قصے اسلامی دنیا میں نہایت زور شور سے پھیل چلے گئے، اور شہرت پکڑتے جاتے تھے،

امام المحدثین دار الخلافہ بغداد میں پہنچے، جو ان دنوں غلقہ بنی عباس

کی علمی تعدادیوں کی وجہ سے اسلامی علوم کا مرکز بنا ہوا تھا، بغداد کی علمی ترقی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے، کہ خلیفہ ہارون اور مامون جیسے جامع کمالات اور شائق علوم بغداد کی علمی ترقی کو اوج کمال تک پہنچانے والے تھے،

مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں، کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا وہ بادل جو شیوخ کی اس کثرت کے میں پل اتر کر نہیں گیا، یعنی ایک ہی شہر بغداد میں آٹھ سو ساکنہ حدیث ان کو ایسے مل گئے، جو شیخ کا لقب حاصل کر چکے تھے متکلمین، مجتہدین، فقہاء تمام اطراف عالم سے سست کر بغداد میں جمع ہو گئے تھے اور بنی عباس کی خلافت کو ایک معتد بہ زمانہ گذر چکا تھا، علوم اسلامیہ پر کیا موقوف ہے، بغداد تمام اہل کمال کا بلجا و ماوی تھا

ایک مرتبہ صرف ان طبیبوں کا شمار کیا گیا، جن کو سند طبابت عطا کی گئی تھی تو ان کی تعداد نو سو تھی، مزید برآں وہ اطباء اس شمار سے خارج ہیں، جو بوجہ شہرت فضل و کمال امتحان سے مستثنیٰ رہے، یا جن کو سرکار خلافت میں تعلق حاصل تھا، خدا کو علم ہے، کہ ایسے طبیب کتنے ہوں گے، اور ان کی تعداد نو سو کے عدد کو کہاں تک بڑھا دیتی، تب اس کی انکمیں دیکھ سکتی ہیں، کہ جس شہر میں نو سو سے زیادہ سند یافتہ طبیب ہوں گے، اس میں کتنے محدث ہوں گے اور کس قدر ادیب و مہندس، امام بخاری کا بانی شہرت دار الخلافہ بغداد میں تشریف لے جانا کوئی معمولی بات تھی، امام صاحب کے حفظ، اتقان، مبصریت، نوکادت کی جابج کے لئے گویا تمام دار الخلافہ کے محدثین نے اتفاق کر کے یہ ترکیب سوچی، کہ سو محدثوں کو لے کر اس طرح الٹ پلٹ کیا، کہ ایک حدیث کی سند دوسری حدیث کے متن میں ملا

دی، اسی طرح پوری سو حدیثوں کی سند اور متن کو غلط ملط کر کے دس آدمیوں کے حوالہ کیا، اور ایک مجمع عام میں امتحان کی ٹھہری، شہر بھر کے اہل کمال جمع ہوئے، شہر اٹھ آیا، ایک آدمی نے دس حدیثوں میں سے ایک حدیث پڑھی، امام صاحب نے فرمایا کلا دسری مجھے نہیں معلوم، پھر دوسری حدیث پڑھی، امام صاحب نے دسری کلا دسری فرمایا، یہاں تک کہ پہلے شخص نے اپنی غت ربود کی ہوتی دسوں حدیثوں کو سنا دیا، اور امام صاحب دسری کلا دسری کا جملہ دہراتے رہے۔

دوسرا کھڑا ہوا، اس نے بھی ایک دو کر کے اپنی دسوق حدیثوں کو پیش کیا، اسی طرح یکے بعد دیگرے دسوں نے مل کر سو حدیثوں کو پورا کیا، اور امام صاحب کا دسری ایک جملہ کلا دسری کل حدیثوں کے جواب میں تھا، جب اس طرح سو حدیثیں پوری ہو چکیں، تو مجمع میں جو لوگ امام صاحب کے ناواقف اور اس فن سے نااہل تھے، ان کی باہم چشمک ہونے لگی، اور یہ خیال خام ان کے دلوں میں پکنے لگا، کہ امام بخاری عاجز رہ گئے، اور ان کے حافظہ متبصریت اور کمالات علمی کے جس قدر افسانے سنے گئے ہیں، غلط ہیں، لیکن جو لوگ آپ کے فضل و کمال سے کسی قدر واقف تھے، بول اٹھے فہم الرجل، امام ہماری اس ترکیب کو سمجھ گئے،

امام الحدیثین اسی وقت کھڑے ہو کر پہلے سائل کی طرف مخاطب ہوئے اور اس کے سوالات کی پہلی حدیث پڑھ کر فرمایا:-

اما حدیث اکادہ فیہذا الاسناد یعنی تمہاری پہلی حدیث جس سند سے تم نے خطا و غور پر کنا۔

بیان کی تھی غلط تھی، اس کی اصل سند یہ ہے

اسی طرح دوسری حدیث تیسری حدیث یہاں تک کہ دسوں حدیثوں کو اسی کی ترتیب سے پڑھ کر غلط کو صحیح سے الگ کر دیا، اسی طرح دوسرے تیسرے پڑھ کر حتیٰ کہ دسوں سائلین کی پوری سو حدیثوں کو بہ ترتیب سوال پڑھ کر سنا دیا، اور ان کی سندوں کو صحیح کر دیا، اس خدا داد حافظہ و ذکاوت و تبحر کو دیکھ کر اہل بغداد حیرت میں آ گئے، اور آپ کے کمالات کا سب کو ایسا ہی یقین ہو گیا، جیسا کہ آفتاب نکلنے پر دن کا۔

صاحب مرقاة مکتے میں فیہذا الناس عند ذلک واذ عتوالہ
مبصرین فن اور اہل کمال کے نزدیک غلط سندوں کو صحیح کر کے بتا دینا اگرچہ بڑا کمال ہے، لیکن سب سے زیادہ تعجب خیرات اس امتحان میں یہ ہوئی، کہ ان سو غلط اسنادوں کو جو سوالوں میں پیش کی گئی تھیں، امام المحدثین نے ایک ہی بار سنا تھا، لیکن جس ترتیب سے سنا تھا، اسی ترتیب سے ان سب کو پڑھ کر دہرا دیا، اور فرمایا، کہ تمہاری یہ سب سندیں ان فنون کے ساتھ غلط ہیں، فلاں تین کی فلاں سند صحیح ہے، اور فلاں تین کی فلاں سند

اسی طرح جب امام بخاری سمعہ قندہ پیچھے، اس وقت سمعہ قندہ میں چار سو محدث ایسے کامل الفہم موجود تھے، جو مزاج خلاف خیال کئے جاتے تھے، امام المحدثین کی مبصریت اور تبحر علمی کی خبر ان کو پہلے سے پہنچ چکی تھی، اور ان کے کان اس صدا سے بھر چکے تھے، اہل سمعہ قندہ نے اتفاق کر کے نو دن تک بڑا مجمع کیا، اور امام المحدثین کے مخالفہ دینے میں ساری قوت صرف کر ڈالی، اہل شام کی حدیثوں کو عراقیوں

سے یعنی لوگ حیرت میں ہو گئے، اور امام بخاری کے کمالات کا یقین ہو گیا، اسے مقدمۃ الفتح ۱۲

کی اسانید میں، اور اہل عراق کی سندوں کو شامیوں کی حدیث میں ملا دیا، مجال کے
 متنوں کو مینیوں کی سندوں میں غلط ملط کر کے امام المحدثین پر پیش کیں، لیکن
 امام المحدثین نے ساری غلطیوں کی قلعی کھول دی، اور نہ کہیں سند میں جو کے
 نہ متن میں، آخر اہل سمرقند عاجز آ گئے، اور آپ کے خداداد مانتہ اور بصیرت
 کے آگے ان کے سر خم ہو گئے۔

سلا ملا علی فاری لکھتے ہیں "فما استطاعوا (اہل سمرقند) مع ذلك ان
 يتعلقوا عليه، يسقطه لا في اسناده ولا في متن" امام المحدثین خود فرماتے
 ہیں، کہ ایک روز میں نے حضرت انسؓ کی عہد کے شاگردوں کا شمار کیا، تو تین سو
 شاگرد حضرت انسؓ کے ایک لمحہ میں مجھے یاد آ گئے۔

سلا وراق کہتے ہیں، کہ ایک روز امام بخاری نے رات میں احادیث شمار کرنی
 شروع کیں، تو دو لاکھ حدیثوں کو شمار کیا، جو انہوں نے اپنی مختلف تصانیف میں
 داخل کی تھیں، اور فرمایا، کہ اگر مجھ سے کہا جائے، تو میں ابھی بیٹھ کر صرف ایک نماز
 کے متعلق دس ہزار حدیثیں روایت کر سکتا ہوں۔

سلا وراق کہتے ہیں، کہ امام بخاری نے کتاب الہیہ لکھی، جس میں انہوں نے
 پانسو حدیثیں روایت کیں، حالانکہ وریح کی کتاب الہیہ میں صرف دو یا تین حدیثیں
 سند ہیں، اور ابن المبارک کی کتاب الہیہ میں صرف پانچ یا چھ۔

ابو بکر کلوذانی کہتے ہیں "میں نے محمد بن اسماعیل جیسا آدمی نہیں دیکھا جس
 کتاب کو اٹھا کر ایک نظر دیکھتے یا ذکر لیتے۔"

درس و افتار اور لقیہ زندگی

جس بات نے مسلمانوں کو اس پر مجبور اور آمادہ کیا، کہ امام المحدثین کو مندر
درس پر بیٹھا کر ان سے استفادہ کریں، وہ قوت اجتہاد میں کمال اور علم رجال کے
کمال و اقصیت فن حدیث کے نکات سے کمال آگاہی تھی، اور حدیثوں کے علل
غما مفسدہ رحس کے قریب تک بڑے بڑے ماہرین فن کے ذہن نہیں پہنچ سکتے
تھے) میں تبحر تھا، ان کے علاوہ ضداد و حافظہ، اور ذکاوت و فقاہت نے اس پر
اور بھی رنگ چڑھایا تھا، کہ آپ کے حافظہ سے لوگ کتابوں کی صحت کرتے، فقہاء
کے عجیب و غریب کارنامے صحیح بخاری کے تراجم ابواب سے واضح ہیں، اس کا
اجالی بیان حصہ دوم میں آتا ہے۔

ساحش دین اسماعیل کہتے ہیں، کہ اہل علم بخاری کے پیچھے پڑتے یہاں تک
کہ ان کو روک کر مجبور کرتے، اور راہ میں بیٹھا کر ان سے حدیثیں لکھتے، اور ہزاروں ہزار
کا جمع ہو جاتا، حالانکہ ابھی آپ سترہ آغاز بھی نہ ہوئے تھے، دکان مشابہ
یخرج وجہہ۔

ابو بکر بن السباس الا عین کہتے ہیں، کہ ہم نے امام بخاری سے امام فریابی کے
دروازہ پر حدیث لکھی، حالانکہ وہ بہت کم سن تھے، امام فریابی کی وفات ۲۱۲ھ
اس حساب سے امام بخاری کا سن اس وقت سترہ خواہ اٹھارہ برس کا ہو گا، اس کم سنی
پر بھی لوگ امام المحدثین کو درس دینے پر مجبور کرتے تھے، اور بڑی سی اور سفارش

لے طبقات کبریٰ ۱۲۱۲ تہذیب الاسماء و الاقات ۱۲

کی جاتی تھی، کہ امام بخاری مستند درس کو مزین فرمادیں، لیکن امام المحدثین انکساری کو راہ دیتے،

امام المحدثین کے شاگرد و راق محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں، کہ مجھ سے امام المحدثین نے فرمایا، کہ میں درس دینے کے لئے اس وقت تک نہیں بیٹھا، جب تک صحیح حدیثوں کو سقیم سے امتیاز نہیں کر لیا، اور اہل الرائے کی کتابوں کو بالاسیباب مطالعہ نہیں کر لیا، اور بصرہ کی کل حدیثوں کا استقصا نہیں کر لیا، صحیح حدیثوں کو سقیم سے امتیاز کرنا جیسا مشکل امر ہے مخفی نہیں، اسی کے لئے کتنے فنون کی تکمیل ضروری ہے، علم تاریخ، انساب، موالید، وفیات، حدیثوں کے علل غامضہ پر عبور، مراتب جمع و تعدیل کی شناخت، اور قوت اجتہاد یہ میں کمال، انہیں کمالات کی وجہ سے امام المحدثین کے شیوخ عامۃ امام المحدثین سے حدیث لینے کی لوگوں کو ترغیب دیتے، امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں:-

یا معشر اصحاب الحدیث انظروا
الی ہذا الشاب وخذوا عنہ
فانہ لوکان فی زمن المحسن
البصری لاحتاج الی المبرہنۃ
بالحدیث وفقہہ۔
یعنی اے جماعت حدیث والو! دیکھو اس نوجوان (امام بخاری) سے سن حدیث، کیونکہ اگر فیہ جوان امام حسن بصری کے زمانہ میں بھی ہوتا تو وہ بھی اس کے (علم کے) محتاج ہوتے، اس وجہ کہ اس کو حدیث و فقہاہت میں بصیرت کا ملہ ہے۔

جب امام المحدثین نے درس دینا شروع کیا، اوداس کے درس کی شہرت ہوئی، تو درس گاہ میں اس قدماء مجوم ہوتا، کہ تل دھرنے کی جگہ نہ ملتی، امام المحدثین نے مختلف مقامات میں درس دیا، کبھی بصرہ، کبھی بغداد، کبھی بخارا، لیکن اخیر عمر میں

جمال، محمد بن عبداللہ مطہر، اسحاق بن احمد بن زکریا الفارسی، ابوبکر محمد بن اسحق
 ابن خزمیہ، قاسم بن زکریا، محمد بن عبداللہ الحضرمی، صاحب المعارف محمد بن قتیبہ
 ابوبکر الاعمین جیسے لوگ علم الرجال، فن تاریخ، فن حدیث، فن تدریس و جرح کے
 امام مانے جاتے ہیں، علامہ ذہبی نے ان کے مستقل تراجم لکھے ہیں، امام المحدثین
 کی تحقیقات کے دلدادہ تھے، حلقہ درس میں آکر امام صاحب کی تقریروں کو لکھتے، امام
 المحدثین کے وہ تلامذہ جن کی آج عالم میں بڑی شہرت ہے، جو فنون اسلامیہ کے
 رکن مانے جاتے ہیں، جن کی روایتوں اور حدیثوں پر اسلامی مسائل کا بڑا دار و مدار ہے۔
 امام مسلم بن حجاج صاحب الصحیح، امام ابو عبد الرحمن نسائی صاحب سنن
 المجتبیٰ، امام علی بن ترمذی صاحب الجامع، امام محمد بن نصر مروزی صاحب تالیفات
 م دارمی، امام ابن خزمیہ فقیہ صاحب الصحیح وغیرہ ہیں، یہ تلامذہ بڑے بڑے
 پایہ کے محدث اور فقیہ ہیں، خاتمہ میں مشہور تلامذہ کی تفصیل آتی ہے، انشاء اللہ الرحمن
 اگرچہ امام المحدثین تحصیل ہی کے زمانہ سے فتویٰ دینے پر مجبور کئے گئے، اور
 ان کے سامنے ان کے اساتذہ بھی فتویٰ دینے سے رک گئے، اور انہیں کی طرف اشارہ
 کرتے لیکن تحصیل کے بعد جب سے بخارا میں درس دینا شروع کیا، تو درس کے ساتھ
 افتاد کا کام بلا استقلال برابر جاری تھا، اور گوان کے تلامذہ نے ان کے فتاویٰ کو
 جو مختلف اوقات میں ان کے پوچھے گئے مستقل تالیف میں علیحدہ جمع کرنے کا التزام
 نہیں کیا، لیکن صحیح بخاری کے تراجم ابواب کو ان کے فتاویٰ کی مستقل تصنیف
 خیال کرنا چاہیے، جو مسئلہ ان پر پیش کیا جاتا، قرآن سے یا حدیثوں یا آثار صحابہؓ
 سے ثابت کرتے، استدلال میں اکثر ایسا دقیق اور لطیف پیرایہ ہوتا، کہ معمولی دل

دراغ کا آدمی شکل سے سمجھتا اور حیلہ لیتی تو سکوت فرماتے، اسی لئے کچھ تراجم ابواب صحیح بخاری میں حدیث یا آیت یا آثار صحابہ سے خالی ہیں، اور بعض میں صرف قرآن کی آیت اور بعض میں آثار صحابہ ہی ہیں، ناخین مے بیاض نہیں چھوڑتے بلکہ ملا کر لکھ دیا ہے، اس لئے تراجم ابواب میں پیچیدگی زیادہ بڑھ گئی، درجہ بہت آسانی تھی، امام المحدثین نے خود قضایا سے صحابہ و تابعین کے جمع کرنے کا التزام ابتدا ہی میں کیا، اور انہیں سے زیادہ کام لیتے رہے، اس لئے کہ امام صاحب کے خیال میں مسائل تیس سیر سے امارت نبوی یا قضایا سے صحابہ پر نقص وارد کرنا، اور ہر مسئلہ میں اپنی ایک مستقل رائے رکھنی، یہی وہ چیز ہے جس کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔

یہ نکر رنڈر چکا ہے، کہ امام المحدثین کے درس و افتار کے زمانہ کے کہیں چلے سے تمام خراسان بلکہ عراق عجم پر اہل الہ رائے کا غلبہ ہو گیا تھا، ان کو اپنے اساتذہ کے اقوال اور قیاسات پر بہت سخت عبودیت تھا، وہ اپنے اساتذہ کے مقابل میں صحابیوں کو بھی کم لگاتے، اس کی مزید تفصیل حصہ دوم میں آئی ہے، اور بخارا وغیرہ میں اہل الہ رائے کا ایسا قوی اثر تھا، کہ دوسرے لوگوں کو بونا مشکل تھا، لیکن امام صاحب نے اس کی مطلقاً پروا نہ کی، کیونکہ ان کی طبیعت فطرۃً حق گوئی میں بے باک واقع ہوئی تھی، انہوں نے صحیح بخاری میں اہل الہ رائے پر جس طرح تعریضات کی ہیں، مخفی نہیں، بدلوں بخارا میں صحیح بخاری کا درس دیتے رہے، بالآخر اس کا یہ نتیجہ ہوا، کہ ان کے لئے والی ملک سے سازش کی گئی، اور یہ حکم صادر کیا گیا، کہ وہ فتوے دینے کا منصب نہیں رکھتے، اور قصہ یہ مشہور کیا گیا، کہ امام بخاری نے یہ فتوے

دیا ہے کہ ایک بکری کا دودھ دو لڑکے پی لیویں، تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے،
 حالانکہ اس فتویٰ کے ناقل بجز اہل الرائے کے کوئی دوسرے لوگ نہیں ملتے اور ان
 کو جو تعصب و دسروں کے عقائد و ظاہر ہے، محدثین کی ایذا رسانی میں ان کو غالب
 قسم کا مزا آتا، اس لئے اس واقعہ کے صدق پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے، اور کونسا
 قرینہ ہے کہ امام صاحب نے ایسا فتویٰ دیا، اور فقہائے اہل الرائے نے جھوٹ
 تصنیف کر کے ان کی طرف نسبت نہیں کی ہوگی، جب کہ وہ امام شافعی کی شان
 میں جھوٹی حدیثیں تصنیف کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قال رسول
 اللہ کے ساتھ نسبت کر دیتے ہیں

اگر دو منٹ کے لئے بقرض محال تسلیم کر لیں، کہ امام المحدثین نے ایسا فتویٰ
 ہی دیا ہو، تو وہ اس جرم میں فتوے دینے کے منصب سے بزور حکومت کیوں
 معزول کر لئے گئے، حالانکہ تم فقہائے اہل الرائے کے فتاویٰ اٹھا کر دیکھو، ان میں
 ایسے ایسے مسائل ملتے ہیں جن کو دیکھ کر تیرت ہوتی ہے، کہ اہل الرائے نے ایسے
 فتاویٰ اور مسائل بنائے ہوں گے، لیکن اس پر بھی وہ کبھی اس منصب سے معزول
 نہیں کئے گئے، کیوں؟ اس لئے کہ المحدثین خطی و یصیب

فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی صاحب الفوائد البہیہ میں لکھتے ہیں :-
 وہی حکایت مشہورۃ فی کتب اصحابنا ذکرہا ایضا صاحب

العنایت وغیرہ من شراح المہدایت۔ لکن استبعد وقوعہا بالنسبۃ
 سے وہ موضوع درپیش جن کو اہل الرائے نے گھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب
 کر دیا ہے، ان کا وضع کرنا خود اہل الرائے کو مسلم ہے

الی جلالتہ قدر البخاری ودقتہ فہمہ وسعتہ نظرہ وغور فکرہ
مما لا یخفی علی من انتفع بصیحہ علی تقدیر حجتہا فالنشر یجلی
فاضل لکھنوی نے اس عبارت میں تین جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب

یہ قصہ صرف ہماری رخصتیوں کی کتابوں میں مشہور ہے لیکن اس کا
ناقل دنیا کا کوئی مورخ نہیں، حالانکہ امام بخاری کی سوانح عمری مختصر اور مطو لا سو
کے بالاکتابوں میں لکھی گئی ہے

دوسرا جواب

امام الحدیث بخاری کی نسبت ایسا واقعہ بعید الوقوع ہے، کیونکہ امام بخاری
کی جلالت قدر، وقت فہم، وسعت نظر، ان کا غور و فکر ایسے شخص پر کسی طرح پوشیدہ
نہیں ہو سکتا، جس نے ان کی معج بخاری کو سمجھا، اور اس کے نفع اٹھایا ہو، پھر کیونکر
خیال کیا جاسکتا ہے، کہ ایسا فتوے امام الحدیث جیسے شخص نے دیا ہوگا۔

تیسرا جواب

اچھا مان لو کہ انہوں نے ایسا فتویٰ دیا ہو، لیکن یہ بتاؤ کہ خطا مجتہدین سے
ہوتی ہے یا نہیں؟ (المجتہد یخطئ ویصیب)۔
منکران چوں دیدہ شرم و حیا بر ہم ننند اہمت آلودگی بر ما من مریم نہند

عظیم آباد کے بعض کوتاہ بینوں نے اس واقعہ کی رحیں کی حقیقت معلوم ہو
چکی آج کل بڑی شہرت دی ہے اور خوب چمکایا ہے۔

وفات شب عید الفطر وقت عشاء ۲۵ھ

خلد بن احمد دہلی، حاکم بخارا کی درخواست نامنطور کرنے کا واقعہ اجمالاً
مذکور ہو چکا ہے، آپ نے اس کی درخواست نامنطور کر دی، تو حاکم شہر کو یہ بات
آداب شاہی اور حکومت کی شان و شوکت کے خلاف معلوم ہوئی، اس سے اس کو
سخت برہمی پیدا ہوئی، حکومت کے زور پر تودہ آپ کا کچھ نہ کر سکا، تب اس کے
لئے اس نے یہ تدبیر سوچی کہ حریش بن بلیہ دربار اور اسی طرح کے چند اشخاص کو اس سے
لے یہ شخص شہر بخارا کے مشہور اور بڑے فقہائے حنفیہ میں شمار کیا جاتا ہے، فقہائے حنفیہ کو رحین کی
محرار علی قیاس تک سمجھ دینی، جو اپنے ائمہ کے اقوال یا قواعد منقولہ کو وحیِ اسمانی تصور کر کے اسی
پر استخراج مسائل کی بنا رکھتے، اور اپنے ائمہ کے مقابل میں کسی کو نہیں دیکھتے تھے، محدثین سے غلام
تسمیٰ پر غافل تھے، ابوحنیفہ کبیر علمائے حنفیہ میں بڑے مشہور اور مستند شخص ہیں، اور امام بخاری کے حشم
ہیں، ان کے نانہ میں ایک شخص مذہب حنفی یعنی رائے و قیاس کو چھوڑ کر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے
لگا اور فتح الیہ دین کرنے لگا، شیخ ابوحنیفہ کو اس کی خبر ہو گئی، تو وہ سخت غضبناک ہوئے، اور اس کے بارے
میں سخت دست کہنے لگے، اور بادشاہ سے جا کر کہا، بادشاہ نے علاد کو حکم دیا کہ برسر بازار اس کے
دوسے لگانے جائیں، آخر کار کچھ لوگ درجہ کھاکر شیخ موصوف کے پاس آئے، اور اس کے پاس سے
سفارش کی، اور اس کو لا کر ان کے حضور میں حاضر کیا، اور اس نے توبہ کی تو اس سے عہد و پیمان لے کر دیکھا
زمین و مسلمان کر کے چھوڑا، تب اس کی جان بچا و فساد کی عادیہ و ناتار خانہ (۱۸۴۷ء) سے طبقات کبریٰ

برہانور کیا کہ آپ پر کوئی الزام قائم کریں جس سے عوام کے قلوب پر خاص اثر پڑے اور
 آپ کے تبحر علمی اور تقدس کا سکہ جو تمام مسلمانوں کے قلوب پر جما ہوا ہے اس
 الزام کے ذریعہ اٹھا کر مسلمانوں کے قلوب کو آپ سے پھیر دیں ان لوگوں کے
 امام المحدثین پر یہ تہمت قائم کی کہ آپ قرآنی الفاظ کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں
 اس غلط الزام کی عام طور پر شہرت دی گئی، جب شہر میں ایک منہ کا مرہج گیا تو
 آپ کو شہر چھوڑنے کا حکم دیا گیا آپ نے شہر کے نکلتے کے وقت بد دعا دی
 اللہم ارہمہ ما قصدونی برئہ بار تعذبا جس بات کا مجھ پر ان لوگوں نے سارا دھ

انفسہم وادکادھم کید تو دی بات ان کو انہیں کی ذات اور اولاد میں
 چند روز کے بعد اس دعا کا یہ اثر مرتب ہوا کہ خالد بن یحییٰ حاکم بخارا کے بارے
 میں طاہر لوں کی طرف سے رجوع اس وقت خراسان پر حکمران تھے یہ حکم سنیا کہ خالد بن
 یحییٰ کو گدھے پر بٹھا کر شہر کی جانے اور شہر کے بعد قید کیا جائے، انجام یہ ہوا کہ
 قید خانہ ہی میں بعد چندے مر گیا ہے

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں امان نداد کہ شب سحر کند
 ان مفسدین میں سے ہر ایک شخص کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہوا کسی کو اپنی
 جان میں دزدید و لکھنا پڑا کسی کو اپنی اولاد میں حریت بن و رقا کو اپنے گھروالوں میں
 دہذست اٹھانی پڑی، جو قابل بیان نہیں

امام صاحب بخارا سے نکل کر بکندہ پہنچے چونکہ اس بہتان کی شہیریں کوئی
 دقیقہ کو شش کا باقی نہیں رکھا گیا تھا اس کی خبر بکندہ میں پہلے ہی سے پہنچ چکی تھی
 بکندہ کے لوگ دو فریق ہو گئے ایک فریق امام بخاری کو اس الزام سے بری جانتا تھا

دوسرا مفسدین کا شریک تھا، امام بخاری نے اس اختلاف کی وجہ سے وہاں ٹھہرنا پسند نہ جاتا، اس درمیان میں سمرقند کے لوگوں کو امام بخاری کے بیکند تشریف لانے کی خبر پہنچ گئی، سمرقندیوں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی، کہ سمرقند تشریف لا کر مسند درس کو مزین فرما دیں، آپ نے درخواست منظور فرمائی، اور سمرقند کی جانب روانہ ہوئے، سمرقند کے قریب ایک بستی میں جس کا نام خرتنگ تھا اپنے ایک قرابت کے مکان پر فروکش ہوئے

عبد القدوس بن مختار کہتے ہیں کہ خرتنگ پہنچ کر ایک روز میں نے ان کو اتھار کی نماز کے بعد دعا کرتے سنا، کہ خدایا تیری زمین باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے، مجھے اپنے پاس بلا لے، خدا نے یہ دعا قبول کر لی اور چند روز کے بعد ہی آپ نے وفات پائی،

غالب بن بھیرل رحن کے یہاں امام بخاری مقیم تھے کہتے ہیں، چند روز تک امام بخاری میرے مکان پر صبح و شام دست بستہ تھے آخر بیمار ہو گئے، اسی حالت میں سمرقندیوں کی طرف سے درخواستیں آنے شروع ہوئیں، اور بہت زور دیا گیا، کہ آپ سمرقند تشریف لے جائیں، انہوں نے حالت مرض ہی میں جانا منظور فرمایا، لیکن جب ان کو یہ خبر معلوم ہوئی، کہ بخارا کا فتنہ سمرقند میں بھی پہنچ گیا، اور بیکند کی طرح سمرقند میں بھی دو جماعتیں ہو گئی ہیں، ایک مخالف دوسری موافق، تو انہوں نے اپنے لئے دعا فرمائی، کہ خدایا مجھے اپنے پاس بلا لے، مجھ پر تیری زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہو گئی ہے، اختلاف کے بعد سمرقند والوں نے اس بے بنیاد ہمت کے غلط ہونے پر اتفاق کیا، اور آپ کے سمرقند لے جانے پر بہت زور دیا

آپ نے سواری طلب کی اور چلنے کے لئے تیار ہو گئے، موزے پہنے، عمامہ باندھا
 میں اور ایک دوسرے آدمی نے تل گر ان کے دونوں بازو تھامے، سواری کی طرف
 پندرہ بیس قدم بڑھے ہوں گے، کہ فرمایا مجھے چھوڑ دو، مجھ میں ضعف بڑھتا جا رہا ہے
 ہم نے آپ کو چھوڑ دیا، آپ نے دست مبارک اٹھا کر کچھ دعائیں کیں اور لیٹ
 گئے، آپ کے جسم سے بے اندازہ پسینہ جاری ہو گیا، یہاں تک کہ آپ نے شب
 عید الفطر ۱۲۵۷ کو تیرہ دن کم ۶۲ برس کی عمر میں وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون
 روح پر واز کر جانے کے بعد بھی برابر جسم سے پسینہ جاری رہا یہاں تک
 کہ غسل دے کر کفن میں پیٹ دیئے گئے، کچھ لوگ سمرقند سے جانے کے خواہاں
 ہوئے، اور تدفین کی جگہ میں اختلاف ہوا، لیکن بعد اختلاف اسی پر اتفاق ہو گیا
 کہ اسی موضع خرنشک میں دفن کئے جائیں، عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر دفن کر دیے
 گئے، اور اس طرح وہ آفتاب عاتق اب اعادیت رسول اللہ کا خادم تمام دنیا
 کے مسلمانوں کا محسن، عامل علوم نمودہ خاک میں چھپ گیا، اور دنیا میں تاریکی مچا گئی
 ایک شاعر نے دل چسپ اختصار کے ساتھ امام صاحب کا سال
 ولادت و سال وفات اور تعداد سن ذیل کے دو شعروں میں یوں نظم کیا ہے،
 کان البقاری حافظا و محدثا جمع الصحیح مکمل التحذیر
 میلادہ خلدی و مدۃ عمرہ فیہما حنیب و انقبنی فی نور
 دفن کے بعد قبر سے ایک نہایت تیز خوشبو پھیلی جس کو نورین منیر اور

شہ تذکرۃ الحفاظ ۱۲۷۱ الفوائد الدراری و مقدمہ فتح الباری و الطبقات الکبریٰ ۱۲

اس طرح کے واقعات ادب بھی پسندیدہ ثابت ہیں، عطاء کہتے ہیں کہ محمد سے مالک بن نوین

اور مشک سے بھی بڑھی ہوئی لکھتے ہیں، اور اس خوشبو کا اس قدر شہرہ ہونا بیان کرتے ہیں، کہ دور دراز سے لوگ اس خبر کی تصدیق کے لئے آتے، اور مٹی لے جاتے تھے، بستی والوں کو خوف ہوا، کہ قبر کی مٹی بچ نہیں سکتی، اس کے لئے کوئی حفاظت چاہیئے، مجبور ہو کر قبر گھیر دی گئی، اور اس طرح سے مٹی کی حفاظت کی گئی

دراق کہتے ہیں، کہ امام صاحب کے مرنے سے پہلے وصیت فرمائی، کہ مجھے (مطابق سنت) تین کپڑوں میں دفنانا، ان میں کڑی، عمامہ نہ ہو، خطیب اپنی مسجد سے عبدالواحد بن آدم البطواوی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا، کہ آپ ایک جگہ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں، میں نے سلام کر کے عرض کیا، کہ کس کا انتظار ہے؟ فرمایا انتظار محمد بن اسماعیل، محمد بن اسماعیل کا منتظر ہوں، چند روز کے بعد جب امام بخاری کے انتقال کی خبر مجھے معلوم ہوئی، تو میں نے اپنے خواب اور وقت کو ملا یا، تو امام صاحب کے انتقال کا وہی دن اور وقت نکلا، جو میں نے خواب میں دیکھا تھا

گو تاریخی حیثیت خواب چنداں اعتبار کی چیز نہ ہو، مگر شریعت نے مستند اور سچے خواب کو ثبوت کا چھپا لیسواں جز بتایا ہے، بالخصوص وہ خواب جس میں

نے بیان کیا، کہ عبداللہ بن غالب جب شہید ہوئے، اور دفن کئے گئے، تو ان کی قبر سے ایسی تیز خوشبو پھیلی، جو مشک کے بڑھ کر تھی، تاریخ صغیر بخاری، منہ لہ، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱،

کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہوا امام بخاری کی وفات پر ظلمے سامت
نے بڑی حسرتیں ظاہر کیں

یہی بن جعفر یکیدی فرمایا کرتے "امام بخاری کی موت علم کی موت ہے"
علامہ دلی الدین خطیب مولف مشکوٰۃ المصابیح نے اجمال میں اور طاعلی
قاری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی
علامہ محلوئی نے اس پر یہ سوال پیش کیا ہے کہ ابو عبد اللہ آپ کی کنیت کنو
صحیح ہو سکتی ہے لیکن خود علامہ نے اس سوال کا جواب بھی دیا ہے کہ کنیت کے لئے
اولاد ہونا شرط نہیں، عرب کا قدیم دستور ہے کہ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی کنیت
بلا اولاد ہونے سے غریبی میں رکھ دیا کرتے جس کی بے شمار نقلیں موجود ہیں
امام صاحب گو عجمی نسل ہیں لیکن بلاد خراسان میں بالخصوص اہل علم پر جو اثر اہل
عرب کا تھا، مخفی نہیں ہے۔

افسوس ہمیں اس بارے میں قدیم سے قدیم شخص کا جو قول مل سکا ہے وہ
دلی الدین عراقی ہیں جو بہت متاخر صدی کے آدمی ہیں
علامہ محلوئی نے تو نکاح ہی میں شبہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اگر امام صاحب
نے نکاح کیا ہوتا تو ضرور اس کا ذکر ہوتا، ہمیں افسوس ہے کہ بنا پڑتا ہے کہ مؤرخین
کا یہ قاعدہ نہیں کہ نکاح کا حال بھی لکھا کریں سینکڑوں نام ایسے تاریخ کی کتابوں
میں گئے جن کا نکاح کا ذکر نہیں، پھر ایسے ضعیف احتمالات کی وجہ سے ایک سند
مؤکد سے امام صاحب کیونکر محروم کہے جاسکتے، جب تک صحیح سند
ترک ثابت نہ ہو

میں یہ کہتا ہوں کہ امام صاحب کے گویا کوئی صلیبی اولاد نہ چھوڑی ہو تاہم آج
دنیا میں امام بخاری کی روحانی اولاد کی تعداد ۲۲ کروڑ ۶ لاکھ ۸ ہزار کے قریب پہنچتی
ہے۔ اگر ان میں سے ان بے نصیب مسلمانوں کو مستثنیٰ بھی کر دیا جائے جو موجودہ قرآن
پر بوجہ ترتیب عثمانی یقین کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں، اور اپنے لئے صحیح قرآن
کسی بخاری بند سمجھتے ہیں، تو بھی ان محدود سے چند کی نفی سے امام صاحب کی
معنوی اولاد میں کسی طرح کی کمی نہیں ہو سکتی، خدا کے فضل سے احکم الکتاب بعد
کتاب اللہ کے ماننے والوں کی تعداد یوں ترقی کر رہی ہے کہ

امام بخاری شاعر نہ تھے، لیکن کبھی کبھی کلام منظوم سے دلچسپی لے لیا کرتے
تھے اور ان کی زبان سے فصاحت آمیز اشعار موندن ہو جاتے تھے جس کو شاعری
نہیں کہتے، اور نہ اس پر رقی کل وادیرہیمون، صادق آتا ہے، خود رسالت
تاریک صلی اللہ علیہ وسلم سے جربستہ الفاظ موندن نکل پڑتے، جو صحیح حدیثیں ہیں مذکور
ہیں ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ میں نے بخط مستملی امام بخاری کا یہ شعر لکھا ہوا دیکھا
انتصر فی الفرائض رکوع قصی ان یکون موتک بقت
کہ صحیحہ رأیت من غیر مستقیم ذہبت نفسہ الصلیحۃ فلتد
یعنی فرائض کے وقت رکوع نماز کی فضیلت حاصل کرنے کو غنیمت جانو
کہ معلوم تمہاری موت اچانک پہنچ جائے، بہتیرے صحیح اور تندرست آدمیوں کو
میں نے دیکھا، کہ ان کی جان ہر طرح صحیح سالم تھی، اچانک جاتی رہی۔

۱۸۹۷ء کے مطابق ہے، دیکھو اخبار الموبد ۱۲ منہ
سابق یگانہ اقوام کی رپورٹ ۱۸۹۷ء کے مطابق مسلمانان عالم کی تعداد ۶۰۳ ملین یعنی ۶۰ کروڑ ۳

جب امام المحدثین کو ان کے تلمیذ حافظ امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی صاحب السنن کی موت کی خبر پہنچی، تو آپ نے یہ عبرت کا شعر فرمایا، اور بیت دیر تک سرگریباں رہے۔

ان عشت، تفجع بالاحبة كلهم وبقاد نفسك كالا بالک افجع
اگر حیات طویل ہوتی، تو تم کو اپنے کل اجاب کی موت کے غم اٹھانے
ہوں گے، اس وجہ سے تمہارا زندہ رہنا بڑا درد مند ہوگا،

نصیحت سے بھرا ہوا امام المحدثین کا ایک شعر یہ ہے۔
مثل البہا تری اجالہا حتی تساق الی المجازر تنحدر
یعنی غافلوں کی مثال چار پائیوں جیسی ہے، کہ منہر تک بے جا کفر صحیح کرنے
تک انہیں موت کی کچھ حس نہیں ہوتی۔

ایک شعر حکمت آموز یہ ہے۔

خالق الناس بخلق واسع لا تکن کلہا علی الناس ظمراً
دیسع خالق کے ساتھ لوگوں کے ملتے جلتے رہو اور خندہ پیشانی سے بڑاؤ رکھو
کتے کی طرح لوگوں پر بھونکتے نہ رہو، فی الحقیقت یہ اشعار حکیمانہ مقولے ہیں جو ان
من الشعر لحکمتہ کے مصداق ہیں۔

یہ اشعار علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں نقل کئے ہیں

امام بخاری کے بالے ہیں ان کے شیوخ کی رائیں

شیخ کی رائے اس کے تلمیذ کی نسبت جیسی معتبر سمجھی جاتی ہے اور ہوتی

چاہیے دوسرے لوگوں کی نہیں ہو سکتی، نہ معاصرین کی نہ متاخرین کی، شیخ تلمیذ کی
ذہانت، طباعی، محنت، شوق، جفاکشی، سمجھ، فراست سے بہت کچھ واقف
ہو تلے استاد کو شاگرد کے کسی یا طبعی جوہر کے جانچنے کے زیادہ مواقع ملتے
ہیں، وہ درس دینے میں اچھی طرح تلمیذ کی ہر ادرا پر نگاہ رکھتا ہے۔

ہم مناسب خیال کرتے ہیں، کہ امام صاحب کے جوہر طبعی یا کسبی کے اندازہ
کے لئے امام صاحب کے اساتذہ کے اقوال پیش کریں۔

سلیمان بن حرب کا قول "بین لنا غلاط شعبۃ پہلے نذر چکا، سلیمان بن
حرب کے رتبہ سے کون واقف نہیں، باوجود استاد ہونے سے امام بخاری
سے ان کا یہ جملہ فرماتا، کہ مجھے شعبہ کی غلطیوں پر متنبہ کر دیا کرو، امام بخاری کے تبحر
علمی کی بڑی قوی دلیل ہے، ۵۸

اسماعیل بن اویس، امام مالک کے شاگرد اور امام بخاری و مسلم کے شیخ ہیں
۲۳۳ھ میں وفات پائی، امام بخاری حبیب ان کی کتابوں سے صحیح حدیثوں کو چنتے،
تو وہ خود بھی اپنے لئے ان منتخب حدیثوں کو لکھ لیتے، اور فخر یہ بیان کرتے، کہ یہ
حدیثیں محمد بن اسماعیل (امام بخاری) کی منتخب کردہ ہیں، ایک روز امام بخاری سے
فرمایا کہ تم میری ساری کتابوں کو دیکھ دو، اور جس قدر مال و دولت میرے پاس
ہے، وہ سب تمہارا ہے، اور میں تمام عمر ممنون رہوں گا۔

ایک دن محدثین نے جمع ہو کر امام بخاری سے اس وجہ کے کہ امام صاحب

لے اساتذہ شیوخ کی شہادتیں زیادہ تر مقدمہ فتح الباری، تفسیر المہمل، طبقات کبریٰ،
اور تہذیب التہذیب سے ماخوذ ہیں۔

کو اسماعیل بن ادریس بہت مانتے ہیں، کہا کہ آپ شیخ سے سفارش کیجیے کہ آج کچھ حدیث کا درس بڑھا دیں، امام نے سفارش کی، تو شیخ نے اس سے سفارش کی یہ قدر کی کہ نوٹری کو بلا یا، اور حکم دیا کہ اشرافیوں کی ایک عقلی لے آجیب اشرافیوں کی عقلی آگئی، تو امام صاحب کے کہا، کہ آپ اس کو تقسیم کر دیجیے، امام نے عرض کیا میں نے حدیث کے درس میں زیادتی کی عرض کی تھی، اس کی درخواست نہ تھی، اسماعیل نے کہا آپ کی سفارش منظور ہے، اور یہ اس پر اضافہ ہے،

ابو مصعب احمد امام مالک کے شاگرد ہیں، خلیفہ مامون الرشید کی طرف سے مدینہ کے عہدہ قضا پر مامور تھے، ادبی نے لکھا ہے کہ کان اماما فی السنۃ والاحکام زہیر کہتے ہیں، ابو مصعب بلا شرکت غیر سے فقیہ ہیں، یعنی ان کا کوئی ہم پایہ نہ تھا، مؤلفین صحاح ستہ کے شیخ ہیں، ان کے ۲۰۰ حدیثیں وفات پائی، وہ فرماتے ہیں، محمد بن اسماعیل افقد عندنا یعنی امام بخاری ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل سے بالحدیث من احمد بن حنبل سے فقاہت میں زیادہ کمال اور حدیث میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔

ایک شخص نے اعتراض کیا، کہ ابو مصعب! آپ لے تو خود سے بڑھا دیا ابو مصعب بولے، اگر تم امام مالک سے ملے ہوئے، اور امام بخاری اور امام مالک دونوں کے چہرے پر غور کیا ہوتا، تو تم بول اٹھتے، کہ دونوں فقاہت اور عبارت فی الحدیث میں برابر ہیں

عبدان بن عثمان مرقدی کہتے ہیں، کہ میں نے اس نوجوان را امام بخاری، کے بڑھ کر مبصر نہیں دیکھا،

محمد بن قتیبہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں ابو عاصم النبیل کی خدمت میں حاضر تھا
 میں نے ان کے پاس ایک لڑکے کو دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا وطن کہاں ہے کہا بخارا
 پوچھا لڑکے کے کس کے ہو؟ کہا اسماعیل کے میں نے کہا تم میرے قرابت دار ہو امام
 ابو عاصم کے سامنے اسی مجلس میں حاضرین سے ایک شخص نے کہا۔

هذا السلامينا طم النباش معنی یعنی یہ لڑکا تو شیوخ و ذت کا مقابلہ
 یقادہر الشیوخ کرتا ہے ✓ ۵۵

حالانکہ ابو عاصم النبیل کا مرتبہ جو فن حدیث میں تسلیم کیا گیا ہے ظاہر ہے امام شجہ
 باوجود اس فن و کمال کے فرماتے "واللہ ما لایت مثله" یعنی ابو عاصم النبیل
 جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا، بڑے بڑے اہل کمال کو ان کی شاگردی پونا زحفا
 قتیبہ بن سعید ثقفی امام مالک، لیث اور اسماعیل بن جعفر کے شاگرد ہیں
 امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کے شیخ ہیں یہ بہت بڑے امام مانے جاتے
 ہیں علامہ حمیدی اور امام احمد ان کے شاقیوں سے ہیں ۲۳۴ھ میں وفات پائی
 قتیبہ فرماتے ہیں میں فقہار محدثین، زہاد، عباد کی خدمتوں میں مدلول رہا اور ایک
 زمانہ تک ان کی خوشہ چینی کی لیکن حیب سے میں نے ہوش سنبھالا، محمد بن اسماعیل
 امام بخاری جیسا جامع کمالات نہیں دیکھا، امام بخاری اپنے زمانہ میں فہم فراست
 عقل و دانش، حق گوئی کے اعتبار سے، دے ہی تھے جیسے غلیظہ عمر اپنے زمانہ میں

لہذا رلیفہ ہم دیکھتے ہیں کہ فرقہ شیعہ امام المحدثین سے بہت ناخوش ہیں، پرچہ اصلاح و جوہر عکس ہند نامہ
 زنگی کا فور کی سچی مثال ہے، کو امام المحدثین کی نسبت بہت زہین دراندی کرتے دیکھا، اس کی وجہ
 ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھی، امام ثقفی کے مقولہ کو دیکھنے اور بخاری کے حالات پڑھنے سے بن وجہ معلوم

ہو گئی، وہ کیا، حق گوئی اور فہم و فراست میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشابہت، ۱۲۴

امام بخاری صحابہ میں ہوتے، تو خدا کی ایک بڑی نشانی ہوتے۔

محمد بن یوسف ہمدانی کہتے ہیں، کہ ہم لوگ قتیبہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شعرانی نے جس کا نام ابو یعقوب تھا، آکر قتیبہ سے امام بخاری کی تعریف پوچھی، قتیبہ نے فرمایا، لوگو! سنو میں نے فن حدیث میں مہارت حاصل کی، فقہ و راستے میں بھی تبحر حاصل کیا، فقہاء زاد، عباد کی مجلسوں میں بھی مدتوں بیٹھا، لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا، محمد بن اسماعیل جیسا کسی کو نہیں دیکھا،

قتیبہ بن سعید سے ایک بار مسئلہ پوچھا گیا، کہ نشہ میں جو شخص طلاق دے، اس کا کیا حکم ہے؟ اس وقت اتفاقاً محمد بن اسماعیل پہنچ گئے، قتیبہ نے سائل کو مخاطب کر کے فرمایا، دیکھو احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی بن مدینی کو خدا کے تبارک سے پاس بھیج دیا ہے، ان سے مسئلہ پوچھو،

ہیسا کہتے ہیں، میں بصرہ میں قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر تھا، انہوں نے فرمایا کہ میری درس گاہ میں پورب، پچھیم غرض ساری دنیا کے طلباء اور محدثین دور و باز کی مسافت طے کر کے پہنچے، لیکن اب تک محمد بن اسماعیل (امام بخاری) جیسا شخص نہیں آیا۔

ہیسا کہتے ہیں، کہ قتیبہ نے صحیح کہا، میں نے یحییٰ بن معین اور قتیبہ دونوں کو دیکھا، کہ امام بخاری کے یہاں آتے تھے، اور یحییٰ بن معین حدیث اور مسندت اسناد میں امام بخاری کے منقاد رہتے۔

ابراہیم بن محمد بن سلام کہتے ہیں، کہ دو سالے محدثین سعید بن ابی مریم حجاج بن منہال، اسماعیل بن ابی الویس، حمیدی، نعیم بن حماد، محمد بن یحییٰ بن ابی عمر الخزاز

حسین بن علی الحلوانی، محمد بن میمون، ابراہیم بن المنذر، ابو کرب محمد بن العلاء ابن الحاج
اور ابراہیم بن موسیٰ وغیرہ، محمد بن اسماعیل را امام بخاری کو بعیرت اور معرفت فی
الحديث میں اپنی ذات پر ترجیح دیتے۔

امام احمد بن حنبل جو مذہب کے ایک رکن ملتے جلتے ہیں، فرماتے خراسان کی
زمین نے امام بخاری جیسا کسی کو پیدا نہیں کیا، امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے
عبداللہ نے اپنے والد سے حفاظت حدیث کا سوال کیا، تو امام احمد نے اول اول امام
المحدثین ہی کا نام لیا،

امام المحدثین کی فقاہت کا اندازہ فقہاء و محدثین کی شہادتوں سے کیا جا
سکتا ہے، تو یہ محول محدثین جو بجائے خود ایسے ایسے منازل پر پہنچے ہیں جن کے مستقل
تذکرے لکھے گئے ہیں، امام بخاری کی فقاہت کی کن پر زور لفظوں میں شہادت دے
رہے ہیں، لیکن امام کی فقاہت کا میاں رسم اقوال الرجال کو بنانا نہیں چاہئے، بلکہ اس
کی بناؤں کا طریقہ اور ہے، اس کی مستقل بحث حصہ ثانیہ میں آتی ہے
یعقوب بن ابراہیم و درقی اور نسیم بن حماد خراسانی کہتے ہیں "محمد بن اسماعیل
فقیہ ہذا اکامہ"

محمد بن بشار جو بلقیع بندار مشہور ہیں، فرماتے ہیں، محمد بن
اسماعیل افقد خلق اللہ فی زمانہ

حاشیہ بن اسماعیل کہتے ہیں، میں بصرہ میں موجود تھا کہ محمد بن اسماعیل را امام
بخاری کی آمد کی خبر پہنچی، محمد بن بشار نے سن کر فرمایا:۔

قد مر الیوم سید الفقہاء
آج سید الفقہاء آئے ہیں۔

اور علم میں بڑھے ہوتے ہیں۔

عبد اللہ بن محمد بن سعید کہتے ہیں کہ احمد بن حرب نیشاپوری کا انتقال ہو گیا تو امام اسحاق بن راہویہ اور امام بخاری جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے، میں نے اہل علم اور اہل بصیرت کو کہتے سنا کہ امام بخاری اسحاق بن راہویہ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ عبد اللہ بن محمد فریبانی لکھتے ہیں کہ میں ابن اشکاب کی درس گاہ میں حاضر تھا، ایک شخص نے جو حفاظ حدیث میں گنا جاتا تھا، آکر یہ کہا کہ ہم کو محمد بن اسماعیل بخاری کی حاجت نہیں، ابن اشکاب یہ جملہ ستر کہتے رہتے رہے، درس کو بند کر دیا، اور ناخوش ہو کر مجلس درس سے اٹھ گئے، ابن اشکاب بڑے پایہ کے محدث، امام وقت تھے، ذہبی لکھتے ہیں الحافظ الامام مسلمہ میں وفات پائی، موسیٰ بن قریش کہتے ہیں، عبد اللہ بن یوسف تنیسلی نے امام بخاری سے کہا انظر فی کتبی واخبرنی بما فیہا، آپ میری کتابوں کو دیکھئے، اور مجھے ان کی غلطیوں پر متنبہ کر دیجئے، امام بخاری نے فرمایا نعم، ہاں

یہ حیرت سے دیکھا جلے گا، امام بخاری اپنے شیوخ کے علمی مباحث چکانے کے لئے حکم مانے جاتے ہیں، اد جو فیصلہ کرتے ہیں، بے تامل ان کے شیوخ مان لیتے ہیں، حالانکہ وہ خود اس فن کے ماہر ہیں، امام الحدیث ابن ابی عمیر علامہ حمیدی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اتفاقاً علامہ حمیدی اور ایک دوسرے محدث کے مابین ایک حدیث میں اختلاف ہوا تھا، جب علامہ حمیدی نے امام بخاری کو دیکھا

لہ کسرتین و تشدید النون و یارساکنہ الدین و المیزان فی بحر معرہ قریبہ من البر
ما بین الفرد میاط و الفرائی شرقہا ۱۲ معجم البلدان

فرمایا کہ اب ہمارا فیصلہ ہو جائے گا۔ جب وہ بحث امام بخاری پر پیش کی گئی تو امام بخاری نے علامہ حمیدی کو ڈگری دی۔ کیونکہ حق بجانب وہی ہے، علامہ حمیدی بہت بڑے امام فن تھے۔ ان کی روایت بڑے پائے کی سمجھی جاتی ہے۔ ابو بکر مدینی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن اسحاق بن راہویہ کی مجلس درس میں موجود تھے۔ وہ ایک حدیث پر پہنچے جس کی سند میں صحابی کے شاگرد عطا کینارانی تھے۔ اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری سے پوچھا ایش بھی کینارانی کیا ہے؟ امام المحدثین نے فرمایا میں کا ایک گاذل ہے۔ اس کے بعد تفصیل بیان کی کہ حضرت معاویہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک صحابی کو مین بھیجا تھا اسی وقت عطا کینارانی نے یہ حدیثیں اسی صحابی سے سنی تھیں۔ اسحاق بن راہویہ نے اس تحقیق کو سن کر امام المحدثین سے فرمایا کہ آپ ایسا مفصل بیان کیا کہ گویا آپ وہاں موجود تھے۔

فتح بن نوح نیشاپوری کہتے ہیں میں ایک دفعہ علی بن مدینی کی درس گاہ میں موجود تھا۔ امام المحدثین (بخاری) علی بن مدینی کے دائیں جانب بیٹھے تھے۔ جب علی بن مدینی کوئی حدیث بیان کرتے تو مروجہ ہو کر امام المحدثین کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے۔ کہ کہیں کوئی غلطی تو اس میں نہیں ہوئی۔ امام بخاری کہتے ہیں میں نے کسی ذی علم کے پاس سو اسے علی بن مدینی کے اپنے کو بیٹھا نہ جانا۔ کیونکہ وہ بڑے اہل کمال سے تھے۔ حامد بن احمد کہتے ہیں۔ جب اس کا ذکر علی بن مدینی سے کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ دعوا قلعہ خانہ مارا ہی مشہور ہے۔ میں امام بخاری کی بات چھوڑ دو کیونکہ انہوں نے اپنے جیسا کسی کو نہیں امام المحدثین کہتے ہیں۔ علی بن مدینی مجھ سے مشائخ خراسان کے حالات پوچھتے

جب میں محمد بن سلام پکیندیؓ دام بخاری کے قدیم شیخ ہیں اکاذکر کرتا۔ تو وہ نہیں پہچانتے۔ آخر ایک دن کہنے لگے کہ امام بخاری جس کو تم سکارو وہ میرے نزدیک اچھا ہے۔ وہ نہیں پہچانتا۔ اس کے معنی ہوئے مستور الحال ناقابلِ حجت ہونا۔ یہ ایک قسم کی جرح ہے، ایک دفعہ عمر بن علی فلاس کے شاگردوں نے ایک حدیث امام المحدثین سے پوچھی امام نے فرمایا۔ لا اعرفہ۔ مجھے نہیں معلوم۔ یہ سن کر سائلین کو بڑی خوشی ہوئی۔ اور یہ سمجھے کہ امام بخاری کو یہ حدیث معلوم نہیں۔ وہ لوگ عمر بن علی فلاس کے پاس گئے اور عرض کیا کہ ہم نے ایک حدیث امام بخاری سے پوچھی۔ وہ حدیث اُن کو معلوم نہ تھی۔ ابن فلاس نے کہا۔ جس حدیث کو امام بخاری نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں۔ یہ تمہاری خوشی ہے موقع ہے۔ ابن فلاس کہا کرتے۔ میرے دوست محمد بن اسماعیل جیسا خراسان میں کوئی نہیں۔

حافظہ جابر بن عمر جابرؓ ہے پایہ کے محدث ہیں۔ خطیب کہتے ہیں۔ امام فی علم الحدیث، ان کے اوصاف حوالہ۔ رجال مصنف مشہور اوصاف ہیں۔ انتقال فرمایا فراتے فضل محمد بن اسماعیل علی العلماء کففضل الرجال علی النساء، امام بخاری کی فضیلت سارے علماء و فقہا محدثین پر ایسی ہی ہے۔ جیسے مردوں کو عورتوں پر اور فرماتے۔

ہوایۃ من آیات اللہ تمیمی
یعنی امام بخاری خدا کی ایک نشانی ہیں بوزمین پر
علی الارضی
جلتی پھرتی ہے۔

حسین بن حمزہ میثرجو امام بخاری۔ نسائی۔ ترمذی۔ اور مسلم کے شیخ ہیں۔

۱۔ کبر الیومۃ و سکون التختانیہ بعد ہاکان مفتوحۃ نسبت الی بکیند بلدۃ میں بخاری و یحییٰ علی مرحلۃ من بخاری معہ اہل بلد

اور عبداللہ بن مبارک فضل بن موسیٰ اور انصاری شمس جیسے تابعیوں کے شاگرد ہیں
بہت بڑے شخص ہیں ۲۳۳ھ میں وفات پائی، کہا کرتے ہیں:

ما رأیت مثلی محمد بن اسماعیل میں نے امام بخاری جیسا کسی کو نہیں دیکھا، گویا درود اللہ
کا نہ لہر خلاق الا للحدیث علم کی حدیثوں ہی کی خدمت کے لیے پیدا کئے گئے تھے

ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبد بن نمیر سے کون ناواقف ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں۔
ہم نے امام بخاری جیسا اہل کمال کسی کو نہیں دیکھا۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ امام صاحب
کو "بازل" (کابل) کہا کرتے ہیں۔

فربری کہتے ہیں۔ عبداللہ بن نمیر کو میں نے دیکھا کہ امام بخاری سے احادیث
لکھ رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں: انا من تلامذتہ: حالانکہ وہ امام صاحب کے شیوخ
سے ہیں۔ امام صاحب نے صحیح بخاری میں بہت سی حدیثیں ان سے روایت کی ہیں۔
ان کی وفات اور امام احمد بن حنبل کی وفات ایک سنہ میں واقع ہوئی، امام ابو یوسف
خود ان کی مدح میں فرماتے ہیں: لہر اسر مشلہ

✓ دراق کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن جعفر بکندی کو کہتے سنا۔ کاش میں اپنی
عمر کا ایک حصہ امام بخاری کی حیات میں بڑھا دیتا۔ میری موت آدمی کی موت
ہوگی۔ اور امام بخاری کی موت علم کی موت ہے۔ اور فرماتے اگر امام بخاری نہ
ہوتے تو نیشاپور میں زندگی خوشگوار نہ ہوتی۔ ✓

عبداللہ بن محمد المسندی فرماتے۔ امام بخاری امام ہیں جو ان کو امام نہ
جانتے۔۔۔ جنہم سمعو! اور فرماتے حفاظ دار دنیا میں تین ہیں اول ان میں امام بخاری ہیں
سما شہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم لوگ امام بخاری کی درس گاہ میں حاضر تھے

اسحاق ابن راہویہ اور عمرو بن زرارہ بھی موجود تھے۔ عمرو بن زرارہ امام بخاری کے مستملی تھے۔ اور محدثین امام بخاری سے حدیثیں لکھ رہے تھے۔ اسحاق بن راہویہ لوگوں سے کہتے جاتے تھے۔ محمد بن اسماعیل البصری۔ امام بخاری مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ حالانکہ امام بخاری اس وقت سبزہ آغاز جوان تھے۔

امام بخاری کے معاصرین و اقران کی رائیں

«المعاصرة سبب المناظرة» ایک مشہور مقولہ ہے۔ معاصرین کی چٹک سے بچنا نہایت مشکل امر ہے۔ یہ عادت قریباً طبیعت ہوتی ہے۔ کہ جو ہم فن اہل کمال ایک زمانہ میں ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کے کمال کا اعتراض کا حقہ نہیں کرتے۔ الا ماشاء اللہ۔ جب ایک ہی عہد کے دو ہم فن اہل کمال کے دل ٹوڑے جاتے ہیں تو ان کی باہمی بے پروائی رقابت کے اثر سے کم دیش پر خاش و مغائرت کی حد تک ترقی کی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام بخاری کے بارے میں ان کے ان معاصرین کی آراء و اقوال کو نقل کریں جن کا فضل و کمال ماثلاً ہوا ہے۔ اور وہ باوجود معاصرت کے امام صاحب کے کمالات کو صرف حیرت ہی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ ان کے فضل و کمال کا اعتراض ایسے الفاظ میں کرتے ہیں۔ جن سے امام صاحب کی اعلیٰ درجہ کی علمی فنیت ثابت ہوتی ہے۔ اور ہر منصف مزاج کے لیے ان کی خدا داد تقاضت اور قوت حافظہ فہم و تجربہ علمی کے اندازہ کرنے کا پیمانہ ہاتھ لگتا ہے۔ گو صحیح بخاری کے مرتبے ہوئے ان خارجی شہادتوں کی ضرورت نہیں۔

امام ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ کہ خراسان میں امام بخاری جیسا کوئی اس حفظ

نہیں ہوا۔ اور نہ خراسان سے عراق کی طرف امام بخاری جیسا ذی علم کوئی آیا۔
محمد بن حویرث کہتے ہیں کہ میں نے امام زہری سے ابن ابی لہیعہ کے بارے میں
سوال کیا تو انہوں نے کہا: ترکہ ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری نے اسے
مترک کر دیا ہے۔ پھر اس کے بارے میں کیا پوچھنا ہے۔

حسین عجلی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری اور مسلم سے بڑھ کر حافظ حدیث
نہیں دیکھا! امام مسلم سب کچھ تھے لیکن امام بخاری کے رتبے کو نہ پہنچ سکے! اور میں
امام ابو زہرہ اور ابو حاتم راوی کو امام بخاری کی باتوں پر کان لگا کر دھیان سے
سننے دیکھا۔ امام المحدثین کی نسبت عجلی کے اور الفاظ یہ ہیں:

کان ائمة من الاصحاح افضلا یعنی امام بخاری ایک امت تھے بڑے
یحسن کل شئ وکان اعلم من محمد دیانت دارہ ہر فن کو اچھا جانتے تھے۔ اور
بن یحییٰ بکذا وکذا۔ محمد بن یحییٰ دہلی سے کئی گونہ بڑھ کر تھے۔

عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی صاحب السنن فرماتے ہیں کہ میں حرمین حجاز
شام عراق سب جگہ پھرا اور علما سے ملاقات کی۔ لیکن امام بخاری جیسا جامع کسی کو
نہیں پایا! امام بخاری ہم سے کہیں بڑھ کر فقیہ عالم طالب حدیث تھے۔

امام دارمی سے ایک حدیث کی صحت کا سوال کیا گیا جس کی تصحیح امام
بخاری کر چکے تھے امام دارمی نے امام صاحب کی تصحیح مان کر سائل سے فرمایا۔
امام بخاری مجھ سے کہیں بڑھ کر بصیرت والے ہیں۔ امام دارمی کے اور الفاظ یہ ہیں۔

ہو اکبر خلق الله عقل عز الله یعنی امام بخاری خدا کی مخلوق میں بہت ہوشیار
ما امر به ونہی عنہ من کتابہ و داتا ہیں۔ خدا نے قرآن میں یا اپنے نبی کی زبان

علی لسان نبیہ ذخیرہ محمد بن قرقان را حدیث نبویہ میں جو احکام فرمائے یا جس سے
شغل قلبہ و بصرہ و سمعہ و تفکر فی امثالہ و عرف حلالہ من حرامہ
مع کیا۔ ان کو امام بخاری نے خوب سمجھا جب
وہ قرآن پڑھتے ان کی آنکھ ان کا دل قرآن میں گڑ
جاتا۔ وہ اس کے کلیات میں غور کرتے۔ اس کے حلال و حرام پہچانتے۔

✓ ابو حاتم بن منصور فرماتے ہیں یہ امام بخاری بوجہ علمی بصیرت اور عبور کے
خدا کی ایک نشانی ہیں۔

ابو سہیل ثقیف کہتے ہیں کہ میں بصرہ۔ کوفہ۔ شام۔ حجاز سب جگہ پیرا اور ہر جگہ
کے علماء سے ملا۔ جب امام بخاری کا تذکرہ ان کے درمیان میں ہوتا تو سب کے
سب بالاتفاق امام بخاری کو اپنے اوپر فضیلت دیتے۔

✓ ابو سہیل کہتے ہیں میں نے مصر میں تیس اہل کمال سے زیادہ کو کہتے سنا کہ
ہماری آرزو دنیا میں صرف یہ ہے کہ امام بخاری کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔
ان کی زیارت سے ہمارے آنکھیں منور ہوتیں۔

صالح بن محمد جزرہ کہتے ہیں یہ ماہر آیت خواہ سانیہ افہم من محمد
بن اسمعیل و احفظ للحدیث

امام بخاری دارالعلوم بغداد میں درس دے رہے تھے۔ تو صالح بن محمد امام صاحب
کے مستملی تھے۔ صالح بن محمد کہتے ہیں کہ امام صاحب کی درس گاہ کے حاضرین کی
تعداد بیس ہزار تھی محمد بن عبد الرحمن کہتے ہیں یہ بغداد کے اہل علم نے امام بخاری
کو ایک خط لکھا جس میں امام صاحب کو مخاطب کر کے یہ شعر لکھا ہے

المسلمون بخیر ما یقیت لہم ولیس بعد الخیر حین تفتقد

یعنی امام بخاری جب تک تم زندہ ہو مسلمانوں میں خیر و برکت ہے۔ خدا نخواستہ آپ جس وقت نہیں رہیں گے تو اس وقت خیر و برکت کہاں۔

✓ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ کہتے ہیں۔ امام بخاری سے بڑھ کر احادیث رسول اللہ کا عالم آسمان کے نیچے کوئی نہیں ہے۔

ابو عمر و خفاف کہتے ہیں: امام بخاری علم حدیث میں امام احمد و اسحاق سے بیسیوں درجہ بڑھ کر ہیں۔ جو شخص امام بخاری کے بارے میں کلام کرے گا اس پر میری طرف سے ہزاروں نعمتیں ہیں۔ اگر امام بخاری اس دروازہ سے گزر جائیں۔ اور میں حدیث بیان کرتا ہوں تو میں رعب سے بھر جاؤں۔

✓ عبداللہ بن حماد اہلی کہتے ہیں: میری یہی تمنا تھی کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا۔ اور جو شرف اس بال کو حاصل ہے۔ مجھے حاصل ہوتا۔

سلیم بن مجاہد کہتے ہیں۔ ساٹھ برس گزر گئے کہ میں نے کسی کو امام بخاری سے زیادہ نقیبہ نہیں دیکھا۔ حافظ موسیٰ بن ہارون حمال کہتے ہیں۔ کہ میری تحقیق ہے کہ اگر کل اہل اسلام مجتمع ہو کر امام بخاری جیسا شخص دکھلا تا ہوا ہیں تو نہ دکھلا سکیں گے۔

تقیید المصل اور مقدمہ فتح الباری وغیرہ سے بخیاں انتصار مشاہیر فضلاء کے چند نام گنائے گئے جن کا علم و فضل مسلم ہے۔ اور ان کی تحقیقات پر اہل اسلام ناز کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ اس کے لیے طبقات کبریٰ۔ الفوائد الباری۔ مقدمہ فتح الباری کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

فضلائے متاخرین کی رائیں

امام بخاری کی مدح و ثنائیں اگر متاخرین کے اقوال نقل کئے جائیں تو کتنے دفتر لکھنے پڑیں۔ حافظ ابن حجر کا یہ مقولہ نہایت صحیح ہے۔

ولو فحقت باب شئ الا ثمة عليه من
تاخر عن عصره لفقى القراطس فحدث
الا نفاس فذا الله بخرا لا ساحل له
انما ذكره كلام ابن عقدة وابي
اسمعتوانا لذلک وبعد ما تقدم
من شئاء كبار مشائخہ عیہ لا یجتمعون
الی حکایة من تاخر کلا اولئک انما اتوا بها
شاهد وادوہ غویبا علوا بخلاف من عیہ
فان شئاءهم ومنہم منی علوا علی ما
نقل الیہم وبنی المقامین فرق ظاہر ولیس العیان کالخبر۔

یعنی امام بخاری کی مدح میں اگر متاخرین کے
اقوال نقل کرنے شروع کر دیں۔ تو کاغذ ختم ہو جائے
اور عمر صرف ہو جائے متاخرین کی مدح سرائی
بحر بے پایاں ہے۔ متاخرین میں ابن عقدة۔ اور
ابو احمد کے اقوال میں نے بطور نمونہ کے نقل کئے
ہیں۔ کیونکہ مشائخ کبار کی مدح کے بعد متاخرین
کی مدح سرائی کی کوئی حاجت نہیں رہتی
نہ ہی تہذیبی جو متقدمین سے لکھیں یا نہیں
اور حشیدہ کے بودا مند ویدہ

ہمارا اچھٹا ارادہ تھا کہ امام المحدثین کی شان میں فضلائے متاخرین کے اقوال
بالتفصیل لکھیں۔ اور ہر مدحی کے اہل علم کے اقوال ملتحدہ کرنے کے لیے علیحدہ
علیحدہ عنوان قائم کریں۔ لیکن ایسا کرنے میں تطویل لا طائل تھی جس سے ہم کو
ہمارے احباب نے بندہ روکا۔ اور حقیقت میں کتاب کا حجم اس قدر بڑھ جاتا کہ طبع
کے بار کا تحمل ہونا مشکل تھا۔ اس لیے ہم نے مجبور ہو کر شیخ الاسلام کے فقرات

مذکورہ بالا پر اکتفا کی جس کا جی چاہے شرح صحیح بخاری اور کتب تاریخ و رجال سے ان اقوال کو ملے۔

تاہم اس خصوصیت کے لحاظ سے کہ یہ کتاب ہارود و زبان میں لکھی گئی ہے اور زیادہ حصہ اس زمان کے سمجھنے والوں کا وہ ہے۔ جو انہیں بزرگوں کے اقوال کا پابند ہے جو ان کے ہم مشرب ہوں۔ اس لیے ان کے ہم مشرب علماء کے چند اقوال ان کی تشفی کے لیے نقل کر دیئے جاتے ہیں۔ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں۔

المحافظ الحفیظ الشہید المیرزا تاج الدین ابصیر رحمۃ اللہ علیہ عینی شرح بخاری ص ۱۱ امام بخاری
الذی شہدت بحفظہ العلماء افتقات رحمۃ اللہ علیہ حدیثوں کے پرکھتے واسلے اہل بیروت
واعترفت بقبطہ المشاہیر الاثبات رحمۃ اللہ علیہ راجل شہرت ہیں امام ہیں اہل اسلام کے
میکر فضلہ علماء ہذا الشان ولا تنازع رحمۃ اللہ علیہ یہ محبت ہیں۔ علمائے ثقات نے ان کی
فی صحتہ تنقید ائمان الامام المہاجر رحمۃ اللہ علیہ فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

ایضاً صحیح بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اتفق علماء الشرق والغرب علی انہیں ✓ رحمۃ اللہ علیہ عینی شرح بخاری ص ۱۱ تمام دنیا کے علماء
بعد کتاب اللہ احسن من صحیح البخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر متفق ہیں کہ خدا کی کتاب کے بعد
ومسلو صحیح بخاری دسلم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں

ایضاً قد اطبقت علی قبولہ بلا خلاف رحمۃ اللہ علیہ یعنی علمائے متقدمین و
علماء الاسلاف والافلاک (عین علی البخاری) متاخرین صحیح بخاری کی مقبولیت پر متفق ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی صاحب رد المختار شارح و المختار کا قول ہے

عہ عقود اللہ فی مسند العوالی مطبوعہ مصر ۱۲

كلامه الخلف حجة على الرسول البشير

حيث وجد في امته مثل هذا الفرد

المعدي والتفكير من كان وجوده من الزعم

الكبرى على العالمين المؤمنين في الحديث

احد سلاطين الاسلام الامام المجتهد

الوجه الثاني في إسناده محمد بن إسحاق بن البخاري بن

المغيرة بن بردزبة الجعفي مولاهم أمير

المؤمنين وولطان المحمدين الحافظين الشير

والناقد البصير وقد اجمع الثقات على حفظه

دایفنا صحیح بخاری کے بارے

وكتابه اعم الكتب بعد كتاب الله

ذی الجلال و الاحسان من تعظیم مسئلہ

علی اصغر الاخوان

شیخ نورالحق پسر شیخ عبدالحق محدث

در زمان خود در حفظ احادیث و ائمان آ

۱۵۸ وحدت قریح و دوفرقتہ و کمال نہ

حدیث و علل آن، و وقت نظر و وقت ا

نداشت، حقیقت امر در غیر که متاخر

یعنی امام بخاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ حضرتؑ کی

امت میں ایسا بے نظیر شخص پایا گیا ہے جو مثال

ہے جس کا دھوا ایک نعمت کہری سے جو

امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں سلطان المحدثین ہیں

امام ہیں مجتہد ہیں ناقد۔ یسیر میں آگے لکھتے

میں راجہ بھاری کی جلالتِ قدیر یہ فقط پر۔

اتفاق پر تمام دنیا کے ثقہ لوگوں نے اتفاق کیا۔

ناتج لالة قدر كعما عدا الاقر اهل عصرة

...the fact that the *Journal* is not a journal of the American Psychological Association, but of the American Psychological Society, which is a much smaller organization. The *Journal* is not a journal of the American Psychological Association, but of the American Psychological Society, which is a much smaller organization.

صحیح بخاری کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب ہے

دریغِ مسلم سے اس کا اصرار بے بند پایہ

یوں نہیں صحیح قول ہے۔

تحر علمی، وسعت معلومات، ذکاوت قوت اجتہاد، سیلان ذہن، قوت حافظة پر
روشنی ڈالنی بے شبہ آفتاب کو مشعل دکھانا ہے۔ بے راختہ یہ مصرع زبان
پر جاری ہو جاتا ہے طر آفتاب آمد دلیل آفتاب

شیخ عبدالحق محدث دہلوی یا علامہ بحر العلوم لکھنوی یادگیر فضلاء کے
اقوال سے امام المحدثین کی رفعت شان دکھلانی ایک نعل عبث ہے بلکہ
امام المحدثین کی عظمت شان کو گھٹانا ہے۔ علامہ سبکی کا یہ فرمانا بہت صحیح ہے
علاء عن المدح حق ما یزانی بہ کانما المدح من مقدار لا یضطر

امام بخاری کی نسبت بلند خیال لوگوں کی باتیں

جہاں بلند خیال اپنی تقلید نے اپنی وسعت و ماعنی اور بلند پروازی
سے حضرت عیسیٰ اور امام مہدیؑ جیسے لوگوں سے اپنے ائمہ کی تقلید کرا چھوڑی
حنفیوں نے کہا امام آخر الزماں حنفی ہوں گے، شافعیوں نے کہا شافعی ہوں گے

۱۔ مادعین کی مدح ان کے ہم رتبہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ مدح ان کے رتبہ سے نیچی رہ جاتی ہے
۲۔ در مختار میں لکھتے ہیں وقد جفّ اللہ المحکمہ لامصابہ و اتباعہ من ذمہ الی ہذا الایام
الی ان یحکمہ منہ عبد عیسیٰ علیہ السلام اور علامہ طحاوی لکھتے ہیں ادعی بعض الحنفیۃ ان
کلام من عیسیٰ و المہدی یقلد ان مذہب الامام ابی حنیفۃ یعنی صاحب مذہب
فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب برابر رہے گا۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام انہیں کے مذہب کے مقلد
ہوں گے۔ اسی طرح علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ بعض حنفیہ نے یہ بھی کہا کہ حضرت عیسیٰ اور امام مہدیؑ
امام ابو حنیفہ کے مقلد ہوں گے۔ پھر لکھتے ہیں علان الشافعیۃ یقولون بموافقتہ اجتہادۃ للشافعیۃ ۱۳

جس سے صوفی وقت علامہ محی الدین ابن عربی جیسے صاحب طینت کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ ان سے بھی باد جو دسادہ دلی کے نہ رہا گیا۔ اور فتوحات مکیہ میں صفحے کے صفحے سپاہ کر ڈالے، خلاف عقل تھا کہ ایسے بلند خیال لوگ امام محمدین سے چوک جائیں۔ علامہ عجلونی لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب میں وہ اہل تقلید نے اختلاف کیا ہے، بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ امام صاحب شافعی تھے، ابو عاصم نے امام صاحب کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا اور وجہ یہ کہی کہ سمع من الکرا بیتی وابی ثور و زعفرانی و تفقہ علی الحمیدی و کلہم من اصحاب الشافعی رحم یعنی امام بخاری اس جرم میں شافعی ہیں کہ انہوں نے کرا بیتی ابی ثور۔ زعفرانی سے حدیثیں سنیں، اور حمیدی سے تفقہ حاصل کیا اور یہ سب

لہ اصل عبارت یہ ہے تنبیہ ماقت من انفا من اخذ البخاری عن الکرا بیتی و زعفرانی وابی ثور ان یكون شافعیاً وقد اختلف فی مذہب فقہل انہ شافعی المذہب جری علیہ التلمذ السبکی فی طبقاتہ فقال ذکرہ ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیہ وقال انہ سمع من الکرا بیتی و ابو ثور و زعفرانی و تفقہ علی الحمیدی و کلہم من اصحاب الشافعی اتفق فیل انہ حنبلی و ذکرہ ابو الحسن بن العزاقی فی اصحاب الکامل محمد بن حنبل و اسند عن البخاری انہ قال خلعت بیدلائمان مرأتی فی کل ذلک اجالس احمد بن حنبل فقال لی اخر ما دأبک یا ابا عبد اللہ تترك العلم و الناس و تصیر الی خراسان فقال البخاری فانما الآن اذکر قولہ

عہ صحیح بخاری میں امام شافعی پر مسائل فقہیہ میں نجاستہ غسلہ الشعر و صلوة الجمعة عن الاربعین وغیرہ میں صراحتاً کہ موجود ہے ۱۲ منہ

امام شافعی کے تلامذہ ہیں۔ ابو عاصم کے غلات علامہ ابوالحسن ابن عراقی یہ فرماتے ہیں کہ انہیں امام صاحب حنبلی المذہب تھے۔ اس لیے کہ امام احمد بن حنبل کے تلامذہ میں ہیں۔ امام بخاری کا خود اپنا بیان ہے کہ میں آٹھ بار بغداد گیا ہوں اور ہر بار امام احمد کے پاس بیٹھا۔ آخری بار جب میں رخصت ہونے لگا تو آپ نے اجازت دینے میں تامل فرمایا تھا۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ امام صاحب کو کسی نے حنفی نہیں لکھا حالانکہ جب تفقہ کے خیال سے حنبلی یا شافعی کہا جاتا ہے تو امام صاحب کو حنفی بھی ضرور کہنا چاہیے کیونکہ ابتداً تحصیل میں قبل از سفر امام صاحب نے فقہ حنفی اور اس کے اصول و تخریج کو حاصل ہی نہیں بلکہ اچھی طرح ازبر کر لیا تھا۔ خود امام صاحب کا بیان ہے قہمت و حفظت کلام ہولاء۔ افسوس کسی صاحب نے اس طرٹ توجہ نہ کی۔ شاید صحیح بخاری کے بعض الناس نے اس طرٹ سے خیال پھیر دیا۔ ہمیں افسوس ہے ان لوگوں پر جن کو طبقات شافعیہ کے مطالعہ کی بھی نوبت آئی ہے اور پھر امام بخاری کو شافعی المذہب قرار دیتے ہیں حالانکہ ابو عاصم اور سبکی وابن الملقن وغیرہ کی ایک خاص اصطلاح ہے وہ یہ کہ جن کو امام شافعی یا امام احمد سے علاقہ تلمذ کا ہوتا ہے ان کو طبقات شوافع و طبقات

عہ اگر سلسلہ تلمذ سے مقلد ہو نا ثابت ہو سکتا ہے تو امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کس جرم میں اس قانون سے الگ کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ کا تلمذ امام مالک سے کتب اصول حدیث و تدریب وغیرہ میں بصراحت موجود ہے۔ اور امام شافعی کا تلمذ محتاج بیان نہیں پھر لوگ کیونکہ مالکی نہ ہونے ۱۲۔

مقابلہ میں شمار کرتے ہیں اگرچہ اس نے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے
مذہب میں مخالفت کی ہو اور اگرچہ مذہب مستقل رکھتا ہو اور صاحب
اجتہاد ہو۔ اسی بنا پر ابو عامر اور علامہ سیکی نے طبقات شوافع میں امام احمد
بن حنبل اور واژ و ظاہری وغیرہ کو شمار کیا حالانکہ یہ لوگ بلا نیکر صاحب
اجتہاد اور صاحب مذہب مستقل ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب اہل تقلید نے ائمہ کی تقلید کے وجوب کا دعویٰ
کیا وہ بھی ائمہ اربعہ کی تقلید کا ثواب اس دعوائے وجوب کے بعد کسی کو
محقق کیوں کر کہہ سکتے تھے، اور اپنے ائمہ کی تحریجات کے سامنے کسی کے علم و قوت
اجتہاد کو کیوں کر تسلیم کر سکتے تھے، شاید اور بھی ممکن ہو تا تو ترقی کر کے تابعین و
صحابہ کو اپنے ائمہ کا مقلد بناتے، آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر الوعزم
کو اور امام مہدیؑ کو حنفی اور شافعی بنا دیا۔

علامہ غلبونی ان دو قولوں کے بعد ایک تیسرا قول لکھتے ہیں وقیل کان
مجتہدا مطلقا واختاره البخاری قال والمیل بكونه مجتهدا مطلقا صرح به
تقی الدین تیمیہ فقال اندامام فی الفقه من اهل الاجتہاد یعنی امام بخاری
مجتہد مطلق تھے اسی کو علامہ بخاری نے مختار کہا ہے اور کہا اسی کو ترجیح ہے کہ
امام بخاری مجتہد مطلق تھے ان کے مجتہد مطلق ہونے کی تصریح کی ہے علامہ
تقی الدین بن تیمیہ نے۔ وہ لکھتے ہیں کہ امام المحدثین امام فی الفقه تھے اور
اہل اجتہاد تھے،

عہد ائمہ اربعہ علامہ شافعی و شیخ فور الحق و شیخ الاسلام و دیگر لوگوں نے امام صاحب کے باقی برحقیند

طبقات صوفیہ میں امام صاحب کا شمار

یہ بات کچھ کم حیرت سے نہیں دیکھی جائے گی کہ، مشہور محقق علامہ شعرانی نے امام المحدثین کو ان صوفیوں میں شمار کیا ہے جن کا تصوف مانا ہوا ہے اور جن کی پیروی کی جاتی ہے، علامہ موصوف اپنی اس قابل قدر تصنیف کے بارے میں انہوں نے امام صاحب و دیگر صوفیائے کرام و اولیاء اللہ کے حالات انتخاب فرمائے ہیں، لکھتے ہیں لخصت فی جماعۃ من اکادلیاء الدین یقتدی بہم من الصحابۃ والتابعین الی آخر القرن التاسع وبعض العاشر خلاصہ یہ کہ میں نے اس کتاب میں صحابہ اور تابعین اور نویں صدی تک کے تمام تراویح و سویر صدی کے بعض ان اولیاء اللہ کی جماعت کو منتخب کیا ہے جن کی اقتدا کی جاتی ہے، یہ کتاب علامہ موصوف کی مشہور کتاب الطبقات الکبریٰ کا ایک حصہ ہے، اس حصہ کا نام محقق موصوف نے واقع الانوار فی طبقات الاخیار رکھا ہے، علامہ کے قول سے واضح ہے کہ اس کتاب کا موضوع ہی علامہ نے مانے ہوئے اولیاء اللہ کے نفوس قدسیہ کو قرار دیا ہے، پھر علامہ نے اپنی اس تالیف کی غایت یہ بتائی

البتہ صنف سابقہ، مجتہد مطلق ہونے کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ وقال صاحب الغنی ان البخاری مجتہد لا یدب فیہ وما شہر اندشانی لموانقتا یا فی المسائل المشہورۃ انتقی دتد بسط شیخنا الکلام علی مذاہب اصحاب الصحاح البیت فی مقدمۃ تحفۃ الاحوذی ص ۱۱۱ فارجع الیہا ۱۱۱ عید اللہ ابرہمانی

و مقصودی من هذا التالیف فقہ یعنی میرا مقصود اس تالیف کے سلف کا طریقہ بتانا ہے
طریق القوم فی التصوف من احاب کہ ان کا طریقہ تصوف میں کیا تھا۔ ان کے مقامات
المقامات والاحوال کاغیر۔ ان کے احوال کیسے تھے۔

امام بخاری کو طبقات صوفیہ میں شمار کرنے کو دو جماعتیں سخت حیرت کی
نگاہ سے دیکھیں گی۔ ان میں پہلی جماعت موجودہ صوفیوں کی ہے اس لیے
کہ موجودہ زمانہ کے عملی تصوف اور مردودہ صوفیت پر نظر کرتے ہوئے یہ جملہ کہ
امام بخاری نے ہوئے کامل صوفی تھے۔ نہایت بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے
امام بخاری کے دربار میں نہ عرس مقام نہ محفل توالی۔ نہ تصور شیخ نہ آنکھیں بند
کرنی نہ چاہ کشتی۔ نہ رسم گاگر۔ نہ مردوں سے مدد مانگنی۔ نہ کوئی درگاہ۔ نہ قل۔
نہ فائزہ۔ نہ مریدوں کے نذرانے پر گزارہ۔ نہ قبروں کا چڑھاوا۔ نہ قیام مولد۔
نہ مجلس مولودی ہیئت کذائی۔ نہ گلے ملا کر غزلیات گانے نہ اہل حال کا اچھل
کود نہ وحدت وجود کا عقیدہ۔ نہ صلوة غوشیہ۔ نہ مراقبہ کشف قبور، بلکہ صرف
احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس اسی کی پابندی اسی کا چرچہ
تھا جو موجودہ تصوف کی بیخ و بنیاد کا استیصال کرتا ہے۔

دوسری جماعت اہل حدیث کی ہے۔ امام بخاری کی نسبت یہ جماعت
یقین کرتی ہے کہ وہ سیرۃ رسول اللہ کے ولادہ تھے۔ اسی کی تدوین اور
انشاعت و پابندی میں اپنی عمر کا سارا حصہ تمام کر دیا بدعات سے محترز
اسی وجہ سے جس قدر فرقے نئے نئے پیدا ہو گئے تھے۔ ان کو امام صاحب
بدعتی اور محدث کہتے تھے۔ اور ان کا رد نہایت جوش سے صحیح بخاری میں

لکھا ہے۔ یہاں تک کہ اعمال کے جزو ایمان ہونے کا صراحتاً حدیثوں میں تذکرہ وارد ہوا۔ اس وجہ سے جو اس کا قائل نہ ہوتا اس کو امام صاحب مڑجی کہتے۔ امام صاحب کی اس طرز زندگی پر نظر کرتے ہوئے کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ وہ صوفی تھے کیونکہ تصوف بھی ایک محدث چیز ہے امام صاحب کو صوفی کہنا امام صاحب کے ذامن تقدس پر بدعت کا دھبہ لگانا ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ تعدوت جس نے آج اپنے اتباع کو جد سے زیادہ بدنام کر رکھا ہے کسی زمانہ میں بڑی خیر و برکت اور بہت ہی محمود چیز تھی۔ احکام شرعی کی سختی سے پابندی۔ ایثار نفس... ہدایت مخلوق میں سعی کرنی۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کا شوق۔ مصائب پر صبر و استقامت۔ جہاد کے لیے ہر آن مستعد رہنا۔ اپنے نفس کا انتقام نہ لینا۔ مکارم اخلاق کا پھیلانا۔ دنیا سے بے رغبتی۔ پابندی تقویٰ۔ بدعات سے اجتناب۔ غرض شریعت نے جن باتوں کو عزم امور تاکید یافتیں اور اصلی مقاصد فرمائی ہیں انہیں کا اصلی رقع تھا۔ ان کو کون محو نہ کہے گا صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں باتوں سے خاک سے اکسیر اور مس سے گند بن گئے۔ ان کا تصوف نام رکھنا اصطلاح جدید تو بیشک ہے۔ لیکن مقصود واضح ہو جانے پر چنداں مضائقہ نہیں۔ و لا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ اس عالم کا ایک عام قانون ہے "تغیر" اس عام قانون سے تصوف کیونکہ مستثنیٰ رہ سکتا تھا۔ اختلاط اقوام و مذاہب و امتداد زمانہ سے اس نے بھی کئی رنگ اختیار کئے۔ اگر ہمارے وہ برادران جو صاف اور بے لوث مسلمان رہنا

پسند فرماتے ہیں ہمیں اجازت دیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ گواہ غلط ہے جدید ہے،
 کہ ابتدائی حالت تصوف کی وہی تھی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
 آپ کے اصحاب نے عملی برداشت سے دکھایا جو آج تک کتب احادیث و وفات
 حدیثیہ میں بے کم و کاست محفوظ ہے۔ جب تک فلسفہ یونان نے مسلمانوں
 میں زور نہیں پکڑا تھا۔ رد من کی عقل کا اختلاف نہیں ہوا تھا۔ تصوف اپنی
 اصلی صورت پر باقی تھا۔ لیکن فلسفہ کی یورش۔ رد من کی عقل کے اختلاف
 نے تصوف میں بہت بڑا اثر پیدا کیا، وحدت وجود خاص فلسفہ یونان
 کا مسئلہ ہے۔ تصوف کا جزدادہ لازمی امر مانا گیا۔ منصور کا انا الحق۔ اور
 ایک دوسرے صوفی کا یہ شعر

بچہ در بچہ خدا داریم + ما چہ پروا دئے مصطفیٰ داریم

اسی تصوف کا نتیجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے بزرگان دین
 کو حاضر ناظر بنانا مخلوق کو خالق میں اور خالق کو مخلوق میں گھٹ میل کرنا
 اسی کے تجذبات کا نتیجہ ہے۔ فصوص الحکم۔ و تالیفات محقق طوسی وغیرہ
 اسی فلسفہ کے اختلاف کے نتائج ہیں۔ تصوف نے فلسفہ یونان سے وہ وہ
 دقیق ابھارتے لیے جو عام ذہنوں سے کہیں بالاتر تھے۔ اسی وجہ سے تصوف
 بہت مشکل امر سمجھا گیا اور بات یہ بنائی گئی کہ یہ علم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
 یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے سے سینہ بسینہ آتا ہے۔ جو جس قدر
 فلسفی تھا اسی قدر کامل صوفی سمجھا گیا۔ اور تصوف ایک نہایت دقیق فن تھا
 کیا گیا۔ یہ ہے تصوف کا دوسرا دور جو در حقیقت فلسفہ یونان ہے۔ اس کے

بعد تصوف نے ہنود برہمنوں جو تشیوں جو گیوں گبروں کے اختلاط سے ایک
تیسرا رنگ اختیار کیا۔ تصور شیخ جو کہ ماہذا التماثل اللتی انتم اہل عاکفون
کا پورا نوٹ ہے جزو تصوف قرار دیا گیا اپنے ایجاد کردہ ریاضات و عملیات
اور زیادہ تر جو گیوں جو تشیوں برہمنوں گبروں کے عملیات ریاضات کی
مشاتی سے سرور کا رہ گیا۔ اس کے علاوہ عرس کرتا طواف قبر کرنا مردوں کو
پکارنا۔ قبروں پر غلاف چڑھانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بزرگوں کو فیضان
یقین کرنا۔ چلہ کشی کرنی۔ آنکھیں بند کرنی۔ کاکلیں بڑھانی۔ قوالی کرانی کشف
قبور کے لیے مراقبہ کرنا۔ غرض اسی طرح کی بیسیوں باتیں ہیں جو آج کل تصوف

لے ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے فہانی صاحب کی وہ شہادت کافی ہے جو آپ نے اللہ وہ جلد
میں دی ہے، آپ کہتے ہیں: بہت سے مسلمانوں کے غلط فہمی نے آذر کیوان کی شاگردی کی، اور چونکہ وہ موجد
صوفی تھا اس لیے سلوک کے مقامات اس سے مل گئے، ان میں سے محمد علی شیرازی، محمد سعید اعظمی، عاشور
بیگ، نجم الدین کا حال مصنف دہستانی نے تفصیل سے لکھا ہے۔ لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ شیخ
بہا الدین عالمی نے بھی آذر کیوان کی صحبت فیض اٹھایا تھا۔ آذر کیوان کا موجدان سے سلوک کے مقامات حل کرنا
یہیں دلیل ہے کہ یہ تصوف نہ تھا اسلامی چیز ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واسطہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت
علی رضی اللہ عنہ کے سینہ بسینہ آیا ہے! اسی واسطے آج دنیا میں یہود، نصاریٰ، گبر، ہنود وغیرہ تمام فرقوں میں
صوفی پائے جاتے ہیں۔ پھر فہانی صاحب کہتے ہیں موجد مردوشی نند وشت کی نسل سے تھا اکثر خوارق عادات اس
صادر ہوتے، پھر کہتے ہیں۔ موجد خوشی، خوشی، ایک مدت تک حق کی تلاش میں تمام دنیا میں پھرتا رہا آخر آذر
کیوان کی خدمت میں پہنچا اور اس سے مقامات سلوک تحصیل کئے۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں یہ تصوف
کی حالت جس کو سینہ بسینہ حضرت ابو بکر اور حضرت علیؑ سے چلے آئے گا دعویٰ کیا جاتا ہے! اس نے یہ گہری شخص پر

کی جان سمجھی جاتی ہیں۔ جس شخص میں یہ باتیں نہیں ہیں نہ عام طور سے لوگ اسے
صوفی جانتے ہیں نہ وہ اپنے کو صوفی سمجھتا ہے۔ یہ تصوف کا تیسرا دور ہے۔

تصوف کی پچھلی دو صورتوں کے لحاظ سے ایک ایسے محدث کو صوفی
کہنا جو تنقیدِ حال میں تشدد ہو تنقیدِ حدیث میں سخت شروط کا پابند ہو۔ فن
تاریخ میں مقدم قوم ہو۔ امام المحدثین کے لقب سے ممتاز ہو۔ احادیث کے
خلاف عمل کرنے والے کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہو۔ کیا حیرت
بخش نہیں ہے؟ بہر حال علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

وہ صوفی بزرگانِ اقدس اللہ جن کی آج عالم میں پیروی کی جاتی ہے اور مانے ہوئے
صوفی ہیں۔ ان میں امام بخاری بھی ہیں رضی اللہ عنہم امام بخاری ان علمائے عالمین
سے ہیں جن کے تذکرے کے وقت خدا کی رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔ امام
بخاری صائم الدہر ہمیشہ روزہ رکھنے والے ادب جارع تھے۔ اس خیال سے کہ
بیت الخلا میں بار بار جانے میں بے ستر ہونا پڑتا ہے۔ خداوند عالم سے حیا چاہیے
آپ نے غذا کم کرنی شروع کر دی۔ چند روز میں عادت کرتے کرتے یہ نوبت پہنچی
کہ ایک خرما یا ایک بادام پر گزار دینے کی عادت ہو گئی سلسلہ ہجری میں ولادت ہوئی
۱۵۶ھ میں عید الفطر کی شب میں وفات پائی۔ سمرقند سے دو میل کے فاصلہ پر
قریہ خرتک میں مدفون ہوئے۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک میری مدح اور ذم کرنے والے
دونوں برابر ہیں اور فرماتے ہیں مجھے امید ہے کہ میں خدا سے ایسی حالت میں ملوں گا
کہ مجھ سے اس امر کا سوال نہ ہو گا کہ تو نے فلاں شخص کی غیبت کی تھی۔ کبھی آپ

بیچ و فروخت کے معاملے میں نہیں پڑے۔ دوسرے لوگ انجام دیتے، انتہا درجہ کے پرہیزگار تھے۔ اندھیرے میں سوتے اور راتوں کو بیسیوں بار اٹھ کر چٹاق سے چراغ روشن کر کے احادیث لکھتے یا صحیح حدیثوں پر نشان دیتے اور سو رہتے۔

راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز تیرہ رکعتیں پڑھتے۔ ان میں ایک رکعت وتر علاحدہ پڑھتے۔ رمضان کی راتوں میں ثلاث قرآن روزانہ اکیلے تہجد کی نماز میں پڑھتے اور تیسرے روز ختم قرآن کرتے۔ فرمایا کرتے کہ ہر ختم قرآن پر دعا مقبولا ہوتی ہے، امام بخاری نے جب کوئی حدیث صحیح بخاری میں داخل زمانی تو شکرانہ کی دو رکعتیں ادا کیں۔ اپنے والد کے مال سے کھاتے رہے۔ اس وجہ سے کہ ان کے والد کا مال غیر مشتبہ تھا۔ ان کے علاوہ امام صاحب کے اور اصحاب بکثرت ہیں اور مشہور ہیں۔

علامہ شعرائی نے امام صاحب کے دلی الشہادہ برگزیدہ خلا ہونے کے وجوہات نہایت اختصار کے ساتھ تلخیص کئے ہیں۔ ہماری اس کتاب کے ناظرین کو امام صاحب کے وہ حالات مفصل معلوم ہوں گے جو تصوف کی روح و دال ہیں۔ مثلاً احادیث کی تحقیق، تنقید، جمع، نشر میں عمر عزیز کو ختم کر دینا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلدادہ ہونا، ساری عمر اسی دھن میں رہنا، اس میں تکلیفوں کو راحت جاننا، بدعات اور غلات طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا، ان کی تردید کرنی، اشاعت احادیث اور فقہ الحدیث میں سرگرم رہنا، سنن کی پابندی میں مضبوط رہنا وغیرہ وغیرہ۔

جب ایک مشہور علامہ نے ایام صاحب اور نیز دیگر اکابر ملت و صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین کی ایک جماعت کو صوفیوں میں شمار کیا ہے تو مناسب ہے کہ تصوف محدث پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے۔ جس سے ان اکابر ملت کا اس مردِ جہ تصوف سے بیزاری کا یقین کیا جائے اور یہ یقین کیا جائے کہ اگر یہ اکابر ملت صوفی تھے تو وہ تصوف "مردِ جہ تصوف" سے کوئی نسبت نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ وہ کچھ اور ہی تھا۔

عام طور پر اب تصوف کے لیے سلسلہ بیعت بالخصوص قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ مجددیہ، صابریہ، شاذلیہ، نظامیہ، سہروردیہ وغیرہ کا ہونا شرط بتایا جاتا ہے۔ اب تک سلسلہ بیعت کے سینکڑوں طریقے ایجاد ہو چکے ہیں۔ اور ایجاد ہوتے جاتے ہیں۔ اور کتنے آئندہ ایجاد ہوں گے۔ اور ہر ایک کے آداب اشغال و وظائف جدا گانہ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور اس کے بعد خلفائے راشدین، و نیز تابعین و تبع تابعین، اور اس کے بعد کئی صدیوں تک تو بجز بیعت امارت اور بیعت توبہ کے دوسری بیعتوں کا پتہ نہیں، اور ان دونوں بیعتوں کے لیے خود عہد مبارک نبوی میں اور اس کے بعد صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں نہ سلسلہ بیعت تھا، نہ اس کا ثبوت کہیں سے پایا جاتا ہے۔ بیعت امارت کے وقت نہ سلسلہ بیعت ملا تا نہ اس کا کوئی سلسلہ ہوتا۔ اسی طرح بیعت توبہ کے وقت توبہ کر لیتا۔ اور تزک معاصی پر اقرار لے لیتا۔ اور اس بیعت کا لینے والا بھی وہی خلیفہ یا

سلہ نیا نکالا ہوا ہوتا

امام ہوتا۔ لیکن آگے چل کر جب خلافت سلطنت کی صورت میں بدل گئی اور دنیاوی
 زمان و واؤں اور دینی مقتداؤں کا دگر وہ جداگانہ قائم ہو گیا۔ تو بیعت توبہ حاکم
 وقت سے متقل ہو کر دینی مقتداؤں میں چلی آئی۔ لوگ کسی مقتدا سے وقت و جو
 اعلیٰ درجہ کا متقی ہوتا، کے ہاتھ پر توبہ کر لیتے۔ وہ بیعت توبہ سے لیتا۔ لیکن پھر بھی
 سلسلہ بیعت نہیں ملتا کہ مجھے فلاں کے ہاتھ پر بیعت توبہ حاصل ہے اور ان کو
 فلاں کے ہاتھ پر۔ رفتہ رفتہ گتہ یاں قائم ہو گئیں۔ خالق ہیں نہیں تو سلسلہ بیعت بھی
 ملایا جانے لگا، اب جس قدر مسلمان ہیں قریب قریب سب اس کے خوگر ہو گئے!
 یہ ہے بیعت کی مختصر کیفیت۔ جب سلسلہ بیعت قائم ہوا۔ تو ہر ایک کے آداب،
 اشغال، وظائف، طریقے جداگانہ قائم ہو گئے۔ اور ہر گدی نشین نے اپنے مذاق
 کے موافق جو چاہا اپنے عقیدت مندوں میں جاری کیا اور آئندہ چل کر وہ خدائی
 چیز بٹھ گئی۔

ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تصوف پر سنن دارمی کی ایک حدیث سے
 روشنی ڈالیں جس سے اس کے محدث اور خلافت طریقیہ اسلام ہونے اور اصحاب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیزاری کا اندازہ کیا جاسکے۔
 عبد اللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے کون واقف نہیں؟ خبر
 امت عبد اللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں، کہ ہم لوگ قبل نماز فجر عبد اللہ بن مسعودؓ کے
 دروازہ پر ان کے انتظار میں بیٹھتے اور ساتھ ہو کر مسجد آتے، ایک روز ابو موسیٰ اشعریؓ

طہ بیعت کی پوری بحث دیکھنی ہو تو رستہ تعلیم بیعت و معارف مولانا سلامت اللہ صاحب جیراج پوری دیکھ جائے
 یہ کتاب اپنے باب بے مثل اور نہایت مکمل ہے۔ بڑے سلیس پیرائے میں محققانہ اور مدلل لکھی گئی ہے۔

دگر آئے ہوئے آئے ہم سے پوچھا کہ عبدالرحمن بن مسعود کی کنیت ہے
 ننگے ہاں نے کہا نہیں۔ وہ بھی انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب ابن مسعود ننگے توابو موسیٰ
 نے کہا ابھی ابھی میں نے مسجد نبوی میں ایک امر منکر و خلافت طریقہ رسول اللہ
 یعنی بدعت دیکھا ہے۔ لیکن دیکھنے میں بعلا معلوم ہوتا ہے ابن مسعود کیا دیکھا
 ہے؟ ابو موسیٰ! میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ ہمارے انتظار میں مسجد نبوی
 میں حلقے باندھ باندھ کر بیٹھی ہے اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں۔ ہر
 حلقے میں ایک شخص ہے جو کہتا ہے

کبر و امامتہ تکبیر و نیکب و ن مائتہ یعنی سو بار تکبیر کہو۔ وہ سو بار تکبیر کہتے ہیں۔ پھر کہتا ہے۔

صلوا مائتہ فیصلون مائتہ یعنی سو بار لا الہ الا اللہ کہو۔ وہ لا الہ الا اللہ
 کہتے ہیں۔ پھر اسی طرح سو بار سبحان اللہ کہنے کی ہدایت کرتا ہے وہ سبحان اللہ
 کہتے ہیں۔ ابن مسعود۔ تو تم نے کیا کہا؟ ابو موسیٰ۔ آپ کے انتظار میں میں نے کچھ
 نہیں کہا۔ بات کرتے کرتے دونوں مسجد میں پہنچ گئے تو دیکھا کہ ابو موسیٰ کے
 بیان کے موافق مسجد نبوی میں ذکر جاری ہے۔ ابن مسعود نے ایک حلقہ والوں
 سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ کنکریاں ہیں ر
 جب تک تسبیح اور ملا وغیرہ ایجاد نہیں ہوا تھا ان پر اللہ کی تکبیر، تہلیل، تسبیح
 پکارتے ہیں۔ ابن مسعود نے فرمایا تم بجائے تکبیر، تہلیل، تسبیح کے اپنے گناہوں کو
 شمار کرو۔ میں ضمانت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسنات کو ضائع نہیں
 کرے گا۔ انہوں نے تم کو اسے امت محمد صلیم کس قدر جلد تمہاری خرابی پہنچ گئی
 ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تم میں کثرت سے موجود ہیں۔

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کپڑے بھی نہ پھٹے۔ ابھی آپ کے استعمال کے لباس بھی نہ ٹوٹے اور تم میں بدعتیں شروع ہو گئیں، تو شاید تم ایسے طریقہ پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے عمدہ ہے اور زیادہ ہدایت والا ہے۔ کیا تم اس بدعت سے ضلالت کا دروازہ کھول رہے ہو، لوگوں نے معذرت کہا۔

واللہ صا دق نا بد الا الخیر خدا کی قسم اس سے ہم نے خیری کا ارادہ کیا ہے۔
ابن مسعود نے فرمایا

کر من مریین الخیر لون یحییہ کتنے خیر کے ارادہ کرنے والے میں جو ہرگز خیر کو نہیں پہنچتے۔
اس سے ان اور زیادہ اشغال اور ذکر کے طریقوں کا اندازہ کرو جو سینکڑوں برس بعد گدی نشینوں نے ایجاد کر کے اپنے عقیدت مندوں میں جاری کئے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس کو کس نفرت کی نگاہ سے دیکھتے، صحابی کے اس اثر سے مسلمان کو عموماً اور مومنوں کو خصوصاً عبرت پکڑنی چاہیے آج ہزاروں وظائف، اوراد، اذکار نئے نئے ایجاد ہو گئے۔ ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت۔ یہ بات عام طور پر دیکھی جاتی ہے کہ اگر کسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور وظیفہ بتایا جائے جو صحیح سند سے ثابت ہے تو اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتا۔ لیکن اگر کسی بیعت واسے پیر کا وظیفہ بتایا جاتا ہے تو عمل کے لیے طیار، اللہ تعالیٰ امت بیعت کو اپنی اصلی حالت پر لاوے اور مسلمانوں کو ان حالوں سے نجات دے کہ وہ قعر مذلت سے نکلیں اور ترقی کریں اور قرون اولیٰ کا

سماں ان میں بھی نظر آئے۔ پتہ ہے۔

خیرامہدی علیہ السلام (منہج) یعنی سب سے بہتر طریقہ حضرت علی علیہ السلام کا ہے۔

امام صاحب کے ملفوظات

قاضی ولید بن ابراہیم (امام بخاری کے تلامذہ میں ہیں) اری کی تعنا پر مامور تھے، کہتے ہیں، کہ جب میری عزیز عمر کا بہت سا حصہ گزر چکا۔ تو مجھے علم حدیث کا شوق پیدا ہوا، اس وقت امام بخاری کا عالم میں غلغلہ تھا۔ میری نگاہ بھی امام صاحب ہی کی درگاہ کی جانب اٹھی۔ کیونکہ شرق سے غرب تک انہیں کا چہرہ تھا۔ میں نے حاضر ہو کر امام صاحب سے اپنے دلی مقصد کا اظہار کیا۔ امام صاحب نے میری درخواست سن کر فرمایا۔

یا بنی لا تدخل فی امر الا بعد معرفۃ یعنی پیاسے صاحبزادے کسی کام میں ہرگز نہ ہاتھ لگاؤ
حدادۃ والوقوف علی مقادیر کا جب تک اس کے حدود اور اس کی مقادیر سے واقفیت نہ حاصل کر لو۔ پھر فرمایا۔

واعلم ان الرجل لا یصیر عتقا کمالا فی حدیث الا بعد ان یتبایر مع اربعہ کا ربیع مثل اربع
فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع
لا ربیع وکل هذه الرباعیة لا تتم الا بربیع مع
اربیع فاذا تمت له کلہا مات علیہ اربعہ وابتلی باربیع فاذا صبر علی ذلک کرم اللہ فی
الدنیا باربیع واولیہ فی الاخرة باربیع

قاضی صاحب کہتے ہیں، کہ میں ان بارہ رباعیات کو سن کر دنگ ہو گیا، عرض کیا کہ آپ اس

اجمال کی تفصیل فرمائیے امام صاحب نے فرمایا: (نعم) ان ابھی تفصیل کو پھر امام صاحب نے اس کی تفصیل فرمائی۔

پہلی رباعی، ان یکتب ادباً، یعنی چار چیزیں لکھے رادل، احادیث رسول اللہ (ثانی) حالات صحابہ اور ان کی تعداد (ثالث) تابعی اور ان کے حالات (رابع) بقیہ علمائے امت اور ان کی تواریخ۔

دوسری رباعی۔ معادبع، چار کے ساتھ لکھے رادل، رجال حدیث کے نام۔ (ثانی) ان کی کنیت (ثالث) ان کی جائے سکونت (رابع) ان کے سنوالات و لدات و وفات۔

تیسری رباعی۔ کادبع، چار کی طرح لکھے، جس طرح خطیب کے لیے محلازم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے لیے درود و منورہ ہے، سو رتوں کے لیے بسم اللہ اور نماز کے لیے تکبیرات، لازم ہیں، ایسے ہی رجال کے نام ان کی کنیت ان کی جائے سکونت ان کے سنوالات و وفات لکھنے کو لازم جانے۔

چوتھی رباعی۔ مثل ربع، چار کے مثل لکھے، مسندات روہ حدیثیں جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے، مراسلات، روہ حدیثیں جن میں صحابی مذکور نہ ہوں، موقوفات روہ حدیثیں جو صحابی یا تابعی کے اقوال ہیں مقطوعات جس حدیث کا بیچ سے کوئی رادی چھوٹ گیا ہو، غرض ہر قسم کی حدیث کا استقصا کرے۔

پانچویں رباعی۔ فی ادبع، چار وقتوں میں لکھنے، کم سن ہیں، جوانی میں، سن کموت یعنی ادھیڑ پن میں، بڑھاپے میں، غرض کسی سن میں تحصیل کا جوش کم نہ ہو، اور نہ کسی سن میں قلم ر کے اور طلب سے سیری ہو۔

چھی رہا عی۔ عند ادبع، چار حالتوں میں، عظیم الفرستی۔ فرست، ذراع
دستی، تنگ دستی، جس حالت میں ہو خیال بند حاد ہے۔

ساتویں رہا عی۔ بادبع، چار میں لکھے، پہاڑ، سمندر، آبادی، جنگل، غرض
جہاں پائے لکھے۔

آٹھویں رہا عی۔ علی ادبع، چار چیزوں پر لکھے، پتھر، چمڑے، ہڈی،
سیپ، جب تک کا غد میسر نہ ہو۔

نویں رہا عی۔ عند ادبع، چار سے لے کر لکھے۔ جو سن میں بڑے ہوں،
اور جو سن میں کم ہوں اور جو سن میں برابر ہوں، اور اپنے والد کے خط سے بشرطیکہ خط کا یقین ہو،
دسویں رہا عی۔ لادبع، چار کاموں کے لیے لکھے، اللہ کی رہنمائی کے لیے،
عمل کے لیے بشرطیکہ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو، ملائین حدیث میں اشاعت کے لیے
تالیفات میں جمع کرنے کے لیے، کیونکہ تالیفات کی وجہ سے اس کا قیام رہتا ہے،
ہاں یہ دس نہ باعیات جن کے بغیر نہیں پوری ہوتیں وہ دوسری دو رہا عیا
ہیں، پہلی کسی ہے (۱) فن کتابت۔ علم لغت، صرف و نحو، میں ماہر ہونا۔

(۲) دوسری رہا عی۔ مہربی اور خدا کی عطا یعنی محبت، قدرت علم کا شوق، قوت
حافظہ جب یہ بارہ رہا عیات کسی کو نصیب ہو جائیں، تو ان کی خوشی میں وہ چار چیزوں کو
جو نہایت پیاری ہیں یعنی بیوی۔ اولاد۔ مال۔ وطن، بے وقعت سمجھتا ہے۔ اور چار
چیزوں میں مبتلا ہوتا ہے، دشمنوں کی خندہ زنی میں، دوستوں کی ملامت میں، کوتاہ
بینوں کی طعن زنی میں، علمائے عصر کے حسد میں، جب ان چار پر صبر کرتا ہے تو
دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کو چار چیزوں سے معزز کرتا ہے۔ قناعت کی عزت،

ایمانی رہے کہ یہیت حق است اس از خلق نیست و دائمی خوشی سے دو لکھینہم
 حیوۃ طیبہ علمی لذت سے اور آخرت میں چار دولتوں سے الامال
 کیا جائے گا انشاء اللہ اپنے بھائیوں کے شفیع بننے کا درجہ ملنے سے عرش
 اعظم کے سایہ سے رحمت کا ظل الا ظلما) توض کوثر پر پانی پلانے کے درجہ سے
 رحمت کا صلہ الا ماؤہ انبیاء اور مرسلین کی ہمسائیگی سے (اولئک مع الابرار
 انعم اللہ علیہم من النعمتین) یہ کہہ کر فرمایا: لو صاحبزادے ہم نے جو
 شیوخ سے متفرق سنے تھے تم کو ایک ہی بار سنا دیا اب چاہو علم حدیث
 حاصل کر دیا چھوڑ دو۔ قاضی ابوالعباس کہتے ہیں: امام بخاری کا یہ کلام سن کر
 میں متفکر اور ساکت ہو گیا اور دیر تک سر نیچے کئے ہوئے تھا۔ کیونکہ فہم حدیث
 کی تحصیل کا بار گراں ہے کہ امام صاحب نے رباعیات مذکورہ بالا میں بیان
 کیا تھا میں متحمل نہیں ہو سکتا تھا امام صاحب نے میرے سکوت اور تفکر کو
 دیکھ کر فرمایا: فان لم تطلق احتمال المشاق کلها فعلیک بالفقه المن سے
 یمکنک تعلمہ وانت فی البیت قاریا کن لا یجتلیج الی بعد الا سفار و
 وطی الا بار و رکوب البحار و هو مع ذاشر کا الحدیث غلامہ یہ کہ اگر
 تم سے علم حدیث کی تحصیل بوجہ مشقتائے کثیرہ ممکن نہ ہو تو تم علم فقہ ہی حاصل
 کر دو جس میں سفر کی تکلیفوں سے نجات مل جائے گی اور علم فقہ باوجود سہل
 الحصول ہونے کے حدیث ہی کا ثمرہ ہے و تدرب الراوی۔
 ایک دوسرا ملفوظ امام بخاری کا حافظ ابن حجر نے یہ نقل کیا ہے۔
 لا اعلم شیئا یجتلیج الیہ الا دھونی یعنی کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کی حاجت ہو اور

الکتاب والسنۃ قیل لہ یکن معرفۃ وہ قرآن و حدیث میں نہ ہو۔ پوچھا گیا کیا ان کا
ذک قال نعم۔ جانتا بھی ممکن ہے۔

فرمایا ہاں۔ خلاصہ یہ کہ کسی امام یا عالم کے قواعد و مختصرہ یا سکوت کو نص کے برابر
تسلیم کر کے ان سے مسائل اور جزئیات پیش آنے والی کی تخریج کرنا اور
پھر ان مسائل مستخرجہ کو بجائے نص مان کر تخریج و تخریج کرتے رہنا اس کا
حکم اللہ اور رسول نے نہیں دیا ہے۔ امام المحدثین کا خلاصہ زندگی یہ
ہے کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر کے سیرت رسول
اور سیرت صحابہ کا نمونہ عالم کے سامنے پیش کر دیا اور اہل اسلام کو بتا گئے کہ
یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ اور ان پر عمل اس طرح کیا
جاتا ہے اور اس کے جنب میں اراد الہیہ اور اس طرح بے وقعت سمجھا
جاتا ہے اور ان سے پرہیز کیا جاتا ہے۔

زار از کشکول اہل ازلے نوزاد نور و بر سر خوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

—————

حصہ اول میں امام بخاری کے واقعات زندگی لکھے گئے ہیں۔
حصہ دوم میں ان کے علمی کارنامے دکھائے گئے ہیں اور ان کی
تصنیفات اور فقہیت وغیرہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور حقیقت
میں حصہ ثانی حضرت مولف کی محنتوں اور کوششوں کی متا شاہ
ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حصہ دوم

امام الحدیث کی تصنیفات

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ

مُحَمَّدًا وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

قطع نظر تو اتر اور شہرت کے امام بخاری کی تصنیفات کا سلسلہ سند امام صاحب تک ایک دو نہیں سینکڑوں طریقے سے ملتا ہے جو ہر طرح صحت کا جامع ہے، اور آج تک علماء اسلام نے رخواہ کسی مذہب کے ہول باستثنا بعض فرقہ اپنے سلسلہ سند کو امام صاحب تک پہنچانے کا التزام رکھا ہے، ان سب میں صحیح بخاری کو ایک خصوصیت خاص اور امتیاز خاص حاصل ہے۔ جس کتاب کو موافق کی حیات میں مولف سے نوے ہزار شاگردوں نے پڑھا ہو۔ اس کے تواتر کا کیا پوچھنا ہے ایک امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی الحنفی المتوفی ۵۳۵ھ نے صحیح بخاری کی

شرح لکھی ہے جس کا نام البصاح فی اخبار الصحاح ہے، لائق شراح نے اس شرح میں لکھا ہے کہ میرا سلسلہ سند امام بخاری تک پچاس طریق سے پہنچتا ہے آج ایسی تالیفات سینکڑوں کی تعداد میں پائی جاتی ہیں جن کی نسبت امام صاحب کے معاصرین بلکہ ان سے بھی پہلے کے لوگوں کی طرف کی جاتی ہے، لیکن اس وجہ سے قابل وثوق نہیں سمجھی جاتیں کہ ان کا سلسلہ سند ان کے مولفین تک قابل اعتبار نہیں۔ اولاً تو سلسلہ سند قائم ہی نہیں اور بعض معتقدین نے سلسلہ ملا نا بھی چاہا۔ تویح میں کتنے رجال مجمل مستور بے اعتبار آتے ہیں جو سند کو پایہ وثوق سے گرا دیتے ہیں، اگر شک ہو تو سند خوارزمی کو دیکھو، معاصر نعمانی صاحب اس سند کے بارے میں لکھتے ہیں۔ جو لوگ امام ابو حنیفہ صاحب کے سلسلہ کمالات میں تصنیف و تالیف کا وجود بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ انہیں مفصلہ بالا کتابوں کو شہادت میں پیش کرتے ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ ان تصنیفات کو.... امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے آگے لکھتے ہیں کہ سند خوارزمی کو امام ابو حنیفہ کی سند کہنا مجازی اطلاق ہے خوارزمی خود ساتویں صدی میں تھے۔ جن مسندوں کو جمع کیا ہے۔ وہ بھی اکثر تیسری چوتھی صدی

عہ انیسویں اور حیرت ہے لکھنؤ کے بعض اہل مطبع پر کہ سند خوارزمی کو طبع کر کے امام ابو حنیفہ کی طرف بلا تامل منسوب کر دیا اور ذرا تحقیق سے کام نہیں لیا۔ حالانکہ وہ بڑے بڑے محققین پر نکتہ چینی کرتے ہوئے حد سے بڑھ جاتے ہیں کسی کو جاہل بناتے ہیں کسی کو سفیر۔ امام ابو حنیفہ کی جس قدر مسندات کہی جاتی ہیں۔ ان کے رواد کی جانچ میزان الاعتدال اور فوائد بھیہ وغیرہ سے کر کے دیکھ لو کیا حالت ہے ۱۴ صفحہ

یا اس سے بھی بعد کی ہیں۔ حماد۔ قاضی ابو یوسف۔ البتہ امام صاحب کے ہم عصر ہیں اور ان کا مسند بے شبہ۔ امام ابو حنیفہ کا مسند کہا جاسکتا تھا۔ لیکن خوارزمی کے سوا اور کسی نے ان مسندوں کا نام نہیں لیا ہے۔ حالانکہ حدیث کی کتاب جب تک مشہور اور مستند روایتوں سے نہ ثابت ہو۔ اس کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہمارے نزدیک اس بحث میں شاہ ولی اللہ صاحب کا فیصلہ کافی ہے۔ وہ حجۃ اللہ الہیہ میں فرماتے ہیں کہ ”طبقہ رابعہ کی وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفوں نے ایک مدت وراز کے بعد ان روایتوں کو جمع کرنا چاہا جو دو پہلے طبقوں میں موجود نہ تھیں اور گناہم مسندوں اور مجموعوں میں پائی جاتی تھیں ان لوگوں نے ان کو بلند نام کرنا چاہا حالانکہ وہ حدیثیں ان لوگوں کی زبانوں پر تھیں جن کا محدثین اعتبار نہیں کرتے۔ مثلاً زیادہ گو واعظین اور اہل بدعت اور ضعیف الروایۃ۔ یا وہ صحابہ اور تابعین کے آثار تھے یا نبی اسرائیل کے قصے تھے یا حکما اور واعظین کے مقولے تھے۔ جن کو راویوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مخلوط کر دیا تھا۔ یا قرآن اور حدیث کے متحمل مضامین تھے جن کو ان نیک آدمیوں نے بالمعنی روایت کیا جو فن روایت کی باریکیوں سے ناواقف تھے۔ ان لوگوں نے ان باتوں کو رسول اللہ کی طرف منسوب کر دیا۔ یا ایسے مضامین تھے جو قرآن اور حدیث سے مستنبط ہوتے تھے۔ ان کو قصد اندیش نبوی بنا دیا۔ یا مختلف حدیثوں کے ٹکڑے تھے جو ایک عبارت میں مرتب کر دیے گئے۔ اس قسم کی حدیثیں کتاب الضعفاء ابن حبان۔ کامل ابن عدی۔

تصنیفات خطیب و ابو نعیم و جوزقانی۔ و ابن عساکر و ابن بخار و دیمی میں مل سکتی ہیں
مسند خوارزمی بھی قریباً اسی طبقہ میں داخل ہے۔

شاہ صاحب کے فیصلہ کے بعد ہم عصر موصوف لکھتے ہیں: "بات
اتنی ہے کہ جن مسندوں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ امام صاحب کے
شاگردوں نے لکھے ان کا نہ تاریخوں سے ثبوت ملتا ہے نہ وہ خود کہیں
پائے جاتے ہیں۔ جو مسند امام صاحب کے زمانہ سے بہت پیچھے لکھے گئے
وہ البتہ موجود ہیں۔ لیکن ان کی حدیثوں کا امام صاحب تک بسند صحیح متصل
پہنچنا نہایت مشتبہ ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض بعض مسانید میں بے اعتباری
کی اندرونی شہادتیں موجود ہیں۔ مسند حنفی میں کئی روایتیں امام صاحب
کی طرف منسوب ہیں جن کو انہوں نے خود صحابہ سے سنا اور روایت کیا ہے۔
حالانکہ امام صاحب کا صحابہ سے روایت کرنا محدثانہ تحقیقات کی رو سے
ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ خوارزمی نے آثار امام محمد کو بھی امام کی مسانید میں
داخل کیا ہے۔ بے شبہ اس کتاب میں اکثر روایتیں امام صاحب ہی سے ہیں
اس لیے ناظرین کو اختیار ہے کہ اس کو امام ابو حنیفہ کا مسند کہیں یا آثار
امام محمد کے نام سے پکاریں۔ لیکن یاد رہے کہ امام محمد نے اس کتاب میں
بہت سے آثار اور حدیثیں دوسرے شیوخ سے بھی روایت کی ہیں۔ اس
لحاظ سے اس مجموعہ کا انتساب امام محمد کی طرف زیادہ موزوں ہے۔
صحیح بخاری کے علاوہ امام بخاری کی ایک تصنیف رحبن کی تفصیل
آتی ہے نہایت دقت اور وثوق کی نگاہ سے دیکھی گئی امام ابو علی عسائی

لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر لکھی تو امام اسحاق بن راہویہ جیسے
باکمال شیخ نے اس نادر تالیف کو امیر عبداللہ بن طاہر حاکم رے کے دربار
میں پیش کر کے فرمایا اکا ادیک سمعہ کیا میں تمہیں ایک بڑا جادو نہ دکھاؤں۔
علامہ تاج الدین سبکی اسی تاریخ کی نسبت لکھتے ہیں۔

و کتاب محمد بن اسمعیل فی التاریخ کتاب لم یسبق الیہ ومن الف بعدا
شیئا فی التاریخ او الاسماء
او انکفی لم یستغن عنه فمنهم
من نسبہ الی نفسه مثل ابی
ذراعة وحاتم و مسدد و منہم
من حکاہ عنہ خالده یوحنا
خانہ اصل الاصول

ابام بخاری کی تاریخ وہ کتاب ہے کہ
اس سے پہلے کسی نے ایسی مبارک تالیف
نہیں لکھی، اور جس شخص نے امام بخاری
کے بعد تاریخ اسماء گنے میں تالیف کرنی
چاہی وہ اس سے کسی طرح مستغنی نہیں
ہو سکا، بعض اہل علم نے پیرایہ بدل کر اسے
اپنی طرف منسوب کر دیا جیسے ابو زرہ،
ابو حاتم، امام مسلم، اور بعض نے بحوالہ

نقل کیا۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے کیونکہ انہوں نے تاریخی اصول کی بنیاد
ڈالی، حافظ ابوالعباس بن عقدہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بیس ہزار حدیثوں
کو لکھے تو یہی امام بخاری کی تاریخ سے اس کو استغنا نہیں ہو سکتا۔
امام بخاری کا اپنی تالیف میں کسی کو ذکر کر دینا، یہی اس کے لیے باعث
فخر سمجھا جاتا ہے، مورخین اس کو تبس و قوت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، امام
غزالدین رازی، اور صاحب سیرۃ النعمان، کے کلام سے اس کا اندازہ

کیا جاسکتا ہے، صاحب سیرۃ النعمان رقم طراز ہیں: لیکن رجال اور تاریخ
 کی مستند کتابیں جن میں امام ابو حنیفہؒ کا ذکر ہے اکثر میری نظر سے گزریں،
 جن میں تاریخ صغیر بخاری، معارف ابن قتیبہ اور فلال نلال کتابیں ہیں،
 حالانکہ تاریخ صغیر میں جس طرح جناب امام ابو حنیفہؒ کا ذکر ہے اہل علم سے
 پوشیدہ نہیں۔ باوجود اس کے صاحب سیرۃ النعمان اسے اختیار اُلکھتے ہیں۔
 اسی طرح تاریخ کبیر میں امام شافعیؒ کا ذکر کیا ہے لیکن جس بے پرداہی سے کیلئے
 اس کے لحاظ سے امام ہندی نے یہی قیمت سمجھا جس کی نسبت صاحب سیرۃ النعمان تحریر فرماتے
 ہیں امام بخاری نے تاریخ کبیر میں امام شافعیؒ کا ذکر کیا ہے اس کے لحاظ سے امام رازی نے
 یہی قیمت سمجھا، کہ تضعیف نہیں کی چنانچہ امام شافعی کے فضائل میں فرماتے ہیں:۔
 واما الامام محمد بن اسماعیل البخاری فقد ذكر الشافعي في تاريخه الكبير نقلاً
 في باب محمد بن محمد بن ادريس ابو
 عبد الله الشافعي القرشي سكر مهور
 مات سنة اربع ومائتين ثم انما
 ذكره في باب الضعفاء مع علمه بانه قد
 روى شيئا كثيرا من الحديث ولو
 كان من الضعفاء لذكره۔
 امام بخاری نے امام شافعی کا ذکر تاریخ کبیر
 میں کیا ہے، چنانچہ فلال باب میں لکھا ہے
 کہ محمد بن ادريس بن عبد الله محمد الشافعي القرشي
 نے ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ لیکن ان کو ضعف
 کے باب میں نہیں ذکر کیا حالانکہ امام بخاری
 جانتے تھے کہ امام شافعی نے بہت سی حدیثیں
 روایت کی ہیں، اگر وہ اس باب میں ضعیف
 ہوتے، تو امام بخاری ضرور ان کو ضعیف لکھتے،

علامہ تاج الدین سبکی شافعی طبقات کبرے میں فرماتے ہیں: و ذکر الشافعي
 في موضعين من صحيحه في باب في الركاز الخمس وفي باب تفسير الامم ايام النبوة و

رقم شیخنا المزی فی التہذیب الشافعی بالتعلیق و ذکر ہذین المکانین یعنی امام
بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں امام شافعی کا ذکر دو مقاموں میں کیا ہے (۱)
باب فی الوکاز الخمس (۲) باب تفسیر العرایا (کتاب البیوع) میں اور علامہ مزی
نے ان دو مقاموں کا ذکر تہذیب میں کیا ہے امام بخاری کا اپنی جامع
صحیح میں شافعی کو ذکر کرنا ہی از بس غنیمت شمار کیا گیا۔

پھر دفع و غل کے طور پر علامہ سبکی اس سوال کے جواب میں کہ امام
شافعی سے روایت کیوں نہیں کی رہا اسی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں دلیرید
عن الشافعی فی المصیح لانه اذ مر لک اقرانہ والشافعی مات مکہ فلا یروہ نازکا
یعنی امام بخاری نے کوئی حدیث امام شافعی کے واسطے سے اپنی جامع صحیح
میں اس لیے نہیں روایت کی کہ امام بخاری نے امام شافعی کے اقران کو پایا اور
ان کے معاصرین سے اخذ روایت کیا، چونکہ امام شافعی کا انتقال سن
کہولت ہی میں ہو گیا تھا۔ اگر امام شافعی کے واسطے سے روایت کرتے
تو حدیث کے سلسلہ سند میں واسطہ بڑھ جاتا اور سند نازل ہو جاتی۔ اس لیے
امام شافعی کے واسطے سے امام بخاری نے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔
اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری، یا مولفین صحاح ستہ کی تنقیدی نگاہ
میں کسی راوی کا نہ ٹھہرنا، یا مجرد تک کر دینا، یا صحاح میں اس سے حدیث نہ
کرنا یہ ایک ایسی بات تھی۔ جو اس کی طرف سے شہہ پیدا کرتی تھی، اور اس کے
دامن ثقات پر وجہ لگاتی تھی اسی وجہ سے امام شافعی اور جناب امام
ابو حنیفہ کے اتباع میں بڑی کھلی جلی چل گئی، اور اس کی توجہات میں

انہیں بڑی وقتیں پیش آئیں، صاحب سیرۃ النعمان نے تو یہ کہہ کر ٹالا کہ اس الزام میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ امام شافعی بھی شریک ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ صحاح ستہ کے مصنفین نے امام صاحب سے روایت نہیں کی۔ رد و ایک۔ روایتیں مستثنیٰ ہیں، لیکن اس الزام میں اور امام بھی شریک ہیں، امام شافعی جن کو بڑے بڑے محدثین مثلاً اسحاق بن راہویہ امام احمد بن حنبل۔ ابو ثور حمیدی۔ ابو زرعہ۔ الرازی۔ ابو حاتم نے حدیث و روایت کا مخزن تسلیم کیا ہے۔ ان کی سند سے صحیحین میں ایک بھی روایت موجود نہیں۔ بلکہ بخاری و مسلم نے کسی اور تصنیف میں بھی امام شافعی کی سند سے کوئی روایت نہیں کی۔ امام رازی نے بخاری اور مسلم کی اس بے اعتنائی کی بہت سی تاویلیں کی ہیں۔ مگر کوئی معقول وجہ نہیں بتا سکتے صحیحین پر موقوف نہیں۔ ترمذی۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ نسائی میں بھی بہت کم ایسی حدیثیں ہیں جن کے سلسلہ رواۃ میں امام شافعی کا نام آیا ہو۔

صاحب سیرۃ النعمان، امام رازی کی توجہات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے خود بخاری اور مولفین صحاح کے اہل کوفہ سے روایت نہ لینے کی یہ وجہ لکھتے ہیں درحقیقت یہ ہے کہ بعض محدثین نے اعتنا و اور استناد کا جو معیار قرار دیا تھا۔ اس میں اہل نظر بلکہ اکثر لوگوں کے لیے کم گنجائش تھی، علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امام بخاری فرمایا کرتے تھے: میں نے کسی ایسے شخص سے حدیث نہیں لکھی جس کا یہ قول نہ تھا الا یمان قول و عمل، اگر یہ قول صحیح ہے تو امام ابو حنیفہ کو ان کے دربار میں پہنچنے کی کیوں کراہید ہو سکتی ہے؟

ایک وجہ اور لکھتے ہیں، لطف یہ ہے کہ مجتہدین جس چیز پر غور کر سکتے ہیں۔ وہ وقتِ نظر قوتِ استنباط۔ استخراج مسائل تفریع احکام سمجھا لیکیں محدثین کے ایک گروہ کے نزدیک یہی باتیں عیب اور نقص میں داخل ہیں۔ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، قاضی ابو یوسف کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ اہل حدیث میں سے ایک گروہ نے ان کی روایت سے اسی بنا پر احتراز کیا کہ ان پر رائے غالب تھی اور فروع احکام کی تفریع کرتے تھے۔ ان باتوں کے ساتھ بادشاہ کی صحبت میں رہتے تھے اور منصبِ قضا پر مامور تھے۔ اگر فروع اور احکام کا استنباط بھی جرم ہے تو بے شبہ امام ابو حنیفہ قاضی ابو یوسف سے زیادہ مجرم ہیں۔

افسوس اور حیرت ہے کہ ایک مؤرخ ایسی تحقیق سے گری ہوئی بات لکھے جس کو دیکھ کر تھوڑی نظر والا آدمی بھی انگشت بندھاں ہو، معصروصوت کی یہ دونوں وجہیں امام بخاری اور مولفین صحاح ستہ کی نسبت کسی طرح صحیح نہیں مانی جاسکتیں، تکثیر مسائل استنباط فروع تفریع احکام۔ وقتِ نظر، یہ تو خود مولفین صحاح ستہ بالخصوص امام بخاری کا مہتمم بالشان مقصود ہے، ان کے تراجم ابواب ایسے کھلے شواہد موجود ہیں جن سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا امام بخاری تو اسی لیے تکرارِ احادیث کی پرواہ نہیں کرتے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کے معترف تمام شراح حدیث ہیں۔ خود صحاح ستہ موجود ہے۔

عہ دراصل رائے کے غلبہ اور فروع احکام کی تفریع اور بادشاہ کی صحبت کے انناک کی وجہ جو حدیث کی طرف بے اعتنائی ہو گئی تھی یہ وجہ ہے اور علامہ ابن جریر کا لکھنا بہت صحیح ہے۔

ان کے مولفین کی وقت نظر قوت استنباط۔ تفریع احکام تکثیر مسائل، استنباط
 فروع آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہیں اور علامہ ابن خلدون کا یہ جملہ نہایت
 جامع ہے ولذا لائق محتاج الی الامعان النظر، التفقہ فی تراجم انہیں وجوہات
 سے امام بخاری کے تراجم ابواب میں بڑی غور کی نگاہ اور نظر و قیاس کی ضرورت پڑتی ہے
 رہی پہلی توجہ یہ بات ہر خاص و عام کے نزدیک مسلم ہے کہ امام بخاری
 اور مولفین صحاح ستہ کا ایک بے نظیر وصف ان کی بے تعصبی ہے۔ ان کے
 سلسلہ اسناد کو پڑھو تو سینکڑوں رواۃ ایسے ملتے ہیں جو ان سے مذہب میں
 اختلاف رکھتے ہیں، بلکہ عام اہل سنت سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن عدل۔
 صدق۔ دیانت۔ حافظہ وغیرہ مقررہ شرائط کے پائے جانے پر بلا تامل ان
 سے روایت لیتے ہیں، خود صحیح بخاری کے سلسلہ اسناد میں رواۃ موجود ہیں
 جن کی نسبت "مرجی" لکھا گیا ہے جو اعمال کو جزو ایمان نہیں جانتے تھے ایسی طرح
 زنی بالتشیع یا دیگر امور ایسے مذکور ہیں جن سے اعتقاد امام بخاری کو اختلاف ہے
 لیکن شرائط روایت موجود ہونے پر کمال بے تعصبی سے ان سے روایت کرتے ہیں
 ہم یہ مانتے ہیں کہ امام بخاری کو الایمان قول و عمل میں خاص قسم کا کد اور
 تشدد تھا جس کی شہادت صحیح بخاری کی کتاب الایمان سے بھی ملتی ہے۔ اور
 امام بخاری کا یہ مقولہ کہ میں نے ہزار سے زائد شیوخ سے حدیث لی۔ لیکن ایسے
 شیوخ کے پاس نہیں گیا جو الایمان قول و عمل کے قائل نہ تھے جیسا کہ
 مقدمہ فتح الباری وغیرہ میں مذکور ہے بہت صحیح ہے، کسی طرح اس سے انکار
 نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ اس قول سے امام بخاری کا تشدد

امام بخاری کے اپنے شیوخ تک محدود معلوم ہوتا ہے، کیونکہ امام بخاری کو ایسے
 شیوخ کے پاس جاسنے میں البتہ احترام تھا جن میں کسی طرح کی بے اعتنائی یا لغت
 صحیح حدیثوں کے ساتھ پائی جاتی تھی، اور یہ امام صاحب کا کماں اتفاق تھا۔
 لیکن اوپر کے شیوخ میں اس قسم کی پابندی نہیں، اسی وجہ سے شیوخ الشیوخ
 یا اور بھی اوپر کے شیوخ ان کے سلسلہ روایت میں ایسے مل سکتے ہیں جن
 کا قول الایمان قول و عمل نہ تھا، لہذا یہ توجیہ امام بخاری کے بلا واسطہ شیوخ
 میں چلی سکتی ہے اور پر کے سلسلہ میں یہ توجیہ بالکل غلط ہو جاتی ہے، اور توجیہ
 القول بما لا یوضی بدقائلہ کی مصداق بن جاتی ہے، امام بخاری کے شرائط
 میں کہیں اس کا ذکر نہیں، لہذا یہ دونوں توجیہیں پایہ تحقیق سے ساقط ہیں،
 دراصل مؤلفین صحاح ستہ اور امام بخاری کے اہل کوفہ سے احترام
 کرنے اور ان کی روایات کے ساتھ اعتناء نہ کرنے کی وجہ دوسری ہے
 اور درحقیقت یہی وجہ صحیح ہے، وہ یہ ہے کہ ائمہ کوفہ کا میلان اقوال و افعال
 سے تخریج مسائل اور تفریع احکام کی طرف کچھ اس طرح بڑھا کہ اور فنون
 اسلامیہ سے ان کو یونانیوں یا بعد ہوتا گیا شدت یہ نوبت پہنچی کہ خود اہل کوفہ کو
 اپنے ائمہ کی روایت اور ان کی تنقید اور تحقیق پر اعتماد نہ رہا، اسی واسطے امام
 محمد کو مدینہ جا کر امام مالک سے فن حدیث پڑھنا پڑا، امام محمد نے مدینہ
 جا کر امام مالک کی خدمت میں تین برس سے اوپر حاضری دی، بعد فراغ جب
 کوفہ پہنچے تو وہاں مجلس درس قائم کی، حالت یہ ہوئی کہ اہل کوفہ کو ان کی حدیثوں
 پر نہایت اعتماد ہوا جس روز امام محمد اپنے شیخ امام مالک سے روایت بیان

کرتے تو ان کا مکان بالکل بھر جاتا، لوگ ٹوٹے پڑتے، لیکن جس روز امہ کوفہ سے روایت کرتے۔ تو بہت تھوڑے لوگ درس گاہ میں آتے۔ وہ بھی بکراہت، یہ حالت دیکھ کر امام محمد کو بہت غصہ آیا وہ نہایت رنج ہوئے اور فرمایا۔

ما علما سود ثناء علی اصحابہ منکم
اذا حدثتکم عن مانک ملائم علی
الموضع واذا حدثتکم عن اصحابکم
انما تاتون متکارہین
(تہذیب الاسماء واللغات)

کوفہ والو اتم سے بڑھ کر اپنے شیوخ سے
بخیال نہیں کسی کو نہیں سمجھتا۔ جب امام مالک سے
حدیث بیان کرتا ہوں تو تم لوگوں سے میرا
گھر بھر جاتا ہے اور جب کوفہ کے امہ اور
شیوخ سے روایت کرتا ہوں تو بکراہت

مجلس میں آتے ہو، اہل کوفہ کو اس میں مجبوری تھی، اہل کوفہ امہ کوفہ کو
بدنام کرنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ امہ کوفہ سے فن حدیث در روایت کا اہتمام
ہی جاتا رہا تھا۔ گو ابتداء تھا۔ مگر جب سے اساتذہ کے قواعد مستنبط پر اس
درجہ وثوق ہوا کہ اس کے جنب میں صحیح حدیثوں کے ساتھ اعتنا نہ رہا۔ اور
انہیں شیوخ و اساتذہ کے اقوال کی تحریج و تحریج رہ گئی تو خود اہل کوفہ
کو فن حدیث در روایت و تنقید میں اپنے امہ پر اعتنا و باقی نہ رہا۔ اسی قلت اہتمام
کی وجہ سے اہل کوفہ کے سلسلہ سند کو راسخ و مشرقی کا خطاب ملا۔ اور امام
ابو داؤد کو امام احمد کا یہ قول نقل کرنا پڑا کہ اہل الکوفۃ لیس علی حدیثہم نور
اور یہ ضرب المثل ہو گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی مصنفی میں اسی کی طرف

لے جامع ترمذی ۱۲۷ سنن ابی داؤد ۱۷۸ منہ

اشارہ کیا ہے مصطفیٰ شرح موطا میں لکھتے ہیں۔ دور عصر تاج تابعین بنو و دیگر ابو حنیفہ امام مالک
 آل امام ابو حنیفہ ایک شخص سے کہہ رہے تھے کہ اس کے روئے محمد نہیں مثل احمد و بخاری
 و مسلم۔ و ترمذی۔ و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی از دے در کتاب ہائے
 خود روایت نہ کردہ ائمہ و رسم روایت حدیث از دے بطریق ثقاہ جاری
 نشدہ۔

و آل دیگر را امام مالک، شخص سے کہہ اہل نقل اتفاق دارند بر آنکہ
 چون حدیث بر روایت او ثابت شد بذریعہ اعلیٰ صحت رسید و مصطفیٰ ص
امام الحدیث کی تصنیف کی اجمالی فہرست اور ان کا مختصر تذکرہ
 التاریخ الکبیر۔ یہ وہی تاریخ ہے جس کو امام بخاری نے اپنی عمر کے

عہ جناب امام ابو حنیفہ کی تحصیل حدیث کی بابت شمس العلماء نے صاحب نے تو دعویٰ ہے کہ لا ہے
 جوڑے اور بڑے جوڑے آئندہ الفاظ میں کہنے مگر انوس ثبوت کچھ یہ پیش کر سکے کہیں کہیں جو عقود و الجمان
 کے حوالہ سے کچھ لکھا ہے تو اس کتاب کو خود وہ غیر معتبر کہہ چکے ہیں اور محققین کی نگاہ میں یہ کتاب شہرہ ہی ایسی ہی
 امام ابو حنیفہ کے قلیل الحدیث ہونے کی مکمل بحث دیکھنی ہو تو الا یہ راز منہ نہایت منہ دیکھو جس میں
 امام صاحب کے قلیل الحدیث ہونے کے متعدد اسباب بیان کئے گئے ہیں اور نہ انی صاحب کی کل توجہیت
 کا بے سود ہونا اور ان کا محض تکلفات بارہ ہونا بہت انصاف سے بیان کیا گیا ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص
 ہر موصوف کی باتوں کا وزن کر سکتا ہے اندر میں مسیحی کا مضمون ہم بخوت طوالت قلم انداز کر رہے ہیں
 عہ امام صاحب فرماتے کہ لا اجدی حدیث عن الصحابة والتابعین الا عن مولا
 انثوہ و فائز مساکہ حدیث میں کوئی حدیث صحابہ تابعین سے نہیں بیان کر دے گا ابانی بر صفر

اٹھارہ سو بیس سال چاندنی راتوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد
 میں حجرہ مبارک اور منبر کے درمیان بیٹھ کر لکھا تھا جس کو امام اسحاق بن
 نے دیکھ کر فرط مسرت سے امیر عبد اللہ بن طاہر خراسانی کے سامنے پیش کر کے
 فرمایا تھا ایھا الامیر الاادیات سچا کیا تم کو جادو و دھادوں؟ اور اسی کی
 نسبت ابن عقدہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ دس ہزار حدیثیں بھی لکھیں تو بھی اس
 کتاب سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ یہ تاریخ الرجال میں بحیثیت جامعیت فرو ہے
 اس تاریخ کو امام بخاری سے ابو احمد بن سلیمان بن فارس اور ابو الحسن
 محمد بن سہل اللغوی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔ صاحب کشف الظنون
 کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ۔

اس تاریخ پر ابو القاسم مسلمہ بن قاسم جو امام دارقطنی کے معاصر ہیں
 نے ذیل لکھا ہے۔ اور سعد بن جثاح نے بھی اس پر ایک ذیل لکھا ہے۔
 افسوس کہ یہ نادر کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی حیدرآباد کے کتب خانہ
 میں اس کا ایک ٹکڑا موجود ہے۔ جو درق سے ختم کتاب تک ہے مگر محمد بن

ربیعہ صنف سابقہ مگر اکثر راویوں کے وفات مسکن مولد سے واقف ہوں وقال قلی اسم فی التاریخ اکا دولہ
 عندی قصۃ اکانی کوہت ان یطول الکتاب یعنی تاریخ میں کم نام ایسے ہیں جن کے حالات مجھے
 مفصل نہ معلوم ہوں لیکن طوالت کے خوف سے میں نے ترک کر دیا۔ ۱۲۔ مقدمہ فتح الباری
 ۱۳۔ احمد شہد کہ اس عظیم الشان کتاب کی طباعت دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد و کن میں تیسرے سے شروع
 ہو گئی ہے اور اب تک کئی جلدیں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد اتمام کو پہنچائے ۱۴۔ عبید اللہ رحمہ
 عنہ طبقات الشافعیہ ص ۷ ج ۲ میں اس جلیل القدر کتاب کی تعریف و توصیف مذکور ہے ۱۵۔

ایک بھی اس میں نہیں ہیں غالباً ابتداء سے کتاب میں محمد حسین کا ذکر ہے تاریخ
کبیر میں صحابہ و تابعین و تبع تابعین و رواۃ حدیث کا استیعاب کیا ہے اور
ناموں کے لکھنے میں حروف تہجی کی ترتیب رکھی ہے اگر ایک ہی نام کے متعدد لوگ
ہیں تو ان کے باپ کے ناموں میں حروف تہجی کی ترتیب رکھی ہے اگر باپ کا نام
نہیں معلوم ہے جیسے مولیٰ وغیرہ تو ان کو ردیف کے خاتمہ میں (من افشاء الناس)
کے تحت میں لکھا ہے اور جو نام مشترک نہیں ہیں۔ ان کو دیاب ابو احمد کے
تحت میں لکھا ہے۔ تاریخ کبیر میں زیادہ تر سلسلہ روایت تلمذ سماعت کا ذکر
ہے۔ اکثر جرح و تعدیل بھی ہے گو بالاستیعاب نہیں اس کا کچھ حصہ نقل کر کے
حیدرآباد سے ہم نے بھی منکایا تھا۔

التاریخ الاوسط۔ اس کو امام بخاری سے عبداللہ بن احمد بن
عبداللہ بن الحنفیہ، ابو محمد زنجویہ بن اللہ اور روایت کرتے ہیں۔ اس کے
مفصل حال معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ مل سکا نہ اس کے کسی نسخہ کا وجود ہی
معلوم ہو سکا۔

التاریخ الصغیر۔ تاریخ میں امام بخاری کی یہ بھی ایک بے مثل
تصنیف ہے۔ ابن حدیث کو قرن رجال کے ساتھ یہی تعلق ہے جو روح کو
جسد سے ہے اس لیے امام صاحب کو اس کے ساتھ خاص شرف تھا اس کو
امام بخاری سے عبداللہ بن محمد بن عبد الرحمن الاشرافی روایت کیا ہے

۱۔ تاریخ الاوسط کا قلمی کامل نسخہ دوسری جنگ عظیم تک جرمنی کے سہرا کی کتب خانہ میں
موجود تھا عبداللہ بن ممانی نے تاریخ صغیر الہ آباد میں طبع ہو گئی ہے۔ ۱۲۔

اور جو طبع ہوئی ہے وہ بروایت ابو محمد زنجویہ بن محمد القیسابوری مروی ہے اس
تاریخ میں امام بخاری می مشاہیر صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے سنوآت و وفات و
نسب و لقا کا ذکر کرتے ہیں اور اکثر جرح و تعدیل کرتے ہیں چنانچہ عنوان تابعین
اس کا سنوآت ہی پر رکھا ہے۔ ایک سنہ کے مشاہیر کی وفات وغیرہ کو لکھ کر
دوسرے سنہ کو شروع کرتے ہیں خطبہ میں فرماتے ہیں کتاب مختصر من تاریخ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم و المہاجرین و الانصار و طبقات التابعین اہل ہوا حسن

ومن بعدہم و خاتمہم و بعض نسبہم و کناہم و من یرغب عن حدیثہ
الجامع الکبیر۔ اس کا ذکر ابن طاہر نے کیا ہے۔ اس کتاب کا بھی مفصل
حال کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ نہ اس کے کسی نسخہ کے وجود کا پتہ چل سکا۔ صاحب
کشف الظنون نے اسی قدر لکھ کر سکوت کیا ہے۔

خلق افعال العباد۔ صحابہ و تابعین حسن طرح آیات و احادیث سے
فرق باطلہ کار و کرتے تھے۔ وہی طرز عنوان اس کتاب کا بھی ہے اور یہی علم کلام
قدیم ہے۔ امام بخاری سے اس کو یوسف بن ریحان اور علامہ فربری نے روایت

سہ یعنی یہ ایک مختصر تاریخ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار و طبقات تابعین
اور ان کے بعد کے لوگوں کی اس کتاب میں ان کی وفات، ان کے نسب، ان کی کنیت وغیرہ اور جن سے
حدیث لینے میں اعراض کیا گیا ہے سب کا بیان ہے ۱۱ منہ ۱۱ الجامع الکبیر کا کامل قلمی نسخہ بخاری
حافظ ابن کثیر کتب خانہ قلمی دارالعلوم حرم میں دوسری جنگ عظیم سے پہلے موجود تھا۔
خدا کرے یہ کتب خانہ محفوظ ہو۔ عبید اللہ رحمانی

سہ ۱۱ خلق افعال العباد۔ اور کتاب الضعفاء دونوں طبع ہو چکی ہیں۔ ۱۱ منہ

کیا ہے۔ اس کتاب میں فرقہ باطلہ حمیہ اور معطلہ کا رد ہے اور آیات و احادیث کے ساتھ آثار صحابہ و اقوال تابعین بھی درج ہیں۔

کتاب الضعفاء والصغیر۔ حروف تہجی کی ترتیب پر ضعیف راویوں کے نام گنائے ہیں۔ اکثر وجہ تضعیف اور راوی کے تہذیب کا بھی ذکر ہے تضعیف میں جیسی احتیاط برتی ہے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ صغیر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے کتاب الضعفاء الکبیر بھی لکھی ہے یا لکھنے کا ارادہ کیا ہو۔ اس کو امام بخاری سے ابو بشر محمد بن احمد بن محمد والد ولابی اور ابو جعفر بن سعید۔ اور آدم بن موسیٰ الخواری وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

المسند الکبیر التفسیر الکبیر۔ ان دونوں کا ذکر علامہ ذہبی و امام بخاری کے تہذیب نے کیا ہے۔ ان دونوں کا مفصل حال کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ نہ ان کے کسی نسخہ کے وجود کا پتہ چل سکا نہ ان کے راوی کا پتہ چل سکا۔

کتاب الہبہ۔ اس کا ذکر امام بخاری کے کاتب محمد ابو جعفر نے کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں و عمل کتاب فی الہبۃ فیہ نحو خمس مائۃ حدیث و قال لیس فی کتاب دکیع فی الہبۃ الا حدیثا من مسند انما مثلثہ فی کتاب ابن المبارک خمسۃ و نحوھا یعنی امام بخاری نے ہبہ کے مسائل میں ایک کتاب لکھی تو اپنے باپ میں وہ اس قدر جامع تھی کہ دکیع ابن جراح اور عبد اللہ بن مبارک کی کتاب سے اس کو

۱۔ المسند الکبیر کا کمال نسخہ امام ابن تیمیہ کے قلم کا لکھا ہوا کتب خانہ قلمی دارالعلوم جرمس میں دوسری جگہ عظیم تک موجود تھا ۱۲ عبید اللہ رحمہ اللہ

کچھ نسبت نہیں۔ دیکھ کی کتاب المبر میں دو یا تین حدیثیں مرفوع تھیں اور
عبداللہ بن مبارک کی کتاب میں صرف پانچ اور امام بخاری کی کتاب میں
قریب پانچ سو کے۔ اس کے بھی کسی نسخہ کا پتہ نہ چل سکا۔

اسامی الصحابہ۔ اس کا ذکر ابوالقاسم بن منہ نے کیا ہے۔ اور وہ خود
اس کو ابن فارس کے طریق سے روایت کرتے ہیں اور اکثر اس سے نقل کرتے
ہیں اور ابوالقاسم بغوی بھی اس سے اپنی کتاب معجم الصحابہ میں نقل کرتے ہیں
اس موضوع پر اس سے پہلے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا
اس کے بعد ابن منہ۔ ابن عبد البر ابن الاثیر۔ حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسما
صحابہ اور ان کے تاریخی حالات میں تصنیفیں لکھیں یہ موضوع جس قدر ضروری ہے
مخفی نہیں۔

کتاب الوجدان۔ اس کتاب سے ابن منہ اکثر نقل کرتے ہیں کتاب
الوجدان میں امام بخاری نے ان روایات صحابیوں کا ذکر کیا ہے جن سے
صرف ایک ہی حدیث مروی ہے۔ امام نسائی نے بھی کتاب الوجدان
لکھی ہے۔ امام نسائی کی کتاب الوجدان اگرہ میں طبع ہو گئی ہے امام مسلم نے
بھی کتاب الوجدان لکھی ہے۔ وہ بھی اگرہ میں طبع ہوئی ہے۔ غالباً امام بخاری
سے پہلے کسی نے اس موضوع پر کوئی تصنیف نہیں لکھی۔
کتاب المبتدئ۔ اس کا ذکر خلیلی نے الادشاد میں کیا ہے

۱۔ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ قلمی دارالعلوم جرمی میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا ۱۲ عبید اللہ رحمانی
۲۔ اس کا قلمی کمال نسخہ بخط حافظ ابن منہ کتب خانہ جرمی میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا ۱۳ عبید اللہ رحمانی

اور مہیب بن سلیم نے اس کو امام بخاری سے روایت کیا ہے کتاب المبسوط
 کے موضوع بحث کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن قیاس یہ کہتا ہے کہ اس کتاب
 میں بسط کے ساتھ وہ فقہی مسائل ہوں گے جو احادیث سے مستنبط کئے گئے ہیں
 کتاب العلل۔ ابوالقاسم بن منددہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور وہ اس کو
 محمد بن عبداللہ ابن جردون سے وہ ابو محمد عبداللہ بن الشرقی سے وہ
 امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔ یہ فن نہایت دقیق اور شریف ہے
 اس کے لیے جس قدر وسعت معلومات کی ضرورت ہے اس کا بیان
 پہلے حصہ میں گذر چکا ہے۔ غالباً اس موضوع میں بھی یہ پہلی کتاب ہے
 کتاب الکلی۔ اس کا ذکر ابو احمد حاکم نے کیا ہے اور وہ اس سے اپنی
 تصنیفات میں نقل بھی کرتے ہیں۔ محدثین کے لیے اس فن سے واقفیت
 حاصل کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اس موضوع میں رواۃ حدیث کی
 کنیتوں کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جس سے ایک راوی کا اختلاف
 دوسرے سے نہ ہو جس کے بغیر بڑے بڑے محدثین دعو کا کھاتے تھے۔
 کتاب الفوائد۔ اس کا ذکر امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی کی کتاب المناقب
 میں کیا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کتاب الفوائد میں امام المحدثین نے
 کس قسم کے فوائد درجیت رکھے ہیں۔ لیکن قرینہ یہ ہے کہ اس میں وہ نکات
 حدیثیہ ہیں جو فن علل سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۷۷ کذا فی معدن الفتح للحنافہ ابن حجر تاریخ بغداد للخطیب بالیم بعد ما حاد ثم خیرہ
 فی کشف الظنون دہب بالواد بعد ۱۲۷۱

الادب المفرد۔ یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب سکھاتی ہے حقیقت امر یہ ہے کہ اس کتاب کی بدولت انسان انسان بن جاتا ہے۔ بالخصوص آج کل جبکہ رہی سہی اسلامی تہذیب یورپ کی آزادی کی بدولت رخصت ہو رہی ہے۔ اور ایک یورپی تہذیب کا تعلیم یافتہ ہوائے نفسانی اور پالیسی کا دلدادہ والدین کے آداب کو بھی خیرباد کہہ بیٹھتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کی بڑی حاجت ہے۔ اس کو امام بخاری سے احمد بن محمد بن الحلیل ربیع الجیم الزرارہ روایت کرتے ہیں۔

جزء رفع الیدین۔ رفع الیدین کے باب میں بڑی جامع کتاب ہے۔ ایشاب رفع الیدین کے علاوہ روایات عدم رفع کی بھی بخوبی تنقید کی ہے۔ امام بخاری سے اس کو محمود بن اسحاق الخزازی روایت کرتے ہیں۔ یہ امام بخاری کے ان شاگردوں میں ہیں۔ جنہوں نے شہر بخارا میں سب سے پیچھا امام بخاری سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

بر الوالدین۔ امام بخاری سے محمد بن دلویر روایت کرتے ہیں۔ نام سے موضوع بحث ظاہر ہے لیکن اس کے وجود کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ کتاب الاشرار۔ اس کا ذکر امام دارقطنی نے اپنی کتاب الموتلف والمختلف کیسہ روای کے ترجمہ میں کیا ہے۔

یہ کتاب متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ترجمہ فارسی میں جناب نواب مستطاب علامہ صدیق حسن خان بہادر طاب اللہ ثراہ نے لکھ کر آگرہ میں طبع کرایا تھا۔ ایک دوسرا ترجمہ اردو بنام دسلیقہ جناب مولانا عبدالغفار صاحب مرحوم نے لکھ کر آگرہ میں طبع کرایا ہے ۱۲ منہ

قصایا الصحابة والتابعین۔ امام بخاری نے یہ مبادک کتاب تاریخ
کبیر کے قبل ۱۲۰۰ ہجری میں تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب نہایت مفید اور کارآمد
ہے اس لیے کہ تعامل صحابہ کو دیکھ کر اقرار امت کو ایک قلبی تسکین حاصل ہوتی ہے
لیکن افسوس جس طرح متقدمین کی ہزاروں یادگاریں مٹ گئیں اسی طرح
اس کا بھی آج کہیں پتہ نہیں ہے۔

کتاب الرقاق۔ اس کا ذکر صاحب کشف الظنون نے کیا ہے۔ ان
الفاظ یہ ہیں۔ کتاب الرقاق للبخاری من کتاب الحدیث۔ علامہ موصون نے
نہ اس کی ابتدا بتائی نہ اور کچھ تفصیل لکھی۔

علامہ ابن الملقن اپنی شرح تو شرح میں امام بخاری کی ایک اور تصنیف کا
پتہ دیتے ہیں۔ اور علامہ ابن الملقن کے ہم صنف علامہ عینی بھی ہیں: علامہ ابن
الملقن کے الفاظ یہ ہیں۔ من الغریب ما فی کتاب الجہر بالبسملة کاوسی سعد
اسماعیل بن ابی القاسم البوشنجی عن البخاری انه حنف کتابا فیہ ما نالہ خدائتی
یعنی ایک غیر مشہور بات امام ابو سعد اسماعیل بن ابی القاسم البوشنجی امام بخاری
نے ایک حدیث کی کتاب تصنیف کی تھی جس میں انہوں نے ایک لاکھ حدیثیں
جمع کی تھیں۔ ابن الملقن اور علامہ عینی تو اس بات کو غیر مشہور بتاتے ہیں اور
افسوس آج تک کہیں دنیا کے کتب خانوں میں اس کا پتہ بھی نہیں چلا۔ نہ
اس کا کوئی راوی معلوم ہوا اور نہ دوسرے محدث نے سوا ابو سعد بوشنجی کے
اس کو نقل کیا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری نے جب صحیح بخاری کو چھ لاکھ
حدیثوں سے منتخب کیا ہے تو کون سی تعجب کی بات ہے کہ ایک لاکھ حدیثوں کا

کوئی علمی خزانہ جمع کیا ہو۔ ممکن ہے کہ کوئی تصنیف ایسی رہی ہو
 اور مرد زمانہ سے ناپید ہو گئی ہو۔ جس طرح آج سینکڑوں نہیں
 بلکہ سلف کی ہزاروں یادگاریں معدوم ہو گئیں۔ جن کا آج دنیا میں کہیں
 نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اگر یہ جس قدر امام بخاری کی تصنیفات موجود
 ہیں وہ کچھ کم نہیں۔ تاہم ایسے علمی خزانہ کے مفقود ہونے پر جتنا افسوس کیا
 جائے بجا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وہی تصنیف ہو جس کو المسند الکبیر
 اور التفسیر الکبیر کے نام سے امام کے تلمیذ "ذری" نے بیان کیا ہے۔ لیکن
 آج المسند الکبیر التفسیر الکبیر کا بھی پتہ نہیں ہے۔ زمانہ کے دست تعدی نے
 جہاں اور سلف کے خزانے برباد کر دیئے ان جواہرات کو بھی تلف کر دیا
 ہو۔ تو کوئی تعجب کی جگہ نہیں، آج امام عبداللہ بن مبارک امام ثوری جیسے
 لوگوں کی بے مثل تالیفات کا دنیا میں کہیں وجود نہیں۔ حالانکہ یہ وہ
 تالیفات ہیں جن کو لوگ ازبر رکھتے تھے۔

الجامع الصغیر فی الحدیث۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں
 کہ "بقول ابن حجر اس کتاب کو امام بخاری سے عبداللہ بن محمد الاشقر
 نے روایت کیا ہے اور یہ امام صاحب کی ان تالیفات میں سے ہے جو
 موجود ہیں۔"

۱۔ اس کا قلمی نسخہ بخط حافظ ابن حجر کتب خانہ قلمی دارالعلوم ترمذی میں دوسری جنگ عظیم
 تک موجود تھا۔ عبید اللہ رحمانی۔

جزء قرآنہ خلف الامام۔ امام صاحب کا مشہور رسالہ ہے، امام صاحب نے اس رسالہ میں قرآنہ خلف امام کو بدلائل احادیث و آثار ثابت کیا ہے اور فریق کے جوابات نہایت عمدگی سے دیئے ہیں، جس سے امام صاحب کا کامل مناظرہ داں ہوتا ثابت ہوتا ہے، اگرچہ فریق کا نام نہیں لیا ہے۔ لیکن فریق خود سمجھتا ہے کہ یہ میرا جواب ہے اور یہ کمال احتیاط اور علو ہمتی و حق پرستی ہے جو محدثین کی خصوصیات سے ہے۔

اہل کوفہ کا استدلال آیہ کریمہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا سے ہے اور اس استدلال پر گویا اہل کوفہ کا بالکل تکیہ ہے، امام صاحب نے اس استدلال کے جوابات عموم لفظ اور خصوص مورد دونوں اعتبار سے دیئے ہیں۔ مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ کلام خصم کی تحقیق کر کے ہر شق کا جواب دیتے ہیں۔ اسی قاعدہ پر امام صاحب نے اس آیت کا جواب اذلا باعتبار عموم لفظ کے اس طرح دیا ہے کہ تم خود اس عموم کو سنت فجر میں نہیں قائم رکھتے کیونکہ تمہارا مسئلہ ہے کہ اگر امام صبح کی نماز میں قرات کر رہا ہو۔ اس وقت اگر کوئی نمازی آئے اور اس نے سنت نہ پڑھی ہو، تو اولاً سنت پڑھ لے۔ اس صورت میں یہ آیت اپنے عموم پر نہیں رہتی، تم نے جب سنن میں

۱۔ اب تک اس مسئلہ میں بڑی بڑی کتابیں تالیف ہو چکی ہیں۔ امام بیہقی نے بھی کتاب القراءۃ لکھی۔ متاخرین میں علامہ عبدالحی کھنوی کی کتاب امامہ کلام عربی میں اور حضرت استاذی المحرم مولانا ابوالحسن محمد عبدالرحمن صاحب مبارک پوری کی کتاب تحقیق الکلام۔ دونوں بڑی جامع تصانیف قابل مطالعہ ہیں۔ جزء قرآنہ خلف الامام بھی عربی میں طبع ہو گیا ہے۔ آمین

اس آیت کی تخصیص کی تو فرمن یعنی قرأت میں عموم آیت کی تخصیص کیوں نہیں ہو سکتی سنت فجر کی صورت میں تو کوئی تخصیص صحیح بھی موجود نہیں، اور یہاں تو عبادہ بن صامت اور دیگر صحابہ کی صحیح روایات تخصیص موجود ہیں۔

اور اگر مخصوص مورد کے اعتبار سے تمہارا استدلال ہے تو یہ خصوص مورد ثابت نہیں، کیونکہ اس کا مورد خطبہ ہے نہ صلوٰۃ اور اس کو امام نے رد کیا متعدد وہ سے ثابت کر کے دکھایا ہے اور کوئی صحیح روایت ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ یہ آیت نماز میں نازل ہوئی۔

اسی مسئلہ میں اب تم اس مناظرہ کو ملاؤ جس کی نسبت جناب امام ابو حنیفہ کی طرف کی جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ کی کمال زیر کی اور قطعاً ثابت کی جاتی ہے جس کو ہم عصر نعمانی صاحب نے نہایت فخریہ الفاظ میں لکھا ہے۔ خاص انہیں کے الفاظ یہ ہیں: ایک دن بہت سے لوگ جمع ہو کر آئے کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں امام صاحب سے گفتگو کریں امام صاحب نے کہا اتنے آدمیوں سے میں تنہا کیوں کر بحث کر سکتا ہوں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس مجمع میں کسی کو انتخاب کر لیں جو سب کی طرف سے اس خدمت کا کفیل ہو اور اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے، لوگوں نے منظور کیا۔ امام صاحب نے کہا، آپ نے یہ تسلیم کر لیا تو بحث کا خاتمہ بھی ہو گیا، آپ نے جس طرح ایک شخص کو سب کی طرف سے بحث کا مختار کر دیا۔ اسی طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرأت کا کفیل ہے۔

ایک سمجھ دار کہہ سکتا ہے کہ اس مناظرہ میں امام ابو حنیفہ نے کوئی شرعی دلیل

نہیں بیان کی، عقلی طور پر بھی جو تقریر کی ہے۔ کیسی گری ہوئی ہے، مدار اس مناظر کا اس پر ہوا کہ جس طرح سب کی طرف ایک شخص کو بحث کا مختار کر دیا، اسی طرح امام نماز تمام مقتدیوں کی طرف سے قرات کا کفیل ہے۔ حالانکہ وجہ شبہ مختار کرنا نماز میں نہیں پائی جاتی۔ مقتدی یہ نہیں کہتا کہ امام میری طرف سے نماز کا مختار ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اقتدار کا یہی مختار کرنا ہے، تو کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اقتداء سے معیت فی العبادۃ مقصود ہے جس پر آیہ کریمہ وار کعوامہ الراکعین شاہد عدل ہے، اور اگر اقتداء سے معیت فی العبادۃ مقصود نہ ہو بلکہ مختار کرنا مقصود ہو تو قرات کی کیا خصوصیت ہے لازم یہ ہے کہ کوئی رکن نماز کا مقتدی نہ بجالائے تکبیر تحریمہ مثلاً۔ التحیات مقتدی کچھ نہ پڑھے۔ حالانکہ یہ امام ابو حنیفہ بھی نہیں کہتے۔ پھر یہ تقریر امام ابو حنیفہ کی رحس پر ناز ہے، کس قسم کی ہوئی

صحیح بخاری کی مقبولیت اور اس کی فہمت نشان

امام صاحب کی کل تصنیفات میں الجامع الصغیر جو آج صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے، اور دنیا کے تمام اُن حصوں میں جہاں جہاں اسلامی اثر پہنچا ہے

عہد افسوس امام بخاری کے طرز جواب کو نہانی صاحب سیرت گیز فرماتے ہیں لیکن ان کو نہ حیرت ہوئی تو امام ابو حنیفہ کے اس طرز جواب سے ہمہ موصون کو نہ سب تھا کہ جو مناظرہ امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کو مناظرہ کے قواعد سے ٹھیک کہ مضموناً مسائل شرعیہ میں حتمی دلائل شرعیہ کا ہونا فرض ہے۔ ہمارے خیال میں اس قصہ کا نسبت ہی امام صاحب کی طرف غلط ہے ۱۲

شائع ہے۔ یہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جن وجوہات سے مسلمانوں نے
 امام بخاری کو امام المحدثین امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا، ان میں ایک
 یہ مبارک کتاب بھی ہے۔ یہ رتبہ یہ تفضیلت یہ شرف یہ اعتبار متقدمین سے
 لے کر متاخرین تک اسلام میں نہ کسی محدث کی تصنیف کو حاصل ہوا نہ کسی
 فقیہ اور امام کی تالیف کو۔ آج اسلام میں کتاب اللہ کے بعد کس کی تالیف اور
 کون سی کتاب ہے جس کے آگے کل اسلامی دنیا تسلیم خم کرتی ہے۔
 لہذا کتاب الذی یتلو الکتاب ہدی ہدی للنیلاۃ طرد لیس ینصدح
 صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے۔ کہ اگر صرف اسی کی تاریخ لکھی جائے
 اور ہر پوسے اس پر مستقل بحث کی جائے تو کئی ضخیم جلدیں لکھنی پڑیں۔
 علامہ ابن خلدون اپنی مشہور تاریخ کے مقدمہ میں رحس میں انہوں نے
 علم تاریخ کے حکیمانہ اصول اور فلسفیانہ نکتے و تمدنی قواعد ضبط کئے ہیں،
 فرماتے ہیں: ولقد سعدت کثیرا من شیوخنا رحمہم اللہ بقولون شرح کتاب
 البخاری علی اکامہ یعنی میں نے اپنے اکثر اساتذہ اور شیوخ کو فرماتے سنا۔
 کہ صحیح بخاری کی شرح لکھنے کا قرض امت پر اب تک باقی ہے۔ علمائے ملت
 اسلام میں سے کسی نے اس کی ایسی شرح نہیں لکھی جس سے امت کا یہ قرض ادا
 ہو۔ اور امت کو فرض دین سے سبکدوشی حاصل ہو۔ گو شرح بہت ہو چکیں،
 لیکن وہ نکات فقہیہ جو امام بخاری نے تراجم ابواب میں ودیعت رکھے ہیں۔
 اور وہ علمی خدائیں اور فنون حدیثیہ و تاریخیہ کے وقائع جو انہوں نے ایک ہی

صحیح کتاب اللہ کے بعد امام بخاری کی صحیح بخاری کا درجہ ہے اور یہ نیادت ایسا عظیم الشان کوہ جو کسی طرح

حدیث کے تکرار تعلیق موصوف موصول لانے میں رکھے ہیں۔ کسی نے ان کا استیعاب نہیں کیا اور نیز علامہ موصوف امام بخاری کی وقت نظر اور تفقہ۔ و صحیح بخاری کے عنوان تالیف و ابواب فقہیہ پر ہر یک فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ”لیکن صحیح بخاری فن حدیث کی تمام کتابوں سے درجے میں بلند ہے۔ اس کا پایا نہایت بلند ہے۔ اسی وجہ سے علمائے اس کی شرح کو نہایت مشکل خیال کیا ہے۔ اور اس کے مطالب تک راہ یابی کو نہایت دشوار سمجھا ہے۔ کیونکہ اس کے مقاصد پر راہ یابی کے لیے ضرورت ہے کہ ایک ایک حدیث کی متعدد سندوں کے سلسلے سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کے رجال سے جن میں کوئی شامی ہے کوئی عراقی، کوئی حجازی کوئی بصری ہر ایک سے پوری پوری واقفیت پیدا کی جائے۔ ان کے موالید ان کے وفیات ان کے لقاء وغیرہ کے حالات کے ماسوا اس سے بھی واقفیت حاصل کی جائے کہ لوگ ان کے بارے میں کیا اختلاف رکھتے ہیں۔ اسی لیے صحیح بخاری کے ابواب میں غائر نظر کی ضرورت ہے۔ امام بخاری ایک ترجمۃ ابواب لکھ کر اس کے تحت ہیں ایک حدیث کسی سند سے لاتے ہیں۔ پھر دوسرا باب لکھتے ہیں اور اس میں بھی وہی حدیث دوسری سندوں سے لاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ دوسرے باب کے مناسب بھی اس حدیث میں معنی ماہ الاستدلال موجود ہوتا ہے۔ اس طرح کئی کئی ترجمۃ ابواب میں ایک ہی حدیث لاتے ہیں یہاں تک کہ ظاہر نظر میں وہ حدیث مکرر ہو جاتی ہے حالانکہ واقع میں تکرار نہیں بلکہ یہ ظاہری تکرار عدد و مسئلہ فقہیہ کے کسی نکتہ حدیثیہ یا تاریخیہ کی وجہ سے نہایت

مفید ہوتی ہے پس جس نے صحیح بخاری کی شرح لکھی، اور ان باتوں پر اس نے
کامل بحث نہ کی۔ اس نے صحیح بخاری کی شرح کا حق ادا نہیں کیا جس طرح
علامہ ابن بطال۔ یا علامہ الملہب بن ابی صفرہ یا علامہ ابن التین کی شرحیں ہیں۔
علامہ ابن خلدون آٹھویں صدی کے مورخ ہیں۔ نویں صدی کے ابتداء
میں وفات پائی ہے۔ مقدمہ تاریخ کو انہوں نے سترہ جلدوں میں ختم کیا ہے۔
اس وقت تک صحیح بخاری کی شرح کثرت سے لکھی جا چکی تھیں۔ تیسری صدی
کے بعد ہی سے اس کی شرح کی طرف اہل علم متوجہ ہو گئے لیکن اس فاضل
مورخ کے قبیح و استقرار اور تحقیق میں کوئی شرح اس قسم کی نہیں لکھی گئی جو
صحیح بخاری کے نکات فقہیہ اور تدقیقات حدیثیہ و تاریخیہ کی طرف پوری
طرح رہبر ہو سکے۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے زمانہ موجودہ تک صحیح بخاری
کے شرح کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ اور اہل علم نے کوئی پہلو یا کوئی
موضوع ایسا نہیں چھوڑا جس پر بحث نہ کی ہو کسی نے نحوی تحقیقات سے
بحث کی۔ کسی نے صرف تراجم ابواب کو موضوع ٹھہرا کر کتاب لکھی۔ کسی نے
لغات سے بحث کی۔ کسی نے رجال سے کسی نے تعلیقات کو موصول کیا۔
کسی نے متابعات سے بحث کی۔ کسی نے استخراج کیا۔ کسی نے استدراک
کیا۔ کسی نے تنقید پر کتاب لکھی۔

عہ مقدمہ کے آخر میں علامہ ابن خلدون کی یہ عبارت موجود ہے، قال مؤلف الكتاب عفا
الله عنه اتممت هذا الجزء الاول بالوضع والتأليف قبل التتبع والتهديب
في مدة خمسة اشهر اخرها منتصف عام تسعة وسبعين سبعمائة دس

تاجم امام بخاری کے دقیق خیال اور لطیف استدلال تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی علامہ ابو الخیر بخاری التبر المسبوك فی ذیل السلوك میں علامہ ابن حجر کے ترجمہ میں فتح الباری کی نسبت رقم طراز ہیں ولودقف علیہ ابن خلدون القائل بان شرح البخاری الی الان دین علی هذه الامۃ لقرت عنہ بل وفاد الاستیفای عنی اگر فاضل ابن خلدون کو فتح الباری سے واقفیت ہوئی ہوتی جنہوں نے یہ لکھا تھا کہ صحیح بخاری کی شرح کا دین امت پر باقی ہے تو اس شرح کو دیکھ کر ان کی آنکھیں اس دین کے بھرپانے سے ٹھنڈی ہوتیں۔ لیکن بقول ہمارے بعض شیوخ کے کیا معلوم کہ فاضل مورخ کے بلند خیال میں بھی دین ادا ہوا یا ابھی باقی ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ نزدیک درجہ حسنا اذا ما زدتم انظاراً یہ مصرع شاید اسی مبارک کتاب کے لیے موزوں ہو رہا ہے جس قدر جس کو زیادہ غور کا موقع ملتا ہے اسی قدر نکات فقہیہ و تاریخیات حدیثیہ سے اس کے دل و دماغ کو بہرہ یابی ہوتی ہے اس کی رفعت شان کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ تینیس^{۳۳} کروڑ افراد انسانی رااستثنائے

۳۳ یعنی جناب استاذ الاستاذہ فخر المند باقر العلوم حضرت مولانا حافظ عبد اللہ النازینی پوری شمس الدہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ آپ ایک مدت تک مدرس اعلیٰ کے عمدے پسمند سرپرستہ رحمت غازی پور مدرسہ حمید آباد میں رہے آخر عمر میں ہمارے علمائے دین دہلی میں بجائے شیخ اگل دنگ دیتے رہے۔ اور بقیہ زندگی دہلی کے محاکم مغربی و شمالی و صوبہ بہار و بنگال کے لوگ کثرت سے فیض یاب ہوئے۔ آخر میں پنجاب کا بخت بیدار ہوا۔ قرآن تفسیر و حدیث و ریاضی و ہیئت و فلسفہ منطق و فقہ و اصول فقہ اقلیدس ان ننون میں آپ کا کوئی نظیر نہیں تھا۔ آخر عمر میں صرف ننون اسلامیہ کے مدرس کا شوق رہا اور اسی کی دمن ہی کھنویں میں ۳۳ برس میں رحلت فرمائی آپ کے مفصل حالات تراجم علماء حدیث ہند میں ملاحظہ فرمائیں عید المند رحمانی

معدود دے چند، اس کو بایہ نانہ سمجھتے ہیں۔ اور یقین کہتے ہیں کہ ہمارے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اس تنقید اور تحقیق
 کے ساتھ اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں کہ اس سے بڑھ کر ہونا غیر ممکن
 ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی جانفشانی اپنی محنت اپنی
 سعی اپنی جان نثاری اپنے خداداد حافظہ کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اگلی
 امتوں کو چھوڑو۔ اس امت میں بھی اس دل و دماغ اور اس خیال کے
 چیدہ اشخاص ہوئے جن کا شمار انگریزوں پر کیا جاتا ہے۔ کوئی رائے و قیاس
 میں لپٹ کر رہ گیا۔ کوئی دوسرے فنون میں۔ آج حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یہ
 چار فرقے اہل سنت کے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی غنمی تقسیمیں
 ہیں اور ان کے اقسام الگ الگ ناموں سے نامزد ہیں۔ اسی طرح عقائد
 تصوف کے اعتبار سے کتنی تقسیمیں ہیں لیکن قرآن کے بعد اس کتاب کی
 صحت کا اقرار کرتے اور مانتے ہیں تسادۃ الاقدام میں۔ اور عرب و عجم۔
 اہل حجاز۔ اہل شام۔ اہل عراق۔ اہل ہند۔ ترکی۔ کابل۔ بربرمی۔ افریقی۔ رومی
 رومی۔ ہمدی۔ شہری۔ محدث۔ فقیہ۔ متکلم۔ صوفی سب مانتے ہیں۔ وہ اہل
 تقلید جن کو چشم بصیرت نہیں ان کے لیے مقتداؤں کے اقوال کافی ہیں۔
 افسوس کہ ہم ان شہادتوں کے نقل کرنے سے مجبور ہیں۔ ہماری اس کتاب
 کے حجم کے اضعا فاضلہ ہونے سے بھی ان کا استیعاب نہیں ہو سکتا
 ہاں کسی موقع پر تاخرین کی تشقی کے لیے نمونہ از خزوار سے نقل ہوں گے
 اسلام میں خواب نبوت کا چھپا لیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے بالخصوص وہ

خواب جس میں کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اس بنا پر وہ مستند خواب جس کا سلسلہ سند امام بخاری تک پہنچتا ہے بہت ہی باوقفت ہو گا۔ فریبی۔ وراق سے ناقل ہیں کہ وراق را امام بخاری کے کاتب بیان کرتے ہیں۔ میں نے امام بخاری کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مبارک قدم اٹھاتے ہیں تو امام بخاری اپنا قدم حضرت کے نشان قدم پر رکھتے جاتے ہیں۔ نجم بن فضیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف سے باہر تشریف لائے اور امام بخاری آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے نشان قدم پر چلے جا رہے ہیں۔

ان دونوں خوابوں کے علاوہ ابوسہیل مروزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوزید مروزی سے سنا۔ وہ بیان کر رہے ہیں کہ میں رکن بیت اللہ حجرا سودا اور مقام ابراہیم کے درمیان سو رہا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ ابوزید اشافعی کی کتاب کا درس میری کتاب پر مبنی ہوئے کب تک دیا کر دو گے؟ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی کون سی کتاب ہے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الجامع الصمیم لمحمد بن اسمعیل

ٹومس ولیم بیل اور نیشنل بیو گریفیکل ڈکشنری مطبوعہ لندن ۱۸۹۰ء میں لکھتے ہیں۔ امام بخاری کی تصنیف صحیح بخاری کی سب سے زیادہ قدر کی جاتی

ہے اور روحانی و دنیاوی معاملات غرض دونوں حیثیت سے قرآن کے بعد معتبر سمجھی جاتی ہے۔ آگے لکھتے ہیں اس کتاب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحیاں والہامات اور افعال و اقوال ہی نہیں مندرج ہیں بلکہ قرآن کے اکثر مشکل مقامات کی تفسیر بھی درج ہے۔

امام بخاری کو صحیح بخاری کی تالیف کا خیال کیونکر پیدا ہوا

صحابہ کے زمانہ کو ہم آفتاب نصف النہار یا روز روشن کے ساتھ اور تابعین و تبع تابعین کے زمانہ کو شفق کے ساتھ تشبیہ دیں تو نہایت بجا ہے روز روشن میں اندھیری کا خیال اور اس کی روشنی کی فکر چیدہ لوگوں کو ہوتی ہے آفتاب غروب ہونے پر جو روشنی باقی رہتی ہے اسی کا نام شفق ہے۔ گو ابتدا میں اس وقت بھی روشنی بقدر معتد بہ رہتی ہے۔ لیکن جس قدر وقت گزرتا جاتا ہے روشنی دھیمی ہوتی جاتی ہے اور شب کی اندھیری کا خیال ہر کس و ناکس کو ہوتا جاتا ہے۔

صحابہ ہی کے زمانہ میں کتابت حدیث کا خیال پیدا ہو گیا تھا عبد اللہ بن عمرو بن عامر بن حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ وغیرہ کے پاس حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ تابعین اور تبع تابعین میں ضرورت محسوس ہوئی اور تبع تابعین کے

۱۔ کتاب و تمدن حدیث پر مفصل بحث مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی !
للعلامة المبارک کفوری اور السیرۃ الحثیث فی تاریخ تدوین الحدیث للڈاکٹر محمد زبیر الصدیقی
استاذ اسلامیات بجامعة کلکتہ میں ملاحظہ کیجئے ۱۲ عید اللہ رحمانی ۔

زمانہ میں بہ نسبت تابعین کے زیادہ تر اس کا خیال ہوا۔ کیونکہ صحابہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کی بدولت جس قدر معزز و حقیقت سے
آگاہ تھے ظاہر ہے۔ چنانچہ ان کے اوصاف افضل اعراف اعلم اعمق و بصیغہ
تفصیل وارد ہوئے۔ تابعین ان کی صحبت سے فیض یاب ہو کر بہت کچھ
حقائق شرع سے خبردار تھے، لیکن رفتہ رفتہ کمی ہوتی جاتی تھی مجاورت
بدلتے جاتے تھے۔ مفاہیم میں تغیرات پیدا ہوتے جاتے تھے۔ اور ایک
ایسا اندھیرا وقت چلا آتا تھا جس کے لیے ان کو پہلے سے غیر معمولی قوت
سے روشنی کا اہتمام کرنا تھا۔ تبع تابعین نے مکرہت چست باندھ کر
یہ کام وسیع پیمانہ پر شروع کیا۔ اور محدثین نے جان توڑ سعی سے اس کی تکمیل
کر ڈالی۔

ابتداءً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کتابت
حدیث کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اور صاف کہہ دیا گیا تھا
لا تكتبوا عنی شیئا الا القرآن و منکب یعنی مجھ سے بجز قرآن اور کوئی چیز نہ لکھا کرو۔ اگر
عفی شیئا غیر القرآن فلیحہ (مسلم) کچھ لکھا ہو تو اس کو مٹا دو
یہ اہتمام اس واسطے کیا گیا کہ قرآن کا اور چیزوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو جائے
لیکن زمانہ تبلیغ کی وہی تاکید رہی۔ صرف کتابت کی ممانعت کر دی
گئی تھی۔ جب ایک معتد بہ زمانہ گزر گیا اور اس اختلاط کا اندیشہ ہاتھ
تو آگے چل کر کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی۔ اور جب ابو شاہ
یمنی نے حجۃ الوداع کے خطبے کے لکھ دینے کی درخواست کی تو جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور صاف لفظوں میں فرمایا:۔ اکتبوا لابی شاہ یعنی ابو شاہ کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص حدیثوں کو لکھ لیا کرتے تھے۔ ان کو بعض لوگوں نے منع بھی کیا۔ لیکن عبداللہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ نے انگلیوں کے اشارے سے فرمایا لکھ لیا کرو۔ اسی طرح حضرت عمرؓ حضرت انسؓ اور دیگر صحابہؓ و تابعینؓ نے اس کی سخت تاکید کی۔ لیکن اس اجازت اور صحابہ و تابعین کی تاکید پر بھی قرون اولیٰ میں چند اں کتابت حدیث کا رواج نہ ہوا۔ وہ لوگ ابتدا کی ممانعت کی وجہ سے حفظ کے اس قدر خوگر ہو گئے تھے کہ کتابت ان کو جبر ہوتی۔ ابوسعید خدریؓ سے ان کے شاگردوں نے کہا کہ ہمیں یاد میں وقت پڑتی ہے۔ آپ لکھا دیجیے۔ ابوسعید خدریؓ نے سخت انکار کے لیے میں فرمایا ہم لکھائیں گے نہیں۔ جس طرح ہم نے حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زبانی یاد کیا ہے۔ تم بھی ہم سے زبانی یاد کر دو۔ ہم حدیثوں کو قرآن بنانا نہیں چاہتے۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ سے بھی درخواست کی گئی۔ تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس قرن کے مسلمانوں میں سیلان ذہن بخلا داد حافظہ کچھ ایسا تھا کہ ان کو لکھنے اور جمع کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ان کا کام یوں ہی بآسانی چلتا تھا۔ اور ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ اکثر ان قرون کے مسلمان کتابت نہیں جانتے تھے۔

سرخسور صلی اللہ علیہ وسلم

تابعین کے آخر زمانہ میں جبکہ علمائے اسلام دور و دراز ممالک میں منتشر ہو گئے اور ارفاق و خوارج اور منکرین تقدیر کی بدعتوں کا شور مچا۔ گویا شفق کی روشنی بھی اب غائب ہونے لگی تو آثار و احادیث کی ترویج شروع ہوئی۔ اور ہر فن کی ابتدائی حالت جیسی رہتی ہے، اس کی بھی یہی لیکن خلیفہ وقت عمر بن عبدالعزیز کی تاکید نے ایک بل چل چادی اور آنا نانا احادیث کا دفتر تیار ہو گیا۔ ربیع بن صبیح سعید بن ابی عروبہ اور ان کے چند معاصرین نے اس کام میں پہلے حصہ لیا۔ اس ابتدائی دور میں تدوین کا طریقہ یہ رہا کہ ہر باب کو علیحدہ اجزاء میں بلکہ ہر قسم کے آثار و احادیث کو بلا لحاظ ترتیب اکٹھا کر دیتے۔ ان کے بعد تبع تابعین اُسٹے اور احکام جمع کئے مدینہ میں امام مالک نے موطا لکھی جس میں یہ التزام کیا کہ اہل حجاز کی قوی قوی حدیثیں لائیں۔ لیکن اس کے ساتھ صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ بھی شامل کیے۔ مکہ میں ابن جریر شام میں امام اوزاعی۔ کوفہ میں سفیان ثوری بصرہ میں حماد بن سلمہ نے اپنی اپنی طرز پر تصنیفیں کیں۔ ان کے بعد ان کے بہت سے معاصرین نے انہیں کی طرز اختیار کی۔ اور علم حدیث کی تدوین و ترتیب کی، جب اور کچھ ترقی ہوئی تو بعض ائمہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ "صرف حدیث نبوی (بلا اختلاط آثار صحابہ تابعین) جمع کریں، اس خیال پر عبید اللہ بن موسیٰ کوئی نے ایک مسند لکھی۔ اسی طرح مسند بن مسرید۔ اور اسد بن موسیٰ اموی اور نعیم بن حماد نزہیل مصر نے بھی اپنی اپنی مسندیں جمع کیں۔ اور ائمہ بھی انہیں کے نشان قدم پر چلے۔ حتیٰ کہ

حفاظ حدیث میں :- بمشکل ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے اپنی مرویات احادیث کو مسند کے طور پر جمع نہ کیا ہو۔ بخمدہ ان جامعین کے امام احمد بن حنبل۔ عثمان بن ابی شیبہ اسحاق بن راہویہ۔ نہایت ممتاز لوگوں میں ہیں۔ امام احمد بن حنبل کی جو مسند آج طبع ہو کر شائع ہے۔ اور اہل اسلام اس سے نفع اٹھا رہے ہیں۔ ان مسندوں میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔ بعض حفاظ نے مسند اور ابواب دونوں طریقوں پر جمع کیا۔ جیسے ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری نے ان تصانیف کو دیکھا اور ان کو جانچا اور ان میں ہر قسم کی صحیح اور ضعیف حدیث کو مخلوط پایا۔ تو ان کا قصد یہ ہوا کہ صرف صحیح صحیح احادیث کو جمع کریں۔ جن میں کسی کو شک نہ ہو۔ علاوہ بریں امام اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری کو اس کی زبانی بھی کی تھی ابراہیم بن معقل نسفی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے بیان کیا ہم لوگ ایک روز امام اسحاق بن راہویہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا لو جمعتم کتابا مختصرا بصیر سندا کاش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثوں النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مختصر کتاب تم جمع کرتے۔ امام بخاری کہتے ہیں توقع ذلک فی قلبی میرے جی میں یہ بات بیٹھ گئی۔ اور آگ میں روغن کا کام دے گئی۔ میں نے اسی وقت سے جامع صحیح کی تدوین شروع کر دی۔

ایک تیسری وجہ یہ تھی کہ امام بخاری نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میں آپ کے حضور میں کھڑا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک تنکھا ہے جس سے میں آپ کے اوپر سے لکھیوں کو ہانک رہا ہوں۔

بیدار ہو کر معبرین سے تعبیر پوچھی۔ تعبیر دینے والوں نے یہ تعبیر دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جن جھوٹی حدیثوں کی نسبت کی جاتی ہے تم ان کو دفع کر دو گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھپا لیسوا حصہ ہوتا ہے۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اس نے واقعی صحیح دیکھا۔ اس لیے اس متبرک خواب نے امام الحاشین کے شوق کو اور بھی دوگنا کر دیا۔ اور جامع صحیح کی تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

مدت تالیف اور کیفیت تالیف

صحیح بخاری کو امام بخاری نے کب اور کتنی مدت میں تالیف کیا اور تالیف کی کیفیت کیا تھی اور تالیف کرنے کے بعد کن کن فحول محدثین اور اکابر علماء کی خدمتوں میں پیش کیا۔ ان میں سے ہر ایک عنوان پر علیحدہ بحث کی رہیسیا کہ اکثر شرح بخاری کا دستور ہے، اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ تاہم بالکل چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔

وراق نے امام صاحب کا ایک قول یہ نقل کیا ہے یہ کہ میں نے جامع صحیح کو سولہ برسوں میں لکھا۔ اور یہ بھی امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے جامع صحیح کو تین بار تالیف کیا، لیکن یہ قول امام صاحب کے پہلے قول کا منافی نہیں ہے، ایک ہی تصنیف کو صنف کئی بار تہذیب و ترتیب دیتا ہے ابوالہشیم کشمیری کہتے ہیں: میں نے امام فربری سے سنا۔ وہ امام صاحب کے

لے بغیر الکات و سکون الشین المعجم و کسر الیم بعد ہائیمتہ ساکنہ ثم ہاء مفتوحة ثم نون نسبتہ الی کشمیری قریب ہوا

ناقل تھے، امام صاحب فرماتے کہ میں نے کوئی حدیث الجوامع الصیح میں
اس وقت تک نہیں داخل کی جب تک غسل کر کے دو رکعت نماز ادا نہ
کر لی۔ ایک دوسری روایت میں اس قدر اور بھی وارد ہوا کہ مسجد حرام بیت المقدس
میں میں نے اس کو تالیف کیا۔ اور دو رکعت پڑھ کر سرحدیث پر استخارہ کرتا
جب مجھے ہر طرح اس کی صحت کا یقین ہو جاتا تو الجوامع الصیح میں داخل کرتا
اس کو میں نے اپنی رنجات کے لیے حاجت بنایا ہے۔ اور چھ لاکھ حدیثوں سے
صحیح صحیح حدیثیں چن کر لکھی ہیں۔ علامہ ابن عدی اپنے شیوخ کی ایک
جماعت سے ناقل ہیں کہ امام بخاری نے الجوامع الصیح کے تراجم ابواب کو
حجرہ نبوی اور منبر کے درمیان میں بیٹھ کر لکھا۔ اور ہر ترجمہ الباب کو دو رکعت
نماز پڑھ کر صاف کرتے۔ وراق نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں
امام بخاری کے ساتھ تھا۔ میں نے آپ کو کتاب التفسیر لکھنے میں دیکھا کہ
رات میں پندرہ بیس مرتبہ آٹھتے اور چہماق سے آگ روشن کر کے چراغ جلاتے
اور حدیثوں پر نشان دے کر سو رہتے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ
امام صاحب سفر و حضر ہر جگہ برابر اس کی دھن میں رہتے تھے۔ اور جب کسی
حدیث کے صحیح ہونے کا یقین ہو جاتا اس پر نشان دیتے۔ یہی کتاب کے
تراجم ابواب کی ترتیب اور تہذیب اور ہر بات کے تحت میں حدیثوں کو
داخل کرنا۔ اس کو امام صاحب نے ایک بار حرم محترم میں۔ اور دوسری
بار بن المنبر والمحراب رجور وضعت من ریاض الجنۃ ہے، انجام دیا اور اسی
تراجم ابواب کی ترتیب و تہذیب کے وقت جو حدیثیں تراجم ابواب کے

تحت لکھنے لگتے پہلے غسل کر کے استخارہ کر لیتے۔
 ابو جعفر عقیلی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے صحیح بخاری کو تالیف
 کر کے اس وقت کے ان شیوخ کے سامنے جن کا فضل و کمال مسلمانوں میں
 مسلم تھا اور بڑے پایہ کے لوگ گنے جاتے تھے یعنی امام احمد بن حنبل
 علی بن مدینی۔ یحییٰ بن معین وغیرہم پیش کیا۔ سب نے نہایت پسندیدگی
 کی نگاہ سے دیکھا اور بالاتفاق صحت کی شہادت دی۔ مگر چار حدیثوں
 میں کلام کیا۔ عقیلی کہتے ہیں۔ ان چار حدیثوں میں بھی امام بخاری کی بات
 صحیح نکلی۔ اور وہ چاروں حدیثیں صحیح ٹھہریں۔

۱۹

صحیح بخاری کا عنوان تالیف

صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاری کو دو باتیں مد نظر تھیں اول
 ان حدیثوں کا انتخاب اور جمع کرنا جنکی صحت اور مقبولیت پر امام صاحب کے
 قبل کے محدثین کا یا امام صاحب کے وقت میں جو محدثین تھے۔ ان کا اتفاق
 ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے اس تالیف کا نام انہوں نے الجامع الصحیح من
 احادیث رسول اللہ وسننہ وایامہ رکھا۔ ثانی، استنباط مسائل فقہیہ
 استخراج نکات حکمیہ۔ جن کو امام بخاری کی وقت پسند طبیعت کے نتائج
 کہنا زیادہ مناسب ہے۔ جن کو موقع ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں۔
 اور اس مقصود را استخراج مسائل فقہیہ کی وجہ سے متن میں اگر تکرار بھی ہو
 تو اس کی کچھ پر داناہیں کرتے لیکن التزام یہ ہے کہ متن اور اسناد دونوں

ہر طرح نہ مکر رہوں۔ . . تکرار صرف مضمون حدیث میں ہوتی ہے۔

تبدیل اسناد سے حدیث درجہ آحاد سے تواتر معنوی یا شہرت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور یہ تکرار قند مکرر کا مزاد ہے جاتی ہے۔
تن و مضمون احادیث بتبدیل روایت چوں مکرر شود آں قند مکرر گیرند

استخراج مسائل میں ایک بہت ہی عمدہ التزام یہ ہے کہ پہلے آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ اور حدیث اور آیت کی تطبیق و توفیق کا خیال مقدم رہتا ہے۔ چنانچہ آیت کی تفسیر حدیث سے یا حدیث کی تفسیر آیت سے ہو جاتی ہے۔ استدلال کا پیرایہ بہت ہی لطیف اور دقیق ہوتا ہے اکثر ناواقف لوگ حیرت میں پڑ کر امام کو نشانہ اعتراض بناتے ہیں۔

چونکہ استخراج مسائل فقہیہ اہم مقاصد میں سے ہے۔ اس لیے

بہتیرے ابواب میں صرف فیہ عن فلاں سے اس حدیث کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جو پہلے گذر چکی ہے، خواہ قریب گزری ہو یا بعید، کبھی کسی باب کے تحت میں تن حدیث مذکور ہے۔ لیکن سلسلہ سند محذوف، یا حدیث معلق ذکر کی ہے، بہتیرے تراجم ابواب ایسے ہیں جن کے تحت میں متعدد حدیثیں مذکور ہیں، کبھی ایک ہی حدیث، کبھی صخر قرآن کی آیتیں یہ سب انداز بتاتے ہیں کہ استخراج مسائل فقہیہ بھی صحیح بخاری کی تالیف کے اہم مقاصد سے ہے۔

بعض تراجم ابواب کے تحت ہیں نہ کوئی حدیث ہے نہ قرآن کی آیت نہ اثر صحابی نہ قول تابعی بلکہ بالکل بیاصل ہے، یہ ایسا موقعہ ہے

کہ کوئی مسئلہ پیش آیا، لیکن اُس کی دلیل بروقت نہ مل سکی، صورت مسئلہ بعنوان ترجمۃ الباب لکھ لیا اس خیال سے کہ اس پر غور کریں گے، اور حدیث یا آیت عقب سے استدلالاً یا تردیداً ترجمۃ الباب کے تحت میں درج کی جائے گی لیکن موت نے مہلت نہ دی۔ بعض مقام میں حدیث سے ترجمۃ الباب ہٹا دیا، یہ اس وجہ سے کہ حدیث صحیح کا تنقید ہو گیا جس کو کتاب میں داخل کر لیا لیکن استنباط مسئلہ کی نوبت نہ آئی۔

صحیح بخاری کے تراجم ابواب

امام صاحب نے صحیح بخاری کے تراجم ابواب میں بڑے بڑے اعلیٰ مقاصد پیش نظر رکھے ہیں، کہیں تو وہ نہایت ہی دقیق فقہی نکاتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کسی جا محدثانہ اصول، اور حدیث کی علت غائضہ بتاتے ہیں، جن کے حل کے لیے نظر غائر اور فہم صاحب ذکاوت و فطانت کے علاوہ کثرت اطلاع اور وسعت نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کی طبیعتیں ادھی یا کچ ہیں جن کے دماغ تنگ اور نظر محدود ہے یا وہ لوگ جو رسمی اصول اور اہل الرائے کی تخریجات کے پابند ہیں امام صاحب کے تراجم کی تہ تک پہنچنے سے محروم رہتے ہیں اس لیے کہیں تو صحیح بخاری کے تراجم ابواب پر کہیں تراجم اور حدیثوں کی تطبیق پر اعتراض جمانے لگتے ہیں۔

وكم من عاقب قولاً صحيحاً
وافته من الفهم والقيم

صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی شان میں فقہاء اور محدثین کا مشہور مقولہ
 فقہ البخاری فی تراجم ابوابہ ضرب المثل ہے۔

صحیح بخاری کے تراجم ابواب کے مہتمم بالشان ہونے کا اندازہ
 اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اچلہ محدثین اور فحول مصنفین نے تراجم کے
 مقاصد جلیلہ اور اشارات غامضہ کے حل کرنے میں مستقل تصنیفیں لکھی ہیں۔

تراجم ابواب کے متعلق مستقل تصنیفات

۱) علامہ ناصر الدین احمد بن المنیر خطیب اسکندریہ نے تراجم ابواب پر
 ایک مبسوط مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام للتواری علی تراجم البخاری
 رکھا۔ اس کتاب میں علامہ موصوف نے چار سو ابواب صحیح بخاری کے ایسے
 چنے ہیں جو نہایت وقت طلب ہیں، پھر ان کو نہایت بسیط بحثوں میں حل کیا ہے۔
 ۲) علامہ محمد بن منصور المغربي السجلماسی نے بھی ایک مستقل تصنیف لکھی ہے
 جس کا نام فک اغراض البخاری المبرہۃ فی الجمع بین الحدیث والتوجہ ہے
 ۳) علامہ ابن ابی عبد اللہ رشید البستی نے ایک ضخیم اور مبسوط کتاب
 صحیح بخاری کے تراجم ابواب پر لکھی جس کا نام توجہان التواجد ہے۔
 اس میں یہ عزیز اور مفید کتاب نام تمام رہی اور ایک ضخیم جلد میں صرف ابواب
 الصوم تک پہنچی، گو یہ کتاب نام تمام رہی۔ لیکن پھر بھی جس قدر عدم سے وجود
 میں آئی صحیح بخاری کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے بہت کا آمد

۴) یہ لفظ بہ تشدید یا واقع ہے ہذا ما افاد سیخنا الشیخ حسین عرب ایمنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۰ھ

ثابت ہوئی ■

(۴) علامہ زین الدین علی بن المنیر نے بھی ایک مستقل تصنیف تراجم پر لکھی جس کا ذکر حافظ ابن حجر نے ہدی الساری میں کیا ہے۔

(۵) شرح تراجم ابواب صحیح بخاری ایک ضروری اور جامع رسالہ ہے، جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا جو حیدر آباد کے مطبع ”دائرة المعارف“ میں طبع ہو کر شائع ہے اور اس سے پہلے تیسیر القادری شرح فارسی صحیح بخاری کے حاشیہ پر لکھنؤ میں طبع ہوا تھا۔ اس رسالہ کے ابتدا میں تراجم ابواب کے متعلق چند اصول جامع اور مختصر تقریروں میں بیان کئے گئے ہیں۔ پھر فرداً فرداً چار سو سے زائد تراجم پر مفصلاً لیکن نہایت ایجاز کے ساتھ بحث کی گئی ہے، اور جا بجا بہت ہی مفید نکات ودیعت رکھے گئے ہیں جو مصنف کے تبحر اور صفائی ذہن و حکیم الامت ہونے کے شاہد عدل ہیں۔ ان مستقل تصنیفات کے علاوہ صحیح بخاری کی شرح میں تراجم ابواب پر بڑی تفصیلی بحث کی جاتی ہے، اور اپنی وسعت کے موافق ہر شارح نے اپنے علم و فہم کا تموج دکھلایا ہے۔ ان میں شیخ الاسلام ابن حجر اور ان کے بعد علامہ عینی نے خاص حصہ لیا ہے۔ علامہ ابن خلدون صحیح بخاری کے تراجم ابواب پر ریمارک فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما البخاری فهو اعلاها رتبةً فاستصحب
الناس شرحه واستغلقوا منحاہ
صحیح بخاری حدیث کی کتابوں میں سب سے
بند پایہ ہے۔ اس لیے اہل علم اس کی شرح کو

مراجعہ لایحتاج ایہ منہ معرفۃ النظر والتقدیر
 ورجاءہا من اهل الحجاز والشام والعراق
 ومعرفۃ احوالہم واختلاف الناس فہم
 ولذلك یختلف الی معان النظر فی
 التفقہ فی تراجمہ لا نہ یترجم لترجمۃ
 دیورۃ فیہا الحدیث بسند او طریق ثم
 یترجم اخری دیورۃ فیہا ذلک الحدیث
 بعینہ لما تضمنہ من المعنی الذی ترجم
 بہ الباب وكذلك فی ترجمۃ وترجمۃ الی
 ان یشکر الحدیث فی ابواب کثیرۃ
 بحسب معانیہ واختلافہا۔

سخت مشکل کام خیال کرتے ہیں اور اس کے
 مقاصد تک پہنچنا بہت مشکل سمجھتے ہیں کیونکہ
 صحیح بخاری کے مقاصد تک پہنچنے کیلئے
 چند باتوں کا ہونا ضرور ہے (۱) ایک ہی
 حدیث کے اسانید متعدد وہ سے آگاہ ہونا
 (۲) ان اسانید کے رجال کا علم ہونا اس طرح
 کہ کون ان میں شافی ہے کون حجازی کون
 عراقی (۳) ان کے حالات سے آگاہ ہونے
 کے علاوہ یہ جاننا کہ لوگ ان میں کیا اختلاف
 رکھتے ہیں اور امام صاحب نے کیا فیصلہ
 کیا ہے اس وجہ سے تراجم ابواب کے سمجھنے

میں بڑی دقیق نگاہ اور وقت نظر کی ضرورت پڑتی ہے امام بخاری ایک ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں
 اور اس میں ایک سند سے حدیث لاتے ہیں پھر دوسرا ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور اس میں بھی یہی
 حدیث دوسری سند سے لاتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ دوسرے ترجمۃ الباب کی بھی دلیل ہے اسی
 طرح متعدد تراجم ابواب میں بوجہ کثرت معانی و اختلاف سند حدیث مکرر ہو جاتی ہے۔

صحیح بخاری کے تراجم ابواب کو دعادی اور ان کے ماتحت کی حدیثوں یا آیتوں
 وغیرہ کو دلائل یا بمنزہ دلائل خیال کر لینا ایک بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔ اسی غلط فہمی کی
 وجہ سے اکثر صحیح بخاری کے مطالعہ کنندہ والوں کو دھوکہ ہوتا ہے۔

مقاصد تراجم کی تفصیل

صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی مختلف صورتیں اور مختلف اغراض ہیں۔
 (۱) کبھی امام صاحب ترجمۃ الباب میں اس حدیث کے الفاظ ذکر کرتے ہیں جو ان کی شرط پر نہیں ہے اور اس حدیث کی صحت کی شہادت کے لیے یا کے تحت ہیں وہ حدیثیں لاتے ہیں جو امام صاحب کی شرط پر صحیح ہیں جس سے ترجمۃ الباب کی تائید اور نصیح منظور ہوتی ہے۔

(۲) کبھی ایسا مسئلہ ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں جس کو امام صاحب نے کسی صحیح حدیث سے جو ان کی شرط پر ہے مستنبط کیا ہے خواہ صریح الفاظ یا اشارۃ النص یا اقتضائے سے اب اس کے تحت میں جو حدیث یا آیت لاتے ہیں وہ مسئلہ ترجمۃ الباب کی دلیل ہوتی ہے، لیکن وجہ استدلال پر حاوی ہونا ہر ایک کا کام نہیں۔

(۳) ترجمۃ الباب میں کبھی وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس کی قائل پہلے سے مسلمانوں کی کوئی جماعت تھی، اور اس مسئلہ کی امام صاحب کی تحقیق و اجتہاد میں دلیل یا شہادت یا ترجیح ثابت تھی، ایسے مقامات کو امام صاحب ترجمۃ الباب کی صورت میں بایں لفظ لکھا کرتے ہیں۔ باب من قال کذا او ذہب الی کذا۔

(۴) اسی ترجمۃ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جس میں حدیثیں مختلف آتی ہیں اس باب کے تحت میں ان مختلف حدیثوں کو جمع کر دیتے ہیں جس سے تطبیق

۱۔ تراجم بخاری کے اغراض و مقاصد غور و فکر کے بعد تیس سے بھی زائد ثابت ہوئے۔ حضرت مولف نے بطور غور چند اغراض کے ذکر پر اکتفا فرمایا ہے ۱۲ عبید اللہ رحمائی

و ترجیح و استنباط میں آسانی منظور ہوتی ہے۔

(۵) کسی مسئلہ میں مثل سابق کے اذکر متعارض ہوتے ہیں اور امام صاحب کے نزدیک صورت تطبیق متعین یا راجح ہوتی ہے، پہلے ترجمہ الباب میں توفیق ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان دلائل متعارضہ کو لاتے ہیں، جس سے متعلم میں قوت توفیق و تطبیق پیدا ہوتی ہے۔

(۶) کسی ترجمہ الباب کے اثبات میں متعدد حدیثیں ذکر کرتے ہیں، ان حدیثوں میں کوئی ایسی حدیث ہوتی ہے جس میں امام صاحب کے خیال میں کوئی مفید ضروری بات ہوتی ہے۔ جس پر متنبہ کرنا وہ ضروری خیال کرتے ہیں، ایسی جگہ بجائے فائدہ یا تنبیہ کے، باب کا لفظ ذکر کرتے ہیں، یہاں صحیح بخاری پڑھنے والوں کو یہ دھوکا ہوتا ہے کہ یہاں سے نیا مسئلہ شروع ہوا، حالانکہ وہ کوئی باب علیحدہ نہیں ہوتا، بلکہ جس طرح عام مولفین کا قاعدہ ہے کہ ایسے موقع پر لفظ فائدہ یا قف یا تنبیہ لاتے ہیں، امام صاحب نے لفظ باب کے سوا دوسرے الفاظ پسند نہ فرمائے، دلائل مشاہدہ فی الاصطلاح جیسے کتاب بد الخلق، ترجمہ الباب (باب قول اللہ عز وجل دیث فیہا من کل ذابۃ) کے تحت میں پہلے ایک حدیث اس باب کے مطابق ذکر کر کے (باب خیر ماں المسلم غنم یتبع بہا شعب الجبال) ذکر کیا۔

(۷) کبھی باب کو بجائے رح التحویل، یا ہذا لاسناد کے قائم کرتے ہیں، جس طرح اسی کتاب بد الخلق میں باب کو المثلثۃ ہے پہلے ترجمہ الباب کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں پیش کیں، اور سعید کے واسطے سے حدیث یتعاقبوز المثلثۃ باللیل و المثلثۃ بالانوار الخ لائے۔ اس کے بعد باب کا لفظ لکھ کر حدیث اذا قال احدکم امین والمثلثۃ

فہم الامین الحدیث ذکر کیا۔ جس سے مطلب یہ تھا۔ وہ ہذا الاسناد یعنی اسی اسناد سے ذیل کی حدیث بھی ہے۔

(۸) ترجمۃ الباب کے تحت میں کبھی وہ حدیث لاتے ہیں جو خود ترجمۃ الباب پر دلالت نہیں کرتی نہ بظاہر ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق اس کے مذکورہ الفاظ کو ہوتا ہے، لیکن اس حدیث کے بہت سے طرق ہوتے ہیں اور ان میں بعض طرق کے الفاظ ترجمۃ الباب پر دال ہوتے ہیں، جس سے یہ جتنا نامقصود ہوتا ہے کہ اس باب کے لیے کچھ اصل ہے اور یہ مسئلہ بالکل بے اصل نہیں ہے۔

(۹) کسی ترجمۃ الباب میں تردیداً وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو کسی خاص شخص کا مسلک ہے یا امام صاحب کے خیال میں شاید آئندہ کوئی اس کا قائل ہو جائے لیکن امام صاحب کے نزدیک غلط ہے۔

(۱۰) اسی طرح کسی ترجمۃ الباب میں اسی حدیث لاتے ہیں جو امام صاحب کے نزدیک ثابت نہیں، ایسے مقامات میں باب کے تحت میں صحیح حدیثوں کے لانے سے اس مسلک یا اس حدیث کا رد کرنا منظور ہوتا ہے۔

(۱۱) کبھی ترجمۃ الباب کے بعد بجائے مسند حدیث کے صرف کس صحابی یا تابعی کا اثر یا قرآن کی کوئی آیت کریمہ لاتے ہیں۔ ایسا اس مقام میں کرتے ہیں، جہاں ترجمۃ الباب کا لفظ کسی حدیث کا ٹکڑا ہوا کرتا ہے، لیکن وہ حدیث امام صاحب کی شرط پر نہیں ہوتی۔ وہاں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اس باب میں گو یہ حدیث آئی ہے لیکن امام صاحب کی شرط پر صحیح ثابت نہیں ہوئی اور حدیث ترجمۃ الباب قابل عمل ہے۔

(۱۲) کبھی ترجمۃ الباب میں ایسا مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو بظاہر نہایت قلیل النفع ہے،

لیکن کسی خارجی وجہ سے وہ مہتمم بالشان بن گیا ہے جس طرح باقی الرجل ماضیہ
 بظاہر کوئی نتیجہ خیز بات نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ یہ ملا ذکر ایک جماعت
 ماضیہ کہنے کو بہت برا جانتی ہے۔ تو اس باب کا کثیر النفع ہونا ظاہر ہو جاتا ہے
 شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں، اس قسم کے تراجم ابواب میں امام بخاری نے
 مصنف ابن شیبہ اور مصنف عبد الرزاق کے تراجم ابواب پر قدح کی ہے، اور ان دونوں
 کتابوں کے تراجم ابواب کے استدالات میں جو آثار و شواہد پیش کئے گئے ہیں ان کو رد کیا
 قلت اکثر ذلک تعقباً و تبییناً علی عبد الرزاق ان ابواب کے فوائد اور خوبیوں سے کچھ وہی
 وابن الجبلی شیبہ فی تراجم مصنفہما اذ شواہد شخص منتفع ہو سکتا ہے۔ جس نے ان
 الآثار تردی عن الصحابة و التابعین مصنفہما دونوں مصنفات کا مطالعہ کیا ہے اور
 و مثل هذا لا ينتفع به الا من مارس ان دونوں کتابوں سے اس کو مہم
 الکتابین دا طلع علی ما فیہما۔

۱۳) کبھی ترجمہ ابواب میں قرآن کی کسی آیت کو ذکر کرتے ہیں اور حدیث سے اس کی
 شرح کرتے ہیں یا عموم کی تخصیص کرتے ہیں یا مطلق کو مقید یا اس کے بعض محتملات
 کی تعیین کبھی ترجمہ ابواب میں حدیث ذکر کرتے ہیں، اور آیت سے اس کی تخصیص یا
 بعض محتملات کی تعیین، یا شرح، جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں،
 وکتیرا ما یاتی بشواہد الحدیث من الایات اکثر اوقات حدیثوں کی شہادت میں آیات
 و شواہد الایة من الاحادیث تظاہر او اور آیت کی شہادت میں احادیث لاتے
 لتعین بعض المحتملات و ذال بعض فیکون ہیں اس سے مقصود یا تو ایک کو دوسرے سے

عہ کسی آدمی کا یہ کہتا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی مگر

کقول المحمّد المراد بهذا العلم المخصوص اور قوت دینا ہوتا ہے۔ یا آیت و حدیث کے
 بهذا الخاص العموم ونحو ذلك ومثل هذا کئی احتمالوں میں ایک کی تعیین مقصود ہوتی ہے
 لا یدرک الا بقرائن ثابتہ قلب حاضر۔ جیسے یوں کہا جائے کہ اس لفظ سے خاص مراد
 ہے یا لفظ خاص سے عمومیت مقصود ہے۔ اسی طرح اور باتیں ہیں اُس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے
 جس کی سمجھ روشن اور دل حاضر ہے۔

(۱۴) کہیں صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ طالبین حدیث کو مسئلہ کے مطابق حدیث
 پیش کرنے کا انداز مشق ہو جائے۔

(۱۵) امام صاحب نے بہترین تراجم ابواب میں اہل سیر و مورخین کا طریقہ اختیار کیا ہے
 اور وہ یہ کہ طرق روایات سے کسی واقعہ کے متعلق کوئی خاص بات نکالنی بقیہ تو عدم حمار
 فن کے باعث اس پر متعجب ہوتا ہے لیکن اہل سیر کو اس انداز کے ساتھ خاص اعتنا ہوتا ہے

شرح صحیح بخاری

امام ابو عبد اللہ حاکم نے، یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے صحیح بخاری کی
 مسند حدیثوں کے لیے جو اصل موضوع کتاب ہیں، یہ شرط معین فرماتے ہیں کہ ہر
 صحابی سے دو مشہور تابعیوں نے روایت کی ہو۔ اور ہر تابعی سے دو دورادی
 ثقہ عادل ضابط جامع شرط صحت نے روایت کی ہو، اسی طرح سلسلہ روایت
 ہر طبقہ میں چلا جائے۔ یہاں تک کہ امام بخاری تک وہ حدیث پہنچی ہو۔

۱۔ صحاح ستہ کی شرط کے میان میں مستقل تصدیقات لکھی گئی ہیں۔ علامہ حازمی ہمدانی اور
 علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر کی شرط طائفة ثبوتی نافع تالیفات ہیں ۱۲۔ شرح الفیۃ العراقي۔

علامہ ابو عمر مبارک بن احمد نے حاکم کے اس دعوے سے مخالفت کی اور کہا کہ یہ دعویٰ حاکم کا صحیح بخاری کی بہتری مسند حدیثوں میں لوٹ جاتا ہے۔ جن کو صحابی سے صرف ایک ہی مشہور تابعی نے روایت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مبارک بن احمد کا یہ اعتراض حاکم کے کلیہ پر تو ضرور پڑتا ہے جس سے بعض صحابی سے روایت لینے والوں (تابعیوں) میں اگر یہ قاعدہ کلیہ سالم نہیں رہتا۔ لیکن تابعی سے نیچے واسطوں میں یہ شرط ضرور پائی جاتی ہے اسی وجہ سے دوسرے محدثین نے حاکم کی طرح یہ دعویٰ نہیں کیا۔ انہوں نے صحیح بخاری کی حدیثوں کے لیے ذیل کے شرط بیان کیے۔

(۱) سب ناقلین و رواۃ حدیث صحابی تک ثقہ ہوں اور ان کی ثقاہت پر اتفاق ہو۔
یعنی رواۃ مسلم۔ صادق۔ غیر بدس۔ غیر مختلط۔ متصف بصفات عدالت۔ ضابطہ متحفظ،
سلیم الذہن۔ قلیل الوهم۔ سلیم الاعتقاد ہوں۔ اور یہ صفات اعلیٰ درجہ کے ہوں (۲) سلسلہ روایت منقطع نہ ہو (۳) اگر معنعن روایت ہو تو راوی کا اپنے شیخ سے لقائ ضرور ثابت ہونا چاہیے (۴) اس حدیث کی صحت اور مقبولیت پر امام بخاری سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو۔ یا امام بخاری کے معاصرین کا اتفاق ہو (۵) علت اور شذوذ سے خالی ہو۔ یا جو وہان صفات کے جو راویوں کے لیے اوپر مذکور ہوئے۔ رواۃ اعلیٰ طبقے کے ہوں، ادنیٰ یا اوسط غیر کافی ہیں۔ طبقات رواۃ کے امتیاز اور وضاحت کے لیے علامہ حافظ ابن حجر کی یہ مثال کافی ہے۔ مثلاً زہری کے تلامذہ کے پانچ طبقے ہیں اور ہر طبقہ اپنے سے نیچے کے طبقے پر فضیلت رکھتا ہے۔ طبقہ اولیٰ اعلیٰ درجہ کی صحت کا موجب ہے اور یہی امام صاحب کا مقصد ہے۔ طبقہ ثانیہ پہلے طبقے کے

ساتھ ثبت ثقاہت وغیرہ میں تو شرکت رکھتا ہے لیکن پہلا طبقہ حفظ و اتقان اور زہری کی طول صحت میں طبقہ ثانیہ سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ زہری کے ساتھ اور حنظل میں اس نے ملازمت اختیار کی اور ان کی حدیثوں کی بخوبی ممارست کی اور اچھی طرح ان کی جانچ پڑتال کی اس وجہ سے طبقہ اولیٰ کی حدیثیں زیادہ قابل وثوق ہوئیں۔ طبقہ ثانیہ نے چند روز زہری کی صحبت پائی۔ اس لیے یہ بات حاصل نہ ہو سکی۔ نہ ان کو زہری کی حدیثوں سے چنداں ممارست ہوئی و طبقہ اولیٰ کے رواقہ (یونس بن یزید الایلی عقیل بن خالد الایلی مالک ابن انس بسفیان بن عیینہ شعیب بن ابی حمزہ و طبقہ ثانیہ کے رواقہ) اوزاعی لیث ابن سعد عبد الرحمن بن خالد بن مسافر ابن ابی ذؤب و طبقہ ثالثہ جعفر بن مروان بسفیان ابن حسین۔ اسحاق بن یحییٰ الکلبی و طبقہ رابعہ ربیعہ بن صالح معاویہ بن یحییٰ الصدیقی جثنی بن الصباح و طبقہ خامسہ عبد القدوس بن حباب حکیم بن عبد اللہ الایلی محمد بن سعید المصلوب۔

طبقہ اولیٰ ہی کے رواقہ امام بخاری کی شرط میں کبھی کبھی طبقہ ثانیہ کے رواقہ کی حدیثوں کو بھی رجن پران کو اعتماد ہے صحیح بخاری میں لاتے ہیں لیکن بالاستیعاب نہیں بخلاف امام مسلم کے کہ وہ دونوں طبقوں کی حدیثوں کو بالاستیعاب لاتے ہیں۔ اور طبقہ ثالثہ رجن کو امام بخاری نے ہاتھ بھی نہیں لگایا کی حدیثوں کو بھی لاتے ہیں گو بالاستیعاب نہیں۔ ہاں طبقہ ثانیہ اور ثالثہ کے رواقہ کی حدیثوں کو امام بخاری تعلیقاً ذکر کرتے ہیں ثانیہ سے زیادہ ثالثہ سے کم اسی طرح امام نافع۔ اور امام اعظمی اور امام قتادہ کے تلامذہ کے پانچ طبقے ہیں! اور ان میں بھی وہی صورتیں ہیں۔ یہ ان رواقہ کی

حالت ہے جو کثیر الحدیث ہیں۔ وہ روایۃ جو قلیل الحدیث ہیں۔ ان میں امام صاحب کبھی کسی متفرد راوی کی حدیث نہیں لیتے۔ جب تک سلسلہ روایۃ میں اس کا کوئی دوسرا راوی شریک نہ ہو۔ ہاں کبھی کسی راوی پر باوجود تفرد کے جب قوی اعتماد ہو جاتا ہے تو ایسی حدیث لیتے ہیں۔ جیسے یحییٰ بن سعید انصاری لیکن ایسا بہت کم، بلکہ شاذ و نادر کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر ترجیح اور فضیلت

ان شرائط اور نیز وجوہات مذکورہ بالا کے لحاظ سے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو کر یہ ایک اصولی مسئلہ بن گیا کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم و نیز تمام کتب حدیثیہ پر ترجیح ہے خواہ باعتبار صحت ہو یا بحدوث تقابہت کے عرض ہر اعتبار سے اس کو فضیلت ہے۔ تدریب میں ہے: البخاری احکم ما و اکثر ما خواتم و قبل مسلم و صحیح الصواب کا دل اور کیوں نہ ہو امام مسلم نے اسی تصنیف کو دیکھ کر اسی پر اپنی کتاب کی بنیاد رکھی۔ اور کچھ اضافہ کیا۔ لیکن پھر بھی اس کے رتبہ کو ان کی کتاب نہ پہنچ سکی۔ امام بخاری کے وہ تلمیذ تھے۔ اور شہادت دیتے تھے کہ امام بخاری اس فن میں ہر طرح متفرد ہیں۔ اور ان کو سید الحدیثین کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ حاکم ابو احمد نیشاپوری لکھتے ہیں: رحمہ اللہ محمد بن اسمعیل خانہ الف خوار حمت نازل کرے امام بخاری پر کہ انہوں نے اصول یعنی اصول الاحکام میں اصول قائم کئے یعنی احادیث سے احکام الاحادیث بیزلنس و کل من عمل کے اصول اور لوگوں کو تعلیم کر گئے اور جن بعدہ انما اخذہ من کتابہ کسلم لوگوں نے لیا انہیں کی کتاب سے لیا جیسا امام

ابن حجاج وقال الدارقطني لما ذكره امام دارقطني کے سامنے جب صحیحین کا تذکرہ
 عنده الصحيحان لولا البخاري ما ہوا تو امام دارقطني نے کہا کہ اگر امام بخاری
 ذهب مسلم ولا جاء وقال مرة کافیض صحبت نہ ہوتا تو مسلم کا کوئی نام بھی
 اخري وای شئ منہ مسلما غنا نہ لیتا ایک مرتبہ اور امام دارقطني نے یہ
 اخذ کتاب البخاري فعل عليه مستخرجا فرمایا کہ امام مسلم نے کیا کیا۔ صحیح بخاری کو
 وزاد فيه زيادات۔ لے کر اسی کی حدیثوں کا استخراج کیا اور کچھ اضافہ

بعض مغاربہ نے صحیح مسلم کو ترجیح دی تھی۔ لیکن علمائے اسلام قدیم و
 حدیث اس کی مخالفت کرتے آئے اور بعض مغاربہ کے قول کی تاویل اس طرح کی کہ
 صحیح مسلم کو آسانی کے اعتبار سے ترجیح دی جاسکتی ہے کیونکہ نہ اس میں اس قدر
 تدقیقات و تہذیبیں نہ نکات اصولیہ نہ انتشار سلسلہ اسانید نہ اس قدر اشارات غامضہ
 جن کے حل کرنے کے لیے سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ اور اس پر بھی علامہ ابن خلدون
 فرماتے ہیں کہ امت محمدی کے ذمہ اس کی شرح کا دین باقی ہے۔ حافظ عبدالرحمن بن
 الدبیح کا یہ فیصلہ ہے۔

تنازع قوم فی البخاری و مسلم لدی ایک قوم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ترجیح میں
 وقالوا ای هذی مقدم فقلت بحث کتنی ہوئی میرے پاس فیصلہ کے لیے
 لقد فاز البخاری حجة کسافات آئی اور پوچھا کہ کون ان میں سے مقدم ہے
 فی حسن الصناعة مسلم میں نے جواب دیا کہ صحت کے اعتبار سے
 صحیح بخاری کو ترجیح ہے اور حسن ترتیب کے اعتبار سے صحیح مسلم کو۔

عہ القرائن الدار قطنی ۱۲ منہ

لیکن اس فیصلہ میں صحیح بخاری کی صرف صحت کے اعتبار سے فوقیت بتائی گئی ہے حالانکہ علامہ محدث امام بخاری کی فقہانیت سونے میں سہاگہ اور خاتم کے لیے فص۔

حدیثوں کی تکرار اور اختصار و تقطیع کے فوائد

بعض کوتاہ بینوں نے صحیح بخاری پر یہ اعتراضات کئے تھے کہ اس میں اکثر حدیثیں مکرر ہیں (۱) بعض حدیثیں مختصر ہیں (۲) کہیں کہیں امام بخاری حدیثوں کو مکرر کر کے لاتے ہیں (۳) یہ تینوں اعتراضات کچھ آج ہی کے نہیں ہیں آج سے بہت پہلے سوچکے ہیں علامہ محمد بن طاہر مقدسی نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام جواب المتعنت ہے اس رسالہ میں علامہ موصوف نے ان باتوں پر مفصل بحث کی ہے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اپنے مقدمۃ الفتح میں اس کے ابحاث کچھ نقل کئے ہیں ہم بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ ہماری اردو زبان اس سے بے نصیب نہ رہے۔

امام بخاری کا طرز عمل صحیح بخاری کی تالیف میں یہ ہے کہ ایک ہی حدیث کو کئی کئی باب میں ذکر کرتے ہیں۔ لیکن ہر باب میں سلسلہ سند بدلا ہوا ہوتا ہے وہ ایک حدیث کے متعدد مسائل استخراج کرتے ہیں اور تبدیل سند سے حدیث کی قوت کو اعلیٰ درجہ پہنچا دیتے ہیں یہ نہیں ہے کہ ایک حدیث کو بلا تبدیل سند اور بلا تغایر الفاظ امام بخاری نے دہرایا ہو۔ تکرار سے چند فائدے حسب ذیل متصور ہیں۔

(۱) کسی حدیث کو پہلے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں پھر دوسری جگہ دوسرے صحابی سے تیسری جگہ تیسرے صحابی سے جس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث غزابت کے درجے سے نکل کر شہرت یا تواتر معنوی کے درجے کو پہنچ جائے اسی طرح وہ

دوسرے طبقے اور تیسرے طبقے کے راویوں کے ساتھ کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنے شیوخ تک اس سلسلے کو لے جاتے ہیں۔ جو لوگ اس فن سے نااہل ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ امام بخاری نے حدیث کو مکرر کر رکھا۔ حالانکہ اس تکرار میں علاوہ استنباط مسائل فقہیہ کے اہل فن کی نگاہ میں بہت سے فائدے ہیں۔

(۲) امام بخاری نے اس قاعدہ کی بنا پر بہت سی حدیثوں کی تصحیح اپنی شدید شرطوں کے مطابق کر ڈالی جو معانی متغائرہ اور مغایرہ متفرقہ عدیدہ رکھتی تھیں اور ان سے ہر باب میں جداگانہ مسائل مستنبط کیے۔

(۳) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی حدیث کو راوی مکمل روایت کرتا ہے اور دوسرا مختصر امام بخاری اس حدیث کو جس طرح جس سلسلہ سے وارو ہوئی مکرراتے ہیں جس سے یہ شبہ ناقلین کی جانب سے رفع ہو جاتا ہے کہ یہ ایک راوی کبھی تو مختصر روایت کرتا ہو اور کبھی مکمل۔ حالانکہ اس اختصار اور تکمیل میں اس کو دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس حدیث کو صحابی یا تابعی نے بعض شاگردوں سے مکمل اور بعض سے مختصر بیان کیا ہوتا ہے۔ (۴) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ناقلین صحابہ ایک ہی واقعہ یا حدیث کو روایت بالمعنی کے قاعدہ پر مختلف الفاظ میں روایت کرتے ہیں۔ جن سے مختلف معانی پیدا ہوتے ہیں امام بخاری ان سب الفاظ کو جداگانہ بابوں میں ذکر کرتے ہیں لیکن اس شرط پر کہ وہ تمام الفاظ امام بخاری کی شرط کے مطابق ہوں اور ہر ایک کی سند بھی مختلف ہو۔ (۵) بعض احادیث ایسی ہوتی ہیں جن کے ارسال اور اتصال میں اختلاف ہوتا ہے اور اتصال امام بخاری کے نزدیک راجح ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں سلسلہ اس کو ذکر کر کے اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں ارسال کچھ مضر نہیں۔

۱۶۱ بعض حدیثیں ایسی ہوتی ہیں جن کے موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور امام بخاری کے نزدیک مرفوع ہونا راجح ہوتا ہے۔ یہاں بھی دونوں سلسلہ سند کو لا کر متنبہ کر دیتے ہیں کہ موقوف روایت کرنے سے رفع میں کسی قسم کا نقصان نہیں۔

(۷) بعض اوقات کسی حدیث کے سلسلہ سند میں کسی نیچے کے راوی نے کسی شیخ کو بڑا دیا۔ دوسرے راوی نے اس کو حذف کر کے روایت کیا امام بخاری ان دونوں سلسلہ سند کو ذکر کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ فلاں راوی نے اپنے شیخ سے حدیث سنی اور اس کے بعد شیخ الی شیخ سے بھی سنی۔ لہذا ان دونوں راویوں کا قول صحیح ہے جس نے شیخ کو بڑھایا ہے وہ پہلے سماع کے اعتبار سے ہے جس نے حذف کر دیا وہ دوبارہ شیخ الی شیخ کے سماع کے اعتبار سے ہے۔

(۸) کبھی معنعن کے اتصال ثابت کرنے کے لیے حدیث کو مکرر لاتے ہیں۔ بعض شیوخ حدیث نے صحیح بخاری کی شرح میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ باب قصص الخطبۃ بعد فترۃ کے بعد باب تعجیل الوقوف بعرفہ ہے امام بخاری نے کسی اپنے تلمیذ سے فرمایا اس باب امام مالک کی وہ حدیث لانی مناسب ہے جو نہ ہری سے مروی ہے۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ حدیث بالکل مکرر ذکر کی جائے اس حکایت سے معلوم ہوا کہ امام بخاری حدیث کو بلا کسی فائدہ کے مکرر کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اگر صرف مسئلہ فقہی کے ثابت کرنے کے لیے بلا نکتہ حدیث کے تکرار ہو گئی ہو تو محض شاذ ہو گا۔ اور محض کسی اتفاقی وجہ سے ہوا ہو گا۔ اگر تن حدیث کے الفاظ قلیل ہیں یا ایک جملہ کو دوسرے جملوں سے ایسا ارتباط ہے کہ الگ کرنے سے

معنی میں خلل پڑ جاتا ہے۔ اور ساتھ اس کے حدیث سے کئی مسئلے بھی مستنبط ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں حدیث کو بلا اختصار اور تقطیع کے مکرر لاتے ہیں لیکن فائدہ حدیثیہ کو ملحوظ رکھ کر سند کو بدل دیتے ہیں۔ اور کم از کم مشہور ہی بدل جاتے ہیں اور سند قوی ہو جاتی ہے۔ اور اگر سند بالکل ایک ہوتی ہے۔ اور کوئی نکتہ حدیثیہ خیال میں نہیں آیا تو اس صورت میں ایک جگہ حدیث کو موصول پوری سند سے ذکر کرتے ہیں دوسری جگہ ”فیہ عن فلان“ صرف اشارہ سے کام لیتے ہیں۔

اور اگر متن طویل ہے اور ایک باب کو دوسرے سے ایسا تعلق نہیں ہے کہ ان کو الگ کرنے میں معنی میں خلل واقع ہو۔ تو ایسی حالت میں ہر ٹکڑے کو علیحدہ باب میں نئی نئی سند سے لاتے ہیں۔ اور ان سے مسئلے ثابت کرتے ہیں۔ اور پوری حدیث کسی مقام میں ذکر کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ صورت کہ حدیث کے ایک ٹکڑے کو ذکر کیا ہو۔ اور بقیہ کہیں نہیں مذکور ہو۔ یہ صورت وہیں پیش آئی ہے جہاں مرفوعہ حقیقی یا حکمی اور موقوفہ دونوں ٹکڑے ملے ہوئے ہوں امام بخاری مرفوعہ کو ذکر کرتے ہیں اور موقوفہ کو چھوڑ دیتے ہیں اس لیے کہ یہ ان کے موضوع کتاب سے خارج ہے۔ مثلاً عبد اللہ بن مسعود کی روایت اہل الاسلام لا یسیبون اہل الجاہلیۃ کا خلافا یسیبون کو لے لو۔ چونکہ یہ ٹکڑا حکم مرفوعہ ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور بقیہ الفاظ اس حدیث کے موقوفہ تھے۔ ان کو حذف کر دیا۔ پوری حدیث مرفوعہ اور موقوفہ مل کر یہ ہے جبار رجل الی عبد اللہ بن مسعود فقال انی اعتقت عبد الی سائتہ فمات وترك ما لا ولہ یدعم دار ثاقب قال عبد اللہ اہل الاسلام لا یسیبون وان اہل الجاہلیۃ کانوا یسیبون فانت ولی نعمتہ فلك

میراثہ خان تائمت و تخریجیت فی شوق فحن نقلمہ منک و تجعلہ فی بنیت الممال
 اس میں صرف وہ ٹکڑا جو حکماً مرفوع تھا اس کو امام بخاری نے ذکر کیا بقیہ کو کتاب
 کبیر میں کہیں نہیں ذکر کیا اور اس اختصار سے کسی طرح کا خلل نہیں پیدا ہوا یہاں ہم
 صحیح بخاری کی تعلیقات رحس کو امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں یا ترجمۃ الباب کے
 استدلال یا تائید میں پیش کیا ہے و نیز متابعات رجوسندوں کو قوت دینے کی غرض
 سے یاسند کا اتصال ثابت کرنے کے لیے لائے جاتے ہیں ہم ان دونوں کی
 بحث بوجہ اس کے کہ صاحبان اردو خوان کے لیے یہ بحث چنداں مفید نہیں
 و نیز طویل بھی ہے ترک کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کے شرح و حواشی اور ان کی کیفیتیں

صحیح بخاری کے حلیل القدر اور بلند پایہ ہونے کا اندازہ اس سے بخوبی کیا جاسکتا
 ہے کہ سلف سے بے کر خلف تک علمائے اسلام بلا امتیاز کسی فرقہ کے برابر اس کی خدمت
 میں مصروف رہے ہیں۔ کسی نے شرح لکھی۔ کسی نے صرف اس کے رجال پر توجہ کی۔
 بعضوں نے اس کے ابواب فقہیہ اور تراجم ابواب کے وقائع کی چھان بین کی کسی نے
 اس کی تجرید کی کسی نے اختصار۔ بعض اہل علم نے اس کے تعلیقات کو موصول کیا۔
 اکثر اہل علم نے الفاظ غریبہ مشککہ کے لغات لکھے۔ کسی نے نحوی مسائل کے شواہد جمع کئے
 بعض شیوخ نے اس کے شروط پر بحث لکھی بعض محدثین نے اس کی حدیثوں کی تنقید
 پر کتابیں لکھیں اکثر اساتذہ فن نے حواشی و تعلیقات لکھے۔ کسی نے مستدرک لکھی
 شرح میں بھی کسی نے مبسوط لکھی کسی نے متوسط۔ اور ہر ایک کے مقاصد اور عنوان

الگ الگ صحیح بخاری کی شرح اور جو کتابیں اس کے متعلق لکھی گئی ہیں ان کا استقصا کرنا ایک دشوار امر ہے۔ اس بے مائیگی پر بھی جس قدر شرح و حواشی کا پتہ چل سکا۔ وہ مدیہ ناظرین ہیں۔ افسوس وہ شرح جن کا ذکر محدثین نے اپنی تالیفات میں کیا ہے لیکن ان کے نام اور مفصل حالات نہیں بتائے۔ ان کے مفصل تذکرہ سے مجبوری رہی جتنا نچہ علامہ عبدالرحمن بن سلیمان الابدلی ایمانی اپنی کتاب النفس الیمانی میں لکھتے ہیں کہ "ہمارے شیوخ میں علامہ عمر بن عبدالقادر بلغاری بھی ہیں جو مدتوں ہمارے وطن میں مقیم رہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے قاضی بلخ کے کتب خانہ میں صحیح بخاری کی گیارہ شرحیں بختم خود دیکھی ہیں۔ جو ہر ایک حجم میں فتح الباری کے برابر تھیں۔ افسوس کہ ان گیارہ شرح کے نام اور مفصل حالات معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں۔"

عربی شرح و حواشی

نام کتاب	نام مؤلف	کیفیت
اعلام السنن	الامام ابوسلیمان الجحدی	یہ ایک نہایت پاکیزہ شرح ہے۔ ابتدا کا
<p>عہ اصل عبارت یہ ہے مہم الشیخ العلامة المتقن عمر بن عبدالقادر من بلاد بلغاریہ مکث لدینا مدۃ و ذکر لانی شاید عند قاضی بلخ احد سے عشر شرحا علی صحیح البخاری کلماتی فی فتح الباری فی الجہم انتہی! النفس الیمانی کا ایک نسخہ علامہ شمس الحق کے کتب خانہ میں موجود ہے ۱۷ منہ</p>		

محمد البیسی المعروف
بالخطابی المتوفی سنة

لفظ الحمد لله المنعم
مصنف نے اپنی مشہور کتاب معالم السنن
سے فرصت کے بلخ میں لوگوں کے لئے
تقا ضعیف پر ایک جلد میں لکھی محمد تمیمی نے
ان ضروری متردکات کو پورا کرنے کا التزام
کیا جو خطابی سے واقع ہوئے تھے از جس قدر
ادہام خطابی سے اس شرح میں صادر ہوئے
اس پر بھی بحث کی اس کا نسخہ کتب خانہ
ایا صونیا واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے
علاوہ شرح کے مہلب نے تصحیح بخاری
کی تجدید بھی کی ہے۔
اسی شرح مہلب کو مختصر کر کے اس پر
بہت سے فوائد بڑھائے ہیں۔

مہلب بن ابی صفرۃ الازدی
المتوفی سنة
ابو عبد اللہ محمد بن خلف
المرباطی مہلب

شرح المہلب

مختصر شرح المہلب

۱۔ منسوب الی البست بضم الباء مدینہ بین بستان و غزنین و ہرۃ ۱۲ عبید اللہ شرح سنن ابی داؤد ۱۲
۲۔ اعلام السنن کا قلمی نسخہ کتب خانہ قلمی دارالعلوم جرنی میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا عبید اللہ رحمانی
۳۔ چند شارحین کے سنن و فوات کا پتہ نہیں چل سکا صاحب کشف الظنون نے بھی باوجود اس خوش قسمتی
کے بیامنی چھوڑ دیا اور جس قدر ان کے پاس مواد تھے وہ کام نہ دے سکے۔ علامہ نواب صدیق حسن خاں
بھی رقم طراز ہیں "تم لم اقف علی ستر الوفات بہتہ و کذا فی ما بعد فی مواضع متعدۃ فن وقف علیہا فلیشہا
و کذا لک لم یدکر صاحب کشف الظنون فیہ لانه لم یقف علیہا ۱۷ خطہ

صاحب نے جن سوالوں کے جوابات دیئے
تھے انہیں کو عالمی مدہ ضبط کیا ہے۔
علامہ ابن حزم کے جوابات بھی ہیں۔

اس شرح کے متعلق نہ صاحب کشف
الظنون کچھ لکھے نہ علامہ قسطلانی اور نہ
علامہ عجلونی نے کچھ لکھا۔

اس شرح کا اکثر حصہ مذہب بالکبیر کے
مسائل سے مملو ہے گویا مولف کے اصل
موضوع (شرح) سے الگ ہو کر اس شرح
کو مالکی مذہب کا گنجینہ بنایا ہے۔
صاحب کشف الظنون و صاحب حقلہ
وغیرہ نے اس کا مفصل حال نہیں
لکھا۔

یہ شرح بہت بسیط ہے لیکن مقاصد
کا پتہ نہ معلوم ہو سکا۔

المتوفی سہ

محمد بن البرمالکی

المولود سنہ ۳۲۸ھ

والموتوفی سنہ ۴۶۳ھ

العلامة ابو الزناد

المتوفی سہ

الاجوبہ علی المسائل

المستغربة من البخاری

شرح السراج

شرح ابن بطلال

الامام ابو الحسن علی بن

خلف ابن بطلال المتوفی

سنہ ۴۴۹ھ اور سنہ ۴۴۹ھ

ابو حفص عمر بن الحسن

ابن عمر العوزی الاشبیلی

المتوفی سہ

شرح صحیح البخاری

شرح صحیح البخاری

ابو القاسم احمد بن محمد بن

عمر بن درویش التیمی المتوفی سہ

سہ شرح و تراشی و تعلیقات زیادہ تر کشف الظنون مقدمہ قسطلانی بخط اتحات البسلا و الفوائد الدلوی

اور مختلف کتب خانوں کی ندرتوں سے ماخوذ ہیں جو پتہ کے مشہور کتب خانہ میں موجود نہیں ان کے سوا میر شیخ اور

شرح ابن التین

شرح ابن المنیر

المتواری علی

تراجم البخاری

شرح صحیح البخاری
لابی الاصحیح

شرح صحیح البخاری
للحلبی

التلویح

الامام عبد الواحد بن التین
المتوفی ۳۵۰

الامام ناصر الدین علی بن
محمد بن المنیر الاسکندرانی
المتوفی ۳۵۰

ابوالاصحیح عیسیٰ بن یسہل
بن عبد اللہ الاسدی
المتوفی ۳۵۰

قطب الدین عبد الکریم
ابن عبد النور ابن مسیر
الحلبی الحنفی المتوفی
۳۵۰

الامام الحافظ علاء الدین
مغلطائی بن قلیج الترمذی

حافظ ابن حجر الشرف الباری میں اس شرح
کے اقوال ردایا اثبات پیش کرتے ہیں

یہ بہت بڑی شرح دس ضخیم جلدوں میں
ہے۔ امام ناصر الدین نے ابن بطال کی
شرح پر حواشی بھی لکھے ہیں۔

امام موصوف نے صحیح بخاری کے چار سو
سوالات مشککہ کو چن کر ان کو بڑی خوبی
سے حل کیا ہے

اس شرح کا حال بھی صاحب کشف الظنون
اور صاحب حطہ و علامہ مجلسی نے
کچھ نہیں لکھا۔

یہ شرح دس جلدوں میں صرف نصف
کتاب تک پہنچی ہے۔ علامہ مجلسی نے
ایک طویل شرح لکھنے کا قصد کیا تھا لیکن
اس کے مقاصد کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

یہ شرح نہایت طویل ہے اس کے شروع
کا لفظ الحمد للہ الذی ایقظ من خلقہ الخ ہے

۵۔ کذا فی کشف الظنون مسیر بالمیم ثم السین المهملة والصحیح منیر بالمیم بعد الفون وکذا الصحیح فی سنۃ

وفاتہ ما کتبہ ابن حجر فی الدرر الكامنة اذ مات سنۃ ۷۳۵

المصرى الحنفى المتوفى ٤٦٢

مختصر شرح
مغلطانی

الکواکب
الدراری

جلال الدین رسولان
احمد البتانی المتوفى

العلامة شمس الدین محمد
ابن یوسف بن علی الکزانی
المتوفى ٤٩٣

صاحب الکواکب اسی شرح کی تقریظ میں
رقمطرازی میں و شرحہ قیمیم الاطراف اشبه و
تصنیف تصحیح التعليقات امثل و کاد من
اخلاص من مقاصد الکتاب علی صمان و من
شرح الفاظ و توضیح معانیہ علی امان
اس شرح کا حال بھی صاحب کشف الظنون
نے بالتفصیل نہیں بتایا۔ شرح
بالا کا اختصار ہے۔

یہ ایک مشہور اور متوسط شرح جامع فوائد
دندانہ و نافع اہل علم ہے۔ پہلے اس
شرح میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ علم حدیث
افضل علوم اور صحیح بخاری علم حدیث کی
کتابوں میں سب سے اعلیٰ اور تعدیل اور
ضبط کے اعتبار سے سب کتابوں پر
فائق ہے۔ لائق مصنف نے اعراب نحو و عبید
الفاظ مشککہ عزیزہ کا حل خوب کیا ہے
روایات اسماء و جمال القاب رواۃ کو بھی

عہ قال الشوکانی فی لیدر الطالع ۱۹۶ جلال الدین احمد بن یوسف التبریزی المعروف بالقیانی بمشاة
ثم موعده تقيده نسبة الى القبانة ظاهر القاهر ما اختصر شرح مغلطانی علی البخاری ۱۲ عبید اللہ

خوب ضبط کیا ہے! حادیث کے تعارض
کو اٹھایا ہے ۱۱۰۰ میں مکہ معظمہ میں اس کی
تالیف سے فراغت پائی لیکن حافظ ابن حجر
نے درر کا منہ ۱۱۰۰ میں یہ لکھا ہے کہ
اس میں بہت اداہام واقع ہوئے ہیں
اگرچہ شرح بہت مفید ہے قسطنطنیہ کے
متعدد کتب خانوں میں اس کا نسخہ موجود ہے
اس شرح میں علامہ یحییٰ نے اپنے والد کی
شرح الکواکب الدراری سے مدد لی ہے
اور ابن ملقن کی شرح اور زکشی اور دمیاطی
اور فتح الباری اور البدر سے اضافہ کیا ہے

یہ شرح آٹھ جلدوں میں ہے بڑی
مختصر شرح جس جلدوں میں ہے مصنف
نے ایک ضروری مقدمہ بھی لکھا ہے جس
میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر حدیث کے مقاصد

سراج الدین عمر بن علی بن
الملقن الشافعی المتوفی
۸۰۴

۱۸
شواہد التوضیح

۱۱ یعنی نقل میں اداہام واقع ہونے کیونکہ زیادہ تر مضامین دوسری کتابوں سے ماخوذ ہیں ۱۲۱۰ الحمد للہ کہ یہ
مبسوط شرح مصر میں طبع ہو گئی ہے ۱۱۰۰ عید الشہد جہاں سے بعض شروح کا ذکر اور ان کے نام اور ان کے
وجود کا پتہ ان فرستوں (کنکوں) کے ذریعہ سے معلوم ہوا جو پٹنہ کے اور نیپل ملک خدا بخش خان
بہادر کے کتب خانہ میں ہندوستان اور قسطنطنیہ - قسطن - جمہور وغیرہ کی موجود ہیں ۱۲۱۰ منہ

دس اقسام میں مختصر میں علامہ سخاوی فرماتے
ہیں کہ اس شرح میں ابن ملقن کا اعمیٰ و زیادہ تر
اپنے شیخ مغلطانی کی شرح تکوین پر ہے۔ حافظ
ابن حجر فرماتے ہیں یہ شرح اخیر حصہ میں بالکل
قلیل النفع ہے۔

خود مولف نے لکھا ہے کہ یہ میری شرح زکشی
کی شرح تنقیح اور کرمانی کی شرح سے ماخوذ
ہاں اس میں ایضاً حاشیات و تنبیہات اور
فوائد بڑے ہوئے ہیں۔ عمدہ شرح ہے۔
چار جلدوں میں ہے کتب خانہ ایا صوفیہ واقع
قسنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

مولف کے خط سے دو جلدوں میں ہے اور
کارآمد شرح ہے۔ امام مالکیہ محمد بن محمد
الثاقبی المتوفی ۸۳۵ھ نے اس شرح کو مختصر
کیا ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے
اس سے التقاط کیا ہے یہ وہی شرح ہے
جس کی نسبت کاجورۃ بعد الفتح مشہور

العلامہ شمس الدین ابو
عبد اللہ محمد بن عبد اللہ
ابن موسیٰ البرمادی
المتوفی ۸۳۵ھ

برہان الدین ابراہیم بن
محمد اطلی المعروف بسبط
ابن الجیمی المتوفی ۸۴۵ھ

شیخ الاسلام ابو الفضل
احمد بن علی بن حجر العسقلانی

۱۹
اللامع الصبیح

۲۰
تسلق لقمہ قاری
الصبح

۲۱
فتح الباری

اس کا قلمی نسخہ بخط حافظ سید علی کتب خانہ علمی دارالعلوم بریلی میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا۔ عید
کتب خانہ دارالعلوم بریلی میں بھی دوسری جنگ عظیم تک اس کا نسخہ موجود تھا۔ عید اللہ رحمانی۔

ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی مشہور

تاریخ کے مقدمہ میں فرمایا تھا کہ بخاری

کی شرح کا دین امت پر باقی ہے حالانکہ علامہ موصون کے عصر تک کتنی شرحیں ہو چکی تھیں ان کا مقصود یہ تھا کہ صحیح بخاری کے وہ نکات جو فن حدیث اور رجال کے متعلق ہیں یا وہ تدقیقات فقہیہ جو تراجم ابواب سے تعلق رکھتے ہیں ان پر آج تک کسی نے تحقیق نہ بحث نہیں کی ہے اس شرح کے بعد حافظ سخاوی صاحب فرماتے ہیں کہ غالباً امت کے یہ دین ادا ہو گیا۔ صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں: وشہودہ وانفرادہ بما یشتمل علیہ من الفوائد الحدیثیۃ والنکات الادبیۃ والفوائد الفقہیۃ تغنی عن حذف ما عادیث مکررہ کی شرح کرنے کا یہ قاعدہ رکھا ہے کہ جس مقصد کے لیے جہاں اس حدیث کو امام بخاری لائے ہیں اسی کی شرح و بسط سے وہاں کام لیتے ہیں اور پوری حدیث کی شرح کا حوالہ دوسری جگہ پر محمول کر دیتے ہیں۔ جہاں پوری حدیث کی شرح لکھی ہے۔ تحقیقات اور تدقیقات کے اعتبار سے یہ شرح اپنی آپ نظیر ہے محققین جس وقت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کے لیے لاہجرۃ بعد الفج کا جملہ کافی ہے۔ ابتدائے تالیف ۸۵۲ھ سے ہوئی اس کے پہلے ایک مقدمہ لکھا جب مقدمہ پورا ہو گیا تو شرح کی تالیف اس طرح شروع کی کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا لکھتے جب ایک معتد بہ حصہ پورا ہو جاتا تو ائمہ محدثین کی ایک جماعت اس کو نقل کر لیتی۔ ہر مہینہ میں ایک روز اس پر مباحثہ اور معارف منہ موتا اور مقابلہ کیا جاتا۔ علامہ ربیع بن خضر پڑھتے اور لوگ اپنے اعتراضات و سوالات و مباحثات پیش کرتے، حافظ صاحب جواب دیتے اسی طرح جس قدر لکھی جاتی سب مقابلہ کے مہذب اور محرر کردی جاتی اور اسی وقت اطراف عالم میں پھیل جاتی یہاں تک کہ ۸۵۲ھ ہجری میں

کمل ہو گئی۔ بعد تکمیل مصنف نے کچھ اضافہ کیا۔ لیکن اختتام تالیف مصنف کی عمر کے ساتھ
ہوا۔ اختتام کے بعد ولیم کی عام دعوت کی جس میں پانچ سو اشرفیاں خرچ کی گئیں اور بڑے
بڑے علما کے سامنے یہ کتاب پیش کی گئی اور اس قدر مقبول ہوئی کہ سلاطین زمانہ نے انرفوں
سے تول کر خریدی اور چشم زدن میں تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئی۔ آنے والے خاریجین کا
قلم توڑ دیا۔ وکل من جاء بعدہ نہو عیالہ جو ان کے بعد آیا انہیں کی تحقیقات کا خوشہ

چیں رہا۔ ۷۲
غایۃ التوضیح
للجامع الصحیح

العلامہ عثمان بن ابراہیم
الصدیقی الحنفی المتوفی
سنہ -

شاہی کتب خانہ رامپور میں قلمی موجود ہے
جلد اول صفحہ ۱۱۱ میں ازاد کتاب بدو الوحی تا باب
القرآن فی التمر عند الاکل ہے اور جلد ثانی از باب
رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تا آخر کتاب ہے
شاہی کتب خانہ رامپور میں قلمی بخط و
کاغذ عرب صفحہ ۱۱۱ میں موجود ہے۔

شیخ ابوالحسن علی بن حسین
عزیزۃ الموصلی المتوفی
سنہ

اللوکب امساری
فی شرح الجامع
الصحیح للبخاری
شرح صحیح
البخاری

العلامہ عبدالرحمن البھرہ
المتوفی سنہ

جلد اول قلمی صفحہ ۱۱۱ ناقص از باب کیف کان
بدو الوحی الی باب لقراءۃ ایضا قلمی جلد اول
از باب بدو الوحی تا باب لقراءۃ بخط نسخ کتب خانہ

۱۲ صاحب تاریخ قرایون فی یمن الیمون ایک مقام میں حوادث گناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سنہ کے
حوادث میں یہ بھی ہے کہ اس سنہ میں فتح الباری کنی ہزار اشرفیاں صرف کر کے
سلطان یمن کے شاہی کتب خانہ میں داخل کی گئی ۱۲۵۰ھ بافتح وکسر الصاد و نسبتہ الی الموصل مدینہ مشہورہ ۱۲

۲۵

شرح صحیح
البخاری

لم اقف علی اکم مؤلفہ

۲۶

شرح البخاری

عبد الکریم بن عبد النور

ابن منیر بن عبد الکریم

ابن علی بن عبد الحق الخلیفی

المتوفی ۷۳۵ھ

ابو جعفر احمد بن سعید

الدادی المتوفی

سنہ

داودی

شاہی رام پور میں دو نسخے موجود ہیں۔

یہ شرح بھی کتب خانہ شاہی رام پور میں

۳۹۲ھ از ابتدا تا باب الشرطہ قلمی بخط

تستعلیق موجود ہے۔

علامہ سیوطی نے اس کا ذکر حسن المحاضرہ

میں کیا ہے وحاشیہ الفوائد النہیہ۔

اس شرح کا پتہ شیخ اسکل علامہ السید

حسین المحدث الدہلوی کے نسخہ عتیقہ کے

حواشی سے چلتا ہے اس عتیق نسخہ کے

حواشی اس شرح سے مملو ہیں جس پر علامہ

رد ابنانی لکھی ہے بعض مقامات میں قال لدادی

بھی لکھا ہے اس شرح سے ابن التین اکثر

نقل کرتے ہیں شیخ اسکل علامہ السید

۱۔ یہاں تسامع ہو گیا ہے اس شرح کا ذکر ۲ میں بعنوان شرح صحیح البخاری طبری و چکا ہے یہ شرح ۷۲۷ھ کوئی

دوسری شرح نہیں ہے۔ طبری نے کشف اللغون میں صریحاً ذکر کیا ہے اور شایعینی قطب الدین

عبد الکریم کے دادا کا نام مسیر اور سنہ وفات ۷۴۵ھ غلط لکھا ہے۔ صحیح ۷۲۷ھ میں سنہ وفات

۷۳۵ھ ہے۔ حافظ الدین ابن حجر الدردا کا منہ منہ ۷۳۵ھ میں قطب الدین عبد الکریم بن عبد النور بن

منیر کے ترجمہ میں لکھتے ہیں و شرح فی شرح البخاری وہو مطول ایضا بین ادائہ الی قریب النصف

رالی ان قال مات فی رجب ۷۳۵ھ انتہی ۱۲ عبید اللہ دہلوی

کے نسخہ پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے
کہ شرح داودی بڑی مفید شرح ہے حل
مطالب دفع اشکالات دفع تعارض
و تطبیق احادیث میں مصنف نے نہایت
عمدہ سپر یہ اختیار کیا ہے اس لیے اس
نسخہ پر اس کے حواشی بہت ہیں۔

اس شرح کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا اور
مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ اس نام کے
واسطے میں وہ بھی اس کا کچھ حال نہ بتا سکتے ہیں۔

اس کے کہ نسخہ منقول عنہ میں ایسا ہی تھا۔
یہ شرح غزوات تک پہنچی اور مکمل نہ ہو سکی
اس شرح کا ذکر سلک الدرر فی اعیان
القرن الثانی عشر میں علامہ فاضل مورخ
ادیب محمد علیل آفندی نے کیا ہے۔

یہ وہی مقدمہ ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا
ہے یہ مقدمہ ایک ضخیم جلد میں ہے۔ اور

علی عاشقہ صحیح البخاری
مولانا احمد علی المتوفی
۱۲۹۸ھ

عثمانی

شرح صحیح البخاری
علی بن مصطفیٰ الشافعی
المحبی المتوفی سنہ
تلمیذ العلامة السندی

بدی الساری
مقدمہ فتح الباری
شیخ الاسلام الحافظ
ابن حجر العسقلانی

بجائے خود ایک مستقل اور جامع شرح ہے اور اس قدر ضروری ہے کہ اگر کہا جائے کہ بغیر
اس کے صحیح بخاری کی حقیقت سے آگاہی غیر ممکن ہے تو غالباً بہت صحیح ہوگا اس مقدمہ میں
دس فصلیں ہیں اور ہر فصل کے ضمن میں بہت سی تفصیلات ہیں پہلی فصل میں صحیح بخاری کی

تالیف کے اسباب اور بہت سی کام کی باتیں ہیں مثلاً یہ کہ حدیث کی تدوین رائج نہ تھی۔
 کیونکہ شروع ہوئی اور ترقی کرتے کرتے کس حد تک پہنچی۔ دوسری فصل میں یہ مذکور
 ہے کہ صحیح بخاری کا اصل موضوع کیا ہے۔ اور اس کتاب کی حدیثوں کے لیے کیا کیا
 شروط ہیں۔ یہ کتاب اصح الکتب کیونکہ ہوئی۔ اس کے تراجم ابواب میں کیا کیا نکات اور کس
 کس قسم کی تدقیقات فقہیہ میں جن کی وجہ سے صحیح بخاری کو تمام کتب حدیثیہ پر فوقیت
 ہوئی تیسری فصل میں حدیثوں کی تقطیع اور اختصار اور تکرار کی صورتیں اور حکمتیں اور
 فوائد بیان ہیں چوتھی فصل میں احادیث مرفوعہ کے معلق لانے اور آثار موقوفہ کے ذکر
 کرنے کے وجوہات بیان ہیں اسی ضمن میں کل احادیث مرفوعہ معلقہ کے سلسلہ سند
 کو بھی بیان کر دیا ہے۔ اور جس محدث نے ان کو موصول کیا ہے۔ ان کی طرف بھی اشارہ
 کیا گیا ہے پانچویں فصل میں الفاظ مشککہ غریبہ جو متون حدیث میں آئے ہیں۔ ان کو
 بہ ترتیب حروف تہجی حل کیا ہے یہ فصل ایک خاصی لغت کی کتاب ہے چھٹی فصل میں بہ ترتیب
 حروف تہجی ان اسماء اور القاب کینتوں کا ذکر کیا ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہیں جن کی صورتیں
 تو یکساں ہیں اور تلفظ مختلف ان کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جن کا اشتباہ صحیح بخاری ہی کے
 رواۃ کے ساتھ ہے (۲) وہ جن کا اشتباہ ان رواۃ سے ہے جو صحیح بخاری سے
 خارج ہیں۔ اس تحقیق کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ یہ راوی کس کتاب اور باب اور کس
 حدیث و سند میں ہے۔ ساتویں فصل میں امام بخاری کے ان شیوخ کی توضیح ہے
 جن کو امام بخاری نے مبہم ذکر کیا ہے۔ حالانکہ وہ مشترک ہیں جیسے محمد اس لیے جن میں
 اشتراک کم ہے ان کو نہیں ذکر کیا ہے۔ بقیہ جس قدر مہمل و مبہم تھے سب کو بہ ترتیب
 حروف تہجی ذکر کیا ہے۔ آٹھویں فصل میں ان احادیث کا سلسلہ سند مذکور ہے جن پر

امام دارقطنی یا دیگر نقادین نے تنقید کی تھی۔ پھر ایک ایک حدیث ذکر کر کے ان کے تسکین بخش جواب دیئے ہیں اور یہ واضح کیا ہے کہ امام بخاری کی شرط کے خلاف کوئی حدیث نہیں ہے (نویں فصل میں) ان رواد کا ذکر ہے جن پر بعض محدثین نے کلام کیا تھا ان کو بہ ترتیب حروف تہجی ذکر کر کے ہر ایک کے جواب دیئے ہیں اور جواب میں بڑے انصاف سے کام لیا ہے جہاں قدح کو رجحان ہے وہاں یہ دکھایا ہے کہ یا تو جس جہت سے قدح ہے اس حیثیت سے امام بخاری نے استرازا کیا ہے۔ یا اس کے راوی کی موافقت میں اس سے کوئی بڑھا ہوا راوی مذکور ہے یا کسی دوسری وجہ سے اس حدیث کو صحیح بخاری میں لائے ہیں (دسویں فصل میں) کتاب کے ابواب کی خاصی فہرست ہے اور ہر باب میں جس قدر احادیث ہیں ان کو گنا یا ہے جس سے احادیث مکررہ کا پتہ چلتا ہے۔ پھر صحیح بخاری میں جس قدر حدیثیں مذکور ہیں ان کی فہرست ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ کس صحابی سے کس قدر حدیث اس کتاب میں ہے۔ مقدمہ کے خاتمہ میں امام بخاری کی سیرت اور سوانح عمری و لقیہ تا بیفات و تلامذہ کا ذکر ہے۔

تہذیب الکمال میں جو رواد مذکور ہیں ان کے علاوہ اس میں ذکر کئے گئے ہیں۔

الأعلام بمن ذکر
فی البخاری من
الأعلام
تعلیق التعلیق
شیخ الاسلام
الحافظ ابن حجر
ایضاً

اس میں صحیح بخاری کے تعلیقات کو موصول کیا ہے اور آثار اور موقوفات ہر ایک کی صحت و ضعف و متابعات پوری بحث کی ہے اور جن جن محدثین نے ان تعلیقات

موقوفات کا اخراج کیا مقدمہ سب کو مفصل
بتایا ہے مقدمہ الفتح میں اس کی تلخیص
کی ہے۔ ششہ میں اس کی تسوید ہے
فراغت پائی۔

اس میں ان اعتراضات کے جواب میں جو
علامہ عینی نے اپنی شرح میں ملاحظہ
ابن حجر پر کئے تھے لیکن انہوں نے یہ کتاب
تمام نہ ہونے پائی اور مصنف نے داعی
موت کو لبیک کہا سورتوں کی
ترتیب سے تفصیلات صحیح بخاری کو
علحدہ کیا ہے جیسا کہ نام ہی سے ظاہر
ہے یہ ایک مشہور شرح دس جلدوں میں ہے
اور بیروت میں طبع ہو کر شائع ہے خود
علامہ موصوف نے لکھا ہے کہ وہ میں بلاد

ایضاً

ایضاً

انتقاص الاعتراض

تجريد التفسير

عمدة القاری

العلامة بدر الدین ابو
محمد محمود بن احمد العینی
الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ

شمالیہ میں قبل ششہ کے اپنے ہمراہ صحیح بخاری لے کر پہنچا تو بعض شیوخ سے مجھے اس کتاب کے

سے وجہ ایف یہ لکھی ہے کہ فتح الباری مکمل ہو گئی تو اس قدر لوگوں کی رغبتیں ہوئیں کہ سندھ طین وقت نے فراموشات
بھیجیں ایک نسخہ کی فرمائش سلطان ملک مغارب ابی القاسم کی جانب سے دوسری فرمائش بادشاہ شاہ رخ
کی طرف سے اور تیسری فرمائش ملک الظاہر کی طرف سے وہ بے پہنچیں تو علامہ عینی کو حسد نے گرفتار کیا
اس وجہ سے یہ اعتراضات دامیہ کے ۱۲۰۰ھ اتحاف ۱۲۰۰ھ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے عید اللہ

متعلق بڑی بڑی باتیں لکھتے گئیں پھر حجب میں مصر لپٹا تو جامع ازہر کے قریب محلہ خوار
 کتا میہ شہ میں اس کی شرح لکھنی شروع کی اور شہ تک ایک سوس مکمل ہو گئی۔
 صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں واستمد فیہ من فتح الباری بحیث ینقل من
 المورقة بکمالها وکان مستعیرا من البرهان بن الخضر یا ذم منفعہ له وبعقبہ
 فی مواضع معنی علامہ عینی نے اپنی شرح میں فتح الباری سے بہت کچھ مدد لی یہاں تک کہ
 ورق کا ورق نقل کرتے ہیں برہان بن الخضر سے مصنف کی اجازت عاریت بقیۃ علامہ
 موصوف نے حافظ ابن حجر پر تعقیبات بھی کئے ہیں اور جن باتوں کو حافظ ابن حجر نے بالقصد
 ترک کر دیا تھا اس میں بہت طول دیا ہے مثلاً (۱) پوری حدیث متن میں نقل کرنی دیکھ کر
 ہر راوی کا پورا ترجمہ لکھنا (۲) انساب روادۃ کی بحث (۳) معانی بیان کسی نے حافظ
 ابن حجر سے عرض کیا کہ علامہ عینی کی شرح کو آپ پر فوقیت ہے کیونکہ اس میں معانی بیان
 بدیع وغیرہ زائد ہیں شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے بے ساختہ جواب دیا کہ ان
 باتوں کو علامہ رکن الدین کی شرح سے نقل کیا ہے۔ مجھے شیخ رکن الدین کی شرح
 پہلے ہاتھ ملنی تھی۔ لیکن کتاب ناتمام تھی اس وجہ سے میں نے اس سے نقل کرنا مناسب
 نہیں سمجھا چنانچہ علامہ عینی اس ٹکڑے کے ختم ہونے کے بعد سے معانی بیان بدیع
 نو اور وغیرہ سے بالکل سکت ہیں کیونکہ جو ماخذ تھا اس کا خاتمہ ہو چکا تھا پھر علامہ حلی
 صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں وبالجملة فان شرحہ حافظ کاغل فی معنایہ لکن
 لم یتممہ وکان شہارۃ فی فتح الباری حیث مؤلفہ دھلم جو اخلاص یہ کہ شرح عینی مطالب کی
 توضیح تو خوب کرتی ہے لیکن اسے فتح الباری کی سی شہرت نصیب نہ ہوئی نہ
 مؤلف کی حیات میں نہ آج تک کسی ماہر فن کا یہ قول بہت صحیح ہے۔

الاول دفتح الباری مفید للکلمۃ والثانی را عینی مفید للطلبتہ «نافل لکھنوی کا فیصلہ
اسی کے ہم معنی ہے۔ حیث قال ویفصل الاول (فتح الباری) علی الثانی وحق القدر

تحقیقاً و تنقیداً والثانی علی الاول توضیحاً و تقریظاً تیسیر القاری مطبوعہ مطبع علوی ۱۲۹۸ھ

شرح العلامة رکن الدین احمد

یہ وہی شرح ہے جس کا ذکر شیخ الاسلام

ابن محمد بن عبدالمومن

القرنی المتوفی ۷۸۳ھ

یہ ایک مختصر شرح ہے۔ لائق مصنف

الشیخ بدرالدین محمد بن

بہادر بن عبداللہ

الزکشی التافعی

المتوفی ۷۹۴ھ

اس میں الفاظ مشککہ کی شرح اور اعراب

غامضہ کا ایضاح اور جن انسب روائے

یا اسمائے رواۃ میں تصحیف یا اشتباہ کا

خیال تھا اس کا ضبط کیا ہے اور مختلف

اقوال سے جو قول صحیح تھا مختلف معانی

سے جو واضح تر تھا اسی کو اختیار کیا اور

ایسے فوائد ایزاد کئے ہیں جن پر حاوی ہو جانے

سے ایک ہوشیار شخص بڑی بڑی شرح سے

مستغنی ہو جاتا ہے۔ پٹنہ کے کتب خانہ

اور نیٹل پبلک لائبریری میں موجود ہے و

شرح

صحیح البخاری

۳۷

التنقیح

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

۳۷

نکتہ

شیخ الاسلام الحافظ ابن
حجر العسقلانی

نکتہ

القاضی محمد الدین احمد
ابن تھراشد البغدادی
المختلج المتونی ۸۲۲
العلامة بدالدين محمد بن
ابى بكر الدماينى المتونى
۸۲۷

مصباح البحار مع

نیز کتب خانہ ایا صوفیہ واقع قسطنطنیہ میں
اس کا نسخہ موجود ہے۔علامہ زکشی کی شرح تنقیح پنکٹ لکھے
ہیں لیکن انیسویں بقول صاحب
کشف الظنون پوری نہ ہوئی۔
اسی علامہ زکشی کی شرح پر یہ بھی نکت
لکھے گئے ہیں۔مشہور تو یہ ہے کہ یہ شرح سلاطین ہند
میں احمد شاہ بن محمد بن مظفر شاہ کے لیے
لکھی گئی لیکن صاحب کشف الظنون
تحریر فرماتے ہیں کہ مصنف نے اس کتاب کے
دیباچہ میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا ہے
حالانکہ مصنفین کے عام قاعدہ کے
خلافت ۸۲۸ھ میں روز شنبہ بوقت ظہر
بمقام زمیمن میں اختتام کو پہنچی کتب
خانہ نور عثمانیہ جامع شریفی واقععہ نسبت الی و ما من بفتح اولہ و بعد الالف میم آخری مکسورة و یا تحتها نقطتان دون قرین
کبیرة بالصید شرقی النيل علی شاطیئہ ۱۲ عبید اللہ

قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے ایک
مختصر اور نہایت لطیف اور جامع شرح
ہے اس کا حجم تنقیح زرشکی کے قریب قریب
ہے اس کے علاوہ ایک شرح اور ہے
جس کا نام تریخ ہے لیکن نام تمام رہی
اس کا نسخہ کتب خانہ شریفی واقع قسطنطنیہ

سلطان احمد خاں ثالث میں موجود ہے
صحیح بخاری کے ایک ٹکڑے کی شرح ہے
مصنف نے اس کا نام بھی فتح الباری رکھا
صرف کتاب الجنائز تک پہنچی۔ صاحب الجوز
المنعند فی طبقات متاخری اصحاب احمد
نے اس شرح کا ذکر طبقات حنابلہ میں کیا ہے
اس شرح کا ذکر علامہ موصوف نے مسلم کی
شرح کے مقدمہ میں کیا ہے افسوس یہ شرح
کامل نہیں ہوئی صرف کتاب الایمان تک
پہنچی مصنف نے اس کی تعریف یوں کی ہے
انہ جمع فیہ جملا مشتملة علی نفائس من
اولی العلوم یہ شرح انواع علوم کی بڑی بڑی
نفیس باتوں کے مجموعہ مشتمل ہے۔

الحافظ زین الدین
عبدالرحمن بن احمد بن
رجب الحنبلی المتونی
۷۹۵ھ

العلامة النوادی الشافعی
المتونی ۷۷۶ھ

فتح الباری

شرح صحیح البخاری
للنوادی

شرح صحیح البخاری

الحافظ عماد الدین اسماعیل

ابن عمر بن کثیر الدمشقی

المتوفی ۷۷۷ھ

۱۵
الفیض البخاری

العلامة سراج الدین

عمر بن رسلان البلقینی

الشافعی المتوفی ۸۷۷ھ

۲۶
منج الباری بالیسع
الفسیح البخاری

العلامة محمد الدین ابوطاہر

محمد بن یعقوب الفیروز آبادی

الشیرازی صاحب القاموس

المتوفی ۸۱۷ھ

۴۷
ہدایۃ الباری

شیخ الاسلام زکریا الانصاری

نہید الحافظ ابن حجر العسقلانی

المتوفی ۹۲۸ھ

یہ بھی صحیح بخاری کے صرف ایک ٹکڑے
کی شرح ہے اختتام کو نہ پہنچ سکی۔

یہ بھی صحیح بخاری کے صرف ایک ٹکڑے
کی شرح ہے ناتمام چاس جزو میں کتاب
الایمان تک پہنچی عہ

صرف ربع عبادات تک یہ شرح پیش
جلدوں میں پہنچی۔ علامہ موصوف نے اس
کے اختتام کا اندازہ چالیس جلدوں
میں کیا تھا۔ علامہ سخاوی نے الصنۃ اللامعہ

میں لکھا ہے کہ اس شرح میں ابن عربی کی
فتوحات مکیہ کے اکثر مضامین درج کئے گئے
اس وجہ سے محدثین کے مرغوب خاطر ہوئی
شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی نظر سے اس کا
کچھ حصہ گزرا تھا لیکن نہایت کرم خورہ و تقوا

یہ شرح مصر میں طبع ہو گئی ہے اور عنوان
شرح قولہ قولہ کر کے ہے۔ بعض مورخین نے
بجائے ہدایۃ الباری ہدایۃ القاری لکھا ہے

المتجر الریح
والمسعى الریح

شرح صحیح البخاری
شرح صحیح البخاری

نجاح القاری

بغتر السامع فی

العلامة ابو عبد الله محمد
ابن مرزوق التلمسانی
المالکی شارح البرد
المتوفی ۸۴۲ھ

برهان الدین ابراہیم
ابن النعمان المتوفی سنہ
ابو البقا محمد بن علی
ابن خلف الاحمدی
المصری الشافعی نزہل
المدينة المتوفی سنہ

ابو عبد الله محمد الشیر
یوسف آفندی
المتوفی ۱۱۶۷ھ

جمال الدین ابو یوسف

بقول صاحب کشف الظنون یہ شرح
بھی ناتمام رہی۔

صرف کتاب الصلوة تک پہنچی اور
جن کا التزام کیا تھا پورا نہ ہو سکا۔
یہ ایک طویل شرح ہے ابتداءً تالیف
سنہ ۱۰۹۰ء ہے شرح کرمانی شرح عینی فتح الباری
وغیرہ سے ملخص کر کے ایک عمدتہ شرح تیار
کی ہے۔ لائق مصنف کا اپنی اس شرح
کے بارے میں یہ مقولہ بہت درست ہے
جعلته کالوسیطہ بدو خا میں الوجود البسط
کتب خانہ ولی الدین سلطان بایزید واقع
جامع شریفی قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود
ہے علامہ یوسف آفندی نے صحیح مسلم
کی بھی شرح لکھی ہے۔

ایضاً مذکورہ بالا کتب خانہ میں اس کا

عہ وقال الشوکانی فی البدایہ الطابع صفحہ ۵۰۷ ج ۱ فی ترجمہ عربی رسلان کتب من شرح البخاری علی نحو
عشرین مئتا مجلدین ۱۲ عبید اللہ عہ یعنی طویل اور مختصر دونوں کے درمیان ہے ۱۲۔

شرح الجامع
شرح صحیح
البخاری

المتوفی سنہ

العلامة زين الدين عبد الرحيم
ابن عبد الرحمن بن احمد
العباسي الشافعي المتوفى
سنہ ۹۶۳

—————

ترجمان التراجم

ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن
رشید البستی المتوفی
سنہ ۷۲۲

نسخہ موجود ہے۔

اس شرح کی ترتیب بالکل انوکھی اور نئے
انداز کی ہے۔ علامہ ابن اثیر جزیری کی جامع
الاصول کی طرز پر ہے لائق مصنف نے
احادیث کو سلسلہ سند سے مجرود کر کے ہر
حدیث کے مقابل حاشیہ پر ایک حرف یا کئی
حرفوں بطور علامت لکھے ہیں جس سے
انہوں نے صحاح خمسہ کے مخزجین کی
طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے امام
بخاری کی اس حدیث کی تخریج میں موافقت
کی ہے۔ پھر کتاب کے خاتمہ پر الفاظ غریبہ کی
شرح کا باب قائم کیا ہے اور ہر لفظ کی شرح
میں حاشیہ پر اس لفظ کو بعینہ درج کر دیا ہے
اس شرح پر علامہ برہان الدین ابو شریف اور
علامہ عبد البر بن السخنے نے تقریظیں لکھی ہیں
لائق مصنف نے صرف صحیح بخاری کے
ابواب پر بحث کی ہے لیکن انہوں نے یہ
نادر کتاب تمام رہی شیخ الاسلام حافظ
ابن حجر قسطلانی ہیں کہ باوجود ناتمام ہونے

حل اعراض البخاری
المبہمہ فی الجمع بین
الحديث والترجمہ
ارشاد الساری

الفقیہ ابو عبد اللہ محمد
ابن منصور بن حاتم
الغزالی السجلماسی المتوفی
شہاب الدین احمد بن
محمد الخطیب القسطلانی
المصری صاحب المواب
الدینۃ المتوفی ۹۲۳ھ

کے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔
صحیح بخاری کے سورتہ جموں پر بحث
کی ہے۔

یہ شرح حامل متن ہے شرح ادق متن کا
اس طرح مزج کیا گیا ہے کہ اگر حدیث کے
الفاظ خطوط کے نیچے نہ ہوں تو اکثر مقام
میں متن اور شرح کا امتیاز مشکل ہو مشکلات
کو حل کیا ہے۔ حملات کو مقید کیا ہے اور
مبہمات کو واضح اور جو الفاظ مشکوکہ مکرر آنے
میں ان کی شرح بھی دی ہے مکرر کی ہے اس
دجہ سے صحیح بخاری کے درس دینے والوں کو
اس شرح کا سامنے رکھنا بہت آسانی بخشتا
ہے۔ کوئی وقت باقی نہیں رہتی بلکہ یہ کہ
ایک ہی لفظ کی شرح چلی آرہی ہے۔ خود
مصنف کا قول ہے ولما احتاج من
الاعادة فی الافادة عند الحاجة الی

عہ نسبت الی سجلاستہ بکسر اولہ و ثانیہ و سکون اللام و بعد الالف سین مہمۃ مدینۃ فی جنوب المغرب
فی طرف بلاد السودان ۱۲ عبید اللہ رحمانی

البيان یہ شرح بڑی بڑی شرح کی تخصیص ہے
 بالخصوص فتح الباری تو اس کا اصل ماخذ
 ہے۔ اس شرح میں پہلے ایک مقدمہ لکھا
 گیا ہے جس میں کئی فصلیں ہیں (۱) فضیلت
 علم حدیث (۲) جن لوگوں نے فن حدیث کو
 پہلے جمع کیا اور جوان کے بعد آئے (۳)
 اصول حدیث (۴) صحیح بخاری کی شروحات
 اور ترجیح (۵) امام بخاری کی سوانح عمری و
 شرح بخاری مقدمہ مع ایک مختصر شرح کے
 علاحدہ بھی طبع ہو گیا ہے۔

صحیح بخاری کی یہ شرح قسطلانی - عینی
 فتح الباری وغیرہ سے ماخوذ ہے عنوان
 تالیف قولہ قولہ کے ساتھ ہے، محل عمدہ،
 لائق مصنف نے علاوہ ان شرح کے بہت سی
 کارآمد باتیں لکھی ہیں۔ اور نیشنل پبلک
 لائبریری پٹنہ کے کتب خانہ میں کتاب
 الزکوٰۃ تک ایک جلد کلاں موجود ہے
 اور مصنف کے اندازہ سے چار جلدوں میں ہے
 اس کا ذکر علامہ سخاوی نے الفصول الامع

العلامة يعقوب البناي
 المتوفى سنة

النخیر البخاری

تحفة السامع
 العلامة القسطلانی

والقاری المختص
صحیح البخاری

المتوفی ۹۲۳

شرح صحیح
البخاری

الامام رضی اللہ عنہ حسن
ابن محمد الصغانی الحنفی
صاحب المشارق

المتوفی ۶۵۰

الفاضل احمد بن اسماعیل
الکوری الحنفی المتوفی

۸۹۳

الکوثر البخاری
علی ریاض
البخاری

شرح صحیح بخاری

الامام عقیف الدین سعید

میں کیا ہے موضوع بحث نہ معلوم
ہو سکا غالباً صحیح بخاری کے ختم کا طریقہ
بتایا ہے

ایک مختصر شرح صرف ایک جلد
میں ہے۔ علامہ صغانی کی تالیفات
ایک موضوعات میں ہے جو مصر
میں طبع ہو گئی ہے

ایک متوسط شرح ہے۔ اکثر اس شرح میں
علامہ کرمانی الشیخ الاسلام حافظ ابن حجر کا رد
بھی ہے ان روایات کے اسماء بھی درج ہیں اشتباہ
کا خوف ہے ضبط کئے گئے ہیں۔ لغات مشکو
کا حل بڑی خوبی سے کیا ہے۔ قبل شرح
کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سیرت مبارک اور مصنف کے مناقب
جمیلہ اور صحیح بخاری کی خوبی کا ذکر کیا گیا
ہے ۸۷۴ جمادی الاولیٰ میں مصنف نے

تالیف کے ذراعت پائی کتب خانہ ایا
صوفیا واقع قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے
۸۷۶ ہجری میں شہر شیراز میں مصنف نے

ابن مسعود الکاذری
المتوفی ۵۸ھ

الامام زین الدین ابو محمد
عبدالرحمن بن ابی بکر العینی
الحنفی المتوفی ۹۳ھ

ابو ذراحد بن ابراہیم
ابن السبط الحلبي المتوفی
۱۸۴ھ

ایضاً

غزالہ اسم علی بن البرزوی
الحنفی المتوفی ۹۴ھ

العلامة عبدالحکیم بن عبد الرحمن
العباسی المتوفی ۹۴ھ

الامام نجم الدین ابو حفص
عمر بن محمد النسفی الحنفی
المتوفی ۳۳ھ

۴۲

شرح صحیح بخاری

۴۳

التوضیح للادھام
الواقعة فی الصحیح

۴۴

التوضیح لمبہات
الجامع فی الصحیح
شرح صحیح

البخاری
فیض الباری

۴۵

کتاب النجیح فی
شرح کتاب
اخبار الصحاح

اس کی تالیف سے فراغت پائی

یہ شرح تین جلدوں میں ہے اور صحیح
بخاری اس کے حاشیہ پر ہے۔

اس کے مصنف نے شرح کسانى اور
فتح الباری اور شرح برمادی سے
تخصیص کی ہے۔

نام سے موضوع بحث ظاہر ہے صاحب
کشف الظنون نے کچھ تفصیل نہیں لکھی
یہ شرح بھی ایک مختصر شرح ہے۔

اس کا نسخہ کتب خانہ جامع شریف سلطان
عبد الحمید خان اول واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے
اس شرح کے آغاز میں مصنف نے اپنا
سلسلہ سند نام بخاری تک پیچا اس کا بقول
سے بیان کیا ہے۔ صاحب کشف الظنون
نے اور کچھ تفصیل نہیں لکھی۔

عہ اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ قلمی دارالعلوم دہلی میں دہری جنگ عظیم تک موجود تھا ۱۲ عبید اللہ رحمانی

شواہد التوضیح
والتصحیح لمشکلات
الجامع ایصح

الشیخ جمال الدین محمد بن
عبد اللہ بن مالک النخوی
المتوفی ۶۷۲ھ

صحیح بخاری کے ان اسرار مشککہ کے دلائل
و شواہد بیان کئے ہیں جو ظاہر میں مردہ
قواعد نحویہ کے خلاف نظر آتے ہیں
شہر آباد میں طبع ہو گئی ہے۔

فیض الباری

السید العلامة عبد اللہ
الحنفوری المتوفی ۹۶۸ھ

ان دونوں شرحوں کا ذکر علامہ ابو الطیب
نواب صدیق حسن خاں نے اپنی قابل قدر

نور القاری

الشیخ نور الدین الاحمد آبادی
المتوفی ۱۱۵۵ھ

تاریخ راتحات النیلام میں کیا ہے۔ اور
ماثر الکرام مصنفہ آزاد بلگرامی سے لیا ہے

شرح صحیح البخاری

القاسمی محمد الدین اسماعیل ابن
ابراہیم البلیسی المتوفی ۱۱۵۵ھ

ان دونوں شرحوں کا حال بھی صاحب
حطہ نے کچھ نہیں لکھا اور صاحب

شرح صحیح البخاری

القاسمی زین الدین عبد الرحیم
ابن الرکن احمد المتوفی ۸۶۲ھ

کشف الظنون نے بھی سکوت کیا

الفیض الباری

اسماعیل العجلونی المتوفی
۱۱۶۲ھ تلمیذ العلامة

ابتداء تصنیف ۱۱۵۵ھ ہے علامہ موصوف
نے جامع اموی کے قبہ سر میں صحیح بخاری

السندی

کی تدریس کے زمانہ میں اس شرح کو شروع
کیا۔ علامہ موصوف نے العوائد الدلاری

فی ترجمۃ البخاری میں اسکی تالیف کا سبب
بھی لکھا ہے۔

عہ نسبت الی بلیس کبر البانین سکون یدیا دین محمد کذا ضبط نصر الاسکندی قال العدة نقول بلیس ۱۲

شرح غریب
صحیح البخاری

ابو الحسن محمد بن احمد
الجیانی النخوی المتوفی
۴۲۰

اس کا بھی کچھ مفصل حال صاحب خطہ اور
علامہ عجیلونی نے نہیں بتایا اور نہ صاحب
کشف الظنون اور علامہ قسطلانی نے کچھ لکھا۔

شرح
صحیح البخاری

القاضی ابوبکر محمد بن
عبد اللہ العربی المالکی
الحافظ المتوفی ۴۳۰

اس شرح کا بھی مفصل حال نہ صاحب
کشف الظنون نے بتایا نہ صاحب
خطہ نے

صیانة القاری
عن الخطاء فی صحیح
البخاری
معونة القاری

ابو الحسن علی بن ناصر الدین
المتوفی ۴۴۰

معونة القاری اور صیانة القاری، ان
دونوں شرح کا ذکر علامہ عجیلونی نے اپنی
قابل قدر کتاب الفوائد الدرای میں
کیا ہے علی بن ناصر الدین امام سیوطی
کے تلمیذ ہیں۔

ابو الحسن علی بن ناصر الدین محمد بن
بن محمد المالکی المتوفی ۴۴۰

شرح
صحیح البخاری

شہاب الدین احمد بن
رسلان المقدسی الرملی
الشافعی المتوفی ۴۴۰

یہ شرح تین جلدوں میں ہے۔

اضاء الدرای

العلامة الشهاب احمد المنینی
العثماني المتوفی ۴۵۰

اس کا ذکر ابن عابدین صاحب رد المحتار
نے اپنی ثبت میں کیا ہے

عہ نسبہ الی جیان بفتح الجیم ثم تشدید التحتیة و آخرہ لون مدینة ۱۲ عید اللہ علی المنینی المنسوب
الی منین بفتح المیم ثم الکسر ثم یاء مثناة و لون آخری قرین فی جبل سنیر من اعمال الشام ذیل من اعمال دمشق ۱۲

مفتاح القاری اللام عبد الرحمن الابدل

الیمنی المتوفی سنہ

ابوالقاسم اسماعیل بن محمد

الاصہبانی الحافظ

المتوفی ۵۳۵ھ

العلامة غلام علی البجراجی

الادیب صاحب التصانیف

المتوفی ۱۲۰۰ھ

العلامة عبد اللہ بن الشیخ

سالم البصری المالکی

المتوفی ۱۱۳۴ھ

السید العلامة محمد بن احمد

ان دونوں مشروحوں کا ذکر علامہ نواب

صدیق حسن خاں نے الحطہ میں کیا ہے

اس شرح کے حال سے بھی پوری عین

ساکت ہیں۔

ابتداء سے آخر کتاب الزکوٰۃ تک یہ خود مؤلف

نے اس شرح کا ذکر اپنی قابل قدر تصنیف

سبحۃ المرجان میں کیا ہے۔ نواب صدیق حسن

خاں قنطرانہ ہیں کہ یہ شرح بڑے وسیع پیمانہ پر

لکھنی شروع ہوئی تھی لیکن ناتمام رہی۔

اس شرح کا ذکر علامہ نواب صدیق حسن

خاں نے الحطہ میں اور علامہ مجلونی نے الفوائد

الدراری میں کیا ہے اور کتب خانہ قسطنطنیہ

نور عثمانیہ جامع شریفی میں اس کا نسخہ موجود ہے

ایضاً سلطان یازید کے کتب خانہ واقع

قسطنطنیہ میں اس کا ذکر نواب صدیق

شرح
صحیح البخاری

ضوء الدراری

ضیاء الساری

سلم القاری

عہ قال الشوکانی فی البدایہ الطالح الحسین بن عبد الرحمن الحسینی العلوی الشافعی المعروف بالابدل

صنف حاشیہ علی البخاری انتقاماً من شرح الکلبانی مع زیادة سماہ مفتاح القاری لجامع البخاری

المتوفی ۱۲۵۵ھ عبید اللہ عنہ قسطلانی سے بسیط اور فتح الباری سے چھوٹی ہے ثلث تک پہنچی ۱۲

۵۰
نور الساری

الاہل البیہ المتوفی سہ
العلامة شیخ حسن العدوی
المتوفی ۱۳۰۲ھ

حسن خان نے خطہ میں کیا ہے۔
قاہرہ میں جو صحیح بخاری شمسہ ہجری میں
دس جلدوں میں طبع ہوئی اس کے حاشیہ
پر یہ شرح بھی طبع ہوئی۔ اس کا ذکر حسب
اکتفاء القنوع نے کیا ہے۔

یہ نسخہ بہت عتیق نہایت واضح خوشخط
ہے۔ مع جمع نسخ و حل مشکلات و حواشی
درق کلاں پر تیس ضخیم جلدوں میں ختم ہوا ہے
اس نسخہ کی صورت اس کی تداومت کی
دلیل روشن ہے یہ وہ نسخہ ہے جو بڑے
بڑے اساتذہ اور شیوخ کے درس

من خزائن الکتب للعلامة
شمس العلماء مولانا السید
ندیر حسین المحدث
الدہلوی المتوفی
۱۳۲۰ھ

۵۱
حل صحیح بخاری
یعنی نسخہ عتیقہ
صحیحہ مع حل
مشکلات و حواشی
و جمع نسخ

و تدریس میں سہ۔ اور ہر زمانہ میں بڑے بڑے افاضل نے اس پر حواشی و نکات
چڑھائے مختلف اوقات میں حواشی چڑھانے کی وجہ سے حاشیہ لکھنے کا کوئی نظم
نہیں۔ جس نے جس طرف جگہ پائی لکھ دیا۔ حضرت شیخ الکل کے خاص ہاتھ کے
حواشی لکھے ہوئے بھی اس پر موجود ہیں۔ اس طرح مدت بعد یہ نسخہ اس کمال کو پہنچا۔
حضرت شیخ الکل اس نسخہ کی بڑی حفاظت فرماتے اور اپنی... زبان سے
بھی زیادہ عزیز رکھتے! الحمد للہ کہ اس نسخہ کے دیدار سے ہمارے آنکھیں بھی منور
ہیں اور اس کی جلدیں اس وقت ہمارے سامنے موجود ہیں اور تیسویں جلدیں
الگ الگ ہیں نحشی میں ذیل کے علامات لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

د	م	ک	ق	ج	جامعہ کا اصول
ق	ف	ع	ذ	قن	توسل
حب	توسل	ن	ب	خ	انساب
					الکمال

استیعاب کاشف قاضی خاں اکثر بلا علامت حواشی لکھے ہیں۔

یہ نسخہ بحیثیت صحت قدامت جامعیت نسخہ و حل مشکلات و حواشی یادگار سلف اور لعل بے بہا، بایں حل مشکلات کا یہ طریقہ ہے کہ جب کسی مشکل مقام کو اٹھایا ہے تو متعدد شروح سے حل کر دیا ہے۔ اس طرح ایک ایک حاشیہ میں فتح المبارکی، کمرانی، قسطلانی، داودی، توشیح، تنقیح، بغیر جاری، کئی کئی شرحیں موجود ہیں۔ پہلے پہل ہندوستان میں جو نسخہ مولانا احمد علی صاحب نے معشی کر کے شائع کیا وہ اسی نسخہ کا خوشہ چین ہے۔ بوجہ اتحاد و ارتباط زمانہ قدیم حضرت مولانا شیخ اسکل سے یہ نسخہ عاریت لے کر اپنا نسخہ طبع کرایا۔ شرح داودی جس کی نسبت مولانا سہارنپوری نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ شرح داودی اصل منقول عنہ میں موجود تھی اور دسے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ بجز اس نسخہ کے اس کے وجود کا پتہ نہیں چلتا۔ مولانا سہارنپوری نے اس پر عینی شرح بخاری اور کتب اصول حنفیہ سے مذہب حنفی کی تائید اور حدیثوں کی تاویل کا اضافہ کر دیا۔ گو دونوں حضرات مولانا شیخ محمد اسحاق صاحب کے تلامذہ ہیں تھے۔ لیکن جب مولانا احمد علی صاحب دہلی تشریف لاتے تو حضرت میاں صاحب کی درس گاہ میں جب تک طلبہ کا سبق ہوتا تو وہ انوساکت بیٹھتے۔ اور درس سے فراغت ہوتی تو بات چیت کرتے اور نہایت اخلاص مندانہ باتیں ہوتیں۔ اکثر فتاویٰ پیش کرتے یا کوئی اور علمی تذکرہ رہتا اور جب تک بقید

حیات رہے اس وضع کو بنا ہا۔ اس کے شواہد وہ خطوط ہیں جو مولانا احمد علی صاحب کے خاص ہاتھ کے لکھے ہوئے رجوانہوں نے بنام شیخ اکمل لکھے تھے مولانا علی شمس الحق صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا احمد علی صاحب بخاری

اس کا منقول عنہ نسخہ رجو حضرت مولانا سید علامہ ندیر حسین محدث دہلوی سے
شیخ شیعہ مولانا محمد اسحاق
المحدث الدہلوی المتوفی
۱۲۹۱ھ

بخاری کو صحت بلیغ کے ساتھ مع حل کے طبع کر کے تمام ہندوستان میں شائع کر دیا جہاں بجز فقہ حنفی دوسرے فنون اسلامیہ کا بہت کم چرچا تھا یہ خاندان دلی اللہ کا اثر اور فیض ہے لیکن ہم یہ کہہ بغیر نہیں رہ سکتے کہ مولانا احمد علی صاحب باوجود اس کے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے ان کو تلمذ تھا لیکن مقلدین کی عام روش سے وہ بھی نہ بچ سکے۔ علمائے مقلدین کا عام قاعدہ ہے کہ حدیث کی شرح کرنے بیٹھتے ہیں تو مجدد اور مقاصد کے ایک ضروری مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ نصوص کو اپنے امام کے مذہب یا امام کے قواعد مختصرہ کا پابند کریں گے۔ چونکہ یہ روش پہلے سے چلی آتی ہے پھر مولانا احمد علی صاحب اس سے کیونکر بچ سکتے تھے۔ صحیح بخاری کو شرح عینی اور دیگر کتب اصول حنفیہ سے اول سے آخر تک مذہب حنفی کا پابند کر دیا اور نصوص کی تاویل کرنے میں کس کس طرح کی وقتیں

عہ اس کے علاوہ حضرت میاں صاحب کے قدیم طلبہ اس کے شاہد موجود ہیں ۱۲۔

انجامین اور کسی کسی تاویلات بارودہ سے کام لے۔ اگر مولانا سہانپوری نسخہ منقول
 عنہ کے حل پر کفایت کرتے یا وقائع حدیثیہ کا اضافہ کرتے اور نصوص کو اپنے
 مذہب کا پابند نہ کرتے تو ہندوستان میں آج محدثین کی بڑی جماعت نظر آتی اور تحقیق
 کا مذاق عام ہوتا۔ مولانا احمد علی صاحب نے اس حاشیہ کا ایک مقدمہ بھی لکھا،
 فن حدیث کے اصول کے علاوہ صحیح بخاری کے متعلق بہت سی مفید باتیں لکھی ہیں
 یہ مقدمہ تمام تر مقدمہ فتح الباری اور مقدمہ قسطلانی سے ماخوذ ہے اور بعض
 مفید شاہ ولی اللہ صاحب کے رسالہ تراجم ابواب بخاری سے بھی ماخوذ ہیں
 تعلیق صحیح البخاری مولی لطف اللہ بن حسن
 یہ تعلیق صرف اوائل صحیح بخاری کے
 متعلق ہے۔

اس کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔

التوقانی المقتول سنہ ۹۰

العلامة شمس الدین احمد

ابن سلیمان بن کمال پاشا

المتوفی سنہ ۹۱

مولی فضل بن علی الجمال

المتوفی سنہ ۹۱

مصلح الدین المصطفیٰ بن

شعبان الشرر علی المتوفی سنہ ۹۲

مولی حسین الکفوی

المتوفی سنہ ۱۱۲

اس کا بھی کچھ مفصل حال صاحب کشف

الظنون و علامہ قسطلانی و علامہ عجلونی نے

نہیں بتایا۔ یہ ایک کبیر حاشیہ ہے نصف

صحیح بخاری تک

اس کا حال بھی مفصل معلوم نہ ہو سکا

صرف علامہ ترقانی نے شرح الموابہ

عہ نہ الی سرور مدینہ بقیستان ۱۲

تعلیقہ

۹۲

حل صحیح البخاری

العلامۃ السندی الحنفی

المتوفی ۱۳۸۸ھ

مرزا حیرت الدہلوی

الدنیہ میں اس کا ذکر کیا ہے صحیح بخاری مطبوعہ
مصر کے حاشیہ پر طبع ہو کر شائع ہے
متن مولانا حافظ احمد علی مرحوم کا رکھا ہے
لیکن صحیح بخاری کے حل میں قسط لانی اور
فتح الباری سے کچھ زیادہ مدد ملی ہے
صحت و صفائی کے اعتبار سے بھی اچھی
ہے۔ حل لغات علیحدہ دیا ہے۔ لیکن
بین السطور کے حواشی نکال دیئے ہیں۔
اس سے حل مشکلات میں کمی ہو گئی۔

علامہ زبیدی نے جو تجرید کی تھی اسی کی
یہ شرح عربی میں ہے۔ علاوہ اس کے
اس تجرید کی شرح علامہ شرقاوی اور
الشیخ الغزی نے بھی لکھی ہے ان دونوں
مترجموں کا ذکر علامہ ابوالطیب نواب
صدیق حسن خاں نے اپنی شرح عون
الباری میں کیا ہے۔ عون الباری نیل
الادکار فی شرح منقح الاخیار کے حاشیہ
پر طبع ہو کر شائع ہے۔
اس مختصر کی کوئی کیفیت صاحب کشف الظنون

العلامۃ النواب ابوالطیب

صدیق حسن خاں بہادری

المتوفی ۱۳۰۷ھ

الشیخ عبداللہ الشرقاوی

المتوفی سنہ

عون الباری
لحل ادلة البخاری

۹۳

شرح تجرید الصصح
للزبیدی

۹۴

شرح تجرید الصصح
للزبیدی

الشیخ ابن القاسم الغزی

المتوفی سنہ

مختصر صحیح البخاری
الامام جمال الدین

ابو العباس احمد بن محمد بن عمر الانصاری

القرطبی المتوفی ۴۵۶

زین الدین ابو العباس

احمد بن احمد بن عبد اللطیف

الشرعی الزبیدی المتوفی

۸۹۳

مست

التجريد الصريح لاحاد

الجامع الصحيح

التجريد العزج

الاحاديث

الجامع الصحيح

مست

ارشاد السامع والقار

المنقح من صحيح البخاري

ومن الكتب المصنفة

علي صحيح البخاري

النهائية في بدو الخير

العلامة بدر الدين حسن

ابن عمر بن حبيب المحلبی

المتوفی ۸۹۳

ابن عمر بن

عبد الله بن سعد بن ابی

نه بتائی نہ اس کی شرح کا حال معلوم ہو

سکا نہ اختصار کی غرض معلوم ہوئی۔

اس تجرید میں مرفوع حدیثوں کو اسناد سے

الگ کر کے مکررات کو حذف کر دیا ہے

اور احادیث متفرقہ کو جمع کیا ہے اکثر صحیح

بخاری کی حدیثوں کے تلاش کرنے

و اسے بعض حدیثوں کے نہ ملنے سے

گمان کر بیٹھتے تھے کہ یہ حدیث صحیح بخاری

میں نہیں ہے اس وجہ سے کہ جس حدیث

کی تلاش میں وہ ہوتے وہ حدیث بوجہ

استنباط مسئلہ فقہیہ ایسے باب میں مذکور

ہوتی ہے جس کی طرف ان کا ذہن بالکل

نہیں جاتا اس مختصر سے یہ وقت جاتی

رہی۔ قاہرہ سے طبع ہو کر شائع ہے۔

گو اس کا کچھ مفصل حال معلوم نہ ہو سکا

تاہم نام سے واضح ہوتا ہے کہ صحیح بخاری

کی حدیثوں کو لے کر شروع صحیح بخاری سے

ان کو حل کیا ہے یہ بھی صحیح بخاری کا

ایک اختصار ہے اس کی تحشی علامہ محمد

والغایہ
۱۰۲

شرح مختصر البخاری

جمرة الازدی المتوفی ۶۷۵ھ

العلامة احمد بن العلامة
الشیخ احمد الشجاعی المتوفی

سنہ

۱۰۳

بجۃ النفوس

عبد اللہ بن سعد بن
ابی جمرة الازدی المتوفی

۶۷۵ھ

۱۰۴

حاشیہ صحیح بخاری

شرح صحیح بخاری

ابوالعباس السندی احمد

رزوق شارح حکم

العلامة الکفیری محمد بن احمد

المتوفی سنہ

شعوانی المتوفی ۱۲۳۳ھ نے کی اور یہ مختصر
مع حاشیہ قاهرہ ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوا۔
صاحب الکفا بالقنوع لکھتے ہیں
والمختصر ہذا مع حاشیہ ہذہ مرغوبان
عند طلبۃ علم الحدیث یعنی یہ مختصر
اور یہ حاشیہ دونوں طالبان حدیث
کو بہت پسند ہیں۔

اسی نہایت فی بد الخیر والغایہ کی شرح
ہے۔ اس کے ابتدا کے الفاظ یہ ہیں
الحمد للہ الذی فتق رقوظلالت جہالات
الغلوب خود صاحب الاختصار نے
یہ شرح بھی لکھی کتب خانہ ولی الیرین سلطان
بایزید جامع شریفی واقع قسطنطنیہ میں
اس کا نسخہ موجود ہے۔

علامہ مجلونی نے لکھا ہے کہ یہ ایک
حاشیہ صحیح بخاری کے حل میں ہے۔
علامہ کفیری نے اس شرح کے خطبہ میں
لکھا ہے کہ میں نے اس شرح کو سعید بن
مسعود گارزونی کی مقاصد التتبع سے

شرح فارسی

شیخ الاسلام نبیرہ مولانا
عبدالحق محدث دہلوی
المتوفی سنہ

منہج الباری

ملاحسن صدیقی پنجابی
معروف بہ علامہ دراز
پشاور می المتوفی سنہ ۱۳۶۰

فصل الباری

صحیح بخاری مترجم
میرزا حیرت دہلوی

تیسیر الباری

مولانا وحید الزماں
المخاطب بہ نواب قاری
جنگ بہادریہ شرح فارسی تیسیر القاری سے مختصر ہے
گویا ایک مطلب خیز ترجمہ ترجمہ ہندو جابجا
ایضا حات اور ضروری باتیں بھی ہیں
یہ شرح بھی فارسی میں بہت مفید ہے۔
لیکن کچھ ایسی ضخیم نہیں شیخ الاسلام کی
شرح کے قریب قریب ہے۔ترجمہ اردو صحیح بخاری یہ ترجمہ صرف
ترجمہ نہیں ہے بلکہ ایک طویل شرح سمجھنی
چاہیے لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوا
ترجمہ نہایت مطلب خیز ہے اور باریک
دقوس میں سماج حاصل بھی کر دیا ہے اور
زیادہ وضاحت کے لیے حاشیہ اور نوٹ
بھی لکھے ہیں اس کی فہرست کلاں طبع
ترجمہ متن سے علیحدہ چھپی ہے۔یہ ترجمہ مطلب خیز ہے اور صحیح بخاری
کے ساتھ چھپا ہے۔ لائق مولف نے
اس کے ابتدا میں ایک مقدمہ بھی لکھا
ہے جس میں اپنا سلسلہ سند امام
بخاری تک دس طریقوں سے ملایا ہے

جایجا حواشی اور حل بھی لکھے ہیں اور نہایت
آب و تاب بڑی خوش اسلوبی سے چھپ
شائع ہوا ہے

۱۲۹۶ء ہجری میں یورپ کے شہر بلک میں
طبع ہوئی ہے اور دس جلدوں میں ختم ہوئی
مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۸۸ھ پر ۱۲۹۱ء
میں طبع ہو چکی ہے۔

علامہ عماد الدین نے اس کا ایک
مقدمہ بھی لکھا ہے۔ پہلے ان صحابیوں
کے نام گنائے ہیں جو صحیحین میں مذکور
ہیں اور اؤلان کے لیے شرف روایت
یاد دیت ثابت ہے پھر متفق علیہ کو ذکر کیا
پھر افراد بخاری پھر افراد مسلم۔

ماہ صفر ۸۲۲ھ میں فراغت پائی۔ اس نسخہ
کتب خانہ ولی الدین سلطان بانیہ
جامع شریفی واقع قسطنطنیہ میں موجود ہے

اس کا مترجم کرین ایک

یورپی ہے

مولوی رضی الدین ابوالخیر

عبد المجید خاں ٹونکی

الامام عماد الدین بکھی بن

ابی بکر العامری ایمانی

المتونی سہ

جلال الدین عبدالرحمن

ابن عمر البلقینی المتونی

۸۲۲ھ

صحیح بخاری کا ترجمہ
انگریزی زبان میں
معلم القاری شرح
تکالیفات البخاری
الریاض المستطابہ
فی حملۃ من سوی
فی التصحیحین من
الصحابہ

الافہام بما وقع
فی البخاری من
الابہام

۱۔ صحیح بخاری کے دو پاروں کا انگریزی ترجمہ مع مختصر نوٹ و حواشی کے علامہ اسد جرمی نو مسلم کے قلم سے شائع
ہو چکا ہے۔ ملک کے مؤرخ اسحاق جرائد و رسائل نے ترجمہ کے متعلق اچھی رائے ظاہر کی ہے اشد تعاس کو جلد پور کرانے
۱۲ عبید اللہ عہد دیکھو اتنا نیکو پیاری بانی کا ۱۲ عہد داماد نواب زبیر الدین بھادری ۱۲۸۵ھ نسبت الی بلقینیہ
بالضم و کسر القات یا اسکتہ دنون قریہ من ثوث مصر من کورۃ بنا یقل لها البوب ایضا ۱۲ عبید اللہ ام حمانی

۱۲۰
اسماء رجال صحیح

النجاری

۱۲۱
کتاب التعلیل و

التجریح لرجال

النجاری

المنہل الجاری

رفع الالتباس

الامام ابو نصر محمد بن محمد

ابن الحسین الکلابادی

المتوفی ۳۹۸

القاسمی ابوالولید سلیمان

ابن خلف الباجی

المتوفی ۴۷۷

الشیخ قطب الدین محمد بن

محمد الحیضری الدمشقی

الشافعی المتوفی ۸۹۴

العلامة ابو الطیب محمد

شمس الحق العظیم آبادی

مصنف غایۃ المقصود

شرح سنن ابی داؤد

وغیرہ

دینز کتب خانہ ایا صوفیہ واقع قسطنطنیہ میں۔

صاحب کشف الظنون نے اس کا ذکر

کیا ہے لیکن تفصیلی حالت کچھ نہیں لکھی

نام سے موضوع بحث ظاہر ہے۔

صاحب کشف الظنون نے کچھ مفصل

حال نہیں لکھا۔

کچھ سوال و جواب کے طور پر لکھا ہے۔

جو فتح الباری سے ماخوذ ہے۔

ایک رسالہ کسی نے عربی زبان میں صحیح

بخاری مطبوعہ مصطفائی کے ساتھ علامہ

عینی کی ان تقریرات کو لے کر شائع کیا تھا

جن میں امام بخاری کے ان اعتراضات کے

جوابات ہیں جو امام بخاری صحیح بخاری میں

قال بعض الناس لکھ کر کیا کرتے ہیں۔

اس رسالہ کا نام دفع الوسواس عن

بعض الناس ہے۔ علامہ ابو الطیب نے

اس رسالہ کا جواب بنام الالتباس

شائع فرمایا اور اخلاص سے اپنا نام ظاہر
 نہ فرمایا اس رسالہ میں بعض بعض تحقیقات
 قابل دید ہیں۔ علامہ عینی کی ان غلط
 فہمیوں کو نہایت تحقیق سے دکھایا ہے
 جن کی بنا پر امام بخاری کے اعتراضات
 کو وہ غلط بتاتے ہیں جسے بحری میں ہی
 میں طبع کرا کر شائع کیا گیا۔

ایک مجلد ضخیم کتاب ہے اس کا آغاز
 الحمد للہ الذی رفع منار الحق ہے لائق
 مصنف نے لکھا ہے کہ میں علم حدیث کی
 تحصیل میں مشغول تھا اور اس کے لیے
 ملکوں ملکوں پھر ایک تکمیل اس کتاب کو حروف
 تہجی کی ترتیب پر لکھا کتب خانہ نور عثمانیہ
 واقع قسطنطنیہ جامع شریفی میں اس کا
 نسخہ موجود ہے۔

صحیح بخاری سے ان حدیثوں کو چنا ہے
 جن کی سند چار واسطہ سے رسول اللہ

الشیخ محمد بن داؤد بن محمد
 البازلی الکروی الحموی
 الشافعی المتوفی ۹۲۵ھ

۱۲۶
 غایۃ المرام فی
 رجال البخاری

۱۲۵
 درر الدراری فی
 شرح رباعیات

العلامة احمد بن محمد الشافعی
 الشافعی المتوفی ۲۰۵ھ

عہ علامہ ابوالطیب کے علاوہ عینی کی تقریرات کے بہت لوگوں نے جواب لکھے ہیں اہل امام
 بخاری کے اعتراضات صحیح دکھائے ہیں ۱۲۷ منہ

ابن خاری

۱۲۶

المعلم فی مارواه
ابن خاری علی
یثیٰ شرط مسلم
شرح ثلاثیات
ابن خاری

ابوالعباس بن الرومیه
احمد بن محمد الاشبیلی
البنانی المتوفی ۶۳۷
محمد شاہ ابن الحاج حسن
المتوفی ۹۳۹

صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور اس کی
شرح تنقیح زرکشی اور کرمانی سے منتخب
کی ہے اور لفظ قلت لکھ کر اپنے
فوائد بڑھانے ہیں۔

اس کتاب کا موضوع نام ہی سے
ظاہر ہے صاحب کشف الظنون نے
اس کی اور کوئی تفصیلی حالت نہیں بتائی
صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جو تین اسطہ
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچتی ہیں جن کی تعداد ۲۲ تک ہے
اور اکثر کمی بن ابراہیم کے واسطہ سے
مردی ہیں۔ کمی بن ابراہیم امام بخاری
کے طبقہ اولیٰ کے شیوخ سے
ہیں۔ اور تابعیوں سے روایت کرتے
ہیں جس طرح ابو نعیم خلاد بن یحییٰ علی
بن عیاش وغیرہ محی شاہ نے اس
کی لطیف شرح لکھی ہے۔ اس کے علاوہ
ثلاثیات کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔

عہ ثلاثیات صحیح بخاری علیہ بھی مع ترجمہ و شرح عربی طبع ہو کر شائع ہے ۱۲

رجال صحیحین

۱۲۹

القوائد المنتقیات

المخرجة علی الصحیحین

ابو القاسم مہدی الشہن حسن

طبری المتوفی ۴۱۸ھ

تخریج ابی عبد اللہ الحمیدی

المتوفی ۵۸۰ھ

ابو الفرج ابن الجوزی

المتوفی ۵۹۷ھ

کشف مشک

حدیث الصحیحین

اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کتابوں

کے رجال کے حالات بیان کئے گئے ہیں

شیخ ابو بکر احمد بن بدران الملوانی

البغدادی المتوفی ۵۸۰ھ کے اصول

سماعات سے ہے

۵۷۴ھ میں اس کی تالیف سے فراغت

پائی۔ بعض اہل علم نے اس کو مختصر

بھی کیا ہے اور وجہ یہ لکھی ہے کہ لائق

مصنف نے احادیث مشکہ اور غیر

مشکلہ دونوں کو ذکر کیا تھا اور خوب

شافی حل نہیں کیا تھا اس وجہ سے

میں نے اس کا اختصار کیا۔ اس صورت

سے کہ ایک صحابی کی حدیث کو ذکر

کیا پھر اس صحابی سے جس قدر حدیثیں

آئی ہیں ان کو ذکر کیا اور ترتیب یہ بھی

کہ پہلے متفق علیہ حدیث کو ذکر کیا

پھر بخاری کی منفرد حدیث کو اس کے

بعد مسلم کی منفرد حدیث کو لکھا ہے

عہد بہت سے مؤلفین و شارحین ایسے ہیں جن کی تہذیب صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں کی جانب ہوئی ہے

تقیید المہمل ویمینر
المشکل

ابو علی حسین بن محمد
النسائی الجیانی الحافظ
المتوفی ۴۹۸ھ

اس کے اختصار سے فراغت پائی۔
اس کتاب میں ان روایات کے نام ضبط
کئے گئے ہیں۔ جن سے صحیح بخاری
اور صحیح مسلم کے رجال میں لفظی اشتباہ
ہوتا تھا و وجہ میں ختم ہوئی۔

مع حواشی و فہرست جملہ مضامین الفاظ
یہ ترتیب حروف تہجی پانچ جلدوں میں
ختم ہوئی ہے۔ جلد اول جس میں ۶۸۲
صفحے ہیں کی قیمت ۸ اشلنگ یعنی لہر
علاوہ خرچ ڈاک ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اطراف
علاوہ ان کے جو صحاح ستہ کے ہمراہ
لکھے گئے ہیں مستقل طور پر متعدد
لوگوں نے لکھے ہیں۔

ترجمہ صحیح بخاری ۱۳۲
بہ زبان فرانسیسی
ادوارد اس۔ وڈلو
مارکوئیس

۱۳۳
اطراف الصحیحین
متعدد مؤلفین نے
لکھی ہے۔

۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

راول شیخ حافظ امام ابو مسعود ابراہیم
 بن محمد ابن عبد اللہ مشقی المتوفی سنہ ۱۲۰
 (۱۲) ابو محمد خلف بن محمد بن علی بن حمدون
 الواسطی المتوفی سنہ ۱۲۰ ان دونوں کا ذکر
 حافظ ابو القاسم بن عسا کر نے اپنی
 کتاب الاثرات کے شروع میں کیا
 ہے اور یہ لکھا ہے کہ خلف کی کتاب
 باعتبار ترتیب و رسم کے عمدہ ہے
 اور ضبط اور دھم اس میں بہت کم ہے۔
 اسی وجہ سے الاثرات میں ہم نے
 اسی پر اکتفا کی (۱۳) ابو نعیم احمد بن عبد اللہ
 الاصفہانی المتوفی سنہ ۱۲۰ حافظ ابن
 حجر العسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲
 یہ ایک عمدہ انتخاب صحیح بخاری کا ہے
 بترتیب ابواب فقہیہ صحیح حدیثوں پر
 عمل کرنے والوں کے لیے ایک
 بے نظیر چیز ہے مولف نے ہمارے ہمارے
 محمد امین خاں کے حکم سے اس کو مشکوٰۃ
 کے ابواب پر ترتیب دیا ہے۔ مولف

العلامة فقیر اللہ المتوفی

—

مصابیح الاسلام
 من حدیث
 خیر الانام

خود کہتا ہے : انتخابتہ انتخاباً معاً
 لا حادیتہ المسند مع بعض التعلیق
 حاذق الاساتید والمکررات مرتباً علی ترتیب
 المشکوۃ کتباد ابواباً مع زیادۃ نقضاً یسر
 اور نیٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے
 کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے
 یہ ترجمہ ثلاثیات صحیح بخاری اردو
 میں نہایت دلچسپ ہے ۔

یہ شرح ابھی غیر مکمل ہے اللہ تعالیٰ
 جلد اختتام کو پہنچائے ۔
 اس کا نسخہ کتب خانہ علی پاشا غازی
 سلطان محمود خاں ثانی واقع قسطنطنیہ
 میں موجود ہے ۔

ایضاً مذکور بالا کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے
 اس کا نسخہ کتب خانہ نور عثمانیہ جامع
 شریفی قسطنطنیہ میں موجود ہے ۔

العلامة نواب صدیق حسن
 خاں المتوفی ۱۳۰۷ھ

العلامة ابو الطیب
 شمس الحق العظیم آبادی
 العلامة احمد بن عجمی
 المتوفی ۱۳۰۷ھ

ابو عبید بن مسلم المحمّی المتوفی ۱۳۲۷ھ
 ابو محمد عبد الحق بن
 عبد الرحمن الازدی
 الاشعری المتوفی ۵۸۲ھ

۱۳۰۵
 غنیۃ القاری

۱۳۰۶
 فضل الباری شرح
 ثلاثیات البخاری
 شرح ثلاثیات
 البخاری

۱۳۰۸
 غریب حدیث البخاری
 الجمع بین
 الصحیحین

۱۳۰۵ھ سنو میں ہے کہ علامہ اس شرح کو اپنی زندگی میں مکمل نہ کر سکے ۱۳۰۷ھ عبید اللہ ۱۳۰۷ھ اس کے علاوہ
 حسین بنزوی ۔ ابو بکر جوزقی ابن زکریا غزالی ۔ ابو بکر بشتابی ابن عبید مشقی نے الجمع بین الصحیحین کی ترتیب پر

کتاب الجمع بین رجال الصحيحین	العلامة المقدسی المتوفی سنہ ۵۰۷	حیدر آباد کے مطبع دائرۃ المعارف میں چھپ چکی ہے اس کا مقصود نام سے راخ ہے
قرۃ العین فی اصناف رجال الصحيحین	العلامة بخرانی المتوفی سنہ	حیدر آباد سے طبع ہے۔ ادراک سے موضوع بحث ظاہر ہے
الجمع بین الصحيحین	العلامة الحمیدی محمد بن ابی نصر اللاندی القرطبی المتوفی سنہ ۴۸۸	اس کا ذکر صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ کے مقدمہ میں کیا ہے۔ یہ کتاب مشہور ہے

مفتاح صحیح البخاری۔ علامہ احمد محمد شاہ شکر شرح جامع ترمذی مطبوعہ
مصر سنہ ۱۳۵۶ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ومنذ بفتح عشرات من السنين صنع محمد
الشریف بن مصطفى التوقا دی من علماء الاستانة کتابین ہما مفتاح صحیح البخاری
ومفتاح صحیح مسلم فرغ من تالیفهما سنہ ۱۳۱۲ھ وطبعانی الاستانة سنہ ۱۳۱۳ھ رتب احادیث

سنہ ۱۳۵۶ھ میں مولوی انور شاہ صاحب مرحوم کشمیری دیوبندی کی تقریر بخاری مع حاشیہ
چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اصل تقریر کا نام فیض الباری اور حاشیہ کا نام البیداری
ہے شروع میں ایک مختصر مقدمہ ملحق ہے عبادات اور معاملات تک قدرے تفصیل اور تطویل
لا طائل سے کام لیا ہے اس کے بعد آخر تک بالکل مختصر بلکہ صفر ہے۔ صاحب تقریر نے
جوش میں آکر علماء الہدایت کو بعض السفہاء اور شیخ الاسلام محمد بن عبد الجہاب بخدی کو
بلیہ قلیل العلم کے ساتھ یاد فرمایا ہے خالی اللہ المشتکی ۱۲

کل واحد منها علی الحروف باعتبار اوائل اللفظ النبوی الکریم و اشارہ الی موضع کل حدیث فی مفتاح البخاری بالابواب و الکتب و ہر قاصم الاجزاء و الصفحات لمثن البخاری و شرحہ لابن حجر و العینی و القسطلانی و فی مفتاح مسلم کذلک لمثن مسلم و شرحہ للنووی انتہی۔

نبراس الساری فی اطراف البخاری۔ اس کا موضوع بھی وہی ہے جو مفتاح صحیح البخاری کہے۔ مصنف مولوی عبد العزیز صاحب مرحوم خطیب گوجرانوالہ نے صحیح بخاری کی احادیث کے اطراف جمع کئے ہیں، اور ایک ایک حدیث کے متعلق بتایا ہے کہ وہ کس کس باب میں مختصراً مطول آئی ہے اور فتح الباری اور عمدۃ القاری کے صفحات بھی ذکر کر دیے ہیں۔ یہ کتاب اول الذکر سے زیادہ مفید ہے مصنف نے میتھو کی طباعت کے لیے اس کی کاپی خود لکھی ہے انعام المتعم الباری بشرح ثلاثیات البخاری مصنف مرحوم مولوی عبد الصبور بن مولانا عبد التواب ملتانی نے بزمانہ طالب علمی فتح الباری قسطلانی۔ داودی سندھی وغیرہ سے اخذ کر کے ثلاثیات بخاری کی یہ شرح مرتب کی تھی ۱۳۵۸ھ میں مصر سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ مصنف احمد بن محمد بن منصور الاسکندر المالکی ناصر الدین ابوالعباس بن المنیر المتوفی ۶۸۸ھ مناسبات علی بخاری و علی محمد بن ابی بکر بن ابراہیم البہار المشہدی المتوفی ۷۳۸ھ شرحا علی البخاری ملقطاً من شروح فی مجلدین الف ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحموی المتوفی ۸۴۲ھ اقتحاح القاری لصحیح البخاری و صنف صاع بن عمر بن سلمان البقیعی المتوفی ۸۶۸ھ تفسیر و شرحا علی البخاری کما فی البدر الطالع و الامام الشافعی صاحب الاعتقاد و الموافقات تالیف شرح ذیل کتاب البیوع من صحیح البخاری اسمہ کتاب المجاس فیہ من العوائد و التحقیقات بالایضاح الا لکن کذا کتب بایا التکرر فی ثم الثبکی و لیس بخاری شروح اخری لم تعرض ہمار و لا اختصا

المستدرک علی الصحیحین

حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المتونی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر مستدرک لکھا جس کا منشا ہے شیخین کی متروک حدیثوں کو (جو ان کی شرط پر ہیں) جمع کرنا چنانچہ حاکم بعد از مراجع حدیث فرمایا کرتے ہیں۔ یہ حدیث شیخین کی شرط پر یا امام بخاری کی شرط پر یا امام مسلم کی شرط پر تھی اور باوجود اس کے ان لوگوں نے صحیحین میں اس کو نہیں ذکر کیا۔ قطع نظر اس کے کہ حاکم کا تساہل مشہور ہے اور ان کے حق میں واسع الخطونی شرط الصحیح متساهل فی القضاء بہ را بن الصلاح کہا گیا ہے اس بارے میں مستند فیصلہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا کافی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ حاکم نے صحیحین پر مستدرک لکھی اور دعویٰ یہ کیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر تھی اور ان دونوں نے صحیحین میں اس کو ذکر نہیں کیا۔ میں نے حاکم کی مستدرک کی دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کی تو مجھے معلوم ہوا کہ بات ایک پہلو سے صحیح ہے۔ اور دوسرے پہلو سے غیر صحیح۔ اس لیے کہ مستدرک میں ایسی حدیثیں ہیں جو شیخین کے رجال سے اور انہیں کی شرط پر مروی ہیں پس اس پہلو سے حاکم کا استدراک اور قول صحیح ہے لیکن ایک دوسرے پہلو سے دیکھو تو غیر صحیح۔ وہ یہ ہے کہ شیخین اسی حدیث کو ذکر کرتے ہیں جس پر ان کے شیوخ کے بحث مباحثے ہو کر صحت پر اجماع ہو گیا ہو اور اس حدیث کی صحت مشائخ

حاکم کی مستدرک پر علامہ دہلوی نے تنقید لکھی ہے اور اختصار بھی کیا ہے اور علامہ ابن الملقن نے بھی تنقید لکھی ہے اور حافظ سیوطی نے ایک حاشیہ لکھا ہے جس کا نام توضیح المدرک فی صحیح المستدرک ہے کشف الظنون

قبول کر لی ہو۔ چنانچہ امام مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے یہاں صحیح مسلم میں انہیں حدیثوں کو ذکر کیا ہے جن کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ اور مستدرک کی متفرد حدیثیں وہ ہیں جو محدثین اور شیخین کے شیوخ پر مخفی اور مستور رہیں۔ گو آگے چل کر پھیل گئیں یا وہ حدیثیں ہیں جن کے رجال میں محدثین نے اختلاف کیا ہے۔ پس صحیحین کو خصوصیت یہ ہوئی کہ وہ صرف قاعدہ اور اصول سے حدیث کی صحت تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہر ہر حدیث کے وصل و انقطاع رفع وارسال شذوذ و نکات سے مستقل طور پر بحث کر کے اور اپنے اساتذہ کی طرح علیحدہ علیحدہ جانچ پڑتال کر کے صحت کا فتویٰ دیتے اور انہیں حدیثوں کو صحیحین میں لیتے جن کی صحت پر ان سے پہلے کے محدثین کا یا ان کے زمانہ کے محدثین کا بعد تحقیقات اتفاق ہو گیا ہو۔ بخلاف حاکم کے کہ وہ صرف قواعد و اصول کی بنا پر حدیث کو صحیح کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً قاعدہ (زیادتی ثقہ کی مقبول ہوا کرتی ہے یا دوسرا قاعدہ) جب محدثین وقت وارسال رفع و اتصال میں کلام کر رہے تو بات اس راوی کی لی جائے گی جس نے زائد بات یاد رکھی، اور حق یہ ہے کہ اکثر حفاظ کو قواعد و اصول کی بنا پر تصحیح کرنے میں بہت خلل پڑ جاتا ہے۔ پس شیخین کی مزیت اور نوبت اس میں ہے کہ انہوں نے علاوہ اصول و قواعد کے ہر حدیث کو جس کی صحت ان کو مسلم ہے، علیحدہ علیحدہ طور پر جانچ لیا ہے (حجۃ اللہ البالغہ)

یہ وہ فیصلہ ہے جس کو شاہ صاحب نے لکھا ہے۔ ان کے علاوہ شروع الفیہ و دیگر کتب اصول حدیث میں حاکم کی مستدرک کی نسبت جو لکھا ہے اس کو ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے علامہ بلقینی و دیگر محدثین کا

فیصلہ بھی نقل کیا ہے جس سے اور بھی مستدرک حاکم کی حالت اؤ دن معلوم ہوتی ہے اور صحیحین سے کوئی نسبت اس کتاب کو نہیں معلوم ہوتی۔ حاکم کے بعد ابو ذر ہروی مالکی المتوفی ۳۳۲ھ نے بھی مستدرک علی الصحیحین لکھی۔ غالباً اس کی بھی حالت اسی مستدرک حاکم جیسی ہوگی۔ لیکن اس کی نسبت کوئی صریح فیصلہ امام بخاری و مسلم کے بعد اور لوگوں نے صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا التزام کیا بخمہ ان کے صحیح ابن خزمیہ۔ صحیح ابن حبان۔ صحیح ابی عوانہ مشہور کتابیں ہیں۔ لیکن ان کی متفرد حدیثیں (جو صحیحین میں نہیں ہیں) کو مستدرک حاکم سے اعلیٰ درجہ کی ہیں لیکن پھر بھی صحیحین کی حدیثوں کے برابر ان کا درجہ نہیں تسلیم کیا گیا ہے۔

۱۔ ابن خزمیہ کا نسخہ جرمن کے کتب خانہ میں موجود ہے اور یہ وہ نسخہ ہے جو حافظ ابن حجر کے کتب خانہ میں تھا کے کتب خانہ کی درست عرب کے ایک ملک التجار کے ذریعہ سے پہنچی اس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جرمن کے کتب خانہ میں فن حدیث اور تفسیر کی بڑی بڑی بایاب کتابیں ہیں اگر مؤلفین ان کے شاگردوں کے ہاتھوں لکھی ہوئی ہیں۔ خدا کی شان مسلمانوں کا علمی خزانہ نضرانیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ اس کے تدریس میں دانشور یونیدالدین بارجل انکا ۱۲۷۱ھ میں صحیح ابن حبان کا مکرہ ہندوستان میں بھی موجود ہے۔ علامہ عبدالمفتی غابدا کا نسخہ علامہ عبدالحی لکھنوی کے کتب خانہ میں ہے لیکن ناقص ہے اور اس کی ایک نقل علامہ ابوالطیب عظیم آبادی کے کتب خانہ میں بھی ہے ۱۲۷۱ھ میں صحیح ابوعوانہ کا ایک عتیق نسخہ بخط عرب علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے جس پر بڑے بڑے حفاظ نے خاص اپنے ہاتھوں سے قراءت و مسموع و بلاغ لکھا ہے جیسے حافظ ذہبی اور ان کے معاصرین ۱۲۷۱ھ محمد رشید کہ یہ مبارک کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد سے طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے ۱۲۷۱ھ عید اللہ رحمتی

صحیح بخاری پر عامیانہ اعتراضات

امام المحدثین ربخاری اپنی قلت تدبر اور کوتاہ نظری و عدم تحقیق کی وجہ سے جہاں اور بہت سے عامیانہ اعتراضات کئے گئے ہیں، ایک اعتراض یہ ہے کہ بعض صرفی غلطی نکالی اور کہا کہ علم صرف کے ساتھ ان کو چنداں مزادلت نہ تھی۔ اس کی شہادت میں صحیح بخاری کا وہ مقام پیش کرتے ہیں جس کی تردید آتی ہے اگرچہ ایسے ہی اعتراضات اس سے پہلے خود امام ابو حنیفہ پر مسلمات شمار کئے گئے، چنانچہ مورخ ابن حلیکان امام ابو حنیفہ پر جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کی حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں دلہد یکن بیاب بستی سوی قلة العرب بیتا یعنی امام ابو حنیفہ میں بجز قلت عربیت اور کوئی عیب نہ تھا، اس کے بعد منجد اور شہادتوں کے قلت عربیت و فن صرف و نحو و ادب سے کم واقفیت کی شہادت میں ایک ذیل کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ خاص مان کی عبارت یہ ہے۔

یعنی منجد اور شہادتوں کے امام ابو حنیفہ کی قلت عربیت کی ایک شہادت یہ ہے کہ ابو عمرو بن علاء نحوی نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ آیا قتل بالمشغل میں قصاص ہے یا نہیں امام صاحب نے فرمایا نہیں۔ ابو عمرو نے کہا اگرچہ مخنیق کے پتھر سے ارڈاے جب بھی قصاص نہیں۔ آپ نے فرمایا یا قتبیں	فمن ذلك ان اباعمر بن العلامقري النحوي سأل عن القتل بالمشغل هل يؤ القوم امر لا فقال لا فقال ابو عمرو و قوله بجرح المخبنيق فقال لا و قوله يا قتبیں يعني الجبل المطل على مكة اگرچہ مخنیق کے پتھر سے ارڈاے جب بھی قصاص نہیں۔ آپ نے فرمایا یا قتبیں
---	---

جو کہ مکہ کا پہاڑ ہے اس سے قتل کرے جب بھی قصاص نہیں۔

یہاں امام صاحب نے بجائے بابی قبیس کے جو مجرد واقع ہے باقبیس فرمایا جو قاعدہ نحو کے خلاف ہے لیکن جامع صحیح میں جو کچھ ہے اس کی حقیقت سنو جس سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ جس کو تصور برید یا لغزش قلم کی دلیل میں پیش کیا گیا ہے اس سے اور امام المحدثین کا علم اللغۃ میں باریک بین ہونا ثابت ہوتا ہے۔
قال ابو عبد الله استياسوا فتعلوا من ثبوت عيني على البخاري جلد ۳۸۶ مفتاح
علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس عبارت کی نسبت یہ لکھا ہے واما ظاهرا ان
مثل هذا من تصور الينا في علم التصريف عيني البخاري جلد ۳۸۶ مفتاح عيني كايه
لكننا كوتا مينو كے يے ديوانہ راہوے پس است کا کام دے گیا۔ جامع صحیح میں
استياسوا کے بعد فتعلوا لکھا ہونے کے جواب میں دو طریق اختیار کئے گئے
میں

اول یہ کہ صحیح بخاری کے کئی نسخوں میں استياسوا استفعلا لکھا ہے جس سے
صاف ظاہر ہے کہ امام المحدثین نے اس کا وزن استفعال سے ظاہر کیا ہے جو
واقعی درست ہے چنانچہ صحیح بخاری محشی مولوی احمد علی صاحب مرحوم حنفی
سہارنپوری میں لکھا ہے۔

استياسوا استفعلا من ثبوت جلد اول ۴۸۵

اسی طرح فتح الباری عامل المتن بخاری مطبوعہ مطبع انصاری دہلی میں بھی
استياسوا استفعلا لکھا ہے اور شرح میں حافظ ابن حجر استفعلا ہی کو اختیار کر کے

عد فاضل لکھنوی نے التعلیق المجدد کے مقدمہ میں امام ابو حنیفہ کی طرف اس اعتراض کا ایک جواب لکھا ہے ۱۲

فرماتے ہیں۔ قم فی کثیر من الروایات افتعلوا والصواب الاول فتح الباری مطبوعہ
دہلی پارہ سیزدہم ص ۲۴۶

اسی طرح شارح تسطیلاتی نے بھی بروایت اصیلی جو صحیح بخاری کے راویوں
میں سے ایک ہے استفعلوا نقل کر کے کہا ہے۔ وهو الصواب۔

اسی طرح علامہ عینی حنفی نے خود بھی اپنی شرح عمدۃ القاری میں، شارح
کرمانی سے استفعلوا نقل کیا ہے رجائے تعجب ہے کہ استفعلوا نقل کرنے کے
بعد یہ عامیانہ اعتراض بھی کر دیا، اسی طرح صحیح بخاری مطبوعہ کراچی پریس دہلی
میں بھی استفعلوا لکھا ہے۔

پس بموجب ان تصریحات کے معلوم ہوا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے استیاسوا
کا وزن استفعلوا بتایا ہے جو واقعی درست ہے۔

اب اگر کہا جائے کہ کئی روایات نسخہ جات میں افتعلوا بھی لکھا ہے جیسا کہ
بخاری مطبوعہ مصر تقطیع خورد میں، اور نیز متن تسطیلاتی میں ہے، تو اس کا جواب اول تو یہ
ہے کہ حسب تصریحات بالا امام المحدثین سے افتعلوا کی روایت درست نہیں جیسا کہ
فتح الباری اور ارشاد الساری میں استفعلوا کی نسبت وهو الصواب لکھنے ہی سے
معلوم ہو سکتا ہے، پس امام المحدثین پر کوئی اعتراض نہیں آ سکتا۔

دوسرا طریق جواب یہ ہے کہ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ استیاسوا کے بعد افتعلوا کی
روایت درست ہے تو اس سے امام المحدثین کی مراد وزن ظاہر کرنے کی نہیں ہے
بلکہ اظہار معنی کے لیے باب افتعال کا ذکر کیا ہے چنانچہ علامہ عینی نے اس امر کو
خود شارح کرمانی سے نقل کیا ہے وقال الکرمانی استیاسوا استفعلوا وفي بعض

النفخ افتعلوا وغرضه بیان المعنی وان الطلب ليس مقصودا فيه كالبیان
المؤلف والاشتقاق عینی جلد مفتوح ص ۳۸

اور یہی عبارت بعینہ حاشیہ مولوی احمد علی صاحب حنفی سہارنپوری میں
منقول ہے۔ اور اس توجیہ پر نہ کوئی جرح ہے نہ اعتراض بلکہ علامہ عینی بلا کسی
معقول نقض اور بلا کسی دلیل کے اس توجیہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ وہی ہے،
اور جو اس توجیہ کے وہی ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں، اس سے اور بھی علامہ کرمانی
کی توجیہ مذکور کی تائید اور امام المحدثین کے مطلب کی تقویت ہو جاتی ہے۔ شارح
عینی فرماتے ہیں وقوله از الطلب ليس مقصودا منه "كلامه لا لان من قال بالالسين فيه
للطلب قال ليس الا للبانة حالانکه امام المحدثین اور شارح کرمانی کا یہی مطلب ہے
کہ استیاسوا اپنے باب پر نہیں ہے اور اس کی سین کی طلب کے لیے نہیں ہے، یہ ایک
اور امر ہے کہ جب استفعلوا اپنے باب پر سوال کے لیے نہیں ہے۔ تو اس کی سین
میں بلغہ کے لیے ہے یا یہ انتعال کے معنی میں ہے اور اس میں موافقت انتعال کی ہے
لیکن شارح کرمانی کی طرح علامہ عینی نے بھی تسلیم کر لیا کہ سین سوال کے لیے نہیں
ہے، پس علامہ عینی کا نقض شارح کرمانی کی توجیہ کو توڑ نہیں سکا۔ بلکہ الٹی تائید ہو گئی،
دافسوس یہ کہ اس تائید کے بعد بھی ان کے خیال میں اب تک امام المحدثین پر اعتراض
باقی ہے، آخر مذہبی مخالفت کا اثر بھی ضرور ہوتا ہے۔

شارح کرمانی کی اس توجیہ کہ یہاں استیاسوا کے بعد افتعلوا کا ذکر وزن کے
اظہار کے لیے نہیں بلکہ معنی اور مطلب بیان کرنے کے لیے ہے، کی طرف امام المحدثین
کا کلام خود اشارہ کر رہا ہے۔ اس لیے کہ امام صاحب اس کے بعد استیاسوا کا

اشتقاق بیان فرماتے ہیں۔ من نیست یعنی اس کا اشتقاق نِست سے ہے جو اس کا مجرور ہے پس یہ کس طرح منصور ہو سکتا ہے کہ ایک بھر کسی لفظ کے مادہ اور اصل کو معلوم کرے اور اس کے مزید فیہ کے وزن میں اس سے صریح غلطی ہو جائے، کیونکہ وزن میں غلطی ہونی متفرع ہے اس کے مادہ میں غلط نہیں ہونے پر، جب مادہ ہو گیا تو وزن کس طرح غلط بنایا جاسکتا ہے، اس سے یقیناً یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ امام الحدیث نے استیاسوا کے بعد افتعلوا محض انہار معنی کے لیے ذکر کیا ہے نہ اظہار وزن کے لیے۔

باب استفعال افتعال کے معنی میں آتا ہے۔ باب فن تصریف اور علمائے لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ صراح، استیاس اتاس۔ نا امید شدن۔ تاموس، کاستیاس۔ اتاس۔ لسان العرب و آیسہ فلان من کذا اذا استیاس متہ بمعنی ایسج اتاس ایضا و هو افعل فادغم مثل اتعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ صراح میں استیاس کے بعد اتاس اس واسطے ہے کہ استیاس اور اتاس کا وزن ایک ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر استفعلوا ہے تو وزن کرنے کے لیے ہے اور اگر افتعلوا ہے تو معنی بیان کرنے کے لیے ہے نہ اظہار وزن کے لیے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام الحدیث کے تصور یہ کی بجائے ان کا علم التصریف و علم اللغة میں باریک بین ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جہاں اور سفیانہ اعتراضات کج فہمی یا کوتاہ اندیشی سے جامع صحیح پر کئے گئے ہیں۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ صحیح بخاری کے شروع میں عام تصنیفات کی طرح

عَنْ وَكَرْمِنْ عَائِبَ قَوْلًا حَمِيحًا وَافْتَدَمَ الْقَهْمَ السَّقِيمَ

رواجی خطبہ نہیں ہے۔ مناسب تو یہی تھا کہ ایسے ایسے عامیانہ اعتراضات سے
 سکوت کیا جاتا، لیکن علامہ عینی شارح بخاری جیسے شخص نے اس عامیانہ اعتراض
 کو نقل کر کے بہت سے جوابات لکھے اور پھر ہر ایک جواب پر کچھ نہ کچھ جرح کر کے
 ساکت ہو گئے۔ گویا اس مہمل اعتراض کو تسلیم کر لیا۔ بعض کو تو اندیش شیعہ نے
 اپنی فطرت کے اقتضا سے اس اعتراض کو مایہ ناز سمجھ کر اس کو نمک مرچ لگا کر شائع کیا۔
 اولاً ہم متقدمین کی ایک نہیں بیسیوں کتابیں ایسی پیش کرتے ہیں جس میں خطبہ
 ریا یعنی دیگر حمد و نعت رواجی نہیں ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ متقدمین کا دستور
 ہی نہ تھا کہ خطبہ کو جزو کتاب بناتے، اگر تھا تو شاذ و نادر۔ مناسب تو یہ تھا کہ
 ہم اس کی شہادت میں دو چار سو متقدمین کی تالیفات سے گنا دیتے لیکن اس کو
 ایک فضول کام سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں اور چند تالیفات مختلف فنون کی پیش
 کرتے ہیں جو ہر شخص کو میسر ہیں۔ حسب ذیل تصانیف میں سے کسی ایک میں بھی خطبہ
 نہیں ہے، موطا امام محمد۔ موطا امام مالک۔ سنن ابی داؤد۔ سنن نسائی۔ سنن ترمذی۔
 مسند احمد بن حنبل۔ رسالہ امام شافعی۔ سنن دارقطنی۔ سنن دارحی۔ وقایہ۔
 تنویر الابصار۔ کافیہ۔

ثانیاً علامہ ابوالکشمیہ الکشمینی، علامہ فریری سے روایت کرتے ہیں اور
 فریری امام المحدثین سے روایت کرتے ہیں، کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی
 حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے اس وقت تک نہیں داخل کی جب تک غسل
 اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر استخارہ نہ کر لیا اور دربار الہی سے
 دعائے مانگ لی، اور کبھی تو اس کا مبیضہ درمیان حجرہ نبوی منبر کے کیا اور

کبھی حرم محترم میں:

ہم سخت حیرت میں ہیں کہ اس سے بڑھ کر حمد و نعت کا کون سا طریقہ اکمل ہو سکتا ہے دوسرے مؤلفین کتاب کے ابتداء میں کچھ حمد و نعت رسمی طور پر لیتے ہیں، یہاں تو ہر حدیث لکھنے کے قبل حمد و نعت ہے، اس سے زیادہ تعجب خیز یہ بات ہے کہ بعض لوگوں نے اس بے معنی سوال کا جواب محض احتمال پر دیا تھا کہ ممکن ہے کہ زبان سے کہہ لیا ہو انیسویں جب خود مؤلف بیان کرتا ہے کہ میں نے ہر حدیث داخل کرنے کے وقت سب سے اعلیٰ عنوان حمد و نعت کا اختیار کیا، اور سب سے اکمل اور افضل طریقہ پر حمد و نعت ادا کی تو ایسی قطعی اور یقینی بات کو محض احتمال کہنا کیسی کج فہمی اور عنصبت ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ حمد کے لیے کتابت شرط نہیں۔ حمد کی تعریف ہی سطور کی گئی ہے الحمد ہو الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری نعمۃ کان اذ غیر ہا اور نماز کے جلسہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور عباد صالحین پر دعا و سلام کا بھیجنا بھی ضرور ہے۔

امام بخاریؒ اور جامع صحیح کے استدلالات پر چند عامیانہ اعتراض۔
نعمانی صاحب نے بھی سیرۃ النعمان میں کہے ہیں جو محض قلت تدبر اور عدم تحقیق کی وجہ سے ہیں۔

ہم ان اعتراضات کو ان کے جواب کے ساتھ حسن البیان سے نقل کر دیتا
کافی سمجھتے ہیں،

پہلا اعتراض امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ امام اور مقتدی کو آمین آہستہ کہنی چاہیے۔ امام بخاریؒ پر غلاط اس کے بہر کے قائل ہیں اور دلیل یہ لاتے

ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب امام ولا الفنا لین کے تو تم آمین کہو، لیکن اس حدیث میں جہر کا کہاں ذکر ہے سیرۃ النعمان، یہ فریق کا پہلا اعتراض ہے جس کے بہت ہی اعلیٰ اور تسکین بخش جواب ہو چکے ہیں، اور باب دیانت صاحب سیرۃ النعمان کے اعتراضات کی حقیقت سنیں اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

امام المحدثین نے جامع صحیح میں آمین کے متعلق تین باب آگے پیچھے منعقد کئے، (۱) امام کے آمین بھر کئے کا باب (۲) آمین کی فضیلت کا باب (۳) مقتدی کے بھر آمین کئے کا باب، اور تینوں باب میں امام المحدثین حدیثیں لائے پہلے باب میں یہ حدیث ہے، کہ جب امام آمین کہے تو تم لوگ آمین کہو، اور دوسرے باب میں یہ حدیث ہے، کہ جب کوئی آمین کہتا ہے، تو ملائکہ آسمان میں آمین کہتے ہیں دونوں آمینیں ساتھ ہوتی ہیں تو اس شخص کے اگلے گناہ بخشے جاتے ہیں اور تیسرے باب میں یہ حدیث ہے، کہ جب امام ولا الفنا لین کہے تو تم آمین کہو، پہلی حدیث سے امام کا بھر آمین کہنا اس طرح ثابت ہے کہ مقتدی کا آمین کہنا اسی پر معلق ہے، اگر امام زور سے آمین نہ کہے گا تو مقتدی کو کیونکہ معلوم ہو گا کہ آمین کہی یا نہیں اور مقتدی کا آمین یا بھر کہنا اس سے اس طرح ثابت ہے کہ مقتدی اور امام کی تائین دونوں متقابل واقع ہوں، پھر بغیر کسی قرینہ کے ایک سے مراد جہر اور ایک سے آہستہ مراد ہوئی خلاف سیاق ہے، جس کو عربیت کا مذاق ہے۔ اس کو خوب سمجھ سکتا ہے، اسی طرح پچھلے باب (مقتدی کا آمین بھر کہنا) کی حدیث، جب امام ولا الفنا لین کہے تو تم

آمین کہوں سے جہر اس طرح ثابت ہے کہ دو قول (وذاذ قال الامام ولا الضالین اور
 فقولوا آمین) متقابل واقع ہیں، اور ایک سے مراد جہر ہونے میں اتفاق ہے پھر
 دوسرے قول (جو قول اول کا مقابل واقع ہے) سے آہستہ مراد ہونا خلافت سیاق
 سے۔ ویکھو حنفیہ تیمم میں دونوں ہاتھ کہنیوں تک مسح کرنے کی یہ دلیل دیتے
 ہیں کہ اگرچہ تیمم میں یہ مطلق واقع ہے مگر چونکہ وضو کی آیت میں یہ مقید واقع ہے
 اور آیت تیمم کے تقابل میں ہے اس تقابل کی وجہ سے تیمم میں بھی یہ مقید ہی مراد
 ہوگا، اسی طرح فریق کو یہاں بھی سمجھنا چاہیے کہ اگرچہ یہاں قول مطلق واقع ہے۔
 لیکن چونکہ اس کا مقابل واقع ہے جس میں باتفاق جہر مراد ہے تو اس سے بھی ہی
 جہر مراد ہونا چاہیے حالانکہ تیمم اور وضو کی آیتیں الگ الگ ہیں، اور یہاں آمین
 کی حدیث میں دو قول ایک جملہ میں متقابل واقع ہیں، علاوہ بریں یہ کون نہیں جانتا
 کہ مطلق منصرف لغز و کامل ہوتا ہے اور قول بالجہر، کاذ و کامل ہوتا بھی کون نہیں
 جانتا، رحمن البیان)

دوسرا اعتراض صاحب سیرۃ النعمان کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے
 نمینڈ تر سے بشرطیکہ مسکر نہ ہو وضو جائز ہے۔ امام بخاری اس کے خلاف ترجمہ
 الباب باندھتے ہیں اور حدیث نقل کرتے ہیں کہ کل مسکر حرام، سیرۃ النعمان،
 یہ صاحب سیرۃ النعمان کی خوش فہمی یا نیک دہانتی ہے، امام المحدثین نے
 اس مقام میں ترجمہ الباب میں دو مسندے ذکر کئے ہیں را نمینڈ سے وضو جائز نہیں
 رہا مسکر سے وضو جائز نہیں۔ پہلے مسئلہ کی دلیل میں امام صاحب نے
 چند ائمہ تابعین کے اقوال نقل کئے ہیں۔

اور دوسرے مسئلے کی دلیل میں یہ حدیث لائے ہیں، صاحب سیرۃ النعمان
کو موقع اعتراض جب تھا کہ دوسرا مضمون جس پر حدیث صراحت و دلالت کرتی ہے
ترجمۃ الباب میں نہ ہوتا۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ نبیذ تر سے وضو جائز ہے یا نہیں،
اس مسئلہ کے بیان میں پہلی غلطی صاحب سیرۃ النعمان نے یہ کی ہے کہ امام
ابو حنیفہ کی طرہ قول باجواز کی مطلقاً نسبت کر دی، حالانکہ نبیذ سے وضو جائز
ہونے کے لیے امام ابو حنیفہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ جب پانی نہ ملے تب نبیذ سے
وضو جائز ہے۔ چنانچہ طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام ابو حنیفہ کا قول
بھی نقل کیا ہے، قاضی ابویوسف صاحب رجوا امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں
سب سے معزز ہیں، یعنی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے مخالف ہیں۔ طحاوی نے
بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی ہے، اور ان پر دو اعتراض بھی
کر دیئے ہیں، پہلا اعتراض یہ ہے، کہ نبیذ مثل پانی کے ہے یا نہیں۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ اگر مثل پانی کے ہے تو اس سے وضو جائز ہونے کے لیے
پانی نہ ملنے کی قید لگانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر مثل پانی کے نہیں ہے

سے وقال بعضهم حدیث الباب کل شراب اسکر فہو حرام یدل علی کلا الجوزین من الزجۃ بان
یقال انہ لا یجوز التوضی بالمسک الحرام اتفاقاً ہذا محذورہ من اسم الماد فی اللغۃ والشریعتہ وکذلک
النبیذ الغیر المسکر ایضاً ہونی معنی المسکر من جہۃ انہ لا یقع علیہ اسم الماد یدل علیہ حدیث ابن
مسعود رضی عنہما عند احمد والدارقطنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا لیلة الخمر المسکرات
قال لا الحدیث ولو جاز ان یسمی النبذ ماء لان فیہ ما لجاز ان یسمی الخمر ایضاً ماء
لان فیہ ما ۱۳ عبید اللہ رحمہ اللہ ۱۲

تو اس سے وضو جائز ہونے کے لیے دلیل درکار ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ صرف خرمہ کی نبیذ سے وضو جائز کہتے ہیں اور منقی وغیرہ کی نبیذ سے وضو خود ناجائز بتاتے ہیں۔ اور اس تفریق کے کوئی معنی نہیں، صاحب سیرۃ النعمان پہلے طحاوی کے اعتراضوں کے جواب دیں، پھر محدثین کی طرف رخ کریں، حسن البیان۔

تیسرا اعتراض نعمانی صاحب کا قلت تدبر سے یہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ مقتدی کے لیے قراۃ فاتحہ ضروری نہیں، امام بخاری و حوب کے مدعی ہیں اور جامع صحیح میں باب باندھا ہے کہ امام و مقتدی پر ہر نماز میں خواہ جہری ہو یا سری قراۃ واجب ہے اس دعویٰ پر دو حدیثیں پیش کی ہیں، ایک یہ کہ کوفہ والوں نے حضرت عمرؓ کے پاس سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی، حضرت عمرؓ نے اُن کو معزول کر دیا، اور بجائے ان کے عمار کو مقرر کر دیا۔ کوفہ والے عمار کے بھی شاکی ہوئے کہ اُن کو تو نماز بھی پڑھنی نہیں آتی، حضرت عمرؓ نے عمار کو بلا بھیجا اور ان سے کہا کہ ان لوگوں کا یہ گمان ہے، عمارؓ نے کہا۔ واللہ میں اُن کے ساتھ رسولؐ کی سی نماز پڑھتا تھا، اور اُس سے کچھ کم نہیں کرتا تھا میں عشا کی نماز پڑھتا تھا تو پہلی دو رکعتوں میں دیر تک قیام کرتا تھا اور دو اخیر کی رکعتوں میں تخفیف کرتا تھا، اس حدیث سے قراۃ فاتحہ کا وجوب کیونکر ثابت ہوا، صاحب سیرۃ النعمان نے اس تیسرے اعتراض میں تو اپنی روش محمدانہ اور مجتہدانہ جس کا انہوں نے ابتداء کتاب میں دعویٰ کیا ہے سب کو کھو دیا اور ایسی باتیں لکھیں جو ان کی استعداد مطلب فہمی پر بھی دھبہ لگا دیتی ہیں۔ اس کو بہ تفصیل

سن لیجیے۔ آپ لکھتے ہیں: "کوفہ واسے عمارؓ کے بھی شاکی ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے عمارؓ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا: "

حالانکہ یہ شخص غلط ہے۔ اہل کوفہ نے عمارؓ کی شکایت کی تھی اور نہ حضرت عمرؓ نے ان کو بلا بھیجا تھا۔ یہ سعد بن ابی وقاص کا قصہ ہے، کوفہ والوں کی شکایت کی تھی اور حضرت عمرؓ نے انہیں کو بلا کر کہا تھا، صحیح بخاری میں یہ روایت بایں عبارت مذکور ہے: "شکای اهل الكوفة سعدا الى عمر فعزله واستعمل عليهم عمارا فشكوا حتى ذكروا انه لا يجيئ بعلي فارسل اليه فقال يا ابا اسحق ان هؤلاء ينتمون انك لا تحسن قضيته اس عبارت میں فشكوا، شکی اہل الكوفة کی تفسیر بیان ہے۔ قاطعہ تفسیری ہے اور یحییٰ میں افترلہ واستعمل علیہم عمارا جملہ معترضہ ہے، دلیل اس پر یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جن کو بلا کر کہا ان کو ابو اسحاق کہہ کر خطاب کیا، اور ابو اسحاق کنیت سعد بن ابی وقاص کی ہے، حضرت عمارؓ کی کنیت ابو الیقظان ہے دیکھو اصحابہ فی تمیز الصحابہ۔ دوسری دلیل اس پر یہ ہے کہ اس روایت کے اثر میں دو جگہ حضرت سعد کا نام صراحتہ مذکور ہے۔ پورا قصہ یوں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے بلا کر پوچھا اور انہوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ کی سی غار پر پڑتا تھا تو حضرت عمرؓ نے چند آدمی ساتھ کر کے ان کو کوفہ بھیجا کہ کوفہ کی ہر مسجد میں جا کر اس کی تحقیق کریں، وہاں جب لوگ پہنچے اور دریافت کیا تو ہر مسجد والوں نے تعریف کی مگر ایک مسجد میں ایک شخص نے شکایت کی اور سعد کا نام لے کر کہا فان سعد الایسر بالسریۃ الخ۔ اس پر سعد کا یہ مقولہ مذکور ہے۔ قال سعد ایسی صورت میں کسی طرح یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ جن کو حضرت عمرؓ نے بلا کر کہا تھا وہ عمارؓ تھے۔

صاحب سیرۃ النعمان کی دوسری غلطی اس روایت کے بیان میں یہ ہے کہ ذالک الظن بك یا ایا استحق جو حضرت عمر کا مقولہ ہے اس کے معنی آپ لکھتے ہیں ران لوگوں کا گمان ہے حالانکہ یہ حضرت عمر نے اپنی نسبت کہا تھا یعنی جب حضرت سعد نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی نماز پڑھتا تھا تو حضرت عمر نے ان کو کہا کہ میرا گمان تمہارے ساتھ ایسا ہی ہے۔ کیونکہ حضرت سعد عشرہ مبشرہ سابقین اولین میں سے تھے، اور آیات و احادیث ان کے فضل میں وارد تھیں، اس لیے حضرت عمر کا مطلب یہ تھا کہ تم جیسے شخص پر بدگمانی کیوں کر ہو سکتی ہے۔ ہمارا خیال تمہاری طرف سے ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو، اس جملہ کا یہ مطلب کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت عمر پہلے فرما چکے ان ھو کا دیز عموز انک لا تحسن تفصلی یعنی یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے،

اس جگہ صاحب سیرۃ النعمان کے طرز مورخانہ اور محدثانہ اور مجتہدانہ کا پتہ چل جاتا ہے آپ بایں مطلب فہمی واستعداد فی الحدیث اپنے کو محدث قرار دیتے ہیں توائمہ کوفہ کو محدث کہنا بہت بجا بلکہ ضرور اور نہایت ضرور ہے۔ اب اس کا جو آپ نے لکھا ہے اس حدیث سے قراۃ فاتحہ کا وجوب کیوں کر نکلا، اولایہ کہ امام المحدثین کے ترجمۃ الباب میں مطلق قراۃ مذکور ہے۔ چنانچہ ترجمۃ الباب کا لفظ یہ ہے باب وجوب القراۃ للامام و الامام مرفی الصلوٰۃ کلھا فی الخضر السفر حیا یجھزھا و ما یفتھا آپ نے قراۃ فاتحہ کیوں لکھ دیا اس تصرف کا آپ کو کونسا حق تھا، ثانیاً امام المحدثین اس باب میں دو حدیثیں لائے ہیں آپ نے ایک کو کیوں چھوڑ دیا، دوسری حدیث میں چونکہ صریح مذکور تھا کہ بغیر

سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اس لیے آپ نے اُسے چھوڑ دیا (خوب کیا)

اب وجہ دلالت حدیث اول سنئے، امام المحدثین کے ترجمۃ الباب کا مطلب

یہ ہے کہ ہر قسم کی نماز میں قراءۃ واجب ہے، اور حضرت سعد کی روایت میں جملہ

راصلی ہم صلاۃ رسول اللہ، فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رصلوا کما را یتیمونی اصلی

کا بیان ہے، جس میں عموماً حکم دیا گیا ہے کہ جس طرح حجہ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

اسی طرح پڑھا کرو۔ اور اس حکم سے کوئی فرد مصلی کا مستثنیٰ نہیں، اور آنحضرت

کی نماز میں قراءۃ مسلم اور متفق علیہ ہے، تو ہر نماز میں مطابق اس فرمان رصلوا

کما را یتیمونی اصلی، کے قراءۃ ہونی چاہیے اور یہی مضمون ہے امام بخاری کے

ترجمۃ الباب کا جب تک اس حکم عام سے صلوۃ مقتدی کا استثنا ثابت نہ

کیا جائے تب تک فریق کو اس عام کی قطعیت میں کوئی محل سخن نہیں ہے۔

دوسرے امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ تھا کہ قراءۃ صرف دو رکعت اولیٰ میں فرض

یا واجب ہے پچھلی دو رکعتوں میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک قراءۃ نہیں ہے،

امام المحدثین نے حضرت سعد کی روایت اس وجہ سے ذکر کی کہ اس روایت

میں یہ مضمون تھا کہ عشا کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں ہم طول کرتے ہیں، اور پچھلی

دو رکعتوں میں تخفیف۔ جس سے ظاہر ہے کہ چار رکعت میں قراءۃ تھی، اور

اسی کو حضرت سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کہا، پس خلافت مذہب

امام ابو حنیفہ کے ہر چار رکعت میں قراءۃ کی مشروعیت ثابت ہوئی۔

دوسری حدیث جو اس باب میں امام المحدثین لاتے ہیں، وہ قراءۃ فاتحہ کی دلیل

خاص ہے، تو صورت یہ ہوئی کہ ایک باب کی دو دلیلیں بیان کیں، ایک عام اور

دوسری خاص۔ یا یوں سمجھو کہ ایک حدیث مطلق قراۃ کی دلیل اور دوسری حدیث اسی مطلق کی تنقید کیونکہ مطلق آخر عجب پایا جائے گا تو تحت میں کسی مقید ہی کے،
 غرض دوسری حدیث میں اس کا بیان ہے کہ مطلق قراۃ کو تحت میں اس مقید کے پایا جانا چاہیے۔ باقی رہا یہ کہ اگر صاحب سیرۃ النعمان نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا اور کہا کہ اس حدیث سے قراۃ فاتحہ کا وجوب کیوں کر ثابت ہوا تو یہ کوئی محل تعجب نہیں ہے۔
 جب حضرت سعد کی حدیث کا مطلب رجو ظاہر تھا، نعمانی صاحب کی سمجھ میں ٹھیک نہ آسکا تو امام المحدثین کے وجوہ استدلال اور نکات استنباط کو جس کی نسبت تراجم النجاشی حیرت الافکار مشہور ہے کیوں کر سمجھ سکتے ہیں حسن البیان،

بقیہ سقطات سے جو سیرۃ النعمان میں واقع ہوئے اور حسن البیان میں ان کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ہم سکوت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے موضوع بحث سے یہ خارج ہے علاوہ حسن البیان کے سیرۃ النعمان کے بہت سے سقطات الارشاد میں بیان کئے گئے ہیں لیکن مؤلف الارشاد نے بھی یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ جس قدر ہم نے اور صاحب حسن البیان نے نعمانی صاحب کے سقطات ذکر کئے ہیں بہت ہی کم ہیں۔

عہ معشر شمس العلماء نعمانی صاحب کی سنگ آمیزوں کے عجیب منظر دیکھنے ہوں تو حسن البیان ہاتھ میں لیے حسن البیان سیرۃ النعمان ہی کے کشف حقیقت اور اسی کا سین دکھانے کے لیے لکھی گئی ہے بمعمر موصوف کے مورخانہ محدثانہ جہلہ قینوں طرز کی تحریر پر کمال ریا رک ہے، سچی بات یہ ہے کہ سیرۃ النعمان کے مطالعہ کا لطف کچھ حسن البیان ہی کے دیکھنے سے آتا ہے۔ مشہور مناظر علامہ رحیم آبادی کی تالیف ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ معمر نعمانی صاحب نے شیر بار طبع کرنے میں سیرۃ النعمان کی موٹی موٹی غلطیاں رحیمے غلط آیت نقل کر کے استدلال کرنا صحیح بخاری کی حدیث کا مطلب نہ سمجھنا اور جھوٹا

التنقیص

صحیح بخاری کو ایک نظر اور دیکھو

فَتَحَارَّجِعَ الْبَصَرَ كَوْنَتَيْنِ يَتَقَلَّبُ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَائِسًا ذَهْوًا حَسْبُكَ بِمَرْتَمٍ بَارِ
 بارِ نظر اٹھا کر دیکھو تمہاری آنکھیں غیر رہ جائیں گی اور کوئی نقص نہ نکال سکو گے،
 آزادی اور حق گوئی اسلام کی خصوصیات میں شمار کی جاتی ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ
 اسلام اس پر جس قدر ٹخنہ مارے حق سب سے اسی آزادی اور حق گوئی پر تنقید کی بنا ہے۔
 صحیح بخاری کو اہل اسلام نے اصح الکتاب کا خطاب بہت کچھ جاپنچ پڑتا ہے
 کرنے کے بعد دیا ہے۔ علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ان کے
 معاصرین اس کے اول ناقد ہیں۔ صحیح بخاری کی تصنیف کے بعد جماعت محدثین صدیوں
 تک اس کی تنقید کرتی رہی اور ایک ایک حدیث اس کی جانچی گئی۔
 امام دارقطنی بڑے پایہ کے ناقد حدیث تسلیم کئے گئے ہیں۔ انہوں نے صحیح بخاری کو بلا
 تقلید اعدائے حرافہ اور بلا تردید و دل کھول کر لیکن دیانت سے جو جو شکوک

رہا مشیہ بقیہ صفحہ سابقہ اور پھر امام بخاری کے استدلال پر اعتراض کرتا وغیرہ، دست کر لیں اور حسن البیان کی تالیف کا
 اچھا اثر مرتب ہوا، حسن البیان کے ناظرین کو مطلع کرتے ہیں کہ حسن البیان کے مطالعہ کے وقت سیرۃ النعمان طبع اول
 و دوم کا بھی لحاظ رکھیں اور طبع سوم وغیرہ دیکھ کر حسن البیان پر غلط اعتراض کا الزام نہ قائم کریں ۱۲ منہ
 حواشی صفحہ ۱۷) عنہ تہذیب الاسماء واللغات مقدمہ فتح طبقات کبریٰ ۱۲

ان کے ذہن میں آئے سب کو رسالہ کی صورت میں جمع کیا۔ خواہ وہ شکوک تن سے لگاؤ رکھتے ہوں یا سلسلہ اسناد سے یا راویوں سے۔

حافظ ابن حجر ان تمام شکوک کو ہدی الساری میں نقل کیا ہے۔ اور ان تمام کا حل کیا ہے۔ اور بہت ہی انصاف سے کام لیا ہے۔ رواد پر جو شکوک تھے ان کے جواب کے لیے علیحدہ فصل قائم کی ہے اور جو سلسلہ اسناد یا متن حدیث پر تھے ان کے جواب کے لیے الگ۔ اس طرح امام دارقطنی کے جس قدر شکوک تھے تنسب صاف ہو گئے کیونکہ ان کے شکوک کی بنا کچھ تو عدم واقفیت پر تھی کچھ تشدد پر کچھ ان اصول کی عدم پابندی پر جو محدثین نے قائم کئے ہیں، ہم ان شکوک اور ان کے جواب کو بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔ شکوک اور ان کے حل و جواب مل کر ایک بڑی ضخیم کتاب بن جائے گی۔ حافظ ابن حجر کے علاوہ علامہ عینی نے ان شکوک پر خاص توجہ کی ہے اور اس کے لیے انہوں نے کوئی مستقل کتاب یا مستقل فصل اور باب تو نہیں قائم کئے، لیکن جب صحیح بخاری میں وہ مقام آگیا ہے جو دارقطنی کے شکوک سے تعلق رکھتا ہے تو اس کو اعلیٰ عنوان سے رفع کیا ہے اسی طرح علامہ قسطلانی اور دیگر شارحین صحیح بخاری نے بھی فی الحال عظیم آباد کے بعض کوراندیشوں نے چند جاہلانہ اعتراضات و مسائل میں شائع کئے ہیں۔ اسی طرح بعض شیعوں نے بھی تنقید بخاری کے نام سے ایسی ہی جاہلانہ اور مدت کی پاخال باتیں لکھی ہیں جن کی طرف اہل علم کا توجہ کرنا مناسب نہیں۔ نہ ان پر تنقید کا اطلاق کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں شیعہ نے اس میں اس کمال کا اضافہ کیا ہے جو شیعہ مذہب کا جزو اعظم ہے دریدہ دہنی

اور زبان درازی و سقط گوئی، ہم نے پہلے لکھا ہے کہ آزادی اور حق گوئی دونوں تنقید کے دو جزو ہیں اور انہیں دونوں پر تنقید کی بنا ہے۔ اگر ان میں کا ایک جزو بھی مفقود ہے تو اس پر تنقید کا اطلاق صحیح نہیں ہو گا۔ جو آزاد نہیں ہیں وہ پوری طرح حق نہیں بول سکتے۔ اور جو آزاد ہو کر حق نہیں کہتے وہ کسی طرح قابل اعتبار نہیں ایسا شخص تعصب سے جھوٹ بڑے گا اور لوگوں کو دھوکا اور فریب دینے کی کوشش کرے گا۔ آزادی اور حق گوئی یہ دونوں تنقید کے دو عنصر ہوئے۔ ان کے لیے جو شے روح رواں ہے وہ واقفیت ہے۔ ان دونوں عنصروں (آزادی اور حق گوئی) کے ساتھ واقفیت کا ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا بدن کے لیے روح۔ اگرچہ اس وقت آزادی کا بہت زور رہا ہے لیکن حق گوئی اور واقفیت دونوں عیناً صفت ہیں۔

تم ایک نگاہ اٹھا کر آریوں کے ان اعتراضات کو دیکھو جو کلام اللہ یا اسلام پر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بڑی بڑی ڈگری انگریزی تعلیم کی حاصل کئے ہوئے ہیں۔ کوئی ان میں بی۔ اے ہے۔ کوئی ایف۔ اے ہے۔ کوئی بی۔ اے۔ ایل۔ لیکن ان کی اکثر باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کو سن کر ایک لڑکا بھی ہنس پڑتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ ان میں آزادی تو ہے۔ لیکن تعصب اور غلط گوئی نے ان کو اندھا بہرہ بنا دیا ہے۔ اور تنقید کا ایک جزو (حق گوئی) فوت ہے یا واقفیت جو تنقید کی روح رواں ہے اس سے وہ خالی ہیں۔ کبھی تاواقفیت سے ایسی باتیں بولتے ہیں جن کو سن کر انسان ان کی صورت دیکھتا رہ جائے۔ آریوں نے اپنے مذہب کا اصل اصول اعتراضات اور زبان درازی اور دیدہ

قدہنی کو قرار دیا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ حق باتوں پر بھی جس طرح ہو سکے،
اعتراضات کئے جائیں۔ خواہ وہ اعتراضات کے ساتھ جب ان کے اعتقادات
اور ذریعہ نجات کو ملاؤ تو اور بھی تعجب خیز بات معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح شیعوں کے ان اعتراضات پر نظر ڈالو جو تنقید صحیح بخاری کے
نام سے شائع کئے جاتے ہیں تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ اس کی وجہ یہی
ہے کہ وہ آزادی میں تو شتر بے ہمار ہیں۔ لیکن تنقید کا دوسرا جزو اس حق گوئی
ان سے فطرۃً مسلوب ہے۔ اور مذہبی اعتقادِ ثقیہ نے ان کو کذب کا شیدا
بنا دیا ہے۔ اس اخلاقی کمزوری کے ساتھ ناواقفیت نے اور بھی ان کو گمراہ
اور شیعوں نے بھی آریوں کی طرح اپنے مذہب کا اصل اصول اعتراضات
اور دریدہ دہنی کو قرار دے دیا ہے۔

چونکہ ابھی ہم کو امام المحدثین کی سیرت اور علمی کارناموں کے متعلق
بہت سی ضروری باتیں لکھنی ہیں۔ اس لیے ان عامیانہ باتوں کی طرف دہن کا
نام جہل مرکب سے تنقید رکھا گیا ہے، توجہ کہ ناہم ضروری نہیں سمجھتے اس
کے لیے حصہ ثالثہ کا انتظار کرنا چاہیے۔

غیر ضروری سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کوتاہ بینوں کے اعتراضات کچھ
تو شارحین بخاری پر ہیں جن کو صحیح بخاری سے کچھ تعلق نہیں۔ کچھ وہی پامال
اعتراضات ہیں جن کے جواب بڑے تشفی بخش ہوئے جا چکے ہیں۔ لیکن
عوام کے قلوب کو تشویش میں ڈالنے کے لیے دہراؤ ہر اکرا نہیں پامال باتوں کو
ایسی زبان میں شائع کیا گیا ہے کچھ حصہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور جان نثاران اسلام پر سب دشمن و سقط گوئی کا ہے۔ اور زیادہ حصہ اسی کا ہے
اس کو بھی صحیح بخاری سے کوئی تعلق نہیں کچھ وہ سوالات ہیں جن کو شارحین
بخاری نے بطور دفع و خل لکھے تھے۔ ان کے علاوہ جو باتیں ہیں وہ
بالکل اصول حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہیں۔ انشاء اللہ حصہ ثالثہ
میں جب ہم ان کو نقل کریں گے تو خود ان کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔
فسوف ترى اذا انكشف الغبار افرس تحت رحلك امرحمار

عقائد و کلام

امام بخاری کو جہاں مجتہد فقہ اور محدث ہونے کی حیثیت سے باکمال
مانا جاتا ہے وہیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ بڑے پایہ کے متکلم بھی تھے لیکن
قبل اس کے کہ ہم امام بخاری کا متکلم ہونا بیان کریں۔ یہ بتا دینا ضرور ہے کہ علم
کلام کیا چیز ہے کب ایجاد ہوا۔ کس طرح ترقی کی۔ اس کی کئی قسمیں ہیں کیونکہ متقدمین
کی ایک جماعت علم کلام کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے بعض متقدمین
نے اس کی جو میں قصیدے لکھے۔ بعض نے متکلمین کو ناسق ہی نہیں کہا بلکہ ان کی
تکفیر تک کے قائل ہوئے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ مسلمانوں میں علم کلام، فلسفہ کے بعد پیدا ہوا،
اور آغوش فلسفہ میں تربیت پائی۔ لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ علم کلام کے
مسائل فلسفہ سے بیسوں برس پہلے وجود میں آچکے تھے۔ اور ان میں فلسفہ
کی مطلق آمیزش نہ تھی، عربی میں فلسفہ خلیفہ منصور کے عہد میں آیا۔ بلکہ اس کا

عام رواج مامون کے زمانہ میں ہوا، منصور ^{۱۳۶} سلسلہ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اور مامون رشید ^{۱۳۳} میں۔ اس لیے خاص فلسفہ کی کتابیں کم از کم ^{۱۳۴} تک عربی میں ناپید تھیں، حالانکہ غیلان و مشقی معبد جہنی، یونس اسوارہ کی، واصل بن عطاء بصری، عمرو بن عبیدہ وغیرہ پیدا ہو چکے تھے جو معتزلہ کے سرخیل، اور علم کلام کے بانی ہیں،

لیکن تفحص واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دراصل علم کلام کے دو حصے ہیں علم کلام عقلی، علم کلام نقلی عقلی علم کلام کو فلسفہ سے پہلے پیدا ہوا۔ لیکن عقلی علم کلام کی بنیاد فلسفہ کے بعد پڑی، عقلی علم کلام سے مراد وہ علم ہے جس میں عقلی دلائل سے فلسفہ کے مقابل میں اسلامی عقائد ثابت کئے جائیں۔ اس علم کا موجد علان معتزلی ہے۔ اور اس کی تدوین ہارون کے وقت سے شروع ہوئی۔

نقلی علم کلام کو محمد ثین کا علم کلام کہنا چاہیے، امام ابو حنیفہ کی طرف جو فقہ اکبر منسوب ہے وہ ادرا امام بخاری کی کتاب خلق افعال العباد والرد علی الجہمیۃ یا جامع صحیح کی کتاب التوحید۔ امام احمد بن حنبل کی خلق افضل ابن خزیمہ کی کتاب التوحید۔ امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات، حافظ ابن تیمیہ کی کتاب الایمان اسی سلسلہ کی کتابیں ہیں۔ اس قسم کے علم کلام کی بنیاد، خود صحابہ کے اخیر عہد میں پڑ چکی تھی، کیونکہ اختلاف عقائد غزو صحابہ کے عہد میں شروع ہو چکا تھا، صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے، یحییٰ بن عمر کہتے ہیں کہ قدس سب سے پہلے بصرہ میں معبد نے انکار کیا۔ میں ریحی بن عمر اور حمید بن عبد الرحمن

ج یا عمرہ کے ارادے سے، البصرہ سے چلے، تو ہم لوگوں نے آپس میں کہا، کہ اگر کسی صحابی سے ملے تو ضرور معید وغیرہ جو کچھ کہتے ہیں، اس کے بارہ میں ان سے پوچھتے، اتفاق سے حضرت ابن عمرؓ مل گئے جو مسجد جارہے تھے۔ ہم دونوں، حضرت ابن عمرؓ کے دائیں اور بائیں ہو گئے، میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن، ہمارے ہاں البصرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں، اور علم کی تحقیق کرتے ہیں، اور ان کے حالات بیان کئے، وہ کہتے ہیں، تقدیر کوئی چیز نہیں، بلکہ ہر چیز بغیر کبھی تقدیر سابق کے ہوتی ہے۔“

اس حدیث سے صرف یہی نہیں ثابت ہوتا کہ اس قسم کے مباحث صحابہ کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے، بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے، کہ اختلاف عقائد کی پہلی صد البصرہ ہی سے اٹھی، گو بعض حدیثوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی بعض صحابہ کو مسئلہ قدر میں شبہ پڑا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی فرمادی، بخاری مسلم دونوں میں یہ حدیث موجود ہے حضرت علیؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر شخص کا دوزخی اور جنتی ہونا قسمت میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے، لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ تو پھر ہم اپنی قسمت پر بھروسہ کر کے عمل کیوں نہ چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا عمل کئے جاؤ۔ کیونکہ ہر شخص فطرۃً اسی چیز کو آسانی سے کرتا ہے، جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ نیکیوں پر نیکی کا راستہ سہل کر دیا جاتا ہے۔ اور برائیوں کے لیے برائی کا راستہ۔“

چند اور آثار ہیں، جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کے عہد میں کچھ

ایسے لوگ پیدا ہو گئے تھے جن کے عقائد نئے رنگ اختیار کر چکے تھے۔ مسئلہ امامت اور خلافت کے اختلاف سے شیعہ اور خوارج اور ان کی بہت سی شاخیں نکل پڑیں۔ تابعین کے زمانہ میں یہ چند جنگاریاں اور زیادہ مشتعل ہو گئیں، بصرہ میں معبد جہنی ایک شخص پیدا ہوا جو تقدیر کا بالکل منکر تھا۔ عیلام و مشقی اور یونس اسواری بھی اسی خیال کے لوگ تھے۔

قرائن بتاتے ہیں کہ تابعین کے زمانہ تک اختلاف عقائد کا اتنا سرمایہ موجود ہو چکا تھا کہ عام مساجد میں اس کی تعلیم دی جاتی تھی، کیونکہ حضرت حسن بصری محدثین کے علیہ کلام کا درس دیتے تھے، واصل بن عطاء، حسن بصری ہی کا شاگرد تھا، جو تفسیق اہل کبار کے مسئلہ میں حسن بصری سے الگ ہو گیا، یہ معتزلہ کی تاریخ کا پہلا دن تھا، خوارج گنہگار مسلمانوں کو کافر اور جہنمی کہتے تھے، اہل سنت و الجماعت کہتے تھے، کہ اہل کبار مسلمان ہیں، مگر فاسق ہیں، واصل نے کہا کہ اہل کبار نہ مسلمان ہیں، نہ کافر ہیں، خوارج کے مقابلہ میں اگر وہ مرجیہ پیدا ہو گیا جس کا خیال تھا کہ اگر مسلمان کے دل میں ایمان ہو تو بدتر سے بدتر گناہ بھی اس کے دامن ایمان میں کوئی داغ پیدا نہیں کر سکتا، ایمانی کا ایمان جبریل و میکائیل، میرا ایمان جبریل کے ایمان کے برابر ہے۔ ایک گروہ قدر یہ پیدا ہوا جس نے کہا، انسان بالکل غود مختار ہے۔ ان کے مقابلہ میں دوسرا گروہ جبریت تھا کہ انسان مجبور محض ہے، بنی امیہ کے اخیر زمانہ میں خراسان سے جہم بن صفوان نکلا، جو معتزلہ کی طرح خدا کی صفات ازلی کا منکر تھا، جبر و قدر کے مسئلہ میں جبریت کا ہم زمان تھا، ان لغویات کے ساتھ

خدا کی ان صفات کا بھی منکر تھا جو ناقص طریقہ سے انسان میں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً حیات، علم، سمیع، بصر، وہ اس کا بھی قائل تھا کہ خدا کے علم میں تبدل و تغیر بھی ہو سکتا ہے، دوزخ اور جنت جزا اور سزا کے بعد فنا ہو جائے گی،

تھبیر اور معتزلہ اس بات کے قائل تھے کہ کلام خدا حادث اور مخلوق ہے بعض اصحاب ظواہر کو اس پر اصرار تھا کہ نہ صرف کلام خدا قدیم... اور غیر مخلوق ہے بلکہ الفاظ قرآنہ تک قدیم ہیں، جمیہ اور معتزلہ نے خدا کے تصور کو اتنا بلند اور منزہ عن الصفات کیا کہ جس کا سمجھنا مشکل تھا، ان کے مقابلہ میں مقاتل بن سلیمان مفسر المتونی مشائخ نے خدا کا درجہ انسان سے کچھ ہی زیادہ بلند رکھا۔

ماموں کے زمانہ میں خلق قرآن کے مسئلہ پر وہ قیامت برپا ہوئی کہ سینکڑوں علمائے اہل سنت و الجماعت کو سخت سزائیں دی گئیں، ماموں کے بعد معتصم خلیفہ ہوا۔ ماموں کی تیغ ستم کو نیام میں کرنا تو ایک طرف، معتصم نے تعصب کے فرشتوں کو حکم دیا کہ علمائے اہل سنت پر عذاب و دنا کر دیا جائے، حضرت امام احمد بن حنبل کو اس سے جو تکلیف پہنچی قابل بیان نہیں، اسی زمانہ میں ایک شخص تھا جس کا خیال تھا کہ خدا کو کسی شے کا اس کے وجود سے پہلے علم نہیں ہوتا۔

عزض کہ ملک کے سرگوشہ سے عقائد کی ایک نئی صدا آتی تھی۔ ایوان اسلام میں ایک قسم کی جنبش ہونے لگی تھی، کہ خدا نے ایک حجرہ نشین کو اس کی طرف توجہ دلائی،

عہ اسی کو حضرات شیعہ بدانتہی کہتے ہیں۔ دیکھو شیعوں کی مشہور کتاب اصول کافی اور پوری تفصیل مناظرہ حصہ اول مصنفہ مولوی عبد الشکور صاحب ۱۱۷۷ھ یہی وہ مسئلہ ہے جس کی بدولت امام بخاری پر اہتمام لگا کر حاکم بخاری نے امام بخاری کو شہر چھوڑنے کا حکم دیا تھا ۱۱۷۷ھ

علامہ ذہبی نے لکھا ہے علمائے تابعین محدثین نے اس پر آشوب زمانہ میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ صحیح اصول پر علم حدیث کی تدوین کی اور تصنیف و تالیف کی گو اس زمانہ تک مسلمانوں میں منطق، اور فلسفہ کا رواج نہ تھا، اور ہوتا بھی محدثین ان کو کب ہاتھ لگاتے، لیکن پھر بھی اقلیتی اصول کے موافق و باطل پرست فرقوں سے مناظرہ کرتے تھے، ان کے غلط و عموں کی تردید کرتے تھے، انہیں کی کوشش کی یہ برکت دیکھی جاتی ہے کہ آج ان میں سے اکثر فرقوں کا صفحہ عالم سے نام تک مٹ گیا، یہ فتح حکومت کے زور سے نصیب نہیں ہوئی، بلکہ صرف صداقت اور محض علوم سے، لیکن ایک نکتہ سچ اگر اس کی تلاش کرے کہ اسلام کے چند سادہ اور بے شکلف اصول میں اتنے اختلافات کیونکر پیدا ہو گئے تو اس کو صاف نظر آئے گا کہ اسلام نے جن عقائد کو مجمل چھوڑا تھا، قرآن مجید جن عقائد سے خاموش تھا، ان کی تصریح اور تفصیل نے یہ فتنہ برپا کیا، مختلف الخیال فرقوں کی تعداد جو سینکڑوں کی حد تک پہنچ گئی۔ اور جن کا اثر ذہنی عالم ہی تک محدود نہ رہا، بلکہ خارجی عالم میں اس اختلاف خیال نے کچھ کم برہمنی نہیں پیدا کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر شخص اسلام کے سادہ اور مجمل عقائد کی تفصیل کرتا تھا ذات و صفات باری کے مشکل مرحلوں میں ہر فرقے ایک نمٹانہ سے قدم رکھتے تھے، اور بد قسمتی سے اسی زمانہ میں یونانی علوم کے پارینہ و فزکی عربی میں تجدید کی جا رہی تھی، جس نے طبیعتوں میں وقت آفرینی کی آہنگ پیدا کر دی تھی جس کا حکم تھا کہ نفیاً یا اثباتاً ہر مسئلہ کا جواب دینا ضرور ہے۔

محدثین کی رائے تھی کہ قرآن مجید نے جن چیزوں کو مجمل چھوڑا ہے، ہمارا اعتقاد بھی ان کے متعلق مجمل ہونا چاہیے، اسلام نے بتایا ہے کہ مسلمانوں کو اس طرح

خدا کی رویت ہوگی جس طرح وہ چاند کو دیکھتے ہیں، مگر کن آنکھوں سے ہوگی، اس کی تصریح نہیں کی، اسلام نے یہ تعلیم نہیں کی، کہ قرآن مجید مخلوق ہے، یا غیر مخلوق، ان کے سوالوں میں سیسوں عقائد میں جن کے متعلق اسلام نفیاً یا اثباتاً ایک حرف نہیں کہتا،

اس دعوے پر امام مالک کا یہ قول نہایت استحکام کے ساتھ روشنی ڈال رہا ہے مصعب بن عبد اللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مالک بن انس فرمایا کرتے تھے کہ میں عقائد میں گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا ہوں، اور ہمیشہ اہل مدینہ اس کو نا پسند کرتے تھے، اور قدر وغیرہ کے مسئلہ میں بحث کرنے سے ہمیشہ روکتے تھے، میں انہیں مسائل میں بحث و گفتگو کرنا پسند کرتا ہوں جن کا تعلق کچھ اعمال سے ہو۔ لیکن ذات و صفات خدا کے مسئلہ میں خاموشی بہتر سمجھتا ہوں۔ ہمارے شہر مدینہ کے فقہا ہمیشہ ان مباحث سے منع کرتے تھے جن کا تعلق براہ راست اخلاق و عمل سے نہ ہو۔

امام مالک ایک دوسرے موقع پر ان مباحث کے غیر ضروری ہونے پر ایک روشن دلیل سے استدلال کرتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے ذات و صفات باری کے متعلق سوال کیا، امام صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بدگمانی کرنا بالکل محال ہے کہ وہ اپنی امت کو استنجا و طہارت تک کے مسائل کو تو بتائیں اور ذات و صفات کے مباحث کی تعلیم نہ دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا امت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ۔ میں مامور ہوں کہ وہیں تک قتال کروں جب تک لوگ کلمہ توحید نہ کہیں۔ امام مالک سے ایک دوسرے موقع پر کسی نے استوی علی العرش کا معنی پوچھا

آپ نے جواب میں فرمایا: الاستواء معلومہ والکيف مجهول والمسوال عنہ بدعتہ والایمان بدعہ واجب استواء کی حقیقت ہر شخص جانتا ہے ردہ قرآن کا امیوں کو مخاطب فرما کر الرحمن علی العرش استوی فرماتا، بے معنی ہو گا! البتہ کیفیت استواء مجهول ہے اور کیفیت میں بحث کرنا اور اس کا سوال کرنا بدعت اور خلاف طریقہ سلف ہے اور استواء کے مسئلہ پر ایمان لانا واجب ہے۔

امام بخاری جب غیثا پور تشریف لے گئے اور ان سے خلق قرآن کا مسئلہ پوچھا گیا اور جواب دینے پر بالکل مجبور کئے گئے۔ تو امام صاحب نے فرمایا: القرآن کلام اللہ غیر مخلوق، وافعال العباد مخلوقۃ والاحتجاجۃ یعنی قرآن خدا کا کلام غیر مخلوق ہے لیکن خلق کے افعال یعنی ان کے منہ سے جو الفاظ قرآنی نکلتے ہیں وہ مخلوق ہیں اور ایسے مسائل کا سوال کرنا بدعت ہے، غرض کہ ائمہ سلف مسائل کلامیہ میں غور و تحقیق کو نہایت مذموم جانتے تھے اور اس کی پوچھ پاچھ کو بدعت کے لفظ سے تعبیر فرماتے، امام احمد بن حنبل اس باب میں سخت متشدد تھے۔

ان ائمہ کی رائے کی تقویت اور تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے، ترمذی، اور ابن ماجہ نے یہ حدیث روایت کی ہے ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور ہم لوگ مسئلہ قدر میں گفتگو کر رہے تھے غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کے منہ پر کسی نے انار کے دانے توڑ دیئے ہیں اور فرمایا کہ کیا تمہیں اس کی تعلیم

عہ مقدمۃ الفتح ۱۲ عہ اس کی تفصیل آتی ہے ۱۲

دی گئی ہے۔ کیا میں اسی لیے بھیجا گیا ہوں، تم سے پہلے کی قومیں اسی مسئلہ کے
مباحثات سے تباہ ہو گئیں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس میں جھگڑا نہ کرو،
ادھر کے بیانات سے چند باتیں معلوم ہوئیں لا اذلیٰ یہ کہ علم کلام نقلی
کتنے ہیں آیات قرآنیہ، اور احادیث صحاح سے جو صحیح اصول پر جمع کی گئی ہیں،
عقائد باطلہ کا رد کرنا، دوم، یہ کہ اس علم کلام کی بنیاد زمانہ صحابہ میں پرچی مٹی
(سوم) یہ کہ محدثین اسی علم کلام نقلی کو جانتے تھے اور اسی سے وہ تمام فرق باطلہ
کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوتے چہارم، علم کلام عقلی سے ان کو تنفر ہوا اور اس سے
وہ نہایت کراہت کرتے اور جہاں تک ان کا بس چلتا تھا وہ کہتے:

امام بخاری کا زمانہ نہایت پر آشوب زمانہ ہے۔ صحیح حدیثوں کی تدوین
تو شروع ہو چکی ہے اور بہت کچھ تدوین ہو بھی چکی ہے۔ لیکن اس کا شیرازہ بکرا
ہوا ہے۔ کوئی کتاب صحیح حدیثوں کی مکمل تیار نہیں ہے۔ عقائد باطلہ کی جنگاریوں
نے مشغول ہو کر عالم میں ایک آفت مچا رکھی ہے، ہر جگہ بحث و مباحثہ کے بازار
گرم ہیں۔ منکرین تقدیر، منکرین صفات الہی، منکرین عذاب قبر، منکرین روایت
باری، منکرین ملائکہ و جن، مجسمہ، مرجیہ، جبریہ، معتزلہ، جمہیہ، غارحیہ، رافضیہ،
امامیہ۔ ان میں بھی زیدیہ، اسماعیلیہ وغیرہ بیسیوں فرقے پیدا ہو چکے ہیں،
عزمن ملک کے ہر گوشہ میں ایک نئی صدا بلند ہے۔ اور ہر فرقہ اپنی جگہ اپنی
پوری کوشش اور کامل قوت کے ساتھ اپنے خیالات پھیلانے میں سرگرم ہے۔
ادھر کوفہ سے اہل الرائے کے قیاسی مسائل نہایت زور شور سے اٹھ کر تمام عراق
پر چھا گئے ہیں۔ امام ابو یوسف کے قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے جو قاضی

مقرر کئے جاتے ہیں۔ وہ اسی خیال کے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ عرصہ تک قائم رہ کر نہایت مستحکم طریقے پر اس کی بنیاد اور جڑ تمام عراق میں مضبوط ہو گئی ہے ایسے نازک وقت میں جبکہ اپنی خیر منانی مشکل ہے۔ امام بخاری کے قلم و لسان دور رس نے وہ کام کیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ جس سادگی اور بے باکی سے صحیح بخاری میں ان فرق باطلہ کا رد کیا ہے وہ امام صاحب ہی کا حصہ تھا اس پر لطف یہ ہے کہ جن کی غلطیاں اور ادھام بیان کئے ہیں کہیں ان کے نام نہیں لیے اور یہ وہ عالی ہمتی ہے جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کے کتاب الایمان اور کتاب الاعتقاد بالسنۃ کتاب التوحید کو کسی کامل الفنی شیخ سے پڑھو، اور ساتھ اس کے کتاب والفحل کو سامنے رکھ لو تو اس کی خوبی کا اندازہ ہو سکتا ہے :

علامہ صحیح بخاری کے فرق باطلہ کی تردید کے لیے مستقل تصنیفیں لکھیں کتاب خلق افعال العباد و کتاب الرد علی المعطلہ امام صاحب کی مشہور تالیف ہے اور اب طبع ہو کر شائع ہے، جمیعہ معطلہ وغیرہ کا رد اس میں نہایت پُر زور طریقہ سے کیا ہے۔ علامہ بڑی مشہور محدث شمسہ میں اس کتاب کا درس جامع اموی میں نہایت دھوم دھام سے دیا، جس کا ذکر حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں کیا ہے : ان تمام مباحث کے لیے نہ یہ کتاب گنجائش رکھتی ہے نہ وہ موضوع کتاب ہیں ان کا ذکر نہایت اثباتاً اس کتاب میں لانا تطویل لا طائل ہے، جامع صحیح اور دیگر تصانیف امام صاحب کی موجود ہیں۔ تاہم دو مسئلوں کا ذکر نامناسب نہ ہو گا، اس لیے کہ امام صاحب پر ان دو مسئلوں میں نکتہ چینی کی گئی ہے اور بعض ناگزیر

میں ایمان کے گھٹنے بڑھنے اور اعمال کے جزو ایمان ہونے کی صراحت، بلا تاویل و بحث عامہ مسلمانوں کا عقیدہ تھا، اتباع تابعین میں اگر فلسفیانہ تدقیق و تحقیق شروع ہوئی جس سے اس مسئلہ پر بھی شکوک وارد کئے گئے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تابعین پر اعتراض جمائے گئے اور نصوص کی تاویلیں کی گئیں، امام صاحب نے اپنے عہد کی حالت اس مسئلہ کے متعلق یہ پیش کی کہ میں نے ایک ہزار سے زائد شیوخ اور محدثین سے ثروت صحبت و تلمذ حاصل کیا جو سب سب الایمان قول و عمل دیزید و منقص کے قائل تھے۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ اطلاقاات و قسم کے ہیں ایک، اطلاقاات شرعیہ جن کو منقولات شرعیہ یا حقائق شرعیہ کہتے ہیں دوسرے اطلاقاات غیر شرعیہ و خواہ لغویہ ہوں یا اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ شریعت میں حقائق شرعیہ دوسرے اطلاقاات پر مقدم ہیں۔ دیکھو صلوٰۃ، زکوٰۃ، اذان، صوم، حج، نکاح وغیرہ میں وہی معنی معتبر ہیں جن کو شریعت نے بتایا گو کہیں لغوی معنی پر بھی اطلاق ہو۔ جب یہ دونوں قاعدے مسلم ہیں، تو یہ مسئلہ صاف ہے۔

امام صاحب نے الایمان قول و عمل دیزید و منقص پر جہاں تقریباً ساٹھ ستر دلائل پیش کئے ہیں، وہیں کتاب الایمان میں ذیل کے تین ابواب بھی لکھے ہیں،

(۱) باب المعاصی من امواجہلیۃ کا (۲) باب اس کا کہ گناہیں ماہلیت کی چیز ہیں لیکن ان کا مرتکب کافر نہیں کہا جاسکتا جب تک شرک نہ کرے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی کو فرمانا کہ تم ایسے

یکفر صاحبہا بلکہ کاہا الا بالشرک تقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انک امودفیک جاہلیۃ وقول اللہ تعالیٰ اِنَّ اللہ

لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ
 آدمی ہو کہ تم میں اب تک جاہلیت کی بات
 باقی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ اللہ سب

گناہیں معاف کرے گا لیکن شرک نہیں معاف کرے گا زان و دونوں سے معلوم ہوا کہ
 گناہوں کے ارتکاب سے آدمی کا ذر نہیں ہو سکتا۔

(۲) وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا مَا هُمْ
 (۳) باب قول اللہ تعالیٰ کا اگر دو جماعت
 ایمان والوں کی لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو
 تو اللہ تعالیٰ نے باوجود لڑنے کے مومن

کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے آدمی کا ذر نہیں ہوتا۔

(۴) باب كفران العشير وكفر
 (۵) باب شوهر کا كفر کرنا اور اس امر کا باب
 دون کفر۔ کہ ایک کفر دوسرے کفر سے نیچے ہے۔

امام صاحب کی غرض ان تینوں بابوں کے لکھنے سے یہ ہے کہ اعمال
 جزو ایمان ہیں، لیکن باوجود اس کے معصیت سے کوئی مومن کا ذر نہیں ہو سکتا،
 اگر کفر کا اطلاق اس پر کیا بھی جائے جیسا کہ بعض حدیثوں میں تارک الصلوة
 عمداً کو کا ذر کہا گیا ہے، تو اس سے کفر حقیقی مراد نہیں ہو گا۔ نہ اس امر پر مرتد کے
 احکام جاری کئے جائیں گے یہی وہ فصل ہے جو محدثین کو معتزلہ سے الگ کرتی ہے
 ایمان کی زیادتی اور کمی و اعتبار سے ہو سکتی ہے ایک کیفیت کے اعتبار
 سے، دوسرے کمیت کے اعتبار سے، کیفیت کے اعتبار سے زیادتی اور کمی کا
 کسی کو انکار نہیں، علامہ عینی حنفی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ بعض محققین نے

سے قال بعض المتأخرين الحق ان الايمان يقبل ما سواركان عبارة عن التصديق

صراحت سے لکھا ہے کہ حق یہی ہے کہ یقین اور عمل دونوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہو یا صرف یقین کا نام، ہر طرح ایمان زیادتی کی قبول کرتا ہے۔
صاحب سیرۃ النعمان لکھتے ہیں، ایمان کی کمی و زیادتی دو لحاظ سے ہو سکتی ہے، ایک اعتبار سے کہ وہ مقولہ کیف سے ہے جس میں شدت و ضعف ممکن ہے، یا دوسرے نقطوں میں یوں کہا جائے کہ ایمان یقین کا نام ہے، اور یقین کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خدا سے کہا، تو مردوں کو کیوں کر جلاتا ہے، تو ارشاد ہوا کہ اولہ قوم من یعنی کیا تجھ کو اب تک

بالقلب مع الاعمال وهو ظاهر ومعنى التصديق وحده لان التصديق بالقلب هو الاعتقاد الجازم وهو قابل للقوة والضعف فان التصديق بحمیتہ الشیم الذی یزیدینا قوی من التصدیق بحمیتہ اذا کان بعیداً عن الاعمال ولا یتبدل فی التمرن من اجلی البدیہیات کقولنا النقیضان لا یجتمعان ولا یرتفعان ثم ینزل الی ملاوئہ کقولنا الاشیاء المتسادیة لشیء واحد متسادیة ثم الی اجلی النظر یا کوجود الصانع ثم الی مادونہ لکونہ موصیاً ثم الی اخفاها کا اعتقاد ان العرضی باقی زمانین وقال بعض المحققین ان التصدیق یقبل الزیادة والنقصان بوجہین الاول القوة والضعف لانه من کیفیات النفسانیة وهی تقبل الزیادة والنقصان کالفرح والحزن والغضب ولولہ لم یکن كذلك یقتضی ان یكون ایمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافراده کلامہ سواد وانہ باطل اجماعاً لقول ابراہیم علیہ السلام ولكن یطمئن قلبی الشانی التصدیق التفسیلی فی افراد ما علو بحیثہ بہ جز من الايمان یشاب علیہ ثوابہ علی تصدیقہ بالآخر (شرح عینی صفحہ ۱۲۷ ج ۱)

یقین نہیں آیا، عرض کی کہ یقین ضرور ہے لیکن (بِطَرِيقٍ قَلْبِي) یعنی اور زیادہ
 اطمینان خاطر چاہتا ہوں۔ خدا نے متعدد آیتوں میں صاف تصریح کر دی ہے
 کہ ایمان میں ترقی ہوتی ہے وَ لَا تَهْمُؤْاْ اِيْمَانًا، اس مسئلہ میں نص صریح ہے، لیکن
 امام ابو حنیفہ کو لحاظ اس معنی کے نہ انکار ہے نہ یہ امر اس وقت زیر بحث تھا، امام
 ابو حنیفہ کے دعوے کا اور منشا ہے اور وہ بالکل صحیح ہے، جن لوگوں نے عمل کو
 جزو ایمان قرار دیا ان کا مذہب ہے کہ ایمان لحاظ مقدار کے زیادہ و کم ہوتا ہے،
 جو شخص اعمال کا زیادہ پابند ہے وہ زیادہ مومن ہے جو گنہگار ہے وہ کم مومن
 ہے۔ محدثین صراحتہ اس کے مدعی ہیں اور اس پر دلیلیں لاتے ہیں۔ علامہ قسطلانی
 صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں فاعلم ان الامان يزيد باطاعتا وينقص بالمعصية
 یعنی ایمان ثواب کے کام کرنے سے زیادہ ہوتا ہے اور گناہ کرنے سے گھٹ جاتا ہے
 اور محدثین نے بھی جایجا اس کی تصریح کی ہے۔ امام ابو حنیفہ اس اعتبار سے ایمان کی
 کمی بیشی سے ایمان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی، غرض امام ابو حنیفہ کا یہ دعوے نہیں ہے
 کہ ایمان لحاظ کیفیت یعنی شدت و ضعف کے زیادہ و کم نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کا
 دعوے یہ ہے کہ ایمان مقدار کے اعتبار سے زیادہ و کم نہیں ہو سکتا، یہ دعوے
 اس بات کی فرع ہے کہ اعمال جزو ایمان نہیں ہیں ۱۳

اس سے واضح ہے کہ محدثین اور دیگر لوگوں میں مطلقاً ایمان کی زیادت و
 نقصان میں اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ اعمال کے جزو ایمان و داخل ایمان شرعی
 ہونے سے جس سے زیادتی کمی مقدار ہوتی ہے۔ یہی ماہہ الاختلاف ہے۔ اور
 خلاصہ مذہب محدثین باتباع نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و باتباع صحابہ و تابعین

یہ ہوا کہ محدثین اعمال کو جزو ایمان شرعی کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ایمان کی زیادتی
و کمی مقدار کے اعتبار سے ہے، اور ساتھ اس کے مومن اہل قبلہ معصیت
کی وجہ سے کافر نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک کلمہ توحید و شہادت سے انکار
نہ کرے، زبان درازی سے خدا محفوظ رکھے

اب اس پر ضعیف اور وہی اعتراض کیا جاتا ہے۔ اور صحابہ و تابعین کو
ظاہر میں اور اہم بنانے کی سعی کی جاتی ہے۔ اس اعتراض کو ہم صاحب
سیرۃ النعمان کی پوری عبارت میں نقل کرتے ہیں۔

رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں، امام ابو حنیفہ فرائض اور اعمال کو جزو ایمان نہیں
سمجھتے آج تو اس کی نسبت بحث کرنی گویا تحصیل حاصل ہے۔ ایک معمولی سمجھ کا
آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے متعلق ہے۔ فرائض
اور اعمال جوارج کے کام ہیں اس لیے نہ ان دونوں سے کوئی حقیقت مرکب
ہو سکتی ہے۔ نہ ان میں سے ایک دوسرے کا جزو ہو سکتا ہے، لیکن اس زمانہ میں
در زمانہ صحابہ و تابعین یہ ایک بڑا بحث طلب مسئلہ تھا اور اکثر ارباب ظاہر بلکہ
بعض مجتہدین بھی اس کے خلاف تھے۔

صاحب سیرۃ النعمان نے بات تو خوب بنائی۔ لیکن زخرف القول عزو
ا سے بیش وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آپ نے ہاں فلسفیت اور نکتہ شناسی یہ
خیال نہ فرمایا کہ جب صاحب شریعت نے تصدیق قلبی اور افعال جوارح سے
حقیقت مرکب کر کے ہمیں اس کی تعلیم دی، تو ہم کو کون حق ہے ہم کہیں۔ ان
دونوں سے کوئی حقیقت مرکب نہیں ہو سکتی۔ کیا نماز قصد قلب لائیت ہا اور

افعال جوارح سے حقیقت مرکب نہیں، کیا صرف افعال جوارح سے بلائیت اور قصد قلب کے نماز ہو سکتی ہے؛ اسی طرح آپ تمام احکام شرعیہ کو دیکھیں گے۔ شارح نے ایمان کی حقیقت شرعیہ بہ بتائی کہ یہ تصدیق قلبی اور اعمال جوارح سے مرکب ہے جس کا جزو اعظم تصدیق قلبی ہے جب تک تصدیق قلبی ہے آدمی کافر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جزو اعظم اس کا موجود ہے۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور تصدیق نہیں ہے۔ تو احکام ایمان اس پر جاری ہوں گے و حسابہ علی اللہ بعینہ ہی مثال نماز کی ہے۔ بلائیت نماز پڑھے گا تو نمازی کا حکم دے دیا جائے گا و حسابہ علی اللہ۔ اسی کو بخاری نے اس طرح پھر مایا۔

باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ ویکون علی الاستسلام
یعنی باب اس بات کا کہ حقیقت میں کوئی مسلمان نہ ہو بلکہ صرف روکھاوے سے ماننا ہو پھر آگے چل کر لکھتے ہیں (ص ۱۲۳) اعمال کو جزو ایمان قرار دینا اس بات کو مستلزم ہے کہ جو شخص اعمال کا پابند نہ ہو وہ مومن بھی نہ ہو جیسا کہ خارجیوں کا مذہب ہے۔ جو مرتکب کبائر کو کافر سمجھتے ہیں۔ اگرچہ محدثین ایسے شخص کو کافر نہیں سمجھتے تھے لیکن یہ نہ سمجھنا اس وجہ سے تھا کہ وہ لزوم سے ناواقف تھے حالانکہ لزوم قطعی اور یقینی ہے۔ جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ امام رازی نے جو امام شافعی کے بہت بڑے حامی ہیں۔ کتاب مناقب الشافعی میں لکھا ہے کہ لوگوں نے امام شافعی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ مناقص باقوں کے قائل ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق و عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔ ساقی ہی اس بات کے بھی

۱۰ اس ترجمہ الباب کی تشریح علامہ سندھی نے خوب کی ہے فیرجح الیہ ۱۲ عبید اللہ

قائل ہیں کہ ترک عمل سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ حالانکہ مرکب چیز کا جب ایک
جزوہ نہ رہا تو من حیث المركب نہ رہا۔ اسی لیے معتزلہ جو اس بات کے قائل ہیں
کہ عمل جزو ایمان ہے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ عمل نہ ہو تو ایمان بھی نہیں لیکن
امام شافعی کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل ایمان اقرار اور اعتقاد کا نام
ہے۔ باقی اعمال وہ تو ایمان کے ثمرات اور توابع ہیں۔ لیکن چونکہ توابع پر بھی
کبھی کبھی مجازاً اصل شے کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے مجازاً اعمال پر بھی ایمان کا
اطلاق ہوا۔ اور یہ مسلم ہے کہ توابع کے فوت ہونے سے اصل شے فوت نہیں
ہوتی۔ لیکن یہ جواب توجیہ القول بما لا یرى صنی بہ قائلہ ہے اور خود امام رازی
اس کا اعتراض کرنا پڑا۔ چنانچہ جواب کے بعد فرماتے ہیں کہ فیہ توك لهذا
المذہب یعنی اس جواب سے یہ مذہب باطل ہوا جاتا ہے۔ امام رازی کو
شافعی المذہب اور اپنے امام کے نہایت طرفدار ہیں۔ لیکن چونکہ صاحب
نظر اور نکتہ شناس ہیں ان کو تسلیم کرنا پڑا کہ یا عمل کو ایمان کے توابع سے
شمار کرنا چاہیے۔ یا مان لینا چاہیے کہ جو شخص پابند عمل مومن بھی نہیں
نظاہر تو یہ منطقی تدقیق نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب شریعت
اور عرف خاص و عام اس کو باطل کر رہا ہے تو اس کی کون سی وقعت ہوگی۔
دیکھو درخت کا ایک پتہ توڑ لینے سے ایک جزو اس کا فوت ہو گیا۔ لیکن
خاص و عام میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ درخت باقی نہیں۔ شریعت نے
ایمان کی مثال کبھی تو درخت سے دی ہے اور فرمایا ایمان یمنع وسبعون
شعبۃ اور کبھی مکان سے، فرمایا نبی الاسلام علی خمس۔ ان دونوں مثالوں میں

عرفت عام و خاص دونوں اعتبار سے یہ منطقی قاعدہ اور معقولی تدبیر ہے
وقت ہے۔

علاوہ بریں امام رازی صاحب اور صاحب سیرۃ النعمان سے جو محدثین
کو لکھ رہے ہیں کہ وہ لزوم سے ناواقف تھے (پوچھنا چاہیے کہ اس لزوم سے اس کی
غرض اگر یہ ہے کہ جزئیت اعمال سے لازم نہیں آتا کہ کسی جزو خاص کے
نہ پائے جانے پر ترتیب ثواب نہ ہو اور خداوند عالم اس کے مومن ہونے کا حکم
نہ دے۔ کیونکہ یہ تقدیر ات ربانی سے ہے اللہ پاک پر یہ لازم نہیں کہ صرف کسی
ایک جزو کے پائے جانے پر بغیر پائے جانے جمیع اجزاء ایمان کے ... ثواب کو
بقدر اس جزو کے مرتب نہ فرمائے یَفْعَلْ مَا يَشَاءُ وَيُحْكَمْ مَا يَوْئِدُ اِیسی ذرا سی
بات اس قدر مشکل معلوم ہوئی کہ ظاہر نصوص سے اعراض کیا گیا اور تاویلوں کی
کوئی حد نہ رکھی گئی اور محدثین و صحابہ و تابعین کو نا سمجھ اور لزوم سے ناواقف بتایا گیا۔
اصل حقیقت یہ ہے کہ محدثین اللہ و رسول کی پیروی میں مزید استہمام
رکھتے ہیں۔ جن امور کی نسبت اللہ و رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اور جس امر پر
نشارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ حکم لگایا ہے اس کے قبول و بیان میں

عہ و قال بعض الحنفیۃ والحنفی الجواب ان المجموع المركب من الاجزاء لا یلزم من زوال بعض اجزائه
انعدام هذا المركب ایضا نعم نزول تلك البیئة السابقة لمن لا یقتنی القیاس بینہما و بین اللاحقة و ذلك
كالانسان مثلاً فاذا اصابته بعض اعضاءه عاہة لم یخرج عن كونه انساناً نعم یقال من حیث الصورة
انه انسان ناقص فاذا زاد نقص ربما خرج عن تسمیة انساناً ظاہراً لئلا یجد احد من الاشیاء یزول
اسمہ بزوال جزء منه والی آخر قال، فیص اباری ۱۲۵۵ عید اللہ الرحمن

سرمو فرق نہیں کرتے۔ اور اپنی عقل و رائے و قیاس سے اطلاعات شرعیہ میں
 خرابی نہیں نکالتے۔ اور اس خرابی کی بنا پر ظاہر قرآن و حدیث کا انکار نہیں کرتے
 بلکہ بالراس والعین اس کو قبول کرتے اور اس کے خلاف کرنے والے کو نہایت برا
 سمجھتے اور یہی شان محقق اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ چنانچہ اس کو خود
 صاحب سیرۃ النعمان نے لکھا ہے کہ صحابہ کے زمانہ تک اسلامی عقائد کی سطح
 نہایت ہموار اور غیر متحرک رہی۔ اہل عرب کو ان موشگافیوں اور باریک بینیوں
 سے سروکار نہ تھا، محمد بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 روش اختیار کرنے والے تھے اور اس سے عدول کرنے والے کو نہایت
 برا سمجھنے والے، نے اس مسئلہ میں بھی وہی صحابیوں کی روش اختیار کی۔
 شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

<p>اعلانات النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل الايمان على ضربين احدهما الايمان الذي يدار عليه احكام الدنيا من عصمة الماء والاموال وخطبة بامور ظاهرة في الانقياد وهو قوله صلی اللہ علیہ وسلم امرت انقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ويقبضوا</p>	<p>رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی دو قسمیں قرار دی ہیں ایک وہ جس پر احکام دنیا کی بنا ہے یعنی جان و مال کا بچاؤ جو انقیاد ظاہری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ مجھ کو حکم ہے جہاد کا تا آنکہ لوگ توحید و رسالت کی شہادت دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اگر لوگوں نے ایسا کیا تو مجھ سے اپنی جان و</p>
--	---

عہ جس کا باب امام بخاری نے یوں منعقد کیا باب اذالہ یکن الاسلام علی الحقیقۃ

الصلاة ويؤتي الزكاة فاذا فعلوا
ذلك عصموا من دماءهم و
اموالهم ولا يحق الاسلام وحسابهم
على الله وثانيهما الايمان الذي
عليه يدور احكام الآخرة من الجنة
والفوز بالدرجات وهو متناول
لكل اعتقاد حق وعمل مرضي بملكه
فاضلة وهو يزيد وينقص وسنة
الشام ان يسمي كل شيء منها
الايمان ليكون تنبيهه بالبلغا على
جزئية له شعب كثيرة ومثله
كمثل الشجرة يقال للدوحة و
والاغصان والاوراق والثمار
والا زهار جميعا انها شجرة فاذا
قطع اغصانها وخطاوراقها وخرف
ثمارها قيل شجرة ناقصة فاذا قلعت
الدوحة بطل الاصل انتهى

نہ رہے گی،

حجۃ اللہ البالغہ میں اس مقام میں بڑی تفصیلی بحث ہے آیات واحادیث

مال کو سوائے حقوق اسلامی (رقصا من غیرہ)
کے بچا لیا اور حساب ان کا اللہ کے ذمہ
ہے، دوسری قسم ایمان کی وہ ہے،
جس پر احکام آخرت یعنی نجات درجات
پانے کی بنا ہے۔ اور وہ شامل ہے ہر
اعتقاد حق اور عمل پسندیدہ کو اور ملکہ
فاضلہ کو جو کم و بیش ہوتا ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب امور کا نام
ایمان رکھا تا کہ تنبیہ ہو اس پر کہ یہ سب
باتیں جزء و ایمان ہیں اور ایمان کی بہت
شاخیں ہیں، اور ایمان کی مثال درخت
کی ہے کہ تنہ شاخ، پتے، پھول پھل
کے مجموعہ کو درخت کہا جاتا ہے،
اگر شاخیں کاٹ لی جائیں اور پتیاں
چھاڑ دی جائیں اور پھل توڑ دیے
جائیں۔ تو ناقص درخت کہلائے گا
اور اگر تنہ اکھاڑ دیا جائے تو اصل ہی

سے نہایت لطیف بحث کی ہے۔

جو لوگ اعمال کو جزو ایمان شرعی و جس پر احکام آخرت یعنی نجات و درجات پانے کی بنا ہے، نہیں بتاتے ان کا بہت بڑا استدلال یہ ہے کہ اعمال کو ایمان پر عطف کیا گیا ہے۔ جیسے اَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور معطوف و معطوف علیہ میں مغائرت ہونی چاہیے۔

حالانکہ خاص کا عطف عام پر قاعدہ اکثری ہے لَا تَعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ تَوَاصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصُوا بِالصَّبْرِ (۲) مَن كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ (۳) حدیث ابی داؤد و از داہم و ذریۃ و اہل بیت، خصوص میں اس طرح کا عطف بہت ہے علاوہ بریں اس کا منکر کون ہے کہ ایمان کبھی لغوی معنی رتصدیق قلبی میں بھی بولا گیا ہے جس طرح صلوات کہ شریعت نے ہدایت کذا یہ خاص معنی لیے ہیں۔ لیکن کبھی لغوی معنی ردعاً میں بھی استعمال کیا گیا ہے قَالَ اللَّهُ تَالِي دَخِلْ عَلَيْكَ ثَمَنَاتٌ حَلَوْتُكَ مَسْكَنٌ لَّهُمْ، اِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ جِس طرح ان دونوں مقاموں میں علی قرینہ ہے کہ یہاں صلوات کے لغوی معنی مراد ہیں اسی طرح ایمان کا عطف اعمال پر قرینہ ہے کہ ایمان کے یہاں لغوی معنی مراد ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

عمہ اذ يقال ان الاعمال عطف على الايمان استقصاء واستيفاء للبيان ولزيادة الاهتمام ببلاد في شلا يزيل عنه ذاهل قير که ديجرم من منازل الجنة العالية والتفصيل في كتاب الايمان شيخ الاسلام

ابن عبيد الله فارح اليه ۱۲ عبيد الله الرحمانی

وللایمان معنیان: اخلان احدھا
تصدیق الجنان بالابد من تصدیقہ
وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جواب
جبریل ان تؤمن باللہ و ملائکۃ
الحدیث الثانی السکینۃ والہیئۃ
الوجدانیۃ الیٰتی تحصل للمقربین
ہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم المعلوم
مشرط الا یمان وقولہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا ذنی العبد خرج الا یمان
اور نہ تا کہ نے سے ایمان نکل جاتا ہے ۱۲

(ایمان) دو معنوں میں اور آتا ہے (ایمان)
دل سے یقین کرنا اسی معنی میں ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا حضرت
جبریل کے جواب میں ان تؤمن باللہ و
ملائکۃ الیٰ یعنی یقین کرو اللہ پر اور اس کے
فرشتوں پر (۱۲) قلبی اطمینان اور تسکین
اور دلی حالت جو مقربین بارگاہ کو حاصل
ہوتی ہے اسی معنی میں ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا فرمانا کہ وهو نصف ایمان ہے

دوسرا مسئلہ غلط قرآن کا ہے یہ وہ مسئلہ ہے جس نے سینکڑوں
اہل علم کی جانیں ضائع کیں۔ جس وقت اعتراض ال کا نہ رہا اور اس پر فلسفہ یونان نے
اپنا رنگ جمایا اور خلفائے بنی عباس ران میں غاص کر مامون جو معتزلی ہونے کے

عہ اس سلسلے میں صاحب سیرۃ النعمان نے امام ابو حنیفہ کا ایک خط نقل کیا ہے اور بعد نقل مضمون خط کے
لکھا ہے کہ امام صاحب نے جس خوبی سے اس دعویٰ کو کہ اعمال جزا ایمان شرعی نہیں ہے ثابت کیا ہے
انصاف یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا چونکہ اس خط کے استدلال پر بہت عیروہ ہے اس لیے
مناسب ہے کہ اہل علم اس خط کی واقعی حالت معلوم کرنے کے لیے حسن البیان کا ضرور مطالعہ کریں۔ بخیر طوالت
ہم اس کے خط کے مضمون اور حسن البیان میں جو اس کی حقیقت واقعہ دکھائی گئی ہے دونوں کو نظر انداز
کرتے ہیں۔ اور مزید تاکید سے کہتے ہیں کہ سیرۃ النعمان کے دیکھنے والے ایک نظر حسن البیان کو ضرور

علاوہ فلسفہ یونان پر فدا تھا، کے دربار میں اعتراض ال اور فلسفہ یونان کی بڑی ذہنیت
 ہونے لگی قریب قریب پورے دربار پر اعتراض و فلسفہ چھا گیا، اس وقت قرآن
 کے مخلوق ہونے کا تمام لوگوں سے اقرار لیا جانے لگا جو نہیں اقرار کرتا اس
 کے لیے سولی یا قتل کے سوا تیسری صورت نہ تھی تمام ممالک اسلامیہ میں
 سلطنت کی طرف سے حکم نافذ کیا گیا کہ جہاں جہاں اہل علم ہوں ان سے قرآن
 کے مخلوق ہونے کا صریح اقرار لیا جائے جو اقرار نہ کرے اور مخالفت میں
 دلائل پیش کرے اور مباحثہ کے لیے آمادہ ہو تو دربار خلافت میں بھیج دیا جائے
 زیادہ مخالفت کرے تو وہیں قتل کر دیا جائے۔ محدثین سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اور سیرۃ صحابہؓ کے ولدا وہ تھے اور تمام دنیا میں اسی کو پھیلا نا چاہتے
 تھے، ان کی جانیں سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئیں۔ یہ فتنہ ۲۱۸ھ سے شروع ہو کر
 ۲۲۸ھ تک نہایت زور پر رہا۔ اور خلیفہ مامون سے اس کی ابتدا ہوئی۔ قرآن کے
 حادث ہونے کا مسئلہ مامون کے دل میں اس رشوخ کے ساتھ بیٹھا گیا کہ اس کے
 نزدیک اس مسئلہ سے انکار کرنا گویا اصل توحید سے انکار کرنا تھا ۲۱۸ھ میں
 جب وہ شام کے اصلاخ میں مقیم تھا تو اسحاق خزاعی گورنر بغداد کو ایک
 فرمان بھیجا جس کا مختصر مضمون یہ تھا۔ امیر المؤمنین کو معلوم ہوا ہے کہ عموماً
 تمام مسلمان جو شریعت کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتے قرآن کے قدیم ہونے
 کے قائل ہیں۔ حالانکہ خود قرآن کی متعدد آیتوں سے اس کا بطلان ثابت ہے
 یہ لوگ بدترین ائمہ اور ابلیس کی نہاں ہیں۔ بغداد کے تمام قاضیوں کو جمع کر کے
 یہ فرمان سنا دیا جائے اور جس کو انکار ہو وہ ساقط العداۃ مشہور کر دیا جائے۔

مامون کو اس پر بھی تسلی نہیں ہوئی۔ اور سات بڑے بڑے عالموں کو جو مذہباً بڑا اقتدار رکھتے تھے۔ اپنے پاس طلب کیا۔ اور روزِ روز گفتگو کی۔ یہ سب لوگ اس مسئلہ میں مامون کے خلاف تھے۔ مگر تلوار کے ڈر سے وہ کہہ آئے جو ان کا دل نہیں کہتا تھا۔ جب یہ لوگ بھی مامون کے ہم زبان بن گئے تو اس نے اسحق کے نام ایک دوسرے فرمان بھیجا کہ ممالکِ اسلامیہ کے تمام علماء اور مذہبی پیشواؤں کا اظہارِ لیا جائے اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہوئی۔ اور سب کے اظہارِ اُن کے خاص الفاظ میں قلمبند ہو کر مامون کے پاس بھیج دیے گئے اس کے جواب میں مامون نے جو کچھ لکھا وہ اس کے جنونِ مذہبی کا ہڈیان تھا۔ تمام محدثین اور فقہاء میں سے ایک بھی نہیں بچا۔ جس پر شکوت۔ چوری۔ دروغ گوئی۔ بے علمی۔ حماقت شعاری کا الزام نہیں لگایا تھا۔ فرمان میں یہ سنگیزی حکم بھی تھا کہ جو لوگ اس عقیدہ سے باز نہ آئیں پاہِ زنجیر روانہ کئے جائیں۔ تاکہ میں خود اپنے سامنے اتمامِ حجت کر کے ان کی موت و حیات کا فیصلہ کر دوں۔ اسحاق نے یہ فرمان مجمعِ عام میں پڑھ کر سنایا، جس کی ہیبت نے بڑے بڑے ثابت قدموں کے عزم کو متزلزل کر دیا۔ علامہ قوادیری و سجادہ البتہ کسی قدر مستقل رہے۔ مگر جب پاؤں میں بٹریاں ڈال دی گئیں اور ایک رات اسی سختی میں گذری تو ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کو اپنے عزم و استقلال کی نسبت جو حسن ظن تھا۔ وہ صحیح نہ تھا۔ صرف امام احمد بن حنبل و محمد بن نوح اس معرکہ میں ثابت قدم رہے جس کے حصلہ میں پاہِ زنجیر ہو کر طر سوس روانہ کئے گئے۔ مامون کو پھر معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا ان لوگوں نے آیہ کریمہ **إِلَّا مَنْ أَكْبَرَ** لاؤ قلبہ مطمئن بالایمان پر عمل کر کے جان بچائی تھی۔

اس پر وہ نہایت برازد و ختم ہوا۔ اور ان لوگوں کی نسبت حکم دیا کہ آستانہ دولت پر
حاضر کئے جائیں۔ ایک جہم غفیر جس میں ابو حسان زیادہ۔ نصر بن شمیل۔ قواریری
ابو نصر تمار۔ علی بن مقاتل۔ بشر بن الولید وغیرہ شامل تھے۔ پولیس کی حراست
میں شام کو روانہ کیا گیا۔ یہ لوگ رقتہ تک پہنچ چکے تھے کہ مامون کے مرنے کی
خبر آئی۔ جس کا اثر عام مسلمانوں پر جو کچھ ہوا ہو۔ لیکن ان بے کسوں کے لیے تو یہ
ایک نہایت جانفزا مژدہ تھا۔ اس طرح کچھ دنوں کے لیے یہ فتنہ فرو ہوا لیکن جب
معظم تحت خلافت پر بیٹھا تو اس نے اور بھی سختی سے کام لیا اور محدثین کو سخت
امتحان میں مبتلا کیا ان کے مد مقابل ایک دوسرا فرقہ تھا وہ قائل تھا کہ قرآن غیر
مخلوق ہے، یہاں تک کہ ہماری زبان سے جو قراءت کے الفاظ قرآنی نکلتے ہیں
وہ بھی قدیم ہیں۔ یہ فرقہ فریق اول کا پورا مد مقابل تھا اور اذراط و تفریط میں دونوں
ایک دوسرے کے ہم پلہ تھے۔ امام بخاری نے اذراط و تفریط سے الگ ہو کر نہایت
صحیح اور بدیل طریق اختیار کیا اور مخالفت کی بالکل پروانہ کی، اتفاقات سے
امام صاحب بھی اس فتنہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور اس امتحان میں مبتلا ہو گئے
راگرچہ سلطنت کی طرف سے نہ سہی

امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اور جس جوش سے ان کا
خیر مقدم کیا گیا۔ اس کا بیان اول حصہ میں گذر چکا ہے۔ نیشاپور میں امام صاحب سے
درس دینے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے منظور فرمایا، مجلس درس قائم ہوئی تو
تمام شہر جھاک پڑا۔ قدیم درس گاہیں بے رونق ہو چلیں۔

امام محمد بن یحییٰ الذہلی "نیشاپور میں اس پایہ کے شخص تھے کہ امام

مسلم کے استاد اور نیشاپور کے مسلم محدث مانے جاتے تھے۔ یہ امام صاحب کے
مصحف اور ہم سبق ہیں، حافظ ابن حجر ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ الطبقة السابعة۔
رفقارہ فی الطلب ومن سمع قبلہ قليلا کلمہ بن یحییٰ الذہلی۔ ایک روز امام ذہلی نے
اپنی درس گاہ میں پکار دیا کہ ہم کل امام بخاری کی ملاقات کو جائیں گے جس کا جی چاہے۔
ہمارے ساتھ چلے، ساتھ ہی امام ذہلی کو یہ خیال ہوا کہ امام بخاری کی بدولت میری
درس گاہ میں جو بے رونقی چھا گئی ہے اس کا اثر میرے طلبہ پر بھی پڑا ہے، اس لیے میرے
ساتھیوں میں سے کوئی طالب علم کہیں ایسی بات نہ پوچھے جیسے جس کی بدولت
مجھ میں اور محمد بن اسماعیل میں رنجش ہو جائے اور غیر اقوام کو اہل سنت کے اختلاف
پر ہنسی اڑانے کا موقعہ ہاتھ آجائے، اس لئے اپنے ہمراہیوں کو تاکید کر دی کہ
امام بخاری سے اختلافی مسائل کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے۔

دوسرے دن امام ذہلی اپنی جماعت کے ساتھ امام صاحب کے یہاں
پہنچے۔ اتفاق سے وہی صورت پیش آگئی جس کا انہیں خوف تھا، ایک شخص نے
اٹھ کر امام صاحب سے سوال کیا کہ یا ابا عبد اللہ قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے
نکلتے ہیں، کیا وہ مخلوق ہیں سوال کے اصلی الفاظ یہ تھے لفظی بالقرآن مخلوق،
امام صاحب ساکت رہے پھر اُس شخص نے دوبارہ سوال کیا، امام صاحب نے
پھر سکوت کیا، تیسری بار مجبور ہو کر جواب دیا کہ،

عہ چوتھا طبقہ امام بخاری کے ان اساتذہ کا ہے جو خود امام بخاری کے ہم سبق ہیں اور امام بخاری
نے ان سے کچھ سنا بھی ہے نعمانی صاحب نے لکھا ہے کہ محمد بن یحییٰ ذہلی نے امام بخاری کو اپنی درس گاہ سے
اس مسئلہ کی بدولت نکلوا دیا تھا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے ۱۲ منہ

القرآن کلام اللہ غیر مخلوق و لفظی قرآن کلام الہی غیر مخلوق ہے لیکن جو الفاظ
 بالقرآن الفاظنا و الفاظنا من افعالنا ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ ہمارے
 و افعالنا مخلوقہ الفاظ ہیں، اور ہمارے الفاظ ہمارے
 زبان کی ایک حرکت ہے، اس لیے ہمارا ایک فعل ہے۔ اور ہمارے افعال مخلوق ہیں
 امام بخاری نے ان مختصر لفظوں میں درحقیقت اس بحث کا فیصلہ کر دیا تھا
 ظاہر ہے کہ اگر قرآن کا مفہوم نفس کلام ہے، تو کلام خدا کی ایک صفت، اور خدا کی
 صفت کیوں کہ مخلوق ہو سکتی ہے؟ اور اگر وہ الفاظ مراد ہیں جو ہماری حادثہ زبانوں
 سے نکلتے ہیں تو وہ چونکہ مخلوق کا ایک فعل ہے، لہذا ان کے مخلوق ہونے میں کلام نہیں۔
 لیکن اس دقیق جواب کو عوام نہ سمجھ سکے۔ اس لیے اس واقعہ کو اس قدر بڑھایا
 اور شہرت دی کہ امام صاحب کی ہر و عزیزی میں فرق آگیا اور امام ذہلی کا کد اور بھی آگ
 میں روغن کا کام دے گیا، امام ذہلی کو اس مسئلہ میں انتہا درجہ کا اضطراب تھا، وہ قائل تھے
 کہ جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق کا قائل نہیں۔ وہ اور اس کے ملنے والے قابل ملامت
 نہیں، جو لوگ دقیقہ سمجھتے تھے، وہ اس جواب کی تہ کو پہنچ گئے اور بیشتر سے زیادہ امام
 المحدثین کی وقعت کرنے لگے، چنانچہ امام مسلم کو جب معلوم ہوا کہ امام ذہلی بھی اس
 جواب کی بدولت امام صاحب کے مخالف ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنی مجلس
 میں منادی کرادی ہے، کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس
 میں شریک نہ ہو، تو امام مسلم سخت برا شفقہ ہوئے، اور وہ تمام نوشتہ اونیوں پر
 لکھوا کر واپس کر دیے جن میں امام ذہلی کی تقریریں قلم بند کی تھیں۔ امام مسلم کے سوا
 تمام شہر امام صاحب سے الگ ہو گیا۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں لوگوں نے اگر عرض کی کہ آپ اس قول سے رجوع کیجیے رہنما شہر آپ کا مخالف ہے، امام صاحب نے فرمایا: بھلا مجھ سے ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے مگر کوئی چیز مجھے اپنے قول سے پھیر سکتی ہے تو وہ دلیل ہی ہے امام صاحب کے اس استقلال اور ثبات قدمی پر لوگ مایوس واپس ہونے لگے۔

حدیث اور اصول حدیث

امام المحدثین کا فن حدیث میں جو پایہ اہل اسلام نے عموماً تسلیم کیا ہے، اور امام صاحب نے اس مبارک فن کی جیسی کچھ خدمت کی ہے، ان کا مفصل بیان تو ایک مشکل امر ہے۔ اور تطویل لا طائل۔ وہ آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہیں تاہم موضوع کتاب ہونے کی حیثیت سے بعض ان خصوصیات کا ذکر کرنا ضرور ہے جو امام المحدثین کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں اور جن سے بڑے بڑے ائمہ کے دامن خالی ہیں۔

لیکن قبل اس کے کہ ہم ان پر کچھ لکھیں ایک نظر فن حدیث پر ڈالنی ضرور ہے جس کی خدمت کو امام صاحب نے فرض اولیٰ خیال کیا اور جس پر اپنی دولت زندگی، آرام و آسائش سب کو قربان کر دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج یہ فن کئی سو فیول کا آماجگاہ بنا ہوا ہے اور اس پر کئی طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ گونا گونا گونے میں بھی اس پر بہت کچھ حملے ہوئے تاہم آج جس طرح آزادی اور بے باکی کے ساتھ اس پر حملے ہو رہے ہیں اس کی نظیر زمانہ سلف میں کم ملتی ہے اور لطف یہ کہ

حملہ آور قوم اپنے کو مسلمان ہی کہتی ہے میرے خیال میں اس فن کی حقیقت
واقعہ اور سچے حالات واضح ہونے پر ان کے توہمات اور شکوک خود بخود
رفع ہو جائیں گے۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ فن روایت وہ فن ہے جس کے مطالعہ پر اقوام دنیا
کی ترقی و تہذیب کا مدار ہے۔ یہ فن ایسا قدیم ہے کہ اگر قدامت کے اعتبار سے اس کو
فطرت انسانی کا لازم قرار دیا جائے تو بعید نہیں ابتداء نے عالم سے ہر قوم نے
اس سے کم و بیش حصہ لیا۔ اور آج جس وقت کی نگاہ سے یہ فن دیکھا جاتا ہے
محتاج بیان نہیں۔

علامہ ابن خلدون کا یہ مقولہ اس فن کی نسبت ایک نہایت سچا مقولہ ہے
فن التاريخ من الفنون التي يتداولها الاصحار والاجيال وتشد اليها الركايب
الرجال وتسمو الي معرفته السوق والاغفال وتتنافس فيها الملوك والاقبال
عرب میں اس فن کا چسکہ ابتدا ہی سے تھا اور ان کی اعجاز و مہارت حافظہ
اس کو محافظہ و تہذیب تاریخی واقعات اور انسانی انساب کو چھوڑ دہ ایک معمولی
شخص اپنے ادب و فن کے کتنی نسل تک سلسلہ نسب گنا جاتا۔

قرآن کے حکم و ذکر ہمہ یاتیا مر اللہ اور قل سیروا فی الارض فانظروا کیف
کانت عاقبة الکذبین نے مسلمانوں کو اس فن کی طرف متوجہ کیا اور لفظ کاذب کا ترجمہ

عہ فن تاریخ ان فنون سے ہے جس کو قدیم زمانہ سے تمام قومیں یا عقول ہائے عتیقہ آئی ہیں اور جس کے بے
دود و راز سے بڑی بڑی مسافرتیں ملے کی جاتی ہیں جس کے حاصل کرنے کے لیے ہزاروں اور کم عقل تک
کی گردنیں اٹھتی ہیں جس کی طرف امرا و سلاطین حد سے زیادہ رغبہ ہیں۔ مگر ہر طبقہ کے لوگ اس کے خرید و فروش

فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَسَنًا نَّهَى رُوْعْنِ فِي آتَشِ كَا كَامِ دِيَا۔ ابنِ حدیث اسی فنِ روایت اور تاریخ کا ایک فرد ہے، وہ کیلے؟ بنی عربی کے سچے حالات و مذاہم ابی دافی صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام نے اس فنِ روایت کے ساتھ جو احسانات کئے ہیں وہ تمام دنیا کو یاد ہیں۔ اور وہ اسلام کی خصوصیات میں شمار ہوتے ہیں وہ کیلے؟ قانونِ تنقید کی ایجاد اور سلسلہٴ اسناد کا استحفاظہ پیغمبر اسلام نے ایک جامع قانون کی ہدایت فرمائی کہ فیہ یکن بیانِ حجت بکل ما سمع بھی فرمایا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ بھی فرمایا مَذْکُوبٌ عَلَى مَنْ عَدَّ بِمَقْعَدِ مَزَانِنَا یعنی جس نے قصداً عجب پر جھوٹ باندھا اس نے اپنی جگہ جہنم میں بنائی۔

اس قانون کی پابندی نے تنقید اور اسناد و دلوں کو مسلمانوں کا فرضِ اہل بنا دیا اور جس طرح مسلمانوں کی آسمانی کتاب (قرآن) تحریف و دیگر خرابیوں سے محفوظ رہی۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال و افعال و ذرہ ذرہ محفوظ رہے، اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا۔ محدثین استحفاظہ کے قوانین میں سختی بڑھاتے گئے اور تشدد و زیادہ کیا گیا۔ آخر قوانین استحفاظہ من کی صورت میں مدون ہو کر اصول حدیث کے نام سے نامزد ہو گئے یہ دو خصوصیتیں اسلام میں (۱) قرآن کا محفوظ ہونا (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا محفوظ ہونا ایسی ہیں کہ اسلام اس پر جس قدر فرض کرے بجا ہے۔ حیرت تو اس پر ہے کہ نبی صلی اللہ

عہ آدمی کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جو سننے یا تحقیق اس کو بیان کرے ۱۲

عہ اور وہ قوانین استحفاظہ چونسٹھ فنون میں مکمل ہوئے جو کتب اصول حدیث میں مدون کئے گئے۔

علیہ وسلم کے علاوہ اصحاب اور ان کے بعد تابعیوں کے اقوال و احوال بھی محفوظ رہے جس کی نظیر کسی قوم و ملت میں نہیں۔

یہاں ایک نظر اٹھا کر یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف دیکھو ان کی آسمانی کتاب تک محفوظ نہ رہی چہ جائے کہ کسی بات کا سلسلہ سند اپنے نبی یا کسی حواری تک پہنچا دیں۔

بعض باتوں کا سلسلہ اسناد یہود حضرت موسیٰ تک لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن ناکامیابی ایسی کہ یا تو شمعوں تک اس کا سلسلہ پہنچتا ہے یا اور بھی اس سے عیسویوں درجے نیچے رہ جاتا ہے۔ ابھی تنقید الگ ہے اسی طرح عیسائی ایک مسئلہ یا ایک قول کی بھی سند حضرت عیسیٰ تک نہیں پہنچا سکتے۔ ایک مسئلہ تحریم طلاق کا سلسلہ اسناد حضرت عیسیٰ کی طرف لے جاتے ہیں، لیکن سلسلہ سند ایسا مجہول اور عیاں ہے کہ سینکڑوں کذاب اور مجہول البین واسطے میں آتے ہیں۔ تنقید کی گنجائش کہاں۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصدقوا حدیثی من ان کو سچا کہو نہ جھوٹا۔

مسلمانوں نے سلسلہ اسناد کی نہایت قدر کی۔ صرف اسناد عالی اور واسطہ کم کرنے کے لیے دور و دراز مسافت کا سفر اختیار کرتے ان کے یہاں بلا سند ایک بات بھی معتبر نہیں رہی۔ حصہ دہلی میں اس کا بیان کسی قدر مفصل گذر چکا۔ امام زہری بڑے ذی رتبہ تابعی ہیں۔ ایک روز سفیان بن عیینہ سے ایک حدیث بیان کرنی چاہی۔ سفیان نے اس وجہ سے کہ ان کو امام زہری پر کامل وثوق تھا، کہا کہ مجھ سے آپ بلا سند بیان کیجیے۔ امام زہری نے کہا کیا تو

بلا زینہ چھت پر چڑھ سکتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے الاستاد من الذین لولا الاستاد لقال من شار
ما شار (مسلم) سفیان ثوری فرماتے الاستاد سلام المؤمن ولنعلمها قال حلی

گروہ ایک جو یا تمنا علم نبی کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مغتری کا
کیا قافیہ تنگ ہر تدعی کا

کئے جرح و تعدیل کے وضع قانون

نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوس

اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو
اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو

سنا خانہ بن علم دیں جس بحر کو
لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو

پھر آپ اس کو پرکھا کوئی پہ رکھ کر

دیا اور کو خود مرزا اس کا چمک کر!

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مناقب کو چھانا مثالب کو تار یا

مشائخ میں جو قبح نکلا جتا یا
انہ میں جو داغ دیکھا بتایا

طلسم دروغ ہر مقدمہ سس کا توڑا

نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

سب مال اور اسانید کے جو ہیں دفتر
گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکر

نہ تھا ان کا احساں یہ اک اہل دیں
وہ تھے اس میں ہر قوم دلت کے رہبر

عہ تدرب الراوی ۱۲ عنہ اسناد ایک دینی بات ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا

کہہ دیتا ۱۳ عنہ اسناد مومن کا ہتھیار ہے ۱۴

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے !

بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

جو جو اہتمامات فن حدیث اور فن روایت کے لیے ابتدائے زمانہ رسالت سے کئے گئے، آج مافوق العادۃ، یا بمعنی دیگر اعجاز سے کم نہیں سمجھے جاتے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد تابعین، تبع تابعین میں جس قدر اس کا ذوق اور اس کا شغل تھا اس کے بیان کے لیے تو ہمارے الفاظ کسی طرح کافی نہیں ہو سکتے تیسری صدی تک جس میں حدیث اور آثار صحابہ مدون کر دیے گئے، یہ مذاق اس طرح عام تھا کہ مسلمانوں کا ہر فرد بشر اس میں ڈوبا ہوا تھا، ہر شخص اس کا فدا فی نظر آتا تھا۔ خدام حدیث و محدثین کی سلطنت عام طور پر تمام مسلمانوں کے قلوب پر اس طرح حاوی تھی، کہ یہ ظاہری سلطنت اس کے آگے چل کر میر نہ تھی۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید رقعہ گیا۔ اسی زمانہ میں عبداللہ بن مبارک رجوانہ بخاری کے شیخ الشیخ اور بڑے پایہ کے محدث امیر المومنین کے لقب سے ممتاز ہیں، بھی رقعہ پہنچے۔ ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور اس قدر کشمکش ہوئی کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں، ہزاروں آدمی ساتھ ہوئے، اور ہر طرف گر دھچکا گئی۔ ہارون الرشید کی ایک حرم نے جو برج کے غزفہ سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے، لوگوں نے کہا خراسان کا عالم آیا ہے جس کا نام عبداللہ بن مبارک ہے، بولی حقیقت میں

عہ اس طرح کہ اوقات جناب میں صاحب شمس العلماء سید ندیر حسین دہلوی کے سفر پنجاب اور بنگال وغیرہ میں پیش آئے۔

سلطنت اس کا نام ہے۔ ہارون رشید کی حکومت کوئی حکومت ہے کہ پولیس اور سپاہیوں کے بغیر ایک آدمی بھی حاضر نہیں ہو سکتا۔

ان صدیوں میں جو لوگ اس معزز لقب سے محروم رہے۔ ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے یہ حسرت باقی رہ گئی، خلیفہ مامون رشید سلطنت عباسیہ کا بہت بڑا فرمان روا ہے، مامون کا زمانہ سلطنت عباسیہ کے اورج کا زمانہ خیال کیا جاتا ہے تمام دنیا کے سلاطین سلطنت عباسیہ سے لڑتے تھے، جب مامون مصر پہنچا تو ایک شخص نے اس کو مبارک باد دی کہ آج عراق۔ حجاز۔ شام۔ مصر آپ کے زیر نگین ہے اور رسول اللہ کے ابن عم ہونے کا شرف ان پر مستزاد ہے۔ مامون نے کہا ہاں، مگر یہ آرزو منور باقی ہے کہ مجلس عام میں شائقین جمع ہوں، اور ستمی میرے سامنے بیٹھا ہوا اور کہے ہاں وہ کیا حدیث ہے؟ میں بیان کرنا شروع کر دوں۔ کہ حماد نے یہ روایت کی۔ ایک دن خلیفہ مامون نے اس حسرت کو پورا کرنا چاہا۔ یحییٰ بن اکثم سے جو قاضی الفقہاء تھے، یہ کہا کہ میری خواہش ہے کہ آج محدثانہ حدیث کی روایت کر دوں۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضور سے زیادہ کس کو یہ حق حاصل ہے، معمول کے موافق منبر رکھا گیا، اور خلیفہ مامون نے منبر پر بیٹھ کر بڑی قابلیت کے ساتھ درس دیا، قریباً تیس حدیثیں تحقیق و تنقید کے ساتھ روایت کیں، لیکن حاضرین کے رخ سے اس نے جان لیا کہ لوگ غفلت نہیں ہوئے، منبر سے اترتا تو قاضی یحییٰ سے کہا، کہ سچ یہ ہے کہ تم لوگوں کو کچھ مزانہ آیا۔ حقیقت میں اس منصب کے وہی لوگ مستحق ہیں

وہ بہت سے لوگوں نے چاہا کہ وہ محدث کے لقب سے مستاز ہوں یا اپنے نام کو کسی طرح محدث یا حافظ حدیث کے لقب سے پکارا جاتا ہوا دیکھیں لیکن علم و صدق حافظ جفاکشی عمل بالحدیث سیلان ذہن اس فن کے ساتھ شغف کی شروعات کر دیا

جو اس ذوق میں تن بدن کا خیال نہیں رکھتے اور منبر پر بیٹھتے ہیں تو ان کے کپڑے بوسیدہ ہوتے ہیں، یہاں یہ گوش گزار کرنا ضروری ہے کہ مامون وہ شخص ہے جو فن حدیث میں علامہ پیشتم۔ عباد بن عوام۔ یوسف بن عطیہ۔ ابو معاویہ الضرر۔ اسماعیل بن علیہ۔ حجاج الاعور جیسے بلند پایہ محدثین کا شاگرد ہے۔ ان کے علاوہ امام مالک کے تلمذ سے مامون کو ایک مخصوص صیت خاص حاصل ہے، خلیفہ ہارون نے مامون۔ امین کے لیے امام مالک کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ حریم خلافت میں قدم رنجہ فرما کر شاہزادوں کو علم حدیث پڑھائیں۔ لیکن امام مالک نے حریم شاہی میں جانے سے قطعی انکار کر دیا۔ آخر ہارون نے شاہزادوں کو امام مالک کے دائرہ دولت پر بھیج دیا اور عام درس گاہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

حدیثوں کے ستحفاظ کا اہتمام اور اس میں احتیاط

احادیث رسول اللہ کے ساتھ ایسی قدانیت اور اس طرح کی جان نثاری مسلمانوں کو کیوں تھی؟ اس کے اسباب پر غور کرنے سے چند وجوہات سمجھ میں آتے ہیں۔

پہلی وجہ قرآن کی چند آیتیں ہیں جو مسلمانوں کو اس پر مجبور کرتی ہیں۔

۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ

۲) مِّنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ

۳) وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ

تمہارے لیے اللہ کے رسول میں یہی پیروی ہے،

پیروی بغیر حج احادیث قریب قریب غیر ممکن ہے،

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

جو اللہ کا رسول تم کو دے اس کو داد جس سے

وَمَا تَنْكُرُ عَنْهُ فَأْتُوهُمْ

منع کرے باز رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ

کہو کہ اگر اللہ کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری

فَاتَّبِعُونِي (آل عمران)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو

دوسری وجہ چند احکام اور فضائل و ہدایات جن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً ارشاد فرمایا تھا جو درحقیقت انہیں مذکورہ بالا باتوں

کی تفسیریں ہیں۔

(۱) تَرَكْتُ فَيَكْرَهُونَ لَنْ تَهْتَبُوا

تم میں دو چیزیں ہیں نے چھوڑی ہیں جب تک

مَا تَمْسُكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللَّهِ وَ

تم ان کو تھامے رہو گے راہ حق سے بے راہ نہ ہو گے

سُنَّتَ رَسُولِ اللَّهِ (موطا)

ایک اللہ کی کتاب دوسرے اس کے رسول کی سنت

(۲) مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ

جس نے میرے طریقہ سے منہ پھیرا مجھ سے

مَنِي (متفق علیہ)

نہیں ہے۔

(۳) مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ

جس نے میرے طریقہ کو دوست رکھا مجھ کو

أَحَبَّنِي (ترمذی)

دوست رکھا۔

(۴) تَعْمُرُ اللَّهُ أَمْرًا نَسَمُ مَقَالِقَ

خدا تر و تازہ رکھے ایسے مرد کو جس نے میری بات

فَوَعَاها وَاَدَاها

سن کر یاد رکھا پھر اس نے دوسرے کو پہنچا دیا۔

(۵) خَيْرُ الْإِمْدَى هَدَى مُحَمَّدٍ صَلَّى

سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ وَرَسُولُهُ

طریقہ ہے۔

عہ یہ ظاہر ہے کہ طاعت و تابعداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر حج و علم احادیث و مثل اور سخت مشکل ہے یہ چند آیتیں بطور نمونہ کے ذکر کر دی گئی ہیں ورنہ اس مضمون اور مقصد کی بہت سی آیتیں موجود ہیں یہاں استقصاء مقصود نہیں ہے۔

(۶) مَنْ أَحْيَى سُنَّةَ مَنْ سُنَّتِي قَدْ أَمِيتَتْ بَعْدِي فَإِنَّ لَهُ مِنْ أَجْرِ مِثْلِ جُورِ
 مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِ هَذَا شَيْئًا (ترمذی۔ ابن ماجہ)
 (۷) عَلَیْكُمْ بِنَتِی دَسْتِ الْخُلَفَاءِ الْأَوَّلِینَ۔ میرا اور میرے جانشینوں کا طریقہ لازم پکڑو
 (۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پہنچا دینا اللہ تعالیٰ کے قریب
 پہنچا دینا منہ سے سامع (متفق علیہ) حاضرین میری باتیں غائبین کو ضرور پہنچائیں
 کیونکہ بسا اوقات غائبین سامعین سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے۔
 (۹) اور ان لوگوں کی جو بیعت کی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا ارجعوا الی اہلکم فاعلموہم
 صحیح بخاری، اور فرمایا صلوا کما رأیتونی اصلی (متفق علیہ) نماز پڑھو
 جیسا مجھ کو پڑھتے دیکھا۔

تیسری وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابیوں کی محبت
 ان کا اخلاص، ان کا جوش، ان کا شغف ان چیزوں نے ان صحابہ رسول اللہ کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا کا شید بنادیا تھا یہ پھیلی وجہ دونوں مذکورۃ الصدقہ وجہوں
 کے ساتھ مل کر دماغ میں آگ کا کام دے گئی، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ شغف یہ
 جوش اسی حد تک محدود تھا جس حد پر ان کو قرآن رکھنا چاہتا تھا، اصحاب رسول اللہ
 کی یہ خاص صفت ہے جس کو خواجہ عالی نے ان چند لفظوں میں ادا کیا ہے۔
 رہ حق میں تھی دُور اور بھاگ ان کی فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
 بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی شریعت کے قبضے میں تھی باگ ان کی
 جہاں کر دیا نرم زما گئے وہ

عہ جس شخص نے میری کسی مردہ سنت کو زندہ کیا تو اس شخص پر تمام مومنوں کا اجر بھی اس کو ملے گا۔

جنال کر دیا گرم کر ما گئے وہ

معاذ بن جبل کو جو شغف اور اخلاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا
محتاج بیان نہیں کسی طرح حضرت معاذ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت
گوارا نہ تھی، معاذ کو یمن بھیجنے کے وقت آپ نے فرمایا: معاذ اب لوٹ کر آؤ گے
تو مجھے نہ پاؤ گے، اُس وقت معاذ کے قلبی اضطراب کا اندازہ ہماری قیاس سے
باہر ہے، لیکن قرآن کے قطعی حکم طیعوا الرسول نے معاذ کے اُس دلی جذبہ اور قلبی
جوش کو رجوان کو مدینۃ الرسول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو
چھوڑ کر جانے کی کسی طرح اجازت نہیں دیتے تھے، جکڑ بند کر دیا اور چار ونا چار
معاذ کو یمن جانا ہی پڑا۔ معاذ اپنی سواری پر یمن چلے تو سواری کا رخ یمن کی جانب تھا۔
لیکن معاذ کا رخ مدینۃ الرسول کی جانب، سواری معاذ کو لے کر یمن چلی گئی لیکن
معاذ کی آنکھیں، اُن کا دل، اُن کا دماغ مدینۃ الرسول کی در و دیوار سے وابستہ ہو کر
رہ گیا۔ یہی شغف اور جوش اور اخلاص اصحاب رسول اللہ سے اُن کی صحبت میں
تابعیوں نے سیکھا، اور مدیثوں کا استحقاظ اس طرح ابتدائے اسلام سے جاری
ہو گیا، اور محافظین کی پہلی جماعت، صحابیوں کی جماعت تھی، اصحاب رسول اللہ
جن کو خدا نے اسی کام کے لیے پیدا کیا تھا، جن کے قوت حافظہ کی نظیر آج دنیا میں ملنی
اگر محال ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و تقریرات کے ولادہ ہوتے
رسول اللہ کو ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں چھوڑتے، حضر و سفر سوتے جاگتے، صحت و مرض
ہر حالت میں آپ کے حرکات و سکنات افعال و اقوال پر نگاہ رکھتے اور بنظر عمل دیکھتے،
حب خلوت کا وقت ہوتا، اس وقت کی نگہبان بی بیاتھیں ایک چھوڑ نو بیبیاں تھیں

اور آپ کا مکان حقیقت میں تعلیم نسوان کا ایک زمانہ مدرسہ تھا اور اہل ایمان مومنین
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج) اس کی طلبہ تھیں جن کے معلم خود جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ عورتیں اسلامی احکام کی شائق و سی ہی تھیں
 جیسے آپ کے اصحاب، ان میں سب سے بڑھا ہوا نمبر حضرت عائشہؓ کا تھا جن کا
 شمار فقہائے مجتہدین میں کیا گیا ہے، اور محدثین ان کے مذہب کو اور مجتہدین کے
 مذہب کے ساتھ بیان کرتے ہیں، غرض کوئی قول و فعل رسول اللہ کا یادہ کام
 جو آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ نے اس سے انکار نہ فرمایا، یادہ بات جو
 آپ کے سامنے کسی نے کہی اور آپ نے انکار نہ فرمایا، ایسا نہ تھا کہ
 آپ کے اصحاب یا کسی صحابیہ یا آپ کی بی بیوں کے صفات قلب پر پتھر کی
 لکیر کی طرح کندہ نہ ہو گیا ہو۔

جو صحابی فاضلے پر سکونت پذیر ہوتے انہوں نے اس کام کے لیے انتظام
 کر رکھا تھا کہ دو آدمیوں میں باہم معاہدہ ہو جاتا کہ ایک رات تمام دن تم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہو۔ اور جو سیکھو دیکھو سنو مجھے آکر سکھاؤ تب
 سناؤ دوسرے دن بھی فرض میں انجام دوں گا، جس کو ایک بات بھی دربار
 رسالت کی مل گئی یا ایک لمحہ کے لیے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لے جیسے حضرت عمرؓ والی مدینہ سکونت پذیر تھے آپ نے ایک انصاری صحابی کے ساتھ یہ بندش کی تھی اور جو
 بہت دور کے رہنے والے ہوتے جمعہ کے جمعہ آتے ۲

عہ علاوہ دوسری مصلحتوں کے ایک ضروری مصلحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد و ازدواج
 کی تعلیم مت بھی تھی جو بغیر اس کے ممکن نہ تھی بالخصوص وہ احکام شرعیہ جو عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں ۱۲ منہ

کو دیکھ لیا تو وہ اس بات یا اس حالت کو جس میں آپ کو دیکھا تھا ایسا یاد رکھتا کہ کبھی اس کے صفحہ دل سے مٹ نہیں سکتی تھی اس کا بار بار اعادہ کرتا۔ اور ایسی حفاظت کرتا کہ شاید سلطان وقت اپنے خزانے کی یا ایک مفلس اپنے ایک درہم کی ایسی حفاظت نہ کر سکے گا۔ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ آپ کے کرتے کا ٹکڑا کھلا ہوا تھا اس صحابی نے عمر بھر تک کھلا رکھا (ابوداؤد) یہ امر مسلم ہے کہ اسباب استغفار میں دو سبب نہایت قوی ہیں اول عام

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا جاگتے سوتے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے مجلس تنہائی حدیث میں داخل ہے جس کو زیادہ شرف صحبت حاصل تھا وہ زیادہ حدیث دانی تھا گو اس نے روایت نہ کی یا کم روایت کی جیسے حضرت ابوبکرؓ پس اہل کوفہ کو حضرت ابوبکرؓ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جس قدر معیت و صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نصیب ہوئی اس قدر کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہوئی لہذا جس قدر رفیق نبوی سے وہ مستفیض ہوئے دوسرے لوگ مستفیض نہ ہوئے حضرت عمرؓ حضرت علیؓ عبد اللہ بن عمرؓ ابوسہریرہؓ وغیرہ جو لوگ کثیر الروایت تسلیم کئے گئے ہیں ان کے علم کو بھی حضرت صدیقؓ کے علم سے کوئی مناسبت نہیں علامہ ابن تیمیہ نے اس کو منہاج السنۃ میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے پس قلت روایت میں امام ابو حنیفہؒ یا دیگر ائمہ کوفہ کو حضرت ابوبکرؓ پر قیاس کرنا صریح ظلم ہے حضرت ابوبکرؓ کا علم الاحادیث میں سب پر فائق ہونا یقینی اور مسلم یہاں ائمہ کوفہ کا علم احادیث متنازع فیہ مشکوک موقوف ثبوت طلب محتاج اثبات پس ائمہ کوفہ قلت روایت میں حضرت ابوبکرؓ کیوں کر قیاس کئے جاسکتے ہیں اور کیوں کر کہا جاسکتا ہے فریبہ فی قلت الروایۃ مرتبہ الصدیق اگر ایسے ہی قیاس کرنا ہے تو ہر دلیل الروایۃ کو قلت روایت میں حضرت ابوبکرؓ پر قیاس کر سکتے ہیں۔ حیرت ہے کہ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی صاحب نے بھی حجابہً للامام اس قیاس کے لکھنے میں تامل نہ فرمایا حالانکہ یہ صریح تسل ہے ۱۷ منہ

خلق اللہ کی گردیدگی۔ دوسرے سلطنت کی ضرورت اور اس کی مجبوری یہ دونوں سبب
علم حدیث کے لئے موجود تھے، ہم دونوں میں کچھ تفصیل سے کام لینا بھی مناسب نہیں
سمجھتے سلطنت کی توجہ اور اس کی ضرورت اور مجبوری کی وجہ تو نہایت ظاہر ہے،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ کا زمانہ شروع ہوتا ہے،
خلافت راشدہ ہے اہل اہل حدیثوں کے استحفاظ پر اس طرح مجبور کیا کہ خلیفہ کے
مذاہب میں احکام شرعیہ نافذ کرنے کے حدود شرعیہ جاری کرنے خصوصیات کے فیصلے
کرنے مسائل بنانے، داخل تھے نئی نئی صورتیں پیش آتیں ہیں خلیفہ وقت کی معلومات
کو کامیابی نہ ہوتی نہ وہ مسئلہ آیات قرآنی سے شفاف طریقہ پر مستنبط ہوتا اور قیاس سے
رجو آئندہ چل کر اہل کو فدا کا مایہ ناز بن گیا نہایت نفرت ہوتی، ایسی حالت میں علیؑ عموم
صحابہ میں اعلان کر دیا جاتا اور محضر صحابہ میں یہ مسئلہ یا فیصلہ طلب امر پیش کیا جاتا
اور ایک ایک صحابی سے پوچھا جاتا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی قول و فعل یا تقریر
در بار رسالت کی معلوم ہو تو بیان کرے، اگر کسی نے بیان کیا تو نہایت تشدد
سے کام لیا جاتا، اور بڑی سختی سے جرح کے سوالات کئے جاتے تاکہ
وہم و شک اور تساہل کی گنجائش نہ رہے پہلا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی تدفین کا تھا۔ صحابہ میں باختلاف ہوا کہ آپ کس مقام پر دفن کئے
جائیں، ابوبکر صدیق نے حدیث روایت کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ نبی جہاں انتقال کریں وہیں دفن کئے جائیں آخر
اسی پر فیصلہ ہو گیا، اسی طرح حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا اور مقام سرع میں
پہنچے تو اجنادین عسک کے امراء و کمانڈران سے ملاقات ہوئی ان لوگوں نے

عہد اجنادین ہند کی جمع ہے خاص چند شہر ہیں جن کے مجموعہ کو اجنادین کہتے ہیں ۱۱ منہ

شام میں شدت طاعون کی خبر دی، حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور لین کو جمع کیا اور طاعون کی شدت کی خبر دے کر پوچھا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہاں سے پلٹ جانا چاہیے کیونکہ آپ کے ساتھ اصحاب رسول اللہؐ میں ان کا ضائع کرنا مناسب نہیں، دوسرے لوگوں نے کہا، واہ، تن بتقدیر جس کام کے لیے ہم آئے ہیں اس سے منہ موڑنا مناسب نہیں، غرض دونوں نے قیاس سے کام لیا اور دونوں میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت عمرؓ نے انصار کو طلب کیا انہوں نے بھی اپنے اپنے قیاسات دوڑا دیے۔ آخر تشفی نہ ہوئی۔ عبدالرحمن بن عوفؓ کسی کام کو گئے ہوئے تھے آئے تو حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس زمین میں طاعون ہو وہاں مت جاؤ اور جس زمین میں تم موجود ہو اگر وہاں طاعون موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو۔ آخر اس حدیث کے سننے سے فیصلہ ہو گیا اور حضرت عمرؓ لوٹ آئے (صحیح بخاری)

خود خلیفہ وقت کو حدیث معلوم ہوتی اور اس حدیث کی بنا پر فیصلہ کرتے تو اس حدیث کو محضر صحابہ میں بیان کرتے، اس سے بھی حدیث کی عام طور پر اشاعت ہو جاتی حضرت ابوبکرؓ سے ان کی خلافت کے زمانہ میں جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کی نسبت سوال کیا گیا، حضرت ابوبکرؓ نے محضر صحابہ میں قسم دے کر سوال کیا کہ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقہ سبب بالاتفاق کہا۔ ہاں اسی طرح حضرت عثمانؓ پر مسجد نبویؐ کی توسیع اور اس کو توڑ کر مضبوط

۱۔ ہم انبیاء کی جماعت ہیں ہمارا ترکہ نہیں بنتا جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے ۱۲

بنانے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے سنا من بنی مسجد اللہ بنی اللہ لد بیتا فی الجنة۔

یہ اہتمام سلطنت کا حدیث نبوی کے ساتھ تدوین کے زمانہ تک برابر
جاری رہا، اور جس قدر خلفاء گذرے ایک نے ایک سے بڑھ کر تشدد سے کام لیا
اگرچہ بحث کے طویل ہونے کا اندیشہ ہے۔ تاہم کچھ تفصیل سے کام لینا ضروری ہے
کیونکہ آج آئندہ خیال مسلمان جن کو قرآن کی ترمیم کا بھی خیال پیدا ہو گیا ہے، بڑھتے
جاتے ہیں، حدیثوں کے ساتھ جیسا ان کا خیال ہے ظاہر ہے، اسی کی ایک شاخ
قرآن اہل قرآن ہے جو حدیثوں کے ساتھ شکوک پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ باقی
نہیں چھوڑتا، اس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال
کی کوئی وقعت نہیں۔ اپنے جی سے قرآن کے مطلب کو جیسا چاہتا ہے لگا لیتا ہے
صلوٰۃ کے معنی بیان کرتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ حج وغیرہ ایک تیسرے فرقہ جہادین علی تقلید
کا ہے جو اپنے خاتمہ کے اقوال کو وحی آسمانی جانتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حدیثوں کے ساتھ یہ لوگ بھی عجیب و غریب باتیں بتاتے ہیں کبھی تاویل کہتے
ہیں کبھی تشکیک، کبھی انکار۔ کبھی دعوائے نسخ، کبھی دعوائے اضطراب، غرض
جہاں جیسا موقع مل گیا بات بنا دی۔

ہم یہاں نماص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کا اہتمام فن حدیث
کی نسبت نقل کرتے ہیں، جس سے حدیث کی تدوین اور اس کے مہتمم بالشان
ہونے کا پورا اندازہ کیا جاسکتا ہے،

۱۲۶ جس نے خدا کے لیے کوئی مسجد بنائی۔ خدا اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا ۱۲۶

میسون بن ہران کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کے زمانہ خلافت میں جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو ابوبکر پہلے قرآن میں غور کرتے اگر قرآن میں فیصلہ مل گیا تو فیصلہ دیدیتے، قرآن سے فیصلہ نہ مل سکا تو اپنے معلومات و احادیث میں غور کرتے تا اگر رسول اللہ کا فیصلہ مل گیا تو اس پر فیصلہ کر دیتے اگر اس میں بھی مجبور رہتے تو عام طور پر منادی کرتے کہ ہمارے پاس اس قسم کا مقدمہ پیش ہے کیا آپ صاحبوں کو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ معلوم ہے، بسا اوقات اس عام منادی سے جن کا حاضر ہونا ممکن ہوتا جمع ہو جاتے اور رسول اللہ کا فیصلہ بیان کرتے، یہ سن کر ابوبکر صدیق خدا کا شکر کرتے کہ ہم میں رسول اللہ کی باتوں کے یاد رکھنے والے موجود ہیں اگر اس پر بھی غیر ممکن ہوتا تو صحابہ سے مشورہ لیتے جس پر اتفاق ہوتا، اس پر فیصلہ کر دیتے،

ابو محمد بن الصلح شازہ و غیر حضرت بن بوقاز شامیون بن ہران قال کان ابوبکر اذا ورج علیہ الخضم نظری فی کتاب اللہ فان وجد فیہ ما یقضی بینہم قضی بہ وان لم یکن فی الکتاب و علم من رسول اللہ فی ذلک الا موثقتہ قضی بہ فان اعیاء خرج فسال المسلمین وقال اتانی کذا وکذا فہل علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی ذلک بقضاء فرجا اجتمع الیہ التفرک امیرکم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ فضلہ فیقول ابوبکر الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا فان اعیاء کان یجد فیہ سنتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع رؤس الناس وخیارہم فاستشار فاذا اجتمع رأیہم علی امر قضی بہ رداری مشہج۱

حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ عام صحابہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کیا تم

لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں، یہ کہہ کر بے ضرورت محض تعلیم
وضو کر کے دکھاتے ہیں، مالک بن حویرث یہ کہہ کر صحابہ کی ایک جماعت کو مخاطب
کر کے فرماتے ہیں کہ کیا آپ کو رسول اللہ کی نماز نہ دکھاؤں پھر پڑھ کر دکھاتے ہیں،
حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے کہ لوگ کہتے ہیں: "ابو ہریرہؓ نے تو بہت سی حدیثیں
رسول اللہ کی بیان کیں، میں کیوں نہ یادہ بیان کروں کیوں کہ میں تو اسی کام کے لیے
بیٹھا رہتا تھا پیٹ بھرنے کی فکر بھی تو مجھے نہ رہتی تھی میں تو اسی کام کے لیے وقف
عام صحابہ کی یہ حالت بھی کہ جب کسی کو حدیث کے خلاف کرتے دیکھتے تو فوراً
ٹوک دیتے اور کہہ دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل اس بارے
میں یوں ہے، اگر خلیفہ وقت بھی کوئی کام کرتے تو دوسرے صحابی روکنے کے لیے
تیار رہتے، ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے
اس حدیث کو پڑھ کر اعتراض کروایا کیف تقاتل الناس قد قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ بعض اصحاب
کی یہ حالت تھی کہ خلاف قول و فعل رسول ویکہ کر دینے لگتے۔

عورتوں کی بھی یہ حالت تھی کہ خلیفہ وقت کو خلاف حدیث فیصلہ کرتے ہوئے
دیکھ کر ٹوکنے کے لیے مستعد ہو جاتیں۔ فاطمہ بنت قیس نے خلیفہ عمرؓ کی بیروتی
سلطنت کے ساتھ بھی ان کے فیصلہ پر اعتراض کر دیا اور خلیفہ وقت نے قرآن
کی مخالفت کا الزام ان کی حدیث پر لگایا تو ہشیار صحابہ نے مخالفت کو موافقت سے
بدل کر سمجھا دیا، حضرت بریرہؓ کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من باتیں
بیان فرمائی تھیں وہ باتیں بریرہ کے لیے ایہ فخر تھیں، بریرہ ان کو غریبہ بیان کرتیں،

گویا اس وقت بجز قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات قابل اعتبار
 سمجھی نہیں جاتی تھی۔ امیر معاویہ میں کہ شام سے مغیرہ بن شعبہ کو لکھ رہے ہیں
 کہ کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے لکھ بھیجو۔ ادھر حجاج بن
 یوسف کا ماتحت مکہ پر فوج بھیج رہا ہے اور دوسرے صحابی اس کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سناتے ہیں، وہ حدیث کا انکار نہیں کرتا نہ صحابی کو
 غلط گو کہتا ہے لیکن حدیث کا مطلب بالکل دیتا ہے۔ ہر ایک صحابی دوسرے
 صحابی کی معلومات کا دارالخزائن ہے اور اس شوق میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے جس کی
 حدود پایاں نہیں، عبد اللہ بن عباس صحابی ہیں لیکن اکابر صحابہ کے دروازہ پر
 صبح سے دوپہر تک صرف اس عزت سے بیٹھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی کوئی بات بیان کریں گے۔

تابعیوں کا جوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سننے کے لیے
 اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ ہمہ وقت صحابی کی تلاش میں ہیں ایک صحابی مل جاتے ہیں
 اور ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں، اور ایک حدیث سن لیتے پر گوہر شاہوار کی طرح محفوظ
 رکھتے ہیں، تابعین کے زمانہ میں جب کوئی بزرگ صحابی عالم کہیں پہنچ جاتا تو
 تابعین اور شائقین علم کا اس کے گرد ازدحام ہو جاتا اور سب کا دل ہی چاہتا
 کہ کسی طرح ساری حدیثیں ان کی مجھے آجائیں۔ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ابو
 درداء صحابی کے حالات میں لکھتے ہیں رأیت ابالدرداء دخل المسجد معه من
 الاتباع مثل ما يكون مع السلطان هم يسألون عن العلم را یک تابعی کہتے ہیں کہ میں نے

ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ تابعین کی ایک جماعت تھی جس طرح بادشاہ وقت ہوتا ہے لوگ ان سے علم نبوی کا سوال کر رہے تھے ایک جماعت صحابیوں کی امام المؤمنین بی بی عائشہؓ کے پاس یہ عرض کیے کہ جاتی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سنتوں کو بیان کیجیے جو بعد عصر آپ پڑھا کرتے تھے وہ کہتی ہیں مجھ سے اچھا اس کو ام سلمہ جانتی ہیں انھیں کا واقعہ ہے ما نہیں کے پاس جاؤ۔

حضرت عمر کی جبروتی سلطنت اور منتظم خلافت سے کون واقف نہیں؟ انہوں نے اس فن حدیث کے لیے کیا کیا اہتمام کئے خاص اس کے لیے بھی فقہوری تفصیل مناسب ہے۔

حدیث کے متعلق پہلا کام جو حضرت عمر نے کیا یہ تھا کہ روایتوں کے تفحص اور تلاش پر توجہ کی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احادیث استقصاء کا خیال نہیں کیا گیا تھا جس کو کوئی مسئلہ پیش آتا براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیا تھا یہی وجہ تھی کہ کسی صحابی کو فقہ کے تمام ابواب کے متعلق احادیث محفوظ نہ تھیں حضرت ابوبکر کے زمانہ میں زیادہ ضرورتیں پیش آنی شروع ہوئیں جیسا کہ مفصلاً گذرا اس لیے مختلف صحابہ سے استفسار کرنے کی ضرورت پیش آنی۔ اور احادیث کی ڈھونڈھ شروع ہوئی استقراء کا راستہ نکلا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چونکہ زیادہ کثرت واقعات پیش آئے کیونکہ فتوحات کی اور نو مسلموں کی کثرت نے سینکڑوں نئے مسئلے پیدا کر دیے تھے اس لحاظ سے حضرت عمر نے احادیث کی تفتیش میں سعی

بلغ کی کہ یہ مسائل آنحضرت کے اقوال کے مطابق طے کئے جائیں، اکثر ایسا ہی ہوتا کہ جب کوئی نئی صورت پیش آتی خلیفہ اول کی طرح حضرت عمرؓ بھی مجمع عام میں جس میں اکثر صحابہ موجود ہوتے تھے، پکار کر کہتے کہ اس مسئلہ کے متعلق کسی کو کوئی حدیث معلوم ہے؟ تکبیر جنابزہ، غسل جنابت، جزیہ مجوس اور اس قسم کے بہت سے مسائل ہیں جن کی نسبت کتب حدیث میں نہایت تفصیل سے مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجمع عام سے استفادہ کر کے احادیث نبویہ کا پتہ لگایا، چونکہ حدیث میں قدر زیادہ شائع اور مشہور کی جائے اسی قدر اس کو قوت حاصل ہوتی ہے اور پچھلوں کے لیے قابل استفادہ قرار پاتی ہے اس لیے حضرت عمرؓ نے اس کی نشر و اشاعت کی بہت سی تدبیریں اختیار کیں۔ (۱) حدیث نبویہ کو بالفاظ ظہا نقل کر کے اضلاع کے حکام کے پاس بھیجا، جس سے ان کی عام اشاعت ہو جاتی تھی۔ یہ حدیثیں اکثر مسائل اور احکام کے متعلق ہوتی تھیں۔

(۲) صحابہ میں جو لوگ دن حدیث کے ارکان تھے ان کو مختلف ممالک میں حدیث کی تعلیم کے لیے بھیجا۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں، چنانچہ فاروق اعظم عبد اللہ بن مسعودؓ را با جمعہ بکوفہ درمستاد و معقل بن یسار و عبد اللہ بن معقل و عمران بن حصینؓ را بہ بصرہ، و عبادہ بن صامتؓ و ابودرداءؓ را بہ شام۔ و معاویہؓ را کہ امیر شام بود و قد غنّی ببلغ نواشت کہ از حدیث ایشان تجاود نہ کند۔

(۳) قیسری بات حدیثوں کے متعلق چھان بین کا مبلغ اہتمام۔ حدیثوں کی تحقیق و تنقید فن جرح و تعدیل کا ایجاد، ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعریؓ ان سے ملنے آئے

اندھین دفعہ استیذان کے قاعدہ پر کہہ ماسلام علیکم، ابو موسیٰ حاضر ہے، حضرت عمر اس وقت کسی کام میں مصروف تھے اس لیے متوجہ نہ ہو سکے، کام سے فارغ ہو چکے تو فرمایا کہ ابو موسیٰ کہاں ہیں، وہ آئے تو کہا تم کیوں واپس گئے، ابو موسیٰ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تمین دفعہ ان مانگو، اگر اس پر بھی اجازت نہ ملے تو واپس جاؤ۔ حضرت عمر نے فرمایا اس روایت کا ثبوت دو، ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ ابو موسیٰ اشعری گھبراٹے ہوئے صحابہ کے پاس گئے، اور حقیقت حال بیان کی۔ ابو سعید خدریؓ نے آکر شہادت دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، ابی بن کعبؓ نے کہا کہ عمر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو عذاب دینا چاہتے ہو، فرمایا کہ میں نے ایک روایت سنی اور اس کی تصدیق کرنی چاہی ہے۔

فقہ کا ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ جس عورت کو طلاق بائن دی جائے اس کو عدت کے زمانہ تک نان و نفقہ اور مکان ملنا چاہیے، قرآن مجید میں ہے اَسْكُنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكُنْتُمْ حَيْثُ مِنْ ثَابِتٍ ہوتا ہے کہ مکان ملنا چاہیے اور مکان کے ساتھ نفقہ ایک لازمی چیز ہے، فاطمہ بنت قیس ایک صحابیہ تھیں ان کو ان کے شوہر نے طلاق بائن دی، وہ آنحضرت کے پاس گئیں کہ مجھے تو نان و نفقہ کا حق ہے یا نہیں، ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، فاطمہؓ نے یہ حدیث حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کی تو حضرت عمرؓ نے کہا اسی تشدد اور احتیاط سے کام لیا، اور فرمایا کَا تَزُوْنُ كِتَابَ اللّٰهِ

عہ صحیح مسلم، اسے ہم ایک عورت کی بات پر اٹھکی کتاب نہیں چھوڑ سکتے معلوم نہیں کہ اس نے یاد رکھا یا نہیں،

بقول امراۃ لانداری بعدہا حفظا من نسبت اگر چہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث پر عمل کرنے سے ترک کتاب اللہ نہیں ہے بلکہ یہ حضرت عمرؓ کا فہم ہے لیکن حضرت عمرؓ کے خیال میں جو بات تھی اس کے اعتبار سے ان کی یہ اعلیٰ درجہ کی احتیاط تھی، سقط کا مسئلہ پیش آیا تو حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا یہ غیرہؓ نے اس کے متعلق ایک حدیث روایت کی حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اور کوئی گواہ لاؤ، چنانچہ جب محمد بن مسلمہ نے تصدیق کی تو حضرت عمرؓ نے تسلیم کیا اسی طرح حضرت عباسؓ کے مقدمہ میں جب ایک حدیث پیش کی گئی تو حضرت عمرؓ نے تائیدی شہادت طلب کی اور جب بہت سے لوگوں نے شہادت دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھ کو تمہاری نسبت بدگمانی نہ تھی لیکن میں نے حدیث کی نسبت اطمینان کرنا چاہا، حدیثوں کے متعلق یہ احتیاط حضرت ابو بکرؓ ہی نے شروع کی تھی راسی کی تکمیل حضرت عمرؓ نے کی (تذکرۃ الحفاظ میں حضرت ابو بکرؓ کے حال میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے احادیث کے باب میں احتیاط کی وہ ابو بکرؓ تھے۔ اس احتیاط اور تشدد کا یہ اثر ہوا کہ صحابہ حدیث بیان کرنے کے وقت نہایت خور کھاتے اور اس کام کو نہایت مہتمم بالشان کام سمجھتے بعض بعض صحابہ کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ اپنے تلامذہ کو تاکید کرتے کہ کسی طرح کی بے احتیاطی نہ کرنے پائیں۔ عبداللہ بن مسعود کی نسبت محدثین نے لکھا ہے۔ یشدد فی الروایۃ ویزجو تلامذہ عن التہادی ضبط اللفاظ روایت میں بڑی سختی کرتے اور اپنے شاگردوں کو الفاظ حدیث کے یاد کرنے میں غفلت کرنے سے ڈانٹتے) خلفاء راشدین نے جو کچھ تشدد کیا وہ تو ان کا قانون سیاسی تھا اس کے

علاوہ آیت کریمہ:-

إِنْ جَاءَكَ كُفْرًا يَسِيُّ بِنَبِيٍّ

اگر کوئی بے دین کوئی خبر لائے تو خوب

فَكَبِّتْهُ

پھر چپا لو اور مشہور حدیث

من كذب علي متعمداً فمعه النار

جس نے قصداً تجھ پر جھوٹ باندھا اس

مقعدہ من النار

اپنی جگہ جہنم میں بنائی

نے عامہ اصحاب رسول اللہ کو سخت محتاط بنا دیا تھا، بعض بعض صحابہ کے دلوں

میں خوف شدید پیدا ہو گیا تھا، مبادا کہیں پر کسی مضمون یا کلمہ کی زیادتی ہو جائے

یا کہیں پر چوک ہو جائے اور من کذب علی متعمدا کی شدید وعید میں گرفتار ہو جائیں

بعض صحابی اسی احتیاط کی بنا پر قال رسول اللہ کہنے سے بہت ڈرتے، اسی

احتیاط کے اقتضا سے ایک صحابی دوسرے صحابی کو غلط فہمی کے سوا کذب کا مصداق

نہیں سمجھتا تھا، لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عامہ صحابہ کا خوف یکساں نہ تھا سب

کی طبیعت یکساں ہونی ممکن ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

سے بالکل محروم رہتے، صحابیوں میں جہاں ایسے لوگ تھے کہ قل رسول اللہ

کہنے سے ڈرتے وہاں ایسے دل کے مضبوط اور ثابت بھی تھے کہ اپنا بس

خیلے ہمک اشاعت حدیث میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے اور ولیبلغ الشاهد الغائب

بلغوا یعنی لوایتھ کے لیے اپنے کو وقت کر رکھتا تھا، ان میں حضرت ابو ہریرہ

عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ عبداللہ بن عباس جابر بن عبداللہ اس بن

مالک ابوسعید خدریؓ وغیرہ تھے۔ یہ لوگ قوی دل ہو کر انحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی حدیثیں روایت کرتے۔

ابو ذر غفاریؓ بڑے قدیم الاسلام صحابی ہیں، مکہ میں اسلام لائے اور اول اول
خانہ کعبہ کے پاس اظہار اسلام کیا تو کئی بار ان پر شدید ضرب پڑی، ان کا منقولہ
صحیح بخاری میں اس طرح منقول ہے۔

ولو وضعتم المصصامة على
هذا اشارة الى قفاه ثم خللت
اني انقد كلمة سمعته من النبي
صلو الله عليه وسلم قبل از تجيئنا
على لا نفدتها

یعنی اگر تم میرے قتل کے لیے میری گردن پر
تلوار رکھو اور مجھے گمان ہو کہ تلوار کھینچنے سے
قبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک
کلمہ بھی جو میں نے آپ سے سنا ہے سنا
سکوں گا تو میں ضرور کہہ دوں گا۔

حدیث کے ساتھ یہ انتظام اور احتیاط خلفائے راشدین کے وقت سے
شروع ہوتا ہے اور برابر تدوین تک جاری رہتا ہے، تاہم بیوں میں نقص شروع
اربعاء۔ قدر اعتراض کے قصے چھڑ گئے، لوگوں کے جھوٹ پکڑے گئے تو بنا برآیہ کریمہ
ان جاز کفر فاسق نبیا نکتبتوا اور بھی تشدد شروع ہو گیا اور جملہ لوگ اسناد
لقا من شام اسناد را اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہ دیتا زبان زوہر خاص
و عام ہو گیا اس لیے سلسلہ اسناد ایک مستقل فن قرار دیا گیا، جس کی بیسیوں شاخیں
ہیں۔ امام ابن سیرین فن حدیث کے رکن اعظم ہیں، فرماتے ہیں

ان هذا العلم دين فانظروا عمن
تأخذون دينكم

یہ علم حدیث دین ہے اس لیے تم دیکھ لیا
کہ وہ کس سے دین لیتے ہو

عمر بن عبد العزیز بنی امیہ میں وہ خلیفہ ہیں جن کا شمار خلفائے راشدین کے
ساتھ ہوتا ہے۔ یہ تبع تابع ہیں انہوں نے ایک روز نماز عصر میں دیر کر دی اسلئے

عروہ بن مسعود تابعی نے تو کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبریل علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنا اور جبریل کا ابتدائی اور انتہائی اوقات نماز کے بتانا بیان کیا، خلیفہ وقت کو سخت تعجب ہوا اور استعجاباً پوچھا اہلہما تقول یا عروہ وکیہو کیا کہہ رہے ہو، عروہ نے فی الفور اس طرح سند پڑھ کر خلیفہ کو ساکت کر دیا کہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ میں ایک روز نماز میں دیر کر دی تو ابو مسعود انصاری نے فی الفور ٹوک دیا اور کہا کہ مغیرہ یہ کیا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جبریل نے آسمان سے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو روز نماز پڑھ کر نماز کے ابتدائی اور انتہائی اوقات بیان کئے تھے۔

عمر بن عبد العزیز کی جہل اور یاد گاریں ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ علم حدیث کی باقاعدہ تدوین کا سنگ بنیاد انہیں کے اہتمام سے رکھا گیا گو اس سے پہلے حدیثیں لکھی گئیں۔ لیکن اس وقت تک زیادہ مارنہ بانی یاد پر تھا، عمر بن عبد العزیز نے فن حدیث کے ساتھ بہت بڑا اہتمام کیا، امام بخاری نے تعلیف جامع صحیح بخاری میں روایت کی ہے۔

کتب عمر بن عبد العزیز الخلیفہ ابوبکر بن عمر
انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی
اللہ علیہ و آلہ فانی خفت حدیث
العلم و ذہاب العلماء ولا یقبل الا حدیث
النبی صلی اللہ علیہ و آلہ فیشوا العلم
و یجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان
یعنی خلیفہ وقت عمر بن عبد العزیز نے
ابوبکر بن عمر کو لکھ بھیجا کہ احادیث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خاص توجہ کے
ان کو لکھ ڈالو مجھے علم کے مٹ جانے اور علم
کے اٹھ جانے کا خوف ہے اعلیٰ یہ بھی سنو
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

العلم لا يهلك حق يكون سدا کے سوا اور کسی چیز پر عمل درآمد نہ کیا جائے

اور علم احادیث پھیلا یا جائے۔ لوگ اس کے درس و سنے کے لیے مجلسیں

قائم کریں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے ہیں جان لیں کیونکہ علم کی موت جب ہی ہے کہ چھپایا جائے،

ابو نعیم نے تاریخ اصہبان میں اس قدر اور اضافہ کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز

صرف ابوبکر بن حزم ہی کو فرمان شاہی نہیں بھیجا بلکہ عامۃ اپنے کل عمال کو لکھ بھیجا کہ

انظروا حدیث رسول اللہ صلی تم لوگ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید سے جمع کرو اور رفع الباری

اللہ علیہ وسلم فاجمعوہ

نبی امیہ کے بعد خلفائے بنی عباس کا دور دورہ ہے، بنی عباس نے

اس میں کچھ کم حصہ نہیں لیا، ہارون الرشید موطا کے پڑھنے کے لیے جو علم حدیث

کی امام الصحاح کہی جاتی ہے، امام مالک کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا ہے، موطا

کا وہ نسخہ جس میں ہارون الرشید نے پڑھا تھا مدت تک مصر کے کتب خانہ میں

موجود رہا جس کو خلفائے فاطمین کے تشیع نے ضائع کر دیا، امام مالک نے جب

صاف جواب دیا کہ صاحبزادگان امین و مامون کے لیے عام درس گاہ کے

سوا کسی خصوصیت کا لحاظ نہ ہو گا تو اس نے شاہزادوں کو امام مالک کی عام

درس گاہ میں حاضر ہونے کا حکم دے دیا،

خلفاء اور سلاطین کے علاوہ عام مسلمانوں کے میلان طبع کا بھی اندازہ

کرنا ضروری ہے۔ جس کا ذیل کے واقعات سے پتہ لگایا جاسکتا ہے ان میں

عام صحابہ اورتابعین کے مذاق کا تذکرہ ہو چکا، امام بخاری کے شیخ سلیمان

بن حرب کے واسطے بغداد میں قصر خلافت کے قریب ایک مرتفع جگہ منبر کے

یہ تیار کی گئی تاکہ اس پر بیٹھ کر ملائے حدیث کریں، اس مجلس میں امیر المومنین
 مامون الرشید اور تمام امراء نے خلافت حاضر تھے جو لفظ امام ممدوح کے
 منہ سے نکلتا تھا، اس کو امیر المومنین خود لکھتے جب کل حاضرین و دروس کا
 تحمید کیا گیا تو چالیس ہزار نفوس انداز میں آئے۔

یحییٰ بن جعفر بنکیندی بیان کرتے ہیں کہ علی بن عاصم کے حلقہ درس میں تیس
 تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے، زید بن ہارون نے جب بغداد میں درس دیا
 تو اس میں ستر ہزار حضار کا تحمید کیا گیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ علامہ فریابی نے بغداد میں ملائے حدیث کیا تو
 تین سو سولہ مستملیٰ ان کی مجلس میں حاضر تھے جو شیخ کا لفظ لوگوں کو سناتے تھے
 اور حاضرین درس کا تحمید تیس ہزار تھا۔

ابوالفضل راوی ہیں کہ جب میں نے علامہ فریابی سے حدیث سنی تو تقریباً
 دس ہزار آدمی ان کے پاس ایسے پڑھنے آئے تھے جو قلم و دوات لے کر بیٹھتے

تھے امام ذہبی ایک دوسرے مقام میں فرماتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں یہ
 شوق اپنے رسول پاک کے اقوال و احوال کا اہل اسلام میں یہاں تک ترقی کر گیا
 تھا کہ ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار دواتیں رکھی جاتی تھیں۔

امام عاصم بن علی ملائے حدیث کے واسطے بغداد سے باہر غلستان
 میں ایک بلند چوڑے پر بیٹھے تھے ان کے مستملیٰ ہارون نے اپنے کمرے
 ہونے کے لیے ایک نمدار کجور کا درخت پسند کر کھا تھا، خلیفہ معتصم باللہ

ایک بار اپنا ایک معتد اس مجلس کے شرکاء کا اندازہ کرنے کے لیے بھیجا، معتد نے ارشاد خلافت کی تکمیل کی تو ایک لاکھ تیس ہزار تک حاضرین کی تعداد پہنچی، جس قوم کے افراد ایک علمی مجلس میں سو لاکھ جمع ہو جائیں تو اس قوم کے سینہ میں کتنا شوق بھڑکا ہو گا۔ ان واقعات کے پڑھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان مجالس کے حاضرین کے شمار کرنے کا کیا طریقہ تھا اور حقیقتہً ان روایتوں پر وثوق اس طریقہ کی صحت عدم صحت پر وثوق ذیل کا واقعہ اس سوال کا جواب دے گا۔

احمد بن جعفر راوی ہیں کہ جب ابو مسلم بغداد میں آئے تو رجہ عثمان نامی مقام پر انہوں نے حدیث کا املا کیا سات مستملی کھڑے تھے، جس میں ایک دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے حدیثیں لکھتے تھے، یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ کس قدر آدمی اس وسیع میدان میں فزاعم تھے۔ میدان مذکور کی پیمائش کی گئی، اور دو واٹوں کا شمار کیا گیا کچھ اوپر چالیس ہزار واٹیں شمار ہوئیں جو لوگ لکھتے نہیں تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ امام بخاری سے ان کی حلیا میں نو سو ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری سنی اور اس کی روایت کی اجازت حاصل کی، حصہ اول میں ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ امام بخاری قراغ کے بعد بخارا جانے کے قصد سے روانہ ہوئے اور اہل بخارا کو یہ خبر معلوم ہوئی، تو حدیث رسول کے شوق میں کئی کئی منزل سے ان کا استقبال کیا گیا اور شہر میں اس شان و شوکت سے لائے گئے کہ لوگوں نے

ایسی شان و شوکت کسی بادشاہ اور سلطان کے لیے بھی نہیں دیکھی تھی یہ تھی گرویدگی
اہل اسلام کی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، اور یہ تھی توجہ خلیفہ
اور امرا و سلاطین کی فن حدیث کی طرف سلسلہ اسناد کی دیکھ بھال اس کی چھان بین
تحقیق و تنقید کی بنیاد خلفائے راشدین میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے
نے ڈالی، فرقہ حنابلہ کے وجود سے اس کی ترقی ہوئی، تابعیوں نے اس کے لیے
اصول و ضوابط منضبط کئے، تبع تابعیوں میں اگر یہ ایک مستقل باضابطہ فن بن گیا،
اور اسناد ایک بڑی بابرکت چیز سمجھی گئی، اور اسلام کی خصوصیات سے
شمار کی گئی۔ اگلی امتوں میں کہیں اس کا وجود بھی نہیں پایا جاتا۔ کیا یہودی یا
عیسائی، اس امر کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ ثقہ عن ثقہ اسناد متصل اپنے مقتدا
ہم ایک مسئلہ یا ایک واقعہ کے بھی سلسلہ کو پہنچا سکتے ہیں یا کسی حواری ہی تک
علامہ ابن حزم کا یہ مقولہ بہت صحیح ہے نقل الثقة عن الثقة حتی يبلغ به
النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاتصال خصالہ بہ المسلمین و رسائلہ الملل
بعض عیسائیوں نے ایک آدھ بات کی سند حضرت عیسیٰ تک پہنچانی چاہی لیکن
بیچ سے بیسیوں واسطے غائب۔

بڑی خصوصیت فن حدیث اور سلسلہ اسناد کو یہ حاصل ہے کہ اس میں جتنا
تخمین ظن کو دخل نہیں۔ یا تو مشاہدات ہیں۔ یا مسموعات، اتصال سند توثیق رواد۔
راوی مروی عنہ کی معاشرت، ان کا آپس میں لقاء سماع۔ یہ سب امور مسموعات یا

سہ ایک ثقہ سے دوسرے ثقہ نقل کریں۔ یہاں تک کہ یہ نقل اتصال سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچ جائے یا ایک ایسی چیز جو صرف مسلمانوں میں ہی ملتی ہو۔ بقیہ عین اس سے محروم ہیں، اسے تدریب الراوی یا

مشاہدات سے ہیں۔ دو شخصوں کی معاشرت یا آپس کے لقا کو سماع کو شخص حاضر رویت و مشاہدہ سے جانتا ہے، غائب حاضر کی شہادت سے جان سکتا ہے، رواد کا ثقہ ہونا، ضابطہ القلب ہونا، جید الحافظہ ہونا، حاضرین ملاقات و تجربہ سے جانتے ہیں، غائبین ان کی شہادت اور ان کے درمیان شہرت، امام بخاری کے حالات میں گذر چکا کہ امام بخاری کے ضابطہ القلب جلیل الحافظ ہونے کے واقعات مافوق العادۃ سے جانے لگے تو شہر بغداد کے کل اہل علم نے مل کر تجربہ کیا محدثین نے رواد کی نسبت جو کچھ ثقہ ثبت ضعیف و اہم صدوق شیخ وغیرہ الفاظ جرح و تعدیل لکھے ہیں کل کی بنا حس اور مشاہدات پر ہے نہ کہ رائے و قیاس پر، اور زیادہ تر تجربات ہیں۔

قرآن نے خود تجربہ کے لیے امارات بتائے مثلاً وَجَاءَ الَّذِينَ يَذَّبُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَلَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَاذِرًا۔ لہذا جو حسی و مشاہدات سے ہیں، غرض جو کچھ ثقاہت عدالت کی نشانیوں قرآن میں بتائی گئی ہیں یا احادیث میں وارد ہوئیں وہ سب حسی اور مشاہدات سے ہیں، پس ان امارات اور علامات سے ثقاہت عدالت ثابت ہو جاتی ہے اس لیے یہ نصی امر ہے، ان امارات ثقاہت و عدالت کے ساتھ عدم ظہور فسق اور غیر متہم ہونا، ان امارات کا موثق اور مصدق ہے، غور کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق ہونا ایسا امر یقینی تھا کہ کفار بھی باوجود ایسی عداوت کے آپ کے صادق ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ اور اسی

عہ عدل کے مقبول و برگزیدہ بندے وہ ہیں جو نہ میں پر اہستہ چلتے ہیں۔ اور جب ان سے نادان لوگ بات کرنے لگتے ہیں تو ان سے سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں ۱۲

عدم ظہور کذب کو وہ لوگ اس کی دلیل ٹھہراتے تھے۔ اگر یہ امر اجتہادی اور ظنی ہوتا تو کفار بایں عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کا کبھی اقرار نہ کرتے، اسی سے یہ بات ثابت ہے کہ عداوت صدق اور امین ہونا ایسی صفقتیں ہیں کہ کفار اس کے اقرار پر مجبور تھے اور انکار نہیں کر سکتے تھے اسی طرح روایت میں تشذوذ ایک حسی امر کا پایا جانا یا نہ پایا جانا ہے کوئی رائے و تجویز و تخمین کی بات نہیں کہ اس کو اجتہادی کہا جائے۔ علت قاعدہ نہ ہونا یہ حدیث صحیح میں قید سلبی ہے نہ وجودی، لہذا اجتہاد مجتہد کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں،

پس کسی محدث کا کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف یا موضوع وغیرہ کہنا مسائل اجتہادیہ میں داخل نہیں ہو سکتا نہ مجتہد کا اجتہادی مسئلہ حدیث کی تصحیح یا تضعیف کا پاسنگ ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض کوتاہ بینوں نے سمجھا ہے، فقیہ اپنی رائے و استنباط پر خود ایسا اعتماد نہیں رکھتا کہ حتمی طور پر حکم لگائے اور اس پر عمل کرنا واجب قرار دے بخلاف اس کے محدثین کا کسی حدیث کو صحیح کہنا ایسا نہیں ہے کیونکہ وہاں تصریح موجود ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور اصول کا یہ اتفاق مسئلہ ہے انھم اتفقوا علی وجوب العمل بکل ما صح، محدث کو بتا براسناد و دلائل حدیث کی صحت اور واجب العمل ہونے پر جزم ہوتا ہے اور فقیہ کو اپنے مستنبط مسائل کی صحت پر خود ایسا جزم نہیں ہوتا کہ وہ اس کو واجب العمل کہے۔

شاید کوئی کوتاہ بین یہ کہے کہ راویوں کی روایت کو سچ سمجھنا تو محدثین کی

عہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کو پہنچ جائیگی اس پر عمل واجب ہوگا

اپنی رائے ہے اور یہی اجتہادی امر ہے، لیکن اسے یاد رکھنا چاہئے کہ شخص عادل ضابطہ کے بیان پر وثوق کرنا اور پرچ سمجھنا تو نفی اور اتفاتی مسئلہ ہے صرف اہل اسلام ہی کا نہیں بلکہ تمام دنیا کا اور یہ ایک فطرتی قانون ہے، گواہ عادل کی گواہی پر حکم کرنا نفی اور اتفاتی بات ہے دو گواہ عادل کی گواہی پر حکم کرنا قرآن کا منصوص مسئلہ ہے اس میں اجتہاد کو کیا دخل ہے۔

صحیح بخاری کی حدیثوں کو صحیح جانتا اس لیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس کی سندوں کے ہر طبقے میں دو راوی عادل ہیں الا ماشاء اللہ ولادت، رویت، ہلال رمضان، میں ایک شخص عادل کی گواہی پر حکم کرنا متفق علیہ ہے تبلیغ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض دفعہ صرف ایک صحابی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے تھے، اور وہ قرآن کی آیتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے تھے، ہر قل شاہ روم کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ایک شخص یعنی وحیہ کلبی لے کر گئے تھے یہ قطعی دلائل ہیں اس امر کے کہ ایک عادل کی بات ماننی ضرور ہے، اس کی بحث کتب اصول میں نہایت طول و بسط کے ساتھ موجود ہے اسی واسطے مجتہدین اپنے قیاسی مسائل کو غیر احاد کے جناب میں کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔

احتجہ رحمہ اللہ بالضعیف علامہ سخاوی لکھتے ہیں، خدا رحم کرے کہ جب حجت لم یکن فی ابواب اس مسئلہ میں بحر ضعیف حدیث دوسری دلیل غیرہ ومعہ ابوداؤد وقد ماہ نہ ملی تو اسی ضعیف ہی سے حجت پکڑا۔
 علی الراۃ والقیاس یقال اس میں شافعی کی متابعت ابوداؤد نے بھی کی

عن ابی حنیفۃ ایضا ذلک وعن ان دونوں نے حدیث ضعیف کو اے قیاس
 الشافعی یحییٰ بالمرسل اذا لم پر مقدم کیا اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا بھی
 یحییٰ غیرہ (فتح المغیث) کہا جاتا ہے امام شافعی تو حدیث مرسل سے

بھی محبت قائم کرتے ہیں جب بجز مرسل دوسری دلیل نہیں پاتے ،

لان الخبر یقین باصلہ وانما قاضی لکسنوی مولوی عبدالحی اس کی وجہ
 دخلت الشبهة فی نقلہ والراۃ لکھتے ہیں کیونکہ حدیث نصی چیز ہے شبہ نقل
 مختلف باصلہ محتمل فی کل سند کی وجہ سے پیدا ہوا اور قیاس ثبوت
 وصف مکان الاحتمال فی الراۃ باصلہ مختلف فیہ ہے اور ہر طرح مشتبہ
 اصلا و فی الحدیث عارضاً فلا ہے۔ پس قیاس میں احتمال اصلی ہوا اور
 بدان یقدم الحدیث الضعیف حدیث میں عارضی اس وجہ سے حدیث
 علی القیاس ضعیف ضرور قیاس پر مقدم ہوگی۔

شاید بعض لوگوں کے واسطے یہ آنے کہ جب حدیثوں کی تفصیل تضعیف وغیرہ
 کا مدار امور حسیہ ٹھہرے اور اجتہاد کو کوئی دخل اس میں نہیں ہوا تو پھر بعض حدیثوں کی
 تصریح وتضعیف میں اختلاف کیوں ہے، بعض راویوں کی توثیق وتضعیف میں محذور
 باہم مختلف کیوں ہیں، لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس اختلاف کی چند وجوہات
 ہیں (۱) ایک حدیث کی دو سندیں ہیں، ایک ضعیف دوسری صحیح۔ دو محدثین میں ایک
 وہ حدیث بسند ضعیف پہنچی، دوسرے کو بسند صحیح۔ اس لیے ایک نے صحیح کہا
 دوسرے نے ضعیف۔ (۲) دونوں کو ایک ہی سند ضعیف سے حدیث پہنچی، لیکن
 ایک کو اس کے شواہدات مل گئے اس لیے اس نے صحیح کہا۔ دوسرے کو نہیں پہنچے

اس نے تصحیح نہ کی، محدثین کی اصطلاح میں حسن لذاتہ حسن لغیرہ کے یہی معنی ہیں ۱۳۱
 یادوں کو شواہد ملے مگر تضعیف کرنے والے نے باعتبار سند خاص و متن خاص
 کے تضعیف کی، چنانچہ جامع ترمذی کے متن میں یوں ہے غریب بهذا اللفظ
 اس کے یہی معنی ہیں کہ باعتبار متن خاص کے وہ حدیث غریب ہے (۱۴) یا کسی
 امام کی جرح کسی راوی پر دیکھ کر حدیث کی تضعیف کی حالانکہ جرح کرنے والے
 نے اس جرح سے تحقیق کے بعد رجوع کیا تھا جس کی اطلاع تضعیف کرنے والے
 کو نہیں ہوئی۔

راویوں میں اختلاف اسی بنا پر ہوا کہ کبھی ایک ہی امام نے کسی راوی کے حالات
 کا پتہ لگایا اس وقت اس میں کوئی امر قابل جرح نہ تھا، پھر آگے چل کر اس نے اپنی
 حالت بدل دی اس لیے اسی امام نے آگے چل کر اس پر جرح کر دی، لیکن تلامذہ
 نے امام سے دونوں قول سننے کے بعد لوگوں نے تعدیل سنی انہوں نے تعدیل روایت
 کی، دوسرے تلامذہ نے جرح روایت کی حالانکہ دونوں کے دو وقت تھے
 کبھی کسی راوی کا ایک امام کو مفصل حال معلوم نہ ہو سکا یا جہانتک معلوم ہوا
 کوئی امر قارح نہیں تھا، لیکن دوسرے امام نے جا کر اچھی طرح سے اس کے حالات
 تحقیق کئے، اور اس راوی میں وہ باتیں پائیں جو قابل جرح کے تھیں اس لیے اس
 دوسرے امام نے جرح کر دیا اور صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں کو ایک خاص مرتبہ
 یہ حاصل ہے کہ ان میں تو اتار معنوی پایا جاتا ہے گو تو اتار صوری نہ ہو۔ حجۃ اللہ
 الباقیہ میں ہے۔

اما الصحیحان فقد اتفقا لحدیثین . یعنی لیکن صحیح بخاری و صحیح مسلم کی یہ حالت ہے

علی ان جمیع ما فیہ مما من کہ تمام محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ جو حدیثیں
من المتصل المرفوع صحیح بالقطع ان دونوں میں متصل مرفوع ہیں وہ یقیناً صحیح
حائما متواتران الی مصنفیہما ہیں اور ان کے مصنفین تک متواتر ہیں اور
وانہ کل من ھین اموھما ذہو مبتدأ جو ان کی شان گھٹائے گا وہ بدعتی ہے اور
متبع غیر سبیل المؤمنین مسلمانوں کے طریقہ سے الگ ہے،

اس کے بعد اب ہم بعض اُن خصوصیات کو مختصر طریقہ پر بدیہ ناظرین کرتے ہیں
جو امام المحدثین کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور جن سے بڑے بڑے محدثین کے دامن خالی ہیں
۱۱ ایک بڑی خصوصیت امام صاحب کی ذات کے ساتھ یہ وابستہ ہے کہ انہوں نے
احادیث کی تنقید اور تصحیح کے لیے عامۃ نہایت شدید شرط لگائے اور بالخصوص
جامع صحیح کے لیے اس شدت میں بھی اور چند اضافہ کئے۔

۱۲ مثلاً معن روایت امام المحدثین کے نزدیک مجرد معاشرت سے معتبر نہیں
ہو سکتی جب تک راوی اور مروی عنہ کا تقابلاً ثابت نہ ہو اس تشدد کی وجہ سے اُن کے
بعض وہ تلامذہ جن کو امام صاحب کے ساتھ نہایت خلوص اور عقیدت تھی،

عہ قال الحافظ ابن کثیر و ہذا ای محل الاسناد المعن علی السماع اذا تعاصر و ارج البراءة عن وصیمة التدلیس
ہو الذی اعتمدہ مسلم فی صحیحہ و شیعہ فی خطبہ علی من بشرط مع العاصرة القی قیل انہ یزید البخاری و النظارہ یہ یہ
اہل بن المدینی فانہ بشرط ذاک فی اصل صحیح الحدیث و انما البخاری فانہ لا یشرط فی اصل الصحیح و لکن الرجم ذلک فی
کتابہ الصحیح و قد اشترط ابو المنظر السمعانی مع الاقواء طول الصحبة و قال ابو عمر الدانی ان کان معروفا بالروایۃ عنہ قبلت
الصحبة و قال القلابی ان اور کہ اور کا بیاناتی راختصار علوم الحدیث اور الباعث الحدیث الی معرفۃ علوم
الحدیث مثلاً قلت ما قال الحافظ ابن کثیر من ان البخاری لم یشرط علی فی اصل الصحیح بل التزم (باقی بر ص ۳۵۰)

مخالفت نہ گئے اور بڑے زور و دھم سے اس مخالفت کا اظہار کیا۔ زبانی چھوڑ تصنیفات
تک میں اس مخالفت کا ذکر کیا، امام صاحب نے اس کی مطلقاً پروا نہ کی۔ امام
صاحب کا خیال اس جانب تھا کہ سلسلہ اسناد میں جس قدر تشدد کیا جائیگا
اسی قدر حدیث کی پختگی و درجہ کمال تک پہنچے گی،
۲۔ متساہل کی روایت بلا متابعت معتبر نہیں، اسی واسطے کوئی روایت
ایسے راویوں سے جامع صحیح میں مذکور نہیں ہے۔

اسی تشدد کی بنا پر جس راوی سے امام صاحب نے صحیح بخاری میں اصولاً یعنی
تعلیقاً یا متابعتاً نہیں روایت کی اس کے بارے میں محدثین کا یہ جملہ مشہور ہو گیا۔
دھندنا حاذقاً (مقطوعہ) یہ راوی تو پہلے سے پارا تر گیا۔ غرض یہ کہ اب اس راوی کے
بارے میں کچھ دیکھنے اور جانچنے کی ضرورت نہیں، اس تشدد کا باعث یہ تھا کہ
اس وقت مدنیین اور متساہلین کی بڑی جماعت پیدا ہو چکی تھی، بہت سی حدیثیں
ضعیف الحافظہ اور متساہلین کی رائج ہو گئی تھیں۔ وراق خود امام بخاری سے
ناقل میں کہ آپ نے فرمایا ایک ہزار حدیثیں ایک شیخ کی میں نے اسی تدلیس کے

دعاشیہ بقیہ صفحہ سابقہ و لک فی کتابہ الصحیح فلا یخرج حدیثاً مردیاً عنہ تعاصر وہایت فی صحیحہ الابدیہ و ہوت لسماع
فیہ فہذا تشدید منہ علی نفسہ فی ہذا الکتاب فقط و انہ لم یورد مسلم فی خطبہ و لا علی البخاری و التشیع علیہ بل اراد
علی بن المدینی شیخ البخاری فکنا اشتراطہ لک فی اصل الصحیح ہوا النظام عندی الیفاء ہذا اظہر خطاً، ما اشتہر من العلماء
من ان البخاری اشتراطاً للقاء للصحیح مطلقاً و ان مسلماً انما اراد فی خطبہ التشیع علی شیخ البخاری فلیتنبہ
علی و لک و کتبہ عبید اللہ الرحمانی (۱۲)

دعاشی صفحہ ہذا)۔ ایک مسند کو دوسری سند کے ساتھ تقویت دینا ۱۲ طہ مقدمۃ الفہم ۱۲

شبهہ پر ترک کر دیں اور اسی طرح ایک اور دوسرے شیخ کی "اس تشدد اور سخت شرائط کے ساتھ کمال یہ ہے کہ ممالک اسلامی کو چھان کر علاوہ دیگر تالیفات کے ایک ضخیم اور جامع تالیف صحیح صحیح روایتوں کو انتخاب کر کے اہل اسلام کے سامنے پیش کیا جس کی نظیر نہ ہو سکی، اور یہ تشدد اور سختی شرائط محض زبانی باتیں نہ تھیں جیسا کہ بعض معتقدین اپنے امام کی نسبت دعوے کرتے ہیں کہ وہ بڑے پایہ کے محدث تھے اور جب ان پر قلت روایت کا اعتراض ہوتا ہے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ان کے شرائط بہت سخت تھے اور اس میں بڑی لاجبی چوڑی تقریریں کرتے ہیں لیکن جب ان کو یہ دکھلایا جاتا ہے کہ جن کی نسبت تم تشدد اور سختی شرائط دعوے کرتے ہو ان کی روایتیں اکثر منقطع مراسیل اور بلاغیات ہیں اور انہیں سے استدلال کیا گیا ہے تو مضطربانہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ بھی تو قلیل الروایت تھے لیکن یہ ایسا غلط جواب ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ حضرت ابو بکرؓ پر امام ابو حنیفہؒ یا دیگر فقہانے اہل عراق کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے وہاں فیض صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی طویل صحبت کی وجہ سے مسلم احادیث یقینی یہاں ثبوت طلب

(۲) ایک بہت بڑی خصوصیت فقہ الحدیث کی تدوین ہے جس طرح صحیح بخاری اپنی صحت کے اعتبار سے بے نظیر ہے اسی طرح یہ مبارک اور مقدس کتاب تدقیق مسائل اور فقہانیت کے اعتبار سے اپنی آپ نظیر ہے فقہ محمدی کی تدوین کی بنا اگرچہ عبداللہ بن مبارک سفیان ثوری امام مالک اور ان کے معاصرین محدثین نے ڈالی لیکن امام الحدیث نے اس کو اوج کمال پر پہنچایا،

اس وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری فقہ محمدی کے مکمل ہیں، فقہ محمدی کی تدوین جن باریک اور غامض اصولوں پر کی اس کا اندازہ علامہ ابن خلدون کے اس قول سے ہو سکتا ہے رحمہ اللہ محمد بن اسمعیل قانہ اصل الاصول ای اصول الاحکام آگے چل کر اس فن کو اس قدر ترقی ہوئی کہ ایک ایک حدیث سے تقریباً تین تین سو مسائل استخراج و استنباط کئے گئے چنانچہ عمدۃ الاحکام اور الامام و دیگر تالیفات اس کے شواہد موجود ہیں۔

(۳) تاریخ الرجال کی تدوین کی طرف جس طرح امام بخاری نے توجہ کی یہ ان کی خصوصیات سے ہے۔ اس فن کا سنگ بنیاد گو یحییٰ بن سعید قطان نے رکھا لیکن باقاعدہ اور اہتمام بلیغ کے ساتھ اس کی تدوین امام بخاری نے کی اس مبارک فن کی تدوین کا خیال امام صاحب کو یوں نہ ہوا۔ امام صاحب نے جن مہمات کو اپنا ضروری فرض قرار دیا تھا، ان میں صحیح حدیثوں کا انتخاب اور تنقیدی نظر سے جانچنا سب سے اہم تھا، اس کے لیے جہاں اور چیزوں کی ضرورت تھی، ایک ضروری فن، فن تاریخ الرجال بھی تھا، امام صاحب پہلے کذاب، وصناع، افتراء پر وازوں کی ایک جماعت قائم ہو چکی تھی، اس تدوین فن الرجال کی بدولت سینکڑوں افتراء پر وازوں کے راز فاش ہو گئے، اور ہزاروں غلط واقعات کی قلعی کھل گئی، اس فن کی تدوین سے پہلے مفسرین واقعات و روایات تیار کرتے اور خوش اعتقاد لوگ مان لیتے، اسی طوفان بے تمیزی نے امام صاحب کو فن تاریخ کے اس خاص

عہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے "اول من جمع کلامہ فی ذلک یحییٰ بن سعید القطان" یعنی اول جس نے اس فن میں کتاب جمع کیا وہ یحییٰ بن سعید قطان ہیں لیکن واضح ہو کہ وہ باقاعدہ تصنیف نہ تھی ۱۲

شعبہ کی طرف متوجہ کیا اور امام صاحب نے تاریخ کبیرہ تاریخ اوسطہ تاریخ
صغیرہ لکھی۔ ایک اعتبار سے اس فن کی یہ اول تالیفات ہیں اسی واسطے امام اسحق بن
راہویہ نے تاریخ کبیرہ لکھی تو فریفتہ ہو گئے اور امیر طاسر خلیفہ کے دربار میں
پیش کر کے فرمایا الا ایک سحرا!

امام صاحب نے اس فن کی تدوین سے صرف فن حدیث ہی کی خدمت نہیں
کی بلکہ دنیا پر ایک احسان عظیم کیا۔ آنے والی نسلوں کو تاریخ کے ایک خاص شعبہ
کی طرف متوجہ کر گئے، امام صاحب کے نشان قدم پر سینکڑوں تصنیفیں لکھی گئیں،
اب تک یہ سلسلہ جاری ہے، مسلمانوں کے علاوہ اہل یورپ نے اس کو بڑی وقعت
کی نگاہ سے دیکھا۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ جہاں بہت سی خصوصیات وابستہ
ہیں ان میں ایک خصوصیت اس فن کی تدوین بھی ہے، اس فن کی برکتوں کا
اندازہ ذیل کے واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔

ابو المحاسن وغیرہ امام ابو حنیفہ کی سیرت میں ذیل کا واقعہ لکھتے ہیں، جو
فقہائے حنفیہ میں بلا تکبیر شہرت پذیر ہے۔

امام ابو حنیفہ کو حماد بن ابی سلیمان کے بعد کوفہ کی مسند ورس پر بٹھایا گیا تو آپ نے
مشکل قبول فرمایا انہیں دنوں خواب میں دیکھا کہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر
مبارکہ کے کھجور سے ہیں۔ ڈر کر چونک پڑے اور سمجھے کہ میری ناقابلیت کی طرف
اشارہ ہے، امام ابن سیرین علم تعبیر کے استاد و ماہر جاتے تھے۔ انہوں نے تعبیر
بتائی کہ اس سے ایک مردہ علم کو زندہ کرنا مقصود ہے۔ امام صاحب کو تسکین

ہو گئی، اور اطمینان کے ساتھ درس میں مشغول ہو گئے، اس واقعہ میں راہ امام ابوحنیفہ کا بعد انتقال حماد بن ابی سلیمان ان کی مسند درس پر بیٹھنا ۱۲ خواب دیکھنا ۱۳ امام ابن سیرین سے تعبیر لوچھنی یہ تین باتیں مذکور ہیں، حماد بن ابی سلیمان کا انتقال ۱۲۰ ہجری میں ہے اس کے دس برس قبل ۱۱۰ میں امام سیرین کا انتقال ہو چکا تھا اس لیے یہ واقعہ تاریخی حیثیت سے جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ بلا تامل یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امام ابوحنیفہؒ نے خواب دیکھنے سے دس برس پہلے تعبیر لوچھ لی ہو۔

عہ اسی طرح ہم عصر شمس العلماء غانی صاحب نے امام ابوحنیفہؒ کی تدوین فقہ کا طریقہ بتایا ہے جس کو عصر موصوف نے گو ابوالمحاسن ہی سے نقل کیا ہے لیکن اپنی سحریانی کا اس پر نیاز نگ چڑھایا ہے۔ ہم عصر موصوف کے الفاظ یہ ہیں، یحییٰ بن ابی زائد، حفص بن غیاث، قاضی ابو یوسف، داؤد طائی، حبان، منہل حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے، قاسم بن معن اور امام محمد کو ادب و عربیت میں کمال تھا، امام صاحب نے ان لوگوں کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع ہوئی، اس کام میں کم و بیش تین برس کا زمانہ صرف ہوا، یعنی ۱۱۰ ہجری سے ۱۱۳ تک۔

ہم عصر موصوف کے اس بیان کردہ واقعہ کو مشہور منظرہ علامہ رحیم آبادی نے اسی فن تاریخ الرجال کے معیار سے اس طرح ہانچا ہے کہ امام محمد کی ولادت علی اختلاف الروایات ۱۱۰ یا ۱۱۱ یا ۱۱۲ یا ۱۱۳ ہجری میں ہوئی ہوگی، قاضی ابو یوسف ۱۱۰ یا ۱۱۱ یا ۱۱۲ یا ۱۱۳ ہجری میں پیدا ہوئے، اس حساب سے ان کا سن ۱۱۰ ہجری میں آٹھ سات برس کا ہوتا ہے۔ بالخصوص جبکہ امام ابو یوسف افلاس کے باعث معاش کی فکر میں رہا کرتے بہت پیچھے پڑھنا شروع کیا، پھر ۱۱۰ میں اس مہتمم بالشان مجلس کے ممبر کنوئے نکر ہوئے، امام زفر ۱۱۰ میں پیدا ہوئے، اس حساب سے ان کا سن ۱۱۰ میں دس گیارہ برس کا تھا۔ ان کا اس مہتمم بالشان مجلس میں شریک ہونا محض غلات عقل و غلات وراثت، (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اس سے فقہ تاریخ الرجال کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے امام بخاری کی بارہ ایک ہیں نگاہ نے اس کو ضروری سمجھ کر ان کو پہلے اسی کی طرف متوجہ کیا اور پہلے ہی سفر میں مدینہ پہنچ کر قبل تالیف صحیح بخاری اسی کی تدوین میں مصروف ہوئے اور تاریخ کبیر کا سوادہ لکھا۔

(۴) ایک بڑی خصوصیت امام بخاری کی یہ ہے کہ اگلے فقہائے محدثین مجتہدین وغیرہ اپنی تالیفات کی بنیاد تو صرف ابواب فقہیہ پر رکھتے یا رفاق پر یا عبادات یا عرواات یا طب یا عقائد وغیرہ پر یا ان میں کی چند باتیں جمع کرتے، امام بخاری کی سب سے پہلی یہ تالیف ہے جو باوجود التزام صحت و تشدد و شرائط کے تمام فنون اسلامیہ کی جامع ہے، اس کے بعد بہت سے مؤلفین نے امام صاحب کا خاکہ اڑایا مگر۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خداے بخشندہ
تشدد و صحت، وقت نظرِ خودت فقاہت وغیرہ تو در کنار، اس قدر فنون بھی

البقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ جہاں نے سلسلہ یا سلسلہ میں وفات پائی اور وفات کے وقت ان کا سن ساٹھ برس کا تھا اس حساب سے سلسلہ میں ان کا سہ آٹھ برس کا ہوتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ سلسلہ میں ۱۳۱۰ھ و حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ یحییٰ بن ابی زائدہ سلسلہ میں پیاہوئے۔ پھر ان کی شرکت سلسلہ میں وہ مجلس کیونکر ترتیب دی گئی، معصر موصوف کا یہ لکھنا کہ ان لوگوں کی شرکت امام صاحب نے سلسلہ میں وہ مجلس مرتب کی الحمد للہ نہیں تو اور کیا ہے، والا نہ مذکورین بالامیدوں کے سنین ولادت بھی آپ نے لکھے ہیں، افسوس ہے فن تاریخ پر فلسفہ دان ہو کر آپ نے اس مجلس تدوین فقہ کو تنقیدی نگاہ سے نہ جانچا بلکہ نہایت فصاحت و سحر بیانی سے اس کو فقط چمکا دیا ۱۲۱۸ھ حواشی صفحہ ۱۲۱۸ مقدمۃ الفتح ۱۷۔

وہ اکٹھے نہ کر سکے۔ صحیح بخاری ہی ایک ایسی کتاب ہے جس پر صحیح اور جامع دونوں کا اطلاق صحیح ہے، جامعیت کی یہ حالت ہے کہ کیفیت وحی اور ابتدائے وحی رحس سے اسلام کی بنا قائم ہوتی ہے اسے لے کر تمام فنون عقائد عبادات معاملات سیر بدو العالم، غزوات، تفسیر، فضائل، طب، آداب، رقائق، توحید، وغیرہ اس طرح ۴۵ فنون اسلامیہ کی جامع کتاب لکھی، ملکی، سیاسی قوانین کے علاوہ روزمرہ کے جزئی معاملات کس طرح رہنمائی اور صحت و لائل سے مستنبط کئے۔ غرض بعد کتاب الہدیہ ایک ایسی کتاب ہے جو دین اور دنیا دونوں کے معاملات کو سلجھاتی ہے، اور مصنف کے تمام فنون میں قیامت کی شہادت دیتی ہے، ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ امام بخاری سہو اور نسیان سے پاک تھے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود امام صاحب نے اس تالیف کو بڑے بڑے نقادان فن امام احمد بن حنبل، ابن معین، علی بن مدینی اور ان کے معاصرین پر پیش کیا، ان لوگوں نے ایک ایک حدیث جا پرخ کر صحت پر اتفاق کیا۔ اسی طرح امام بخاری کے بعد تمام ماہرین فن حدیث نے جن کا تہجہ مستم تھا مجموعی قوت اس کے ایک ایک لفظ کو جانچا۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اس کے ایک ایک موضوع پر مستقل تصنیفیں لکھیں اور کسی ایسے مقام کو جہاں ذرا بھی رکنے کی جگہ ہو فنون حدیثیہ کی کسوٹی پر کس کر مستقل بحث لکھے بغیر نہ رہ سکے تو اب وہ لوگ جو اس فن سے نابلد ہیں جن کے دماغ نکات حدیثیہ کی سطح تک بھی نہیں پہنچتے اگر صحیح بخاری کی عام مقبولیت پر شور و شغب مچائیں تو کب قابل انتقادات سے رہیں گے۔

مہ نور می فشانند و سگ بانگ میزند

(۵) امام بخاری کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ قرآن اور روایات ہمدلی سے فن حدیث کے اصول و ضوابط کو مستحکم کرنا چاہیے۔ علم حدیث کے بہت سے اصول گورائے ہو گئے تھے لیکن ان کو بائنا بطہ فن بنا کر اور استدلال کی کسوٹی پر جانچ کر پیش کرنا اب تک مروج نہیں تھا۔ امام صاحب نے جامع صحیح میں ان اصول کو مستحکم کرتے بائنا بطہ فن کی صورت میں پیش کیا۔ اس کی بعض مثالیں یہ ہیں مثلاً حدیث یحییٰ کے دو طریقے پہلے سے چلے آتے تھے (۱) ایک یہ کہ محدث پڑھے اور طالبین سنیں (۲) دوسرے یہ کہ خود طالب حدیث سنائے اور استاد سنتا جائے اور رنعم ہاں کہتا جائے اس میں محدثین کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک جماعت جن میں حسن بصری، سفیان ثوری، امام مالک وغیرہ جیسے کامل الفہن ہیں کہتی ہے کہ اگر طالب پڑھے اور محدث سنی کر نفع یا ایسا ہی کوئی لفظ کہہ دے جس سے تسلیم کرنے کے معنی نکلتے ہوں تو شاگرد وحدہ ثنائوں کہہ سکتا ہے اور اس سے حدیث اور سلسلہ سند کے استحکام میں کوئی خلل نہیں پیدا ہو سکتا دوسری جماعت اس کی مخالف تھی۔ امام بخاری نے اخذ کے دونوں طریقوں کو جائز ثابت کیا۔ اور باب اس طرح منعقد کیا القراءۃ والعرض علی المسامع اور دونوں دعووں کو بڑے واضح طریق پر ثابت کیا۔

اسی طرح ایک مسلمہ یہ ہے کہ تابع کی سماعت حدیث معتبر ہے یا نہیں اور معتبر ہے تو کس سن سے۔ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ امام المحدثین نے دو صحابیوں راہن عباس محمود بن الرزیق کی سنی ہوئی حدیثوں سے بحوالہ اتفاق مقبول ہیں اس کی مقبولیت کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن ساتھ اس کے دوسرا باب منعقد کیا والفہم فی العلامہ جس سے اشارہ ہے کہ فہم شرط ہے اور فہم کے مدارج

مختلف ہوتے ہیں۔

اسی طرح مناولہ کی ایک صورت محدثین میں مروج تھی کہ اپنی مرویات کو طالب حوائج کے روئے اور روایت کی اجازت دے دیتے۔ ایک جماعت اس کی منکر تھی، امام المحدثین نے اس کو متعدد دلیلوں سے ثابت کیا اور باب اس طرح منعقد کیا:

باب ما یذکر فی المناولۃ و کتاب اہل العلم بالعلم الی البلدان
ایک مسئلہ کتابت حدیث کا ہے۔ بعض محدثین صحیح مسلم کی حدیث کی وجہ کتابت حدیث کے مخالف تھے، امام المحدثین نے اس کے لیے باب منعقد کیا باب کتابۃ اہل العلم اور کتابت حدیث کے جواز کو متعدد دلیلوں سے ثابت کیا:

ایک مسئلہ بڑا مہتمم بالشان یہ ہے کہ خبر واحد سے استدلال صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہے تو کن کن حالتوں میں صحیح ہے اور قیاس سے خبر واحد رو کر دی جاسکتی ہے یا نہیں یہی ایک مسئلہ ہے جو فقہائے اہل الرائے کو فقہائے محدثین سے ملگا لگا کرتا ہے امام صاحب نے اس کے لیے باب باس تعمیم منعقد کیا۔ باب ما جاز فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق فی الاذان والصلوۃ والعموم والفرائض اکا حکام خبر واحد کی مقبولیت پر قرآن سے استدلال قائم کرنے کے بعد اس کثرت حدیث پیش کیا کہ جو افراد اؤ خبر واحد میں لیکن معنی کے اعتبار سے متواتر ہیں اصل استدلال تواتر معنوی سے ہوا۔ امام صاحب نے خبر واحد کی مقبولیت میں اس کثرت کے واقعات

۱۔ بوقت دیکھنے اس واقعہ کے جس کے وہ راوی ہیں محمود بن الربیع کا سن پانچ برس کا تھا اس سے معلوم ہوا کہ پانچ برس کے لڑکے کا سماع معتبر ہے بشرطیکہ فہم رکھتا ہو پس اصل تحدید فہم پر ہے اگر اس سن میں فہم حاصل نہیں تو اس سن کے سماع کا اعتبار نہیں ۲۔ وہ حدیث جس کی سند زیادہ سے زیادہ تین تک ہو ۱۲

اس لیے پیش کئے کہ بعض کوتاہ بین کے اس خدشہ کو دفع کر ہی جو انہوں نے حدیث سے استدلال قائم کرنے پر پیش کیا تھا کہ خبر واحد کی مقبولیت پر خبر واحد ہی سے استدلال پیش کیا گیا ہے۔ لہذا یہ استدلال مستلزم دور کا ہے اور اس وجہ سے یہ استدلال قائم ہے۔ درحقیقت خبر آحاد سے احتجاج کا مسئلہ تو پہلے کوئی پیچیدہ مسئلہ تھا نہ اب ہے لیکن خبر واحد کی مقبولیت پر امام صاحب نے اسی وجہ سے زور دیا کہ امام صاحب کے زمانہ میں فقہائے اہل الرائے میں قیاس کا بڑا رواج ہو گیا تھا۔ صرف قیاس ہی تک محدود ہوتا تو چند مسائل مضائقہ نہ تھا۔ ان کو اپنے ائمہ کی رائے پر وثوق کامل پھر اس پر ان کے تخریجی اصول کی پابندی، ان وجوہات ان کے مسائل مستخرجہ کو احادیث نبویہ سے بہت بعد ہوتا گیا۔ اور جس قدر تخریج کے بعد تخریج در تخریج کی نوبت پہنچی اس بعد میں ترقی ہوتی گئی۔ جب مجتہدین محدثین ان پر مخالفت کا اعتراض کرنے لگے تو ایک اصول گھڑ کر آڑ بنا یا کہ خبر آحاد سے زیادت علی الکتاب ناجائز ہے۔ اس کا یہ مطلب لیتے کہ خبر آحاد سے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید وغیرہ نہیں ہو سکتی، اہل الرائے کے علاوہ اور بہت سے لوگ تھے جو خبر واحد کی مقبولیت اور اس سے استدلال

عہ چونکہ اہل الرائے نے اپنے مسائل مستخرجہ کے بعد محض آڑ بنانے کی غرض سے یہ اصل قائم کیا تھا اس لیے یک نہیں ان کے سینکڑوں مسئلہ مسائل پر اس قاعدہ سے اعتراض کر گئے لیکن فریق کے اعتراض کے جواب میں انہوں نے ہر جگہ یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ حدیث آحاد سے نہیں ہے بلکہ مشہور ہے لیکن اس دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے اس لیے محققین متاخرین اہل الرائے نے خود انصاف اس دعویٰ کو اکثر جگہ نامقبول ٹھہرایا حیرت تو اس پر ہے کہ باوجود یہ قاعدہ مقرر کرنے کے اہل الرائے نے خبر واحد کو درکنار قیاس سے زیادہ علی الکتاب کر دی اس بحث کو علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور اس کی پچاسوں نظیریں پیش کی ہیں ۱۲ منہ

کرنے پر پڑے بڑے شکوک پیدا کرتے۔ جس کا نام آگے چل کر اصول و روایت رکھا گیا اور نہایت دقت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

امام صاحب نے مذکورہ بالا باب کے علاوہ اور بھی کئی باب منعقد کئے جو اسی کی تائید کرتے ہیں ایک باب منعقد کیا باب یحدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الزبیر طبیعتہ واحدۃ پھر تیسرا باب کا تدخل اور بیعت النبی اکان یؤذن لک فاذا اخذ لہ واحد جائز چوتھا باب یہ ہے باب ما کان یحدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاضواء والرسول واحد بعد واحد اخیر میں ایک باب خبر المرء الواحد منعقد کیا جس سے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ حدیثوں کی مقبولیت کی طرف اشارہ ہے جن پر عورتوں کے بے شمار مسئلے موقوف ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی چند بابوں میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جیسے باب هل يجوز طحا کذا یحدث رجلاً واحداً وهل يجوز ترجان واحد ان کل ابواب کو امام صاحب نے یکجا پر مباحثہ بشفاف طریقہ پر ثابت کیا جو امام المحدثین کی خدا واد فقاہت کا حصہ ہے۔ ان کے علاوہ امام المحدثین نے طالب حدیث اور محدث کے وہ آداب جو اب اصول حدیث کی کتابوں میں ضبط کر دیئے گئے ہیں مفصلاً بیان کئے ہیں مثلاً، ضرورت کے وقت محدث طالب حدیث پر غصہ کر سکتا ہے اسی طرح راہ میں حدیث بیان کرنا ایک حدیث کو تین تین بار بیان کرنا، ذہن نشین کرنا، باتدازہ عقل بیان کرنا، سواری پر حدیث بیان کرنا، عورتوں کو حدیث نبوی کی تعلیم دینی، ان کے لیے ایک خاص دن مقرر کرنا، فہم کا امتحان کرنا، حدیث کے لیے سفر کرنا، فقہ الحدیث کا باوقعت ہونا، احادیث کو اس وقت تک بیان کرنا جب تک طالب گھبرائے نہیں۔ اس طرح کے

بہت آداب اور اصول بیان کئے ہیں۔ اسی طرح ایک مسئلہ یہ ہے کہ روایت حدیث کبھی روایت میں انہیں تا کہتے ہیں کبھی حدیث میں ان دونوں میں کچھ فرق ہے یا یہ دونوں ایک ہیں؟ امام بخاری نے ثابت کیا کہ یہ دونوں ایک ہیں۔ اس کو اس اعتراض سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہلی بھائی ممتی جس کے طرق جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا لفظ جسمانی کبھی تو حدیثی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں کبھی باخبرونی سے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں ایک معنی میں آتے ہیں۔ اسی طرح ایک شعبہ خاص فن حدیث کا یہ ہے کہ مخالف احادیث نبویہ جو اپنی دھم پرستی سے علاوہ روایت کے حدیث کے مفہام میں اعتراضات کرتے ہیں اس کی تشفی کی جائے۔ جس کا نام فن تفسیر حدیث یا فن مادیل مختلف الحدیث ہے۔ ایسے لوگوں کے اعتراضات کی بنیاد تو یہ ہوتی ہے کہ یہ حدیث عقل کے خلاف ہے جیسے معراج جسمانی کی حدیث یا معجزات کی حدیثیں اسی طرح کے اعتراضات قرآن پر بھی کئے گئے ہیں دوسرے یہ کہ یہ حدیث فلاں آیت کی مخالفت ہے یا فلاں حدیث کی مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں وارد ہوا لا تفضلوا بیننا وبينہما یعنی نبیوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو بظاہر یہ حدیث آیہ کریمہ وذلک رسول فضلنا بعضہم علی بعضہم کے مخالف ہے۔ امام بخاری کو گیارہ سو برس پہلے یہ موضوع خیال میں آیا کہ ظاہر پرست لوگ ایسا اعتراض کر سکتے ہیں اس کے لیے امام بخاری نے صحیح بخاری کا ایک حصہ وقف کر دیا۔

عہ اسی واقعہ میں غور کر دو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس موقع پر منع فرمایا تھا وہ موقع یہ تھا کہ ایک مسلمان اردیودی میں کسی بات پر جھگڑا ہوا۔ یودی نے کہا والذی اصطفی ربانی بر صفہ آئندہ

فقہ

امام بخاری کے لیے افقہ الناس یا سید الفقہاء یا امام الدینیانی الفقہ کا

(بقیہ صفحہ سابقہ) موسیٰ علی العالمین اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ کو دنیا کے کل بشر پر فضیلت دی ہے مسلمان
نے کہا والذی اصطفیٰ محمد علی العالمین غصہ بڑھا تو نوبت زدہ کوب کی سنجی اس پر آپ فرمایا لا
تفضوا ابنی انبیاء اللہ مطلب یہ تھا کہ بحیثیت نفس رسالت سب برابر ہیں کافر قی بین احد من
وسلہ فضیلت دینے میں ایک کی کم قدری کرنی جیسا کہ تم سے واقف ہوا مناسب نہیں۔ قرآن نے اجمالاً بتایا کہ
بعض کو بعض پر فضیلت ہے لیکن تم اپنے قیاس یا مخصوص نہیں بنا سکتے کہ خاص فلاں پیغمبر کو فلاں پیغمبر پر فضیلت ہے اور
خاص فلاں بات میں ہے یا ہر طرح ہے اور ہر بات میں اس کی تفصیل قیاس درائے سے نہیں ہو سکتی پس درحقیقت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کم قدری کرنے اور رائے و قیاس لگانے سے منع فرمایا اس کے متعلق زیادہ تفصیل
ہم امام بخاری کی نقاہت و اجتہاد کے بحث میں لکھیں گے کیونکہ اس کو زیادہ تعلق نقاہت ہے اس موضوع پر امام
بخاری کے شاگرد عبد اللہ بن مسلم دینوری نے ایک مستقل لکھی جس کا نام تامل مختلف الحدیث ہے یہ تالیف طبع ہو کر راجہ ہوئی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی خدمت میں جس اہتمام و احتیاط و تشدد سے علامہ اہل سنت اور خاصہ
تبلیغ امام بخاری اور ان کے اساتذہ و تلامذہ نے کام لیا اور حدیثوں کے جمع کرنے اور پھیلانے میں بیخ سخی
اور جان توڑ کوششیں کیں ان کو دیکھتے ہوئے ایک ضروری بحث یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ آیا دوسری ملت والوں نے یا
مسلمانوں ہی میں دوسرے فرقوں نے اپنے رسول اور نبی کے اقوال و احوال و احکام کے ساتھ بھی کچھ کیا یا نہیں اور
کیا تو کیا یہ بحث جس قدر طویل ہے اسی قدر کارآمد بھی ہے۔ گو ہم نے اس بحث کو نوجن طوالت حصہ ثالثہ کے لیے رکھا
ہے تاہم کسی قدر اجمالاً عرض کر دینا ضرور ہے۔ وہ چند ہاتھ تین اقسام کے ہیں یعنی چیزوں کی قدر کے مقابلے سے کھلتی ہے
یہودیوں عیسائیوں گریوں آریوں ہندوؤں راسی طرح اور کتنے فرقے ہیں) تو چھوڑ دو (بقیہ صفحہ آئندہ)

لقبہ امام طور پر ایسا ہی غیر باتوں میں خیال کیا جائے گا جس طرح امام ابو حنیفہؒ کے لیے اہل سنت یا عامس بالحدیث ہونے کا لقب۔ حالانکہ امام بخاری کے افقہ الناس، یا سید الفقہاء سے

درتبعہ حاشیہ صفحہ سابقہ کیونکہ جن کتابوں کی نسبت ان کے یہاں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ فلاں کتاب خدا کی دوز ہوئی، ان کی حالت ایسی زعمہ ناگفتہ بہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کسی کی ہے حاصل ہے تحریف اور تخریص کے علاوہ ان کتابوں میں یہ بھی نہیں ہے کہ یہ کتابیں کس نے اتاریں اور کس پر تریں اور کس سلسلہ سے پہنچیں اور ان کی حالت کیا رہی، اندرونی معامین کی جو حالت ناگفتہ بہ ہے وہ ان کے علاوہ ہے بلکہ مسلمانوں ہی کے فرقوں کو دیکھو بالخصوص شیعہ کی طرف نظر اٹھاؤ کیونکہ دریدہ دہنی اور اعتراضات کرنے میں یہ فرقہ آریوں کے مقدم ہے اس سے پوچھو کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو سوائے اس کے کہ تابعی امام باقرؑ اور تبع تابعی جعفر صادقؑ کے اقوال اور انہیں کی باتیں پیش کریں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ خود قرآن میں اہل سنت کے محتاج ہیں۔

شیعوں کی احادیث جانچنے کیلئے چند باتوں پر غور کرنا ضروری ہے

(۱) موضوع فقہ حدیث (۲) فقہ حدیث کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز کیا ہے (۳) حدیث لینے والے راویوں کی حالت اور حدیث لینے کا طریقہ (۴) شیعوں کی کتابیں جن کو یہ لوگ ائمہ معصومین سے ماخوذ بتاتے ہیں انکی کیا حالت، اور جامعین کتب کیلئے قے رہی بحث (۵) شیعوں کی احادیث کا سلسلہ چونکہ ہاشمیانے شاذادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا ہے جو بالاتفاق معصوم ہیں اور جن کا قول و فعل حجت شرعی ہے۔ بلکہ آپ کی امت کے چند بزرگوں تک پہنچتا ہے جو تابعی ہیں یا تبع تابعی اور شیعوں کے نزدیک (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

حدیثیوں کا عقیدہ ہے کہ ہر حضرت علیؑ کے اصلی اور کامل قرآن کسی نے نہیں بیع کیا اور وہ برابر ائمہ شیعہ کے پاس چھپا۔ ہاں اپنے کسی کو نہیں دیکھا یا اب غار واسلام کے پاس ہے وہ لے کر نکلیں گے۔ ائمہ شیعہ اور علمائے شیعہ کا اقرار ان کی معتبرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے اس کی مکمل اور قابل دید بحث منظرہ سنیہ اولیٰ مصنفہ مولوی عبد الشکور ایڈیٹر رسالہ انجم لکھنؤ میں شے کی ۱۲ منہ

ملقب ہونے کے لیے کسی خارجی شہادت کی ضرورت نہیں بلکہ ایسے اخبار کا معاینہ، امام بخاری کی دقیقہ سنجی اور وقت نظری کی بین شہادتیں مردہ و سحر پر بھی اب تک موجود ہیں۔ جن کا سلسلہ امام بخاری تک ہزاروں طرق سے پہنچتا ہے۔ اس وجہ سے

ابقیہ ماشیہ صفحہ سابقہ میں رسول کے معصوم ہیں۔ ان کا قول فعل بھی رسول کے حجت شرعیہ اور فو حدیث کا موضوع ہے ان کے مذہب میں علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کی امت کے چند بزرگ بھی ہیں۔ لہذا شیعوں کی حدیثوں کا اثر ناقابل اعتبار ہونا عصمت ائمہ پر تو دوسرا جس کو کسی شیعہ نے آج تک ثابت نہیں کیا نہ تاقیامت ثابت کر سکتا ہے شیعوں نے جس قدر لائل عصمت ائمہ کے پیش کئے ہیں اور ان کے بڑے بڑے منطقیوں مثلاً امام اعظم عفی عنہ وغیرہ نے بے سر و پا مقدمات ترتیب دیے ہیں ان کی حالت دیکھنا ہو تو منظرہ حصہ سوم اور منہاج السنۃ اسے مجموعہ فتاویٰ علامہ رشو کا فی متعلقہ عصمت اہل بیت دیکھو۔ چونکہ عصمت ائمہ مثلاً رسول کے دوران کا درجہ رسول کے ثابت نہ ہوا اس لیے شیعوں کی باشتنائے چند کل حدیثیں بے اعتبار ہیں۔ بخلاف اہل سنت کہ ان کے یہاں موضوع نہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے، دوسری بحث (۴) فن حدیث کے لیے صاق دویانت لازم اور واجب ہے بغیر صدق دویانت کے فن حدیث قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ اور شیعوں کے لادویوں میں صدق دویانت اس طرح معدوم ہے جیسے گدھے کے سر سے سینک۔ اصول کافی کی روایت جو سب اصح اور بحال ان کے امام معصوم و رجو مثل رسول متھے کی جانچی ہوئی کتاب ہے، مذکور ہے کہ خود ائمہ نے نام لے لے کر اپنے اصحاب (شاگردوں) کے کاذب ہونے کی شہادت دی ہے۔ نہ ارہ جو اصدق الصادقین مذہب شیعہ میں ہے اس کو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جھوٹا ہے اور مجھ پر جھوٹ جوڑتا ہے روکھوا اصول کافی اور ابوالجبار دوجوڑے پایہ کار دی ہے اس کی امام جعفر صادق نے یہ تعریف کی ہے "کذاب مکذب" باوجود اس تصریح کے شیعہ ان کی حدیثیں لیتے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں ان کو اصح الاحادیث کا خطاب دیتے ہیں (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کوئی ضرورت نہیں ہے کہ زور طبعیت سے برجستہ جوابات کے دل خوش کن قصے تصنیف کر کے امام بخاری کی طرف منسوب کئے جائیں جیسا کہ عموماً معتقدین کا قاعده ہے، نہ حیرت الفقد کی تصنیف کی ضرورت ہے۔ تاہم ان لوگوں کے لیے جن کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امام کے قول کا اعتبار نہیں کرتے اس سے اور ترقی یہ ہے کہ ائمہ کو اپنے شاگردوں کے کثرت کذب پر تعجب ہوتا تھا اور فرماتے تھے گویا اللہ نے ان پر فریضہ کر دیا ہے کہ ہم پر جھوٹ جوڑا کریں، (تیسری بحث ۱۳) ائمہ کے اقوال جو شیعوں کی اصطلاح میں احادیث ہیں اور ان کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کے برابر ہے، جو شیعوں نے روایت کئے ہیں ایک دوسرے کے متناقض ہیں۔ ایک امام کے قول کو دوسرے امام کے قول سے ملا کر دیکھو تو عجیب قدرت خدا یاد آتی ہے۔ بلکہ ایک ہی امام کے اقوال کو باہم ملاؤ تو اس قدر تعارض اور تناقض ہے کہ خود محدثین شیعہ کے حوالہ سے درست نہیں سمجھتے محدثین شیعہ نے اس کی بہت سی وجہیں تراشی ہیں لیکن یہ کیا بات جہاں بات بتائے نہ بنے (۱) کہیں تو یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کے اوپر جھوٹ جوڑا گیا ہے اور یہ اختلافات و تعارضات اسی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں (۲) کہیں یہ کہتے ہیں کہ ائمہ تقی کی حالت میں غلات اپنے مذہب کی فتویٰ دیا کرتے تھے اور یہ اختلافات اسی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں (۳) کہیں یہ بات بتاتے ہیں کہ ائمہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے عمدتاً متفق اور مختلف باتوں سے اپنے شیعوں میں اختلاف ڈال دیا ہے۔ اس مصلحت سے کہ اگر وہ سب ایک بات پر متفق ہو جائیں گے تو لوگ ان کو ہم سے روایت کرنے میں سچا سمجھ لیں گے اور یہ روایت میں سچا سمجھا جائے ہمارے لیے بھی مضرت ہے اور ہمارے شیعوں کے لیے بھی۔ یہ سب وجوہات صحیح مانو جب بھی عرض کیجیے کہ یہ ہر حالت میں شیعوں کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں ہیں شیعوں کی احادیث میں اختلاف اس درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ان کے محدثین اپنی کتابوں میں اس کا رد کرتے۔ مولوی دلدار علی صاحب مجتہد اساس الاصول عدہ میں لکھتے ہیں الاحادیث الماترۃ عن الایمۃ مختلفۃ جدالاً بکاویہ بعد باقی بر صفحہ آئندہ

دماغ جن کی طبیعتیں اقوال الرجال کی خوشگرم ہیں۔ اس عینی شہادت کے علاوہ کتب
اسماء الرجال اور مستند تواریخ میں بکثرت شہادتیں موجود ہیں۔ صرف ان مستند فقہاء
محدثین و شیوخ کے اقوال جمع کئے جائیں جن کا فضل و کمال مسلم ہے تو ایک لیبیک کتاب بن جائے

در تہذیب عاشیہ صفحہ گذشتہ) حدیث لاادنی مقابلتہ یا تافیر ولا یتفق خبر الا باثر ما یضاهہ حتی صار ذلک سببا
لرجوع بعض ان تصیین عن اعتقاد الحق۔ یعنی حدیثیں جو ائمہ سے مروی ہیں ان میں باہم بہت اختلاف ہے کوئی
حدیث ایسی نہیں ہے جس کے مقابلہ میں اس کے خلاف حدیث نہ ہو کوئی خبر ایسی نہیں جس کے مقابلہ میں
اس کے کوئی منافی حدیث نہ ہو یہاں تک کہ یہ اختلافات بعض ناقص لوگوں کے مذہب شیعہ پر غائب ہو گئے
اچوتھی بحث (۱۴۱) تہذیب کے معنی بھوٹ بونا یا خللات اپنے اعتقاد کے کوئی بات کہنا یا کوئی کام کرنا (۱۴۲) تہذیب

ہر شیعہ پر فرض ہیں ہے جو نہ کہ سے وہ بے دین بے ایمان ہے (۱۴۳) تہذیب ہر ضرورت کے موقع پر ضروری ہے اور
ضرورت کی تشخیص ہر شخص کی رائے پر ہے ہمیری بات کے متعلق مناظرہ حصہ چہارم میں تقریباً چالیس مواقع
ائمہ کے تہذیب کرنے کے شیعوں کی صحیح ترین کتب سے نقل کئے گئے ہیں جن میں ذرہ برابر ضرورت تہذیب کی نہیں معلوم
نہ کسی شیعہ کے امکان میں ہے کہ ان مواقع میں ضرورت کا نشانہ بھی بیان کر سکے۔ پس باوجود تہذیب کیا باقاً
دیگر اس کثرت و شدت کذب کے شیعوں کے رادی تو حدیثاً ان کے ائمہ کا قول رجوع حدیث میں (۱۴۴) کہ یہ فکر
قابل اعتبار ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے جن کو ہم ان کا اصلی مذہب سمجھیں وہ انہوں نے تہذیب میں کہا ہو اگر جملہ
اور مکابر سے کام نہ لیا جائے تو شیعوں کو کسی طرح معز نہیں۔ کیا اس کا جواب حضرات شیعہ دے سکتے ہیں
کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے یہاں دروغ گوئی کا رواج نہیں اور دروغ گوئی ہمارے یہاں اعلیٰ درجہ کی
عبادت نہیں۔ اگر ایسا کہیں تو یقیناً انہیں اپنی تمام کتابوں کی تکذیب کرنی پڑے گی۔ کیونکہ احادیث کی

عہ یہ وہ معنی ہے جس پر شیعوں کا عمل درآمد رہا جس کے سینکڑوں ثبوت ان کی حدیثوں کی کتابوں میں

موجود ہیں ۱۲۔ اصول کافی ۱۲۔ عہ از مولوی عبد اشکور صاحب ایڈیٹر انجم ۱۲

امام اسحاق بن راہویہ۔ محمد بن ابیہار بن کالقب بندار ہے۔ امام دارمی علی بن مدینی۔
 امام ابو حاتم رازی۔ قتیبہ بن سعید۔ امام ابو یوسف بن ابی شیبہ۔ علی بن حجر الوسیل فقیہ۔
 اسماعیل بن اویس۔ امام احمد بن حنبل۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے کمالات علمیہ چار دانگ

در بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ تو کیا ذکر خود حضرات ائمہ شیعہ کی دروغگوئی کے صد ہزار روایات شیعوں
 کی کتابوں میں موجود ہیں اور تقریباً چار سو روایات اس قسم کے مناظرہ حصہ چہارم میں نقل کر دیے گئے
 ہیں۔ آیا حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دروغگوئی کا نام تقیہ ہم نے نہیں رکھا ہے۔ دروغگوئی اور تقیہ میں
 کچھ فرق ہے اگر ایسا کہیں تو ان کو اپنی مسلم العمت احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ کو جس کے نکل جانے
 سے ان کے مذہب کی خیر کسی طرح قائم نہیں ہو سکتی دیا بد کرنا پڑے گا۔ کیا حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے
 ہیں کہ اس دروغگوئی نے کوئی برا اثر احادیث اعتبار پر نہیں ڈالا اگر ایسا کہیں تو بدانت مان سکتا ہے
 ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ جھوٹ بولنے سے آدمی کا اعتبار جاتا رہتا ہے اور جھوٹے کی کوئی روایت قابل
 اعتماد نہیں ہوتی استنبصار میں اختلاف روایات رفع میں اکثر یہی طریق اختیار کیا ہے ہذا محمول علی التیقہ
 یعنی یہ بات جھوٹ ہے امام نے تقیہ سے فرمایا تھا۔

رپانچویں بحث (۱۵) شیعوں کے بیان کے موافق ائمہ کی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی بد مذہب ان سے فتوے
 پوچھنے جاتا تو وہ اس کو اسی کے مذہب کے موافق فتوے دیتے تھے اور اس کی وجہ علمائے شیعہ یہ بیان کرتے
 ہیں کہ ائمہ ہر شخص کو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ نجات پالنے والا ہے یا ہلاک ہونے والا۔ ہلاک ہونے والے کو نجات کی بات
 نہیں بتاتے بلکہ ہلاکت ہی کی باتیں تعلیم کرتے۔ ائمہ کے اس فعل کی وجہ خواہ کچھ ہی ہو مگر اس موقع پر
 یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ ایسے ائمہ کی احادیث اگر رد اہل شیعہ کے دست تصرف سے
 محفوظ ہوں تو بھی قابل اعتبار نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ہم جن احادیث کو ان کا اصلی مذہب بد مذہب ہوتا ہے

۱۵ شیعوں کی حدیث کی اصح ترین ایک کتاب ہے ۱۲۰

عالم میں شہرہ ہے۔ اکثر ان میں وہ ہیں جن کے کمالات علمیہ میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ کوئی تو ان میں کا امام بخاری کو سید الفقہاء کا لقب دیتا ہے۔ کوئی افقہ خلق اللہ کہتا ہے۔ کوئی فقیہ ہدایہ الامۃ کوئی امام مالک سے تشبیہ دیتا ہے۔ کوئی امام احمد

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سمجھتے ہیں ممکن ہے کہ انہوں نے برعایت مذہب فرمایا ہو۔

شیعوں کے اصول اربعہ اور ان کے جامعین کی حالت

۱۔ اصول کافی کی حالت :

شیخ صدوق اصول کافی کے جامع ہیں ان کی حرکت یہ تھی کہ جب حدیث کو اپنے مذہب کے خلاف پاتے اسے کانٹ چھانٹ کر اپنے مذہب کے موافق بناتے اور اس کا اثر خود شیعوں کو ہے۔ بلا باقر مجلسی فرماتے

ہیں۔ ہذا الخیر ماخوذ من الکافی و فیہ تغیرات عجیبۃ تورث سوء الظن بالصدوق و انما فعل ذلک لیوافق مذہب العدل۔ یعنی حدیث کافی سے ماخوذ ہے مگر اس میں عجیب تغیرات ہوئے ہیں جس سے شیخ صدوق کے ساتھ بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ صدوق نے یہ کارروائی صرف اس لیے کی کہ یہ حدیث مذہب شیعہ کے موافق ہو جائے اب فرمایے کہ جب شیعوں کے محدثین ان میں بھی بہت ہی بلند پایہ محدثین کی یہ حالت تھی تو پھر کون کر اور کس وجہ سے شیعوں کی کسی حدیث پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اصول اربعہ

یعنی چار سو کتابیں و غیبی پلاڑیا جس کی تصنیف شیعہ اپنے ائمہ کے زمانہ میں بتاتے ہیں اور رچھپے ہوئے قرآن کی طرح ان کا ذکر بھی ہر سے فخر و مباہلات کے ساتھ کرتے ہیں (باقی صفحہ آئندہ)

۲۔ اس کی مثالیں مناظرہ حصہ چہارم میں دیکھو مثال میں بڑی پرطوت شیعوں کی حدیثیں ملیں گی ۱۲ منہ

بن حنبل پر ترجیح۔

لیکن یہ صدائے ہمارے کانوں میں غیر مانوس معلوم ہوگی۔ کیونکہ وہ فقہ جس سے ہمارے کان آشنا ہیں ان قیاسی مسائل کے انبار کا نام ہے جو کسی امام کے قول کو ماخذ بنا کر اس سے استخراج کئے گئے ہیں۔ یا کسی فقیہ کے قواعد مقررہ پر تفریع کئے گئے ہیں اسی کو آج کل عموماً فقہ کہا جاتا ہے اور اسی تخریج کا نام فقہیت ہے جس سے بڑے بڑے قنادے طیار ہو کر ملک میں رائج ہیں

وبقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ یہ اصول اربعہ را اصول کافی من لایحضرہ الفقیہ استبصار تہذیب انہیں چار سو کتابوں سے مرتب کی گئی ہیں وہ چار سو کتابیں موانق ارشادائمہ اور مطابق اقرار علمائے شیعہ کذابین مفرین بے دین کے دست تصرف محفوظ نہیں ان کا کوئی انتظام علمائے اہل سنت کی طرح کیا گیا بلکہ ان کتابوں میں بہت کچھ تحریف نہانہ اثر میں ہو گئی تھی اور بہت سی چھوٹی باتیں انہ کی طرف منسوب کر کے ان کتابوں میں بڑھائی گئیں پھر وہ چھوٹی روایتیں ان کتابوں سے مالک نہیں کی گئیں۔ توضیح المقال کے ص ۱۱۱ میں ہے اخراج الموضوعات عثمانی ایڈیشن من الاخبار غیر معلوم داد عارہ

کما یاتی غیر مسموع۔ نیز اسی صفحہ میں ہے احتمال الوضع قائم فی اکثر الاخبار و جمیعہا مان وضعف فی بعض بقرائن خارجہ یعنی چھوٹی حدیثوں کا نکالنا جاننا ان حدیثوں سے جو ہمارے ہاتھوں میں معلوم نہیں اور ایسا دعویٰ لائق سماعت نہیں۔ احتمال جھوٹ کا اکثر حدیثوں میں بلکہ سب میں موجود ہے۔ گو بعض میں بسبب قرائن خارجہ کے یہ احتمال کذب کمزور ہے۔

یہاں اجمال بحث کی گئی ہے حصہ ثالثہ میں شیعوں کی حدیثوں پر کما تقید ہوگی انشاء اللہ ائمہ اقصیٰ سے کہ حضرت ادرحوم کی وفات بعد ان کے مسودات میں حصہ ثالثہ کا مسودہ دستیاب نہیں ہوا ہم کو عرصہ کے بعد اس طرف توجہ ہوئی جبکہ ہماری غفلت سے ان کے تصنیفی سیافات منتشر ہو چکے تھے یہ عیب اللہ تعالیٰ

امام بخاری کی فقہیت کا اندازہ اسی وقت کیا جاسکتا ہے کہ فقہ سے کسی قدر مفصل بحث کی جائے اور اہل ملک کے خیالات سے غلط فہمی کا پر وہ اٹھا دیا جائے اس لیے ہم یہاں کچھ بسط سے کام لینا غیر مناسب نہیں سمجھتے۔
علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں۔

انقسم الفقہ فیہم الى طریقتین طریقة
اہل الروای والقیاس ہم اہل العراق
وطریقة اہل الحدیث وہم
اہل الحجاز وکان الحدیث قلیلا فی
اہل العراق لما قد منافا ستکثروا
من القیاس وہو وافیہ ولذلک
قلل لہم اہل الروای
ہم اہل الرأی رکھا گیا۔

مقدمین میں فقہ کے دو طریقے ہو گئے۔ ایک
طریقہ اہل الرأی اور قیاسیوں کا وہ عراق کو کہہ
دیں (غیرہ) والوں کا طریقہ ہے دوسرا طریقہ الحدیث
کا اور وہ مکہ مدینہ والوں کا طریقہ ہے عراق
والوں میں حدیث کم تھی جس کی وجہ ہم نے اوپر
لکھی ہے اس لیے انہوں نے کثرت سے
قیاس کیا اور قیاس ہی میں ماہر ہوئے ان کا

جناب شاہ ولی اللہ صاحب مصنفی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں یہ باید دانست
کہ سلف در استنباط مسائل و فتاویٰ بر دو وجہ بود یکی آنکہ قرآن و حدیث و آثار
صحابہ جمع میکردند و از انجا استنباط مسائل می نمودند و این اصل راہ محدثین است
و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع از ائمہ تنقیح و تہذیب آں کردہ اند یا دیگرند بے ملاحظہ
ماخذ آں پس ہر مسئلہ کہ واروی شد جواب آں از ہماں قاعدہ طلب میکردند و این
اصل راہ فقہا است و اشارہ ہمیں معنی است از آنکہ گفتہ اند کہ حماد بن ابی سلیمان اعلم
ناس بود بحدیث ابیہم قواعد کلیہ کہ در فتاویٰ تہذیب و تنقیح آں کردہ بود مصنفی مطبوعہ دہلی

اور جناب شاہ صاحب حجۃ اللہ الباقیہ میں بعد ذکر فقہائے محدثین لکھتے ہیں
 فَكَانَ بَارِزًا هُوَ لَا فِي عَصْرِ الْمَلَائِكَةِ سَفِيًّا
 وبعد ہوں قوم لا یکرہون المسائل ولا
 یکرہون الفتاویٰ یقولون علی الفقہ
 بناد الدین فلا بد من اشاعتہ
 دین کی بنا ہے۔ ضرور چاہیے اس کی اشاعت کرنی۔
 پھر جناب شاہ صاحب فقہائے محدثین کے طرف مقابل کی حالت لکھتے

ہوئے کم طراز ہیں

وذلك لانه لم يكن عندهم من الاجاد
 والا تار ما يقدر به على استنباط
 الفقہ علی الاصول التي اختارها اهل
 الحديث ولم تشرح صدرهم للنظر
 فی اقوال علماء البلدان وجمعها و
 البحث عنها واتبعوا نفسهم في ذلك
 وكانوا يعتقدوا في ائمتهم من غير
 الدرجة العليا من التحقيق كان قلوبهم
 ان لوگوں کے پاس احادیث اور آثار اس قدر
 نہ تھے جس سے وہ محدثین کے اصول پر اور
 ان کی طرح مسائل استنباط کرتے نہ ان کے
 دل پر یہ بات کھلی کہ علماء اقصاء و صحابہ
 تابعین کے اقوال جمع کرتے اور اس سے
 بحث کرتے اس بارے میں انہوں نے اپنے
 نفس کو مستہم کیا ان لوگوں کو اپنے اماموں کی
 نسبت یہ اعتقاد تھا کہ ان کا تحقیق میں بڑا

اسی اعتقاد نے تقلید شخصی کی بنا ڈال دی آگے چل کر یہ خیال ایسا مستحکم ہو گیا کہ تحقیق سے سرکار نہ رہا اور
 داع بھی ایسا تنگ ہو گیا کہ مذہم کے احساس میں کمی ہو گئی۔ مذہبہ شعار میں کہا گیا ہے نہ قطعہ رہنا
 اہل اہل علی من رد اقوال ابی حنیفہ و عین کا مطلب غلامیہ یہ ہے کہ امام صاحب کے رقبہ پر صفحہ آئندہ

امیل شیء الی احبابہم کما قال

علقۃ ہل احد منہما ثبتہ مرعید اللہ

و قال ابو حنیفۃ براہیم افقہ من

سالحہ ولو لا فضل اعمیۃ لقلت

علقۃ افقہ من ابن عمر

درجۃ اللہ ص ۱۲۱ مطبوعہ معصم

بڑھ کر فقیہ ہیں۔

اس تقسیم کے بعد مناسب ہے کہ فقہائے محدثین اور فقہائے اہل الرائے

کے طرز اجتہاد کو مفصل ذکر کیا جائے۔

فقہائے محدثین کا طرز اجتہاد و اصول فقہاء

و کان عندہم انہ اذا وجد فی المسئلۃ

قرآن ناطق فلا یجوز التحول منہ الی

غیرہ و اذا کان القرآن محتملاً لوجوہ

فالیستہ قاضیۃ علیہ فاذا لم یجدوا

فی کتاب اللہ اخذوا سنت رسول

فقہائے محدثین کا اجتہاد میں قاعدہ یہ تھا کہ

اگر کسی مسئلہ میں قرآنی فیصلہ ناطق موجود ہو تو

اس سے دوسری طرف رخ کرنا ان کے نزدیک

جائز نہیں۔ اگر آیات قرآنیہ میں چند احتمالات

ہوں تو حدیث نبوی یا اس کا فیصلہ کر دیں لیکن

ریقہ گذشتہ قول کے رد کرنے والے پرچیدہ بحث۔ بعض لوگوں کو اس کا خیال ہوا کہ یہ تو بجا ہے مگر کے

تدرج ہو گئی کیونکہ امام صاحب کے ورثہ مسائل کہ ان کے تلامذہ امام محمد و امام ابو یوسف و طحاوی نے رد

کیا ہے اس لیے اس شعر کی تاویل کرنی چاہیے۔ لیکن تاویل بارود ۱۲ منہ +

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا دکان
 مستفیضاً ائرا بن الفقہاء ویکون
 مختصاً باہل بلد واهل بیت اور
 بطریقہ خاصہ و سواد عمل بہ الامحاء
 والفقہاء اولہ یعملوا بہ و متقی کان
 فی المسئلۃ حدیث فلا یتبع فیہا خلا
 اثر من الاثر ولا اجتہاد احد من
 المجتہدین واذا افرغوا جہدہم
 فی تتبع الاحادیث ولہم یجدوا فی
 المسئلۃ حدیثاً اخذوا یا قوال جماعۃ
 من الصحابۃ والتابعین کا یتقیہ
 بقوم دون قوم ولا بلد دون بلد
 کما کان یفعل من قبلہم فلا تنفق
 جمہور الخلفاء والفقہاء علی شئ
 فہو المقتنع وان اختلفوا اخذوا
 بحدیث اعلیٰ ہر علماء اور عہد و رعایا
 او اکثر ہر ضبط اور ما اشتهر عنہم
 فان وجدوا شیئاً یستوی فیہ قولہ
 فی مسئلۃ ذات قولین فان عجزوا

جب کسی مسئلہ میں ای کو قرآنی فیصلہ نہ ملتا تو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے
 اس مسئلہ کو لیتے۔ خواہ وہ حدیث
 فقہاء میں مشہور ہو یا کسی خاص شہر کے لوگوں
 میں پائی جاتی ہو یا کسی خاص گھر کے لوگوں
 میں اگر چہ ایک خاص سند سے مروی ہو
 چاہے صحابہ اور فقہائے اس پر عمل کیا ہو
 یا نہ عمل کیا ہو اور جب کسی مسئلہ میں حدیث
 نبوی مل جاتی تو کسی صحابی کے اثر یا مجتہد
 کے اجتہاد کی اتباع نہ کرتے لیکن جب
 کسی مسئلہ میں وہ اپنی قوت انسانی بصر سے کسی
 احادیث تلاش کرتے اور اس مسئلے میں حدیث
 کے ملنے سے مایوس ہو جاتے تو اس وقت
 جماعت صحابہ و تابعین کے قول کو لیتے
 کسی شہر یا قوم کے مقید ہو کر نہ رہتے ہی
 دستور تھا ان سے پہلے صحابہ و تابعین کا
 پس اگر جمہور فقہاء اور خلفاء کا کسی مسئلہ پر
 اتفاق مل جاتا تو یہ ان کی قناعت کا باعث
 ہو جاتا اگر ان میں اختلاف پاتے تو ان میں

عز ذلك ايضا تأملوا في عمومات
الكتاب والسنن وإعمالهما اقتضائهما
وحملوا نظير المسئلة عليها في الجواب
إذا كانتا متقاربتين بآدي الروا
لا يعتمدون في ذلك على
قواعد من الأصول ولكن
على ما يخلص إلى الفهم و
يثلم به الصدور كما أنه ليس
میزان التواتر عدد الروايات و
لا حاله و لكن اليقين الذي
يعقبه في قلوب الناس كما
ينها على ذلك في بيان حال
الصحابة وكانت هذه
الأصول مستخرجة عن صحيح
الأوائل وتصريحياتهم

رحمة الله عليه ج ۱ مطبوعه مصر

جو قرآن و حدیث کا زیادہ جاننے والا ہوتا
جو زیادہ محتاط ہوتا یا جو زیادہ میں فائق
ہوتا یا جو ان میں زیادہ مشہور ہوتا یا جیسے
خلفاء اربعہ و عشرہ مبشرہ و فقہائے صحابہ
ان کا قول لیتے۔ اگر ایسا مسئلہ ہوتا کہ اس میں
دو قول صحابہ و تابعین کے برابر ہیں تو یہ مسئلہ
ذات قولین رو دو قولوں والا کہلاتا اگر اس کے
بھی عاجز رہتے تو مجبوری و وجہ عمومات
قرآن اور حدیث میں غور کرتے اور ان
دونوں کے اشارات اور اقتضادات میں
غور کرتے اور ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ
قیاس کرتے جبکہ دونوں مسئلے ظاہر نظر میں
ہم شکل ہوتے لیکن اس قیاس میں وہ کسی
قواعد اختر اعیہ فقہاء کے پابند نہ ہوتے
لیکن وہی جو صاف صاف سمجھ میں آئے
اور جس سے دل کو ٹھنڈک حاصل ہو

جس طرح تواتر کے لیے کوئی عدد رواۃ کی یا حالت رواۃ کی شرط نہیں ہے صرف
مصول یقین شرط ہے جو خبر تواتر کے بعد حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اس اجتہاد و
نقاہت کا حال ہم صحابہ کے ذکر میں کر آئے ہیں۔ یہ طریقہ اجتہاد و ادائل یعنی صحابہ کے

طرز اجتہاد اور ان کی تصریحات سے لیا گیا ہے جو بالکل فطرت کے مطابق ہے، چنانچہ سنن دارمی میں میمون بن مہران سے وارد ہے کہ خلیفہ اول ابو بکر صدیق کے پاس جب کوئی فیصلہ آتا تو پہلے قرآن میں غور کرتے اگر قرآن میں اس کا فیصلہ ملتا تو فیصلہ کر دیتے۔ اگر قرآن میں فیصلہ اس کا نہ ملتا تو حدیثوں میں غور کرتے اگر حدیث سے اس کا فیصلہ ہو گیا تو فہم المراد۔ اگر ان دونوں میں نہ ملا اور وہ ہر طرح عاجز ہو جاتے تو رمنادی کر کے محضر صحابہ میں اس مقدمہ کو پیش کر کے کہتے کہ میرے پاس ایسا مقدمہ پیش ہے کسی کو اس بارے میں کوئی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معلوم ہو تو بتائے بسا اوقات ایسا ہوتا کہ لوگ بیان کرتے کہ ہاں اس باب میں فلاں فیصلہ آپ کا موجود ہے۔ یہ سن کر فرماتے الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا خدا کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو یاد رکھتے ہیں۔ اگر اس طرح رمنادی کرانے پر بھی کوئی حدیث نہیں ملتی تو صحابیوں کو جمع کر کے مشورہ کرتے اگر تمام لوگوں کا کسی امر پر اتفاق ہو جاتا تو فیصلہ کر دیتے۔ لیکن رائے اور قیاس لگانے سے اس قدر کلی نفرت تھی کہ ہرگز کسی طرح گوارا نہ کرتے۔

ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعودؓ کے یہاں ایک مقدمہ پیش ہوا انہوں نے اس مقدمہ میں بہت کوشش کی کہ کوئی حدیث مل جائے تو فیصلہ کر دیں۔ کئی روز تک جواب سے سکوت اختیار کیا آخر مجبور ہو کر فرمایا کہ قیاس کرتا ہوں۔ اگر صحیح نکلا تو من جانب اللہ ہو گا اور اگر غلط ہوا تو مجھ سے اور شیطان سے۔ یہ کہہ کر فیصلہ کر دیا۔ بعد فیصلہ ایک صحابی نے جو حاضر نہ تھا کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی فیصلہ نلالی کے مقدمہ میں دیکھا تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ سن کر اس قدر مسرت ہوئی کہ عمر بھرا سی مسرت نہ ہوئی تھی۔

قاضی شریح کے پاس حضرت عمرؓ نے احکام بھیجے کہ اگر تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو قرآن سے فیصلہ کرنا اگر قرآن میں نہ ملے تو حدیثوں میں غور کرنا اور اس سے فیصلہ کرنا۔ اگر حدیثوں میں نہ ملے تو صحابہ کے اتفاق میں دیکھنا اگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق کسی امر پر مل جائے تو ویسا ہی فیصلہ کرنا۔ اگر اس سے بھی مجبوری ہو تو تم کو اختیار ہے جو نسی دو باتوں میں سے پسند ہو اختیار کرو۔ اگر چاہو تو رائے لگاؤ اور اجتہاد کر کے قدم آگے بڑھاؤ۔ اگر چاہو تو پیچھے ہٹو۔ لیکن پیچھے ہٹنا اور رائے و قیاس نہ لگانا یہی خیر ہے کیونکہ قیاس البعض المحلل ہے مایہ ناز نہیں نہ اس پر دین کی بنا ہے، رداری،

جامع ترمذی میں ہے ابو السائب کہتے ہیں کہ ہم لوگ وکیع کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے ایک شخص سے رجوع رائے اور قیاس کا خوگر تھا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا اور ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اشعار مشدہ ہے۔ شخص مذکور نے کہا کہ ابو حنیفہ ابراہیم نخعی سے ناقل ہیں کہ وہ اس کو مشدہ کہتے تھے۔ ابو السائب کہتے ہیں کہ اس قدر وکیع کو میں نے غصہ ہوتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وکیع نے کہا کہ میں تو اقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہوں اور تو اس کے جنت میں ابراہیم نخعی کا قول پیش کرتا ہے۔ تو اسی قابل ہے کہ قید کر دیا جائے اور جب تک اس قول سے باز نہ آئے رہائی نہ دی جائے۔

جناب شاہ صاحب صحابہ و تابعین کے اس طرز اجتہاد اور ان کے اصول کو قولاً و عملاً و کھلا کر فرماتے ہیں کہ محدثین را امام بخاری اور ان کے اساتذہ نے اپنے اجتہاد و اصول فقہیت کو انہیں صحابہ و تابعین کے اصول فقہیت و طرز اجتہاد پر رکھا ان پر خدا نے آسان کر دیا۔

وبالجملة لما مذهب الفقہ علی هذا القول
فلم یکن مسئلہ من المسائل التي تکلم
لغيرها من قبلہ والقی وقعت فی زمانہم
الا وحدثنا فیہا حدیثا من فروع امتصلا
او موسلا و موقوفنا علیھا و حنا و صحا
للاعتبار و حدثنا اثنا عشر را شیخین
او سائر الخلفاء و قضاة الامصار و فقہاء
البلدان و استنباطا من عموم ادیانہ
او اقتضاء فیہما فیہما العمل بالسنۃ
علی هذا الوجه۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب فقہائے محدثین نے اس قاعدہ مذکورہ بالا پر اجتہاد کی بنیاد رکھی تو کوئی مسئلہ ان مسائل میں سے جو ان سے پہلے واقع ہو چکے تھے یا ان کے زمانہ میں واقع ہوئے ایسا نہیں تھا کہ ان میں کوئی حدیث رسول اللہ علیہ وسلم کی متصل یا مرسل یا موقوفہ صحیح یا حسن یا قابل اعتبار نہ ملی ہو یا کوئی اثر صحابہ خلفائے راشدین یا ان صحابہ کے جو عمدہ قضا پر سامور تھے یا فقہائے

صحابہ کے جو اطراف بلاد میں پھیلے تھے نہ ملے ہوں یا کوئی استنباطی مسئلہ عموم آیت و حدیث یا ایما یا اقتضاء سے ان کو نہ ملا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ پر ان لوگوں کے لیے سنت پر عمل کرنا آسان کر دیا۔

اور امام احمد کے بعد کے محدثین کا ذکر کر کے امام احمد بن ادریس کے تلامذہ کے بارے میں فرماتے ہیں

وكان واسع علم اعنى وانفعهم
تصنيفا واشهرهم ذكر ارجاء اربعة
مستقاربون في العصر الاول بعد ابو عبد الله
البخارى وكان غرضه تحرير احوال
الصالح المستفيض المتصلة من
غيره واستنباط الفقه والسيرة و
التفسير منها فصنف جامعهم ووفى
باشطر وبلغنا ان رجلا من الصالحين رأى
رسول الله صلى الله عليه و في منامه
وهو يقول مالك اشتغلت بفقه محمد
بن ادریس تركت كتابي قال يا رسول
الله ما كتابك قال صحيح البخارى و
لعمري انه نال من الشهرة والقبول
درجة لا ترام فوقها

حجة الله عليه المطبوعة مصر

ادریس شافعی کی کتاب کا درس کب تک دیتے رہے جو گے میں نے عرض کی آپ کی
کتاب کون سے آپ نے فرمایا صحیح بخاری میری عمر کی قسم اس نے اس قدر
شہرت حاصل کی کہ اس سے زائد کا قصد نہیں ہو سکتا

محدثین کے طرز اجتہاد و اصول فقہیت و درجہ اور ان کی معنویت

بڑے وسیع علم والے اور بڑی نافع تصنیف
والے بڑے مشہور ذکر والے میرے
علم میں چار شخص ہیں جو سب ہم عصر ہیں اور ان
ان میں امام ابو عبد اللہ بخاری ہیں ان کی
عرض تصنیف یہ ہے کہ صحیح متصح حدیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو متصل
اور مشہور ہوں ان کو غیر سے الگ کریں
اور ان سے مسائل فقہیہ نکالیں اور سیرت
اور تفسیر کی حدیثوں کو الگ کریں اس لیے
انہوں نے جامع صحیح تصنیف کیا اور جو
شدید شرائط انہوں نے اس کے جمع کرنے
میں کی تھی ان کو پورا کیا مجھے خبر پہنچی ہے
کہ ایک صراح آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما
رہے ہیں تم میری کتاب چھوڑ کر محمد بن
ادریس شافعی کی کتاب کا درس کب تک دیتے رہے جو گے میں نے عرض کی آپ کی
کتاب کون سے آپ نے فرمایا صحیح بخاری میری عمر کی قسم اس نے اس قدر
شہرت حاصل کی کہ اس سے زائد کا قصد نہیں ہو سکتا

فقاہت کو مفصل بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب نے اہل الرائے کے طرز اجتہاد اور ان کی فقاہت کے ڈھنگ بیان کئے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ لوگ اہل الرائے کیوں کہلائے۔

فقہائے اہل الرائے کا طرز اجتہاد و اصول فقہائے

وكان عندهم من الفطانة والحدس و
سرعة انتقال الذهن من شئ الى
شئ ما يقدرون به على تخریج جواب المسائل
على اقوال اصحابهم وكل يسر بما خلق له
وكل خرب بما لا يحد فروع فیه و
الفقه على قاعدة التخریم وذلك ان
يحفظ كل احد كتاب من هولسان
اصحابه واعر فیه وبقوال القوم و
احد نظر في الترجیم فیتامل في
كل مسئلة وجه الحكم فكلما سئل
عن شئ او احتاج الى شئ رای فیما
يحفظ من تصریحات اصحابه فان
وجد الجواب فیه و الا نظر الى عموم
كلامهم فاجراه على هذه الصورة

چونکہ فقہائے اہل الرائے میں فطانت اور
استقال ذہن اس قدر تھا کہ جس سے وہ آپ
اساتذہ کے اقوال سے مسائل نکالنے پر
قدرت رکھتے تھے اس وجہ سے انہوں نے
فقہ کی بنا تخریج پر رکھی اور تخریج کی صورت
یہ ہے کہ ہر وہ شخص اس عالم کے مجموعہ
کو جو کہ اساتذہ کے اقوال سے خوب
واقف ہے اور ترجیح میں صحیح تر نظر رکھتا ہے
اور وہ اساتذہ کی رگویا نہ بان ہے۔ یا د
کرے پھر ہر مسئلہ میں اس کے حکم کی وجہ
سوچنے تو جب کبھی اس سے کسی مسئلہ کا
سوال کیا گیا یا اس کو خود کسی مسئلہ کی ضرورت
پیش آئی تو اس نے اساتذہ کے صریح
اقوال کو جواب سے یاد تھے دیکھا اگر ان میں

ادارة ضمنیة کلام فاستنبط منها
 وربما كان لبعض الكلام نساء
 اقتضاه يفهم المقصود وربما كان
 للمسئلة المصريح بها نظير محيل عليها
 وربما نظروا في علة الحكم المصريح به
 بالتحريم او بالسبر والحذف فلا ادوا
 حكمه على غير المصريح به وربما كان له
 كلامان لواجتماع على هيئة القياس
 الا فتلا في او الشرطي يحتاج جواب المسئلة
 وربما كان في كلامه ما هو معلوم بالمشا
 والقسمه غير معلوم بالحد الجامع للمام
 فيرجعون الى اهل اللسان يتكلفون
 في تحصيل ذاتياته وترتيب حد جامع
 مانع له وضبط مبدئه وتعيين مشكلته
 وربما كان كلامه محتملا الوجهين فينظرون
 في ترجيح احد المحتملين وربما يكون
 تقریب الدلائل خفيا فيبينون ذلك
 وربما استدلل بعض المخرجين من
 فعل ائمة محدسكوتهم ونحو ذلك

اس کا جواب نکل آیا تو خبر ورنہ را نہیں اقول
 سے استنباط شروع کیا ان کے کلام کے
 عموماً کو دیکھا اگر کسی عام کے تحت میں درج
 ہو سکا تو اس عموم کو اس مسئلہ پر جاری کر دیا
 یا کلام کے اشارے ضمنی میں غور کیا اور اسی سے
 استنباط کر لیا کبھی کسی کلام سے کوئی اشارہ
 نکلتا یا اس سے کچھ لازم آتا جو مقصود کو
 سمجھا دیتا کبھی جس مسئلہ کی تصریح ہوتی اس کے
 دوسرے شکل ہوتا جو اس پر قیاس کر لیا جاتا
 کبھی کسی وجہ سے ان کے بتائے ہوئے مسئلہ میں
 علت پیدا کر کے اس علت کو مدار حکم سمجھ
 کر غیر بتائے ہوئے مسئلوں میں وہ حکم جاری
 کر دیا کبھی استاذ کے کلاموں کو ملا کر نتیجہ
 کے طور پر مسئلہ کا حکم نکال لیا کبھی وہ چیز
 جس کی جامع مانع تعریف اساتذہ کے کلام
 میں نہیں تھی گو وہ چیز مثال سے یا تقسیم
 معلوم ہوتی تھی تکلفات کر کے اس کی
 جامع مانع تعریف مرتب کر دی اور پھر
 اس تعریف کے موافق اس کے تمام افراد

فہذا هو التخریج یقال لہ القول الخارج
فلان کذا ویقال علی مذهب فلان
او علی اصل فلان اصل قول فلان جواب
المسئلۃ کہ اذ کذا ویقال لہذا المجتہد
فی المذہب عفی عنہ الاجتہاد علی هذا
الاصل من قال من حفظ المسبوط کان
مجتہدا ای ان لو یکن لہ علم بدایۃ
اصلا ولا بحدیث واحد (رحمۃ اللہ علیہ)

وہ احکام جاری کر دیے کبھی اساتذہ کا
کلام کئی احتمال رکھتا تھا اس کے ایک معنی
قائم کئے کبھی ان مسائل کا دلائل سے لگاؤ
جو خفی تھا اس کے وجوہ بیان کئے بعض
تخریج کرتے والوں نے اپنے ہاتھ کے
فعل سے یا ان کی کسی بات پر سکوت وغیرہ
سے بھی استدلال کیا۔ ان لوگوں کو مجتہد
فی المذہب کہتے ہیں اور یہی اجتہاد اس

طریقہ پر مراد ہے اس شخص کی جس نے کہا کہ جس شخص نے مسبوط فقہ کی ایک کتاب ہے
یا دکر لی وہ مجتہد ہو گیا۔ اگر یہ اس کو ذرا بھی روایت کا علم نہ ہو اور نہ ایک حدیث کا
علامہ ابن خلدون و شاہ ولی اللہ صاحب کے کلام سے چند نتائج نہایت بدیہی
طور پر اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ فقہ کی دو قسمیں ہیں حجازیوں کے دینے والوں کی فقہ عراقیوں کا اہل کوفہ کی فقہ
عراقیوں میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ و تابعین کی بالکل
کمی تھی اور اس کا ذوق بھی ان میں کم تھا اس وجہ سے ان کے مسائل کی بنا زیادہ تر رائے
دقیاس پر رہی ان کا میلان ان کی گمراہی کی احادیث و آثار کا قبیح چھوڑ کر رائے و قیاس
کی طرف رہا اس وجہ سے وہ اہل الرائے کے نام سے مشہور ہوئے۔

اہل حجاز میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ و تابعین کا
بے حد مذاق تھا وہ ہر مسئلہ کے لیے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ

و تابعین تلاش کرتے اسی لیے وہ لوگ اہل الرائے کے ساتھ شہرت پذیر نہ ہوئے بلکہ وہ لوگ اصحاب الحدیث یا اہل المحدثین کے ممتاز لقب سے ملقب ہوئے۔
 ۳ عراقیوں میں یہ دستور تھا کہ یہ لوگ اپنے اساتذہ کے تنقیح کئے ہوئے قواعد یا ان کے اقوال کو یاد کر لیتے اور جو مسئلہ پیش آتا انہیں قواعد سے ان کے جوابات طلب کرتے۔ دوسرا فریق اہل مکہ و مدینہ کسی کے قواعد یا رائے کے پابند نہ تھے وہ براہ راست ماخذ قرآن و حدیث سے مسائل کے جواب طلب کرتے۔ ہاں مجبور ہو کر صحابہ کے اتفاق رائے یا ان کے فتاویٰ کو دیکھتے ماس سے بھی مجبوری ہوتی تو بغض الحلال جان کر قیاس کو استعمال کرتے۔

۴ اہل عراق کے دلول کا میدان ان کے اساتذہ کی طرف بے طرح تھا اس میں وہ متہم ہو گئے وہ اپنے ائمہ کو انتہاء درجہ کا محقق جانتے تھے بلکہ اپنے ائمہ کو اس غلو کی وجہ سے صحابی روہ بھی جلیل القدر صحابی جن کا شمار فقہانے صحابہ میں ہے پر ترجیح دینے کو تیار تھے استنباط مسائل و دلول ہی کرتے۔ طریقہ اجتہاد و دلول میں مرد ج تھا لیکن محدثین و اہل حجاز کے یہاں صحابہ و تابعین کے طرز اجتہاد و اصول فقہیت سے کام لیا جاتا تھا اور براہ راست قرآن و حدیث سے استدلال و استنباط کیا جاتا۔ اور اہل عراق کے یہاں ان کے اساتذہ کے قواعد اور ان کے اقوال سے تخریج و تخریج کی جاتی۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اہل حدیث کا طریقہ اجتہاد نہایت مشکل تھا جس میں بڑی بڑی صعوبتیں تھیں وہیں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہی طریقہ اجتہاد تھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اکابر تابعین کا

اور امام محمد بن زبجاری نے اسی کو اختیار کیا۔

یہ دعویٰ کہ محمد بن اور ان کے اتباع اصول فقہیت نہیں جانتے تھے۔ یا اس سے کام نہیں لیتے تھے نہایت بے غلطی ہے۔ ہم کو حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس دعوے کے ثابت کرنے کے لئے عجیب و غریب باتیں تراشی جاتی ہیں اور یہ دکھایا جاتا ہے کہ اہل کوفہ اس وجہ سے اہل الرائے کہے جاتے ہیں کہ وہ فقہیت اور قیاس و اجتہاد سے کام لیتے تھے۔

اگر فقہیت اور اجتہاد کی وجہ سے اہل کوفہ اصحاب الرائے کہے جاتے ہیں تو اصحاب الرائے کوئی مذموم لقب نہیں ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہ لقب زمانہ صحابہ سے برابر موقعہ ذم میں استعمال کیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کے لیے سلف کی شہادتیں پیش کریں تو ایک ضخیم کتاب لکھنی پڑے۔

اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق یہ مسلم ہے کہ قرآن کے بعد رکن اجتہاد احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس لیے مجتہد کا فرض ہے کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقصا کرے۔ جو اس میں ناقص ہے اجتہاد میں غیر کامل ہے۔ اس کا قیاس غیر مکمل ہے اس بارے میں ابن خلکان نے امام شافعی اور امام محمد کا ایک دلچسپ مکالمہ نقل کیا ہے۔

امام محمد: سچ کہنا میرے شیخ امام ابو حنیفہ بافضل ہیں یا تمہارے امام مالک امام دارالہجۃ امام شافعی، کیا انصاف مد نظر ہے۔ امام محمد: ہاں۔ امام شافعی: آپ خود فرمائیے میرا شیخ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتا ہے یا آپ کا۔ امام محمد: اللہ اکبر۔ آپ کا۔ امام شافعی: سچ کہیے میرا شیخ زیادہ قرآن جانتا ہے۔

یا آپ کا۔ امام محمد، اللہ اکبر۔ آپ کا۔

امام شافعی، پھر قیاس کے سوا کیا رہ گیا۔ اور اصل یہ ہے کہ صحت قیاس بھی قرآن و حدیث ہی پر موقوف ہے۔

محدثین کے طریقہ اجتہاد کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وكان الفقه على هذا الوجه يتوقف

على شئ كثير من الاحاديث و

الاثار حتى مثل احمد بن حنبل

ايكفي للرجل مائة الف حديث

حتى يفتي قال لا قبل خمسمائة الف

حديث قال ارجو۔

گیا۔ اچھا پانچ لاکھ فرمایا امید ہے کہ کافی ہو۔

چونکہ عراقیوں کا اصول نقاہت، و طرز اجتہاد صحابہ و تابعین کے طرز اجتہاد

و اصول نقاہت سے بعید تھا۔ اس وجہ سے فقہائے محدثین و امام بخاری نے

اس کنارہ کشی کی۔

ایک دوسری وجہ اور ہے جس نے امام بخاری و عامر محدثین و ائمہ حجاز کو اہل الا

کی فقہ سے کلیۃ نفرت دلا دی۔ وہ یہ ہے کہ اہل الرائے کا طرز اجتہاد و اصول نقاہت

چونکہ در حقیقت اقوال الرجال سے تخریجات اور انہیں پر تفریعات ہے۔ سادہ تخریج

میں کئی احتمال خطا کا اور ایک احتمال صواب کا ہوتا ہے اس لیے اہل الرائے کا

طرز فقہیت و اصول اجتہاد نہایت خطرناک امر ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس طرح مجتہدین قرآن و حدیث کو پیش نظر رکھ کر مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ اسی طرح مخیر جمیع اپنے علماء کے اقوال پیش نظر رکھ کر استنباط کرتے ہیں لہذا جیسا کہ اجتہاد و محتمل خطا و ثواب ہے اسی طرح تخریج بھی محتمل خطا و ثواب ہے، کیونکہ جس طرح مجتہد غیر منصوص واقعہ میں۔ اور نصوص پر غور کر کے اپنے انداز و تخمین سے شارع کا منشا معلوم کرنا چاہتا ہے اور اپنی رائے شارع کے منشا کی بابت اپنے گمان کے موافق قائل کرتا ہے۔ اور اس رائے میں کبھی مصیب ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اسی طرح مخیر مصرح مسئلہ میں اپنے انداز و تخمین سے اس عالم کا منشا جس کے قول پر تخریج کر رہا ہے۔ اس کے اقوال کے قرائن سے معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنی سمجھ کے موافق اپنے گمان سے اس کا عندیہ قائل کرتا ہے پس ضرور نہیں کہ وہ ہر جگہ اس کے اصل عندیہ کو پہنچ جائے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے قول کی ہم کچھ علت خیال کرتے ہیں حالانکہ اس کے نزدیک۔ کچھ شرائط یا موانع بھی ہوتے ہیں کہ جن تک ہمارا خیال نہیں پہنچتا اور ہم بلا لحاظ ان شرائط و موانع کے اس کی رائے ایک امر کی بابت قائل کر لیتے ہیں۔ لیکن جب وہی امر اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس رائے کے ساتھ متفق نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہم روزمرہ اپنے معاملات اور گفتگوؤں میں دیکھتے ہیں۔ الحاصل اجتہاد و تخریج دونوں میں احتمال خطا و صواب دونوں کا ہے۔ جب یہ ضمنی بات معلوم ہو چکی تو اصل مدعا کو۔ تو جن اقوال پر تخریج کی گئی تھیں یا تو نصوص صریح سے ثابت ہوں گے

یا اجتہاد و استنباط سے نکالے گئے ہوں گے۔ اس لیے تخریج کی دو صورتیں ہوگیں
یا تو تخریج پہلی قسم پر ہوگی یا قسم ثانی پر۔ قسم اول میں ایک مرتبہ احتمال خطا کا ہے ر
اور ایسی تخریج بہت کم ہے قسم ثانی میں دو مرتبہ احتمال خطا کا ہے۔ اول احتمال
اصل کے اجتہادی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور دوسرا احتمال تخریج کے
وقت پیدا ہوا۔ خطا کا احتمال جو اصل میں پیدا ہوا تھا وہ فرع کی طرف متعدی ہوگا
اس لیے کہ اصل اگر صحیح نہیں تو فرع جس کا مدار اسی اصل پر ہے کیسے صحیح ہو سکتی
ہے۔ گو وہ تفریع و تخریج صحیح ہو۔ اور اصل کو صحیح مانا جائے تو فرع کا صحیح ہونا
لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ تفریع سے احتمال خطا کا پیدا ہے۔ پس اصل میں جو احتمال
خطا ہے وہ فرع کی طرف متعدی ہوگا۔ اور اصل کا احتمال صواب فرع کیلئے
تسکین بخش اور اطمینان دہ نہیں ہو سکتا۔ پس جو مسئلہ اجتہادی مسئلہ پر مخرج
ہوگا اس میں منجملہ چار صورتوں کے ایک صورت صواب کی اور تین صورتیں
خطا کی نکلیں گی۔ صواب کی ایک صورت یہ کہ نہ اصل مسئلہ میں اجتہاد کے
وقت خطا ہوئی اور نہ مخرج مسئلہ میں تفریع کے وقت، اور تین صورتیں
خطا کی یہ ہیں۔ اصل میں خطا نہ ہوئی مگر تفریع میں ہو گئی۔ اصل میں خطا ہوئی
گو تفریع میں نہ ہوئی مگر۔ اصل میں خطا ہوئی مگر تفریع میں بھی ہوئی اور
پھر اس تخریجی مسئلہ پر اگر تخریج کی گئی تو خطا کے احتمال اور ترقی پکڑیں گے
چنانچہ اس درجہ میں منجملہ آٹھ صورتوں کے ایک صورت صواب کی اور سات
صورتیں خطا کی نکلیں گی اور جس قدر سلسلہ تخریج آگے کو چلے گا، احتمالات
خطا زیادہ ہوتے جائیں گے۔

دیکھو جناب امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کون اس کام میں فائق ہو سکتا ہے
خود انہوں نے اس زمانہ میں جو بکہ فارغ التحصیل ہو کر استقلال کے ساتھ
اپنی درس گاہ علیحدہ قائم فرمانا چاہتے تھے اس وقت جب حماد کے اقوال پر
تخریج کی تو منجملہ ساٹھ کے کئی مسئلے ایسے ہیں کہ جن میں وہ حماد کے منشا کو پہنچے تھے
اور کئی ایسے ہیں جن میں انہوں نے حماد کے خلاف مرضی تخریج کی جن کو حماد
نے ناجائز رکھا۔ (سیرۃ النعمان)

امام حماد کے زمانہ سے عراق میں تخریجی فقہ کا دور شروع ہوا اور یوں
فیوٹا ترقی پکڑتا گیا یہاں تک کہ کوئٹہ میں بالخصوص اور تمام عراق میں بالعموم
یہ فن نہایت سرعت سے پھیل گیا اور جس قدر زمانہ گزرتا گیا استحکام کے
اس کا اثر جتنا گیا شدہ تمام عراق کا جولان گاہ اور معراج ترقی تخریجی مسائل
میں دستگاہ حاصل کرنا اور تخریج کے اصول کو ازبر کرنا اور اسی پر تفریعات
نکالنا رہ گیا۔ دوسرے علوم اسلامیہ سے بے پروائی اور بے توجہی ہوتی گئی۔
چند دنوں کے بعد خود اہل کوئٹہ کو دوسرے علوم اسلامیہ میں اپنے ائمہ کے اقوال
اور تحقیقات پر اعتماد نہ رہا۔ اور تخریجی مسائل پر اس قدر ذوق اور اعتماد ڈر رہا
کہ اس کے مقابل میں کہیں صحیح حدیثیں ناقابل عمل ٹھہریں۔ کہیں اکابر صحابہ غیر
فقہیہ اور ناسمجہ قرار دیے گئے۔

لیکن اگر کوئی شخص اس تخریجی اشتغال کا منورہ دیکھنا چاہے تو عراق دہم
میں باب بھی چلا جائے اور کابل، قندھار، غزنی، ہرات وغیرہ کی درس گاہوں
کو ملاحظہ کرے اور وہاں کے بڑے بڑے فقہ ملائین کو دیکھے۔ آرا و رجال کا

درس جاری ہے۔ انہیں پر تفریح و تخریج ہے۔ اور یہی ان کی معراج ترقی اور
 یہی ان کی جولان گاہ ہے۔ وہ علوم قرآنیہ سے ناواقف، اور علوم حدیثیہ سے
 بے پروا۔ قدوری سے لے کر تمام کتب فقہ کا درس دیں گے۔ اور کتب فقہ
 غیر پڑھیں گے۔ لیکن قرآن اور حدیث کو ایک روز بھی نہ نظر تحقیق مسائل
 نہیں دیکھیں گے۔ ان کے کان تحقیق سے نا آشنا ہیں۔ ان کے دل و دماغ میں
 آراء الرجال سے بڑھ کر کوئی با وقعت چیز نہیں۔ وہ فقہائے کوفہ کی رایوں کو
 آسمانی وحی سے بھی زیادہ با وقعت سمجھتے ہیں۔ اگر ان میں کوئی لائق سے لائق
 ہوا تو اسی قدر کہ مختلف اقوال فقہاء کو راجع و مرجوح کر سکے۔ اور بس۔
 اہل الرائے کی وجہ تسمیہ میں جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

المراد من اهل الراي قوم توجهوا
 بعد المسائل المجمع عليها بين
 المسلمين وبين جمهورهم الى التخریج
 على اصل رجل من المتقدمين
 فكان الثما هو حمل المنظر على
 المنظر والرد الى اصل من الاصول
 دون تتبع الاحاديث والاثار

اہل الرائے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں
 کے مسائل متفق علیہا کے بعد کسی شخص
 مقدم کے قاعدہ پر تخریج مسائل کی طرف
 توجہ کی۔ ان کا اکثر دستور یہی تھا کہ مسئلہ
 میں اس کے مشابہ مسئلہ کا حکم لگاتے اور
 مسئلہ کو انہیں قواعد کی طرف پھیر دیا
 کرتے جاتے رجوان کے اساتذہ کے

نکالے ہوئے تھے اور احادیث ثوریہ و اقوال صحابہ کی کھوج تلاش کرتے۔
 اتباع اہل الرائے کا اثر عراق پر بے طرح حاوی تھا ماسی وجہ سے محدثین
 کو سخت تکلیفیں پہنچیں۔ ابو حفص کبیر اور حرث بن ورقاء کے واقعات حصہ اول

یہاں تک ہم نے علم فقہ اور فقہاء اور ان کے طرز اجتہاد و اصول فقہ کی تقسیم اور فقہائے محدثین و فقہائے اہل الرائے کی وجہ تسمیہ کی نسبت اجمالاً عرض کیا تا کہ علم فقہ پر جو غلط فہمی کا پردہ پڑا ہوا ہے اُٹھ جائے۔ اور یہ واضح ہو جائے کہ امام المحدثین فقہائے اہل حدیث سے ہیں اور امام المحدثین کی علمی زندگی کا ایک بڑا کارنامہ فقہ الحدیث بھی ہے۔ اب ہم اس پر تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اصل مقصد سے پہلے ضرور ہے کہ مختصر طور پر ہم علم

دینیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ غالباً دنیا کے قیام تک یہی ہوتا رہا ہے گا۔ صوفی صافی امام محی الدین ابن عربی نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں کہ امام آخر الزمان کے دشمن یہی ہوں گے اس صدی میں بھی جب ہم شیخ اکل محدث دہلوی مولانا سید نذیر حسین مرحوم کی نسبت دل آزار تحریریں پڑھتے ہیں اور ان کی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں بلکہ اسی طرح ہر صدی کے اعیان اہل حدیث کے حالات پڑھتے ہیں تو ہم کو صد ہا واقعات ملتے ہیں۔ شیخ اکل کے ساتھ سفر حج میں دہلی سے حرمین تک کوئی دقیقہ ایذا رسانی کا باقی نہیں چھوڑا گیا۔ کفار مکہ کی طرح حج سے روکنے کی فکر کیا کی گئیں۔ اس کے لیے فریب۔ جھوٹ غلط بیانی کوئی بات باقی نہیں رکھی گئی۔ اب دنیا سے جانے کے بعد یہود و خواب کتا بوں میں لکھ کر شائع کئے گئے۔ جو ناب مولوی رشید احمد صاحب ایک بزرگ عالم تھے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ محدثین کی نسبت یہود و باتیں لکھ کر ان کی بزرگی دکھلائی جائے۔ ہم ان کی سوانح عمری کے بعض اوراق پڑھتے ہیں تو حضرت شیخ اکل کی نسبت بعض ایسی یہود و باتیں لکھی ہوئی پاتے ہیں جو کسی معمولی شخص کی نسبت بھی نہیں لکھی جاسکتیں۔

جس نے حدیث قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے ذمہ میں اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہا ہو۔ جس کے حلقہ درس میں اس کا سدا باری کے زمانہ میں دینیہ بر صغیر آئندہ)

فقہ کی تاریخ لکھیں۔

فقہ کی تاریخ پر شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک نہایت قابل قدر مضمون لکھا ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ بھی پچاس ساٹھ طلبہ شامل ہوتے ہوں۔ جو شخص قرآن و حدیث کے درس میں ادب سے زانو تک نہ بدے جس کا قبضان علم ہندوستان میں تمام اضلاع پنجاب۔ اضلاع ممالک متحدہ اورہ۔ آگرہ۔ صوبہ بہار۔ دکن حیدرآباد۔ اضلاع بنگال عرض اقصائے مغرب ہند سے اقصائے مشرق ہند تک اور ولایت کابل میں غزنی قندھار باجوڑ قندھار یاغستان کا شہر بخارا سمرقند۔ ہرات اور جزیرہ حبشان۔ حجاز۔ سامرو۔ سنوس۔ نجد تک پہنچا ہو۔ جس کی مفصل فہرست شیخ اہل کی سوانح عمری سے معلوم ہو سکتی ہے۔ تلامذہ میں ایک ایک محدث فقیہ مفسر متبحر و مدبر سین متاز الانا فضل ہواں کی نسبت ایسے دم پرستوں کے تھے کہ مولانا رشید احمد صاحب کی سوانح عمری کو زینت دینا اور ان کی دوستی سے کم نہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب کی سوانح عمری لکھنے والے صاحب نے اس سے صرف اپنی بے ادبی، دہم پرستی ہی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ بلکہ ادا نیت کا بھی۔ وہ اس سے ناواقف ہیں کہ شیخ اہل مولانا سید نذیر حسین محدث و ملوی مرحوم مولانا رشید احمد صاحب کے اساتذہ کے ہم طبقہ ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب شاگرد ہیں مولانا شاہ عبدالغنی صاحب کے اور مولانا شیخ محمد تقانوی کے۔ شاہ عبدالغنی صاحب وہ شخص ہیں کہ ہا برس سن میں حضرت شیخ اہل سے کم ہیں۔ جس زمانہ میں حضرت شیخ اہل درس دیتے تھے اس وقت شاہ صاحب کا ختم ہوا تھا۔ اور مولانا محمد صاحب تقانوی شاگرد ہیں مولانا محمد اسحاق صاحب کے جن کی خدمت میں شیخ اہل مدتوں رہے۔ اگر ان باتوں سے دینر شیخ اہل کی علمی فیاضیوں سے شہ برابر بھی یہ صاحب واقف ہوتے تو کبھی ایسے بیودہ خواب نہ نقل کرتے (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

عہ جس بیودہ خواب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی صحیح تعبیر اور ایک مرید مخلص کے خواب لا الہ الا اللہ شرف علی رسول اللہ کی حقیقت معلوم کرنی ہو تو اخبار المحدث کے فاضل اور نتائج التقلید کی طرف مراجعت کیجئے۔ عبید اللہ رحمانی۔

جس کا اقتباس ہمارے لیے کافی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احکام کی قسمیں نہیں پیدا ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے وضو کرتے تھے۔ اور کچھ نہ بتاتے تھے کہ یہ رکن ہے یا واجب ہے یا مستحب ہے صحابہ آپ کو دیکھ کر اسی طرح وضو کرتے تھے۔ نماز کا بھی یہی حال تھا۔ یعنی صحابہ فرض و واجب وغیرہ کی تفصیل و تدقیق نہیں کیا کرتے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کسی قوم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر نہیں دیکھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی میں تیرہ مسئلوں سے زیادہ نہیں پوچھے۔ جو سب کے سب قرآن میں موجود ہیں۔ البتہ جو واقعات غیر معمولی طور کے پیش آتے تھے۔ ان میں لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفتاء کرتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے اور فرضی صورتوں کا پوچھنا مثلاً بکری اور کتے سے بچہ ہوا کیا کرے دودھ سے بکری کا بچہ پرورش پائے یا کوئی پاؤں کی طرف سے اسے وضو کرے تو کیا حکم ہے بہت معیوب جانتے تھے۔

رفیقہ عائشہ صفحہ گذشتہ انوس۔ ہے انسان کو تقلید اہم اکمل عملی ہدایتی ہے۔ اور ہم قلوب لایفقہون بہا کا مصداق کر دیتی ہے۔ ایسے مقام پر پہنچ کر ہم کو حضرت نواب عفران مآب کا یہ شعر یاد پڑتا ہے۔
ببین نواب تا کے شوقی تقلید بر خیزد و

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ کشتل عمالہ یکن فانی سمعت عمر بن الخطاب
یلتفت من سأل عمالہ یکن اکثر الیسا ہی ہوتا کہ لوگوں نے کوئی کام کیا۔ اور آپ
اس پر تحسین کی یا اس سے ناراضا مندی ظاہر کی۔ اس قسم کے فتاویٰ اکثر عام مجملوں
میں ہوتے تھے اور لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو محفوظ رکھے تھے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فتوحات کی نہایت وسعت
ہوئی۔ اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ
اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی۔ اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین ابو بکر و عمرؓ کا زمانہ ہے۔
سب سے زیادہ ضرورت اجتہاد کی خلیفہ وقت کو ہوتی۔ کیونکہ خلیفہ وقت کے
فرائض میں تعلیم۔ عبادت و اجرائے احکام فصل خصوصیات۔ فتوے بتانا مالکداری
لگان تشخیص کرنی۔ دیوانی۔ نوہداری کے احکام نافذ کرنے، تعزیرات، شہادت
معادہ، وراثت۔ وصیت وغیرہ اس طرح کے تمام امور متعلق ہوتے۔ حضرت
ابو بکرؓ کا زمانہ مسیلہ کذاب، اور اسود عتسی کے خروج و بغاوت، اور مانعین
زکوٰۃ کی وجہ سے گواہت پر آشوب ہو گیا تھا، لیکن حضرت ابو بکرؓ کی حسن تدبیر
نے اس فتنہ کو جلد فرو کر دیا۔ اور شیرازہ اسلام جو بکھر چلا تھا۔ بات کی بات میں
درست ہو گیا اور حضرت عمرؓ کا زمانہ تو وہ ممکن ^{عہ} لہم دینہم الذی اذقنی لہم کا
مصدق ہے۔ یہ کئی بار گزر چکا کہ شیخین کے اجتہاد کا دستور تھا کہ پہلے رسول اللہ

عہ جو واقعہ نہ ہو اس کا مسئلہ نہ پوچھا کر دیکھو کہ ایسے شخص کو عمر بن الخطابؓ لعنت کرتے ۱۲

عہ اور اس دین کو جو ان کے لیے پسند کیا ہے زمین میں جمادے گا ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم حدیث تلاش کرتے دکھانے والا لیکن اہل علم و فضل
 المسئلة يستلون الناس عن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اس استنباط اور اجتہاد کی وجہ سے صحابہ میں بے شمار اختلاف ہوا۔ لیکن
 اس اختلاف سے ٹولیاں نہیں قائم ہوئیں۔ جس طرح آج بھی محدثین میں اختلاف
 مسائل ہے۔ لیکن ان کی باہم فرقہ بندیاں نہیں ہیں۔ اختلاف کے وجوہ چند دور
 چند ہوئے (۱) ایک صحابی مجتہد کو حدیث پہنچی۔ دوسرے کو نہ پہنچی (۲) رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو فعل کرتے سب نے دیکھا۔ لیکن ایک نے سمجھا کہ آپ نے
 علی سبیل الاستیجاب کیا۔ دوسرے نے سمجھا کہ علی سبیل الایاتہ
 کیا ہے (۳) یا ایک صحابی کو وہم ہو گیا۔ (۴) یا نسیان ہو گیا (۵) یا علت حکم میں
 اختلاف ہوا اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فعل کو کیا یا کوئی
 حکم دیا۔ صحابہ نے اپنے اپنے فہم کے مطابق اس فعل یا حکم کی علت جدا جدا
 قرار دی (۶) یا کسی نے سمجھا کہ یہ فعل آپ کی خصوصیات میں ہے۔ دوسرے نے
 سمجھا کہ اس میں کوئی قرینہ خصوصیت کا نہیں۔

اس تفریق کے لیے جو اصول قرار دیئے جاسکتے تھے۔ ان پر تمام صحابہ کا
 رد و قبول کا متفق ہونا ممکن نہ تھا۔ اس لیے مسائل میں اختلاف آرا ہوا۔ اور اکثر
 مسئلوں میں صحابہ کی مختلف رائیں قائم ہوئیں۔ بہت سے ایسے واقعات پیش
 آئے جن میں باوجود محضر صحابہ میں پیش کرنے۔ اور منادی کر کے حدیث تلاش
 کرنے کے بھی کوئی قول یا فعل یا تقریر دربار رسالت کی نہ پائی گئی۔ ان صورتوں
 میں استنباط تفریع، حمل النظر علی النظر، اور قیاس سے کام لینا پڑا۔

صحابہ میں جن لوگوں نے استنباط اور اجتہاد سے کام لیا۔ اور مجتہد یا فقیہ کہلائے۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت ہے لیکن ان میں ہشتائیس بزرگ ممتاز گنے جاتے ہیں۔ ان میں سے بھی سات بزرگ ایسے تھے جو فتاویٰ میں مرجع خلافت علامہ سخاوی فتح المغیث میں رقم طراز ہیں۔ والکثرون منهم سبعة: عمر، علی، ابن مسعود، وابن عمر، وابن عباس، وزید بن ثابت، وعائشہ، قال ابن عزمین ان یجمع من فتاویٰ ہم مجلد ضخیم۔

فقہائے صحابہ کا اصل مرکز اور ماویٰ مدینہ تھا۔ البتہ حضرت علی و عبد اللہ ابن مسعود کچھ دنوں تک کوفہ میں رہے اور حضرت علیؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی سے افتا اور استنباط کی خدمت بجالاتے رہے۔ اور خلفائے راشدین نے ان کو اسی خدمت پر مامور کیا تھا۔ لہٰذا بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم متصدی النشر العلم والفتیاء میں مدینہ سے نکلے اور شام، جنگ جمل و صفین و جنگ نہروان میں مشغول رہے۔ بعد اس کے کوفہ میں دوبہس اقامت رہی۔ اس میں بھی باغیوں سے چین نہ ملا اور برابر اسی اوصیٰ میں رہے یہاں تک کہ ان کی شہادت ہوئی۔

(۲) عبد اللہ بن مسعودؓ بھی ابتداء سے مدینہ ہی میں رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں عمار کو کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا تو عبد اللہ بن مسعودؓ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ پھر موقوف کر کے مدینہ ہی میں بلایا۔

عہ یعنی برابر حضرت علیؓ نشر علم اور فتویٰ دینے کا کام کرتے رہے۔ اصابہ ۲

عبداللہ بن عباسؓ بھی برابر مدینہ میں تھے۔ البتہ تھوڑا زمانہ مکہ میں رہے۔
جو کثرت آمد و رفت سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مدینہ ہی میں قیام رہا۔ غرض مدینہ
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جو مہبط وحی تھا برابر مرکز صحابہ مرجع خلافت منہج علم رہا
فقہیت اور اسلامی احکام کی اشاعت یہیں سے ہوئی۔ فقہائے صحابہ کے
فتاویٰ ان کے اجتہاد کے کارنامے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
نشر یہیں سے ہوا۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ مدینہ مشرفہ در زبان اور
امام مالک پیشتر از زمان متاخرین بے شبہ مرجع فضل و محطہ حال علما بودہ است
و زمانے بعد زمانے مقتبیاں عظیم الشان کہ ہمہ عالم را قبلہ علم ایشان بودیدامی شد
رسم فقہیت میں جو رتبہ حضرت عمرؓ کا ہے۔ کس سے پوشیدہ ہے۔ اگر یہ کہا
جائے کہ فقہ کا تمام فن حضرت عمرؓ کا ساختہ پر دانستہ ہے۔ تو کسی طرح بے موقع نہیں
کہا جاسکتا اس فن کے متعلق ان کی قابلیت تمام صحابہ میں مسلم تھی۔ مسند دارمی
میں ہے کہ حذیفہ بن الیمان نے کہا کہ فتوے دینا اس شخص کا کام ہے جو یا تو
امام ہو یا ناسخ مٹو یا جو جانتا ہو۔ لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کون شخص ہے حذیفہ
نے کہا۔ عمر بن الخطابؓ

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ اگر تمام عرب کا علم ایک پہلے میں رکھا جائے
اور حضرت عمرؓ کا علم دوسرے پہلے میں تو حضرت عمرؓ کا پہلہ بھاری رہے گا۔
علامہ ابواسحاق شیرازی نے جو مدرسہ نظامیہ کے مدرس اعظم
تھے فقہائے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کے
تذکرہ میں صحابہ و تابعین کے اس قسم کے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں اور

اخیر میں لکھا ہے۔ دلو کا خوف الاطالۃ لذن کویت من فقہہ ما یشیر فیہ شاہ
ذی اللہ صاحب نے از الہ الخفا میں حضرت عمر کی تقابہت کے کارنامے
دکھلاتے ہوئے گویا ایک رسالہ ہی مرتب کیا ہے۔

۴) عبداللہ بن عباس کی زیر کی مشہور ہے۔ یہ وہ بزرگ ہیں کہ خود رسالت
مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ان کی زیر کی پر خوش ہو کر ان کے لیے دعا
فرمائی تھی اللہم فقہ فی الدین، حضرت عمر اس زیر کی کی قدر کرتے۔ اور
اصحاب بدر کے ساتھ برابر بھڑاتے صحیح بخاری میں خود حضرت عبداللہ بن عباس
سے روایت ہے کہ آپ اس نو عمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں۔
اور ہمارے بڑکوں کو جو اس کے مہمن ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے حضرت عمر
نے فرمایا یہ وہ شخص ہیں جن کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔ علامہ ابن عبدالبر
نے استیعاب میں لکھا ہے۔ کان ابن عمر یحب ابن عباس و یقر بہ
(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال احوال کی دلدادگی عام صحابہ
میں جس انداز کی تھی۔ وہ تو بیان سے باہر ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے
جس نے صحاح ستہ اور سنن و مسانید کا مطالعہ کیا ہے لیکن عبداللہ بن عمر
میں ایک خصوصیت خاص یہ تھی کہ یہ سنن کی پابندی میں سخت متشدد و متحکم
جو عام طور پر مشہور ہے۔ ان میں حضرت عمر سے بھی زیادہ بے تکلفی اور رساو
مزا جی تھی۔

عہ اگر طول کا خوف نہ ہوتا تو حضرت عمر کی تقابہت کے کارنامے اس قدر کم تھا کہ لوگوں کو حیرت ہوتی ۱۲
عہ یہ دعا آپ نے ابن عباس کے حق میں دو مرتبہ کی تھی دفع الباری ۱۲

ایک بار حج کے لیے تشریف لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ کا وقت آگیا۔ حجاج نے خطبہ میں تاخیر کی۔ تو حجاج جیسے ظالم شخص سے کہہ دیا کہ آفتاب تیرا انتظار نہیں کر سکتا۔

ایک بار عین خطبہ میں کہہ دیا عدا واللہ استحل حرم اللہ و خوب بیعت اللہ اسی حق گوئی کی بدولت حجاج نے مسموم آلہ سے اُن کے پاؤں میں زخم کر دیا اور اسی سے انتقال فرما گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس قدر مشاہدات باہم مسلمانوں میں ہوئے کسی میں یہ شریک نہ ہوئے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد خلافت بھی ان پر پیش کی گئی۔ لیکن یہ کہہ کر بال دیا کہ میں مسلمانوں کے خون سے خلافت خریدنا نہیں چاہتا۔ ایک بار ایک شامی نے مسئلہ پوچھا کہ حالت احرام میں مچھر مارنا کیسا ہے؟ بے باک فقیہ نے جواب دیا کہ ابن رسول اللہ کو تو بے آب قتل کر داور مچھر مارنے کا مسئلہ پوچھو۔

(۶) زید بن ثابتؓ ثبوت شخص ہیں جن کے متعلق کتابت وحی کی خدمت سپرد کی گئی تھی، بہت ہی ذکی تھے، گیارہویں سال عمر کے مشرک باسلام ہوئے۔ اس ذکاوت کی وجہ سے آنحضرت نے حکم دیا کہ عبرانی زبان سیکھ لو۔ اس لیے کہ یہود سے خط و کتابت کرنی پڑتی ہے اور یہودی کا تبت پر اعتبار نہیں۔ یہ بات کی بات میں عبرانی زبان میں خط و کتابت پر قادر ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو جمع قرآن کی خدمت پر مامور کیا، اور حضرت عثمانؓ نے نقل مصاحف پر شیخ دلی الدین خلیفہ ربیعہ مال مشکوۃ میں لکھتے ہیں، کان احد فقہاء الصحابة

عہ خدا کا دشمن ہے خدا کے حرم کو عمالی بنایا اور بیت اللہ کو دنیا یا ۱۲

الاجلہ لقاۃ الفرائض، عبداللہ بن مسعود اور یہ باہم مسائل فقہ کا مذاکرہ کیا کرتے۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضل و کمال، فطانت، زیرکی، تبحر سے کون ناواقف ہے بڑے بڑے فقیہ صحابیوں کی غلطیاں نکالتیں اور تسلیم کر دیتیں، ان کے مسائل اجتہاد پر استدنباط و تفریع میں بہت کم غلطیاں واقع ہوئیں۔ خدا واد زیرکی کے ساتھ حافظہ غنیم کا تھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سیمان اللہ، اکثر قرآن کے مطالب کے سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتیں، قرآن سے استدلال، استدنباط، توفیق میں الائیں، یہ ان کی خدا واد قابلیت تھی۔ حدیثوں سے اس کا مفصل پتہ چلتا ہے، ایک مرتبہ لڑکپن میں گڑیا کھیل رہی تھیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، عائشہؓ یہ کیا ہے، حضرت عائشہؓ نے کہا کیوں حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طفلانہ خیال اور بے ساختہ پن کے جواب پر ہرگز دیا علامہ ولی الدین خطیب لکھتے ہیں کانت فقیہۃ، عالمة، فہیمۃ، کثیرۃ الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی فقیہ، عالمة، فہیمہ مونس کے علاوہ کثیرۃ الحدیث بھی ہیں۔

(۸) ابوہریرۃؓ بڑے فقیہ اور کثیر الفتاویٰ ہیں، حافظ ذہبی لکھتے ہیں، ابوہریرۃؓ الدوسی الیمانی الفقیہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آگے

چل کر لکھتے ہیں۔ دکان من اوعیۃ العلم ومن کبار ائمة الفتوی۔ ان کے علاوہ
حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، انس بن مالک،
ابو سعید خدری، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عبداللہ بن زبیر، ابو موسیٰ اشعری،
سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، طلحہ،
زبیر، عبدالرحمن بن عوف، عمران بن حصین، ابوبکرہ، عبادہ بن صامت، معاذ
بن ابی سفیان، فتویٰ دینے میں ممتاز گئے گئے ہیں۔

یہ بات حیرت سے دیکھی جائے گی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اس کثرت سے تھے، کیونکہ ان کی تعداد ایک لاکھ کئی ہزار تک پہنچتی ہے
باوجود اس کے ان میں صاحب فتویٰ فقیہ ایک سو کئی تھے۔ ان میں بھی ۲
ممتاز گئے جاتے ہیں۔ ان ستائیس میں بھی سات گویا اس خدمت پر مامور تھے۔
اس میں کیا شبہ ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آنحضرت کی
خدمت سے مشرف ہوئے جس نے جس قدر صحبت پائی اسی قدر وہ
فیض علم سے بہرہ اندوز ہوا۔ اور ایک دوسرے سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اقوال و افعال احوال کے سیکھنے کا گردیدہ رہا۔ اس طرح گویا
ہر ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا بڑا حصہ یاد رکھتا
اور اس کو روایت کرتا لوگوں کو سکھاتا۔ اس کے مطابق فتویٰ دیتا۔ اور اس
خدمت کو اپنے ذرائع سے جانتا۔ اس پر بھی پسند ہی صحابہ فقیہ اور مجتہد
کے لقب سے شہرت پذیر ہوئے، جو لاکھوں کی تعداد کے سامنے بہت ہی
قلیل ہیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں حدیث

صحیح صاف مصرح موجود ہے اور کوئی دوسری حدیث اس کے معارض نہیں
 ان مسائل کے لیے فقط احادیث کا جاننا کافی ہے۔ اس کے برخلاف بہت
 مسائل ایسے پیش آتے ہیں جن کی نسبت حدیث میں کوئی حکم تبصریح موجود
 نہیں۔ بلکہ قواعد استنباط کے ذریعہ حکم مستخرج ہوتا ہے، یا حکم کی تصریح ہے
 لیکن اور حدیثیں اس کے معارض ہیں ایسی صورتوں میں اجتہاد اور استنباط کی
 ضرورت پڑتی ہے، اور فقہ دراصل اسی کا نام ہے، صحابہ میں بہت سے بزرگ
 ایسے تھے جو پہلی قسم کے متعلق فتوے دیتے اور مفتی کہلاتے۔ لیکن دوسرے
 قسم کے مسائل کا فیصلہ کرنا انہیں لوگوں کا کام تھا جو اس فن کے امام تھے اور
 اس درجہ کے ہی بزرگ تھے۔ ان فقہائے صحابہ کے تعلیم و تربیت یافتہ تابعین
 میں بھی سب اس پایہ کے نہ ہوئے کہ فقیہ اور مجتہد کے لقب سے ممتاز ہوں،
 لیکن ہاں صحابیوں کے اعتبار سے جیسا کہ تابعیوں کی تعداد بہت بڑھی ہوئی ہے
 اسی طرح فقہائے تابعین کی تعداد بھی نسبتاً زیادہ ہے۔ دہم جراحہ تابعین میں
 فقہائے سبعہ مدینہ اجتہاد میں نہایت مشہور ہوئے۔ جن کی نسبت کسی قدیم
 شاعر کا قول ہے ۷

اخا قیل من فی العلم سبقتہم
 روایتہم لیست عز العلم خارجہ

فقل ہم عبید، عرقۃ، قاسم
 سعید، ابوبکر، سلیمان خارجہ

(۱) سعید بن مسیب، سید التابعین کہتے جاتے ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ
 و حضرت عمرؓ کے مرویات و فتاویٰ کے مخزن ہیں۔ خطیبؒ نے لکھا ہے، جمع من الفقہ

عہد حضرت ابو ہریرہؓ کے راوی بھی ہیں اور اپنے والد مسیب صحابی سے زیادہ مشہور ۱۲

والحدیث رفقة اور احادیث کے جامع تھے،

(۱۲) عروہ بن زبیر حضرت عائشہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ ابوالزناد کا بیان ہے کہ عروہ فقہائے مدینہ کے مرجح تھے۔ امام زہری و مشام کے شیخ ہیں۔

(۱۳) قاسم بن محمد اکابر تابعین سے ہیں اور یہ بھی حضرت عائشہ کے ساجتہ پر وائنتہ ہیں اور قضاہت میں شہرت پذیر ہیں۔

(۱۴) خارجہ بن زید زہری کے شیخ ہیں۔ اپنے والد زید بن ثابت کے علوم کے جامع تھے۔

(۱۵) سلیمان بن یسار۔ ان کی نسبت علامہ خطیب لکھتے ہیں: کان فقیہا

قاصداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی حضرت میمونہ کے غلام تھے

(۱۶) ابوبکر بن عبد الرحمن۔ یہ حضرت عائشہ و ابوبکرؓ کے تعلیم یافتہ امام

شعبی، اور امام زہری کے شیخ ہیں

(۱۷) عبید اللہ۔ یہ عبد اللہ بن زبیر کے عہد خلافت میں قاضی تھے۔

ابن عباس حضرت عائشہ اور ابن زبیر کے صحبت یافتہ تھے۔

ان کے علاوہ محمد بن سیرین، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، ابن

ابی لیلیٰ، حفصہ بنت سیرین، سالم، ابوالزناد، نافع، سفیان بن عیینہ، سلیمان

بن حرب، شعبی، نیکول، عکرمہ، زہری، طاؤس، مجاہد، عطاء بن یسار، طاؤس

بن کثیر، اوزاعی، یحییٰ بن سعید، علقمہ، اسود، یزید، تابعین میں جن کی قضاہت

واجب تھا و ان کا بے نقصان شمار ہے۔ یہ بھی زیادہ روشن ہے۔ اور ان کی قضاہت

کے کارنامے آج بھی کتابوں میں درج ہیں۔ یہ لوگ فقہ وایت، فقہ و روایات کی

تعلیم دیتے ان سے تبع تابعیوں نے روایت حدیث و تفقہ دونوں کی تعلیم پائی
 اس طرح روایت حدیث کے ساتھ تفقہ اور استنباط مسائل و اجتہاد کا سلسلہ
 جاری ہوا جو فقہ حجازی کے نام سے نام زد ہوا۔ مجتہدین اہل حدیث کا سلسلہ
 صحابہ کے زمانہ سے تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد محدثین میں برابر جاری
 رہا۔ اس سلسلہ کو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور علامہ ابن تیم نے
 اعلام الموقعین میں اور ابن حزم نے بہت ہی مفصل اور مکمل لکھا ہے۔ انہوں
 بخوف طول اس سلسلہ کو ہم ترک کرتے ہیں۔ الارشاد میں بھی اس کا استقصا کیا
 گیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فن روایت و حدیث کے
 ساتھ محدثین میں تفقہ و استنباط مسائل و اجتہاد کو برابر ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک
 کہ کتب حدیث کی تدوین اسی فقہی ابواب پر کی گئی۔ چنانچہ امام المحدثین اور
 ان کے تلامذہ نے اپنی اپنی کتابیں فقہی ابواب پر تالیف کیں کم ہی ایسے محدثین
 گذرے ہوں گے جو فن روایت کے ساتھ فقہ الحدیث کا درس نہ دیتے
 ہوں۔ گویا دونوں فن لازم ملزوم ہو گئے۔ ہاں وہ فقہ جو تحریری اصول پر
 اہل الرائے میں مروج تھی۔ اس کا رواج محدثین میں نہ موسکا۔ جس کی وجوہات
 گذر چکیں۔ اور بعض وجوہ آگے آتی ہیں۔

فقہ حجازی یا فقہ اہل حدیث وہ فقہ ہے جس کے مسائل اور قوانین یا
 تو صراحتہ قرآن اور مشکوٰۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیے گئے ہیں یا قیاس

۱۔ مصنف مولوی محمد صاحب شاہ پوری۔ یہ اردو میں ایک جامع تالیف ہے جو فقہ المحدثین اور
 فقہ اہل الرائے پر پوری روشنی ڈالتی ہے اور بڑے بڑے نادرا بحث کو شامل ہے ۱۷

جلی سے جس کی علت یا توفیقی ہے یا نہایت روشن اور کوئی قانون دیوانی فوجداری
 لگان مالگزاری، شہادت، وراثت، معاہدہ وصیت، نکاح، معاملات، بیع
 و اجارہ وغیرہ رجن کی تفصیل صحیح بخاری کے ابواب سے معلوم ہو سکتی ہے
 کا ایسا نہیں جو قرآن و حدیث سے یا اجماع و اقوال صحابہ سے نہ لیا گیا ہو یا بقیا
 جلی نہ مستنبط کیا گیا ہو یا اس فقہ کی خوبی اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے
 کیا جاسکتا ہے کہ مجاز جو مضبوط و محکم و معتبر جبریل اور مسکن رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اور ماوی و ملجائے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فقہ کو رواج نہ ہوا
 اسی طرح اندلس بمصر شام ان سب ملکوں میں اہل الرائے کی فقہ رواج پذیر
 نہ ہو سکی۔ صاحب سیرۃ النعمان بایں عصبیت و سحر نگاری اس کے اعتراضات
 باز نہ رہ سکے گو اس کی وجوہات کچھ ہی تراشیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں عصر ب میں
 تو ان کے مسائل کو چنداں رواج نہ ہوا کیونکہ مدینہ میں امام مالک اور مکہ میں اور
 ائمہ ان کے حریف مقابل موجود تھے اور لکھتے ہیں کہ اندلس پر بدویت غالب
 تھی اس لیے وہاں بھی اہل الرائے کے مسائل کو رواج نہ ہوا۔

امام بخاری اور عموماً اہل حدیث کا طرز اجتہاد چونکہ صحابہ کے طرز اجتہاد کے
 متاثر و تخریجی طریقہ کو اس میں دخل نہ تھا اس واسطے اس فقہ میں وہ خصوصیات
 پائی جاتی ہیں جو فقہ اہل الرائے میں نہیں پائی جاتیں۔

اولاً تو یہ کہ فقہ اہل الرائے نے رائے اور تخریجی اصول کی پابندی میں
 سینکڑوں صحیح حدیثیں رد کر دیں کہیں پر ایک ہی حدیث کے ایک ٹکڑے کو
 استدلال میں لے لیا اور دوسرے ٹکڑے کو عدم موافقت کی وجہ ترک کر دیا۔

علامہ ابن قیم نے اس کے لیے اپنی بے نظیر کتاب اعلام الموقعین میں ایک باب ہی قائم کیا ہے اور نہایت بسط سے اس بحث کو لکھا ہے جس سے اہل الرائے کی وجہ تسمیہ پر بھی پوری روشنی پڑتی ہے،

دوسرے یہ کہ امام المحدثین اور دیگر مجتہدین محدثین کو فیض حدیث سے جہاں اور نکات شرعیہ معلوم ہوئے وہیں امور شرعی اور غیر شرعی میں امتیاز کرنا بھی معلوم ہوا۔ ایک موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انذ اعلم بامور دنیا کما تم اپنے دنیاوی کاروبار کو خوب جانتے ہو۔** اس سے آپ نے دنیاوی معاملات کو دین سے الگ کر دیا۔ اسی طرح بریرہؓ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **جبکہ وہ آزاد ہو میں اور ان کو نکاح سابق کے توڑ دینے کا اختیار دیا گیا۔** تو نکاح انہوں نے توڑ دیا اور اجعتیہ رتیرا شوہر مغیث تیری فرقت میں بدحواس ہے، کاش تو اس سے رجعت کر لیتی بریرہؓ نے عرض کیا: **یا رسول اللہ! تم نے کیا آپ شرعی حکم دیتے ہیں،** آپ نے فرمایا: **نہیں! انسا شقم** میں سفارش کرتا ہوں، بریرہؓ نے کہا: **جب آپ شرعی حکم نہیں دیتے بلکہ سفارش کرتے ہیں تو مجھے اختیار ہے۔** میں اپنے شوہر کو پس نہیں کرتی۔ صحیح بخاری، اور ایک وقت فرمایا: **انما انابشر اذا امرتک وبشی من دینک فخذوا به واذا امرتک وبشی من دینی فاعانابشر** یوں تو ہر ایک قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور ہر تقریر و دربار رسالت کی مسلمانوں کے

عہ میں ایک بشر ہوں، جب میں تم کو کوئی دینی بات بتاؤں تو اسے مقام نادر جب کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو میں بھی ایک بشر ہوں ۱۲

لیے گنجینہ مراد ہے۔ لیکن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں امور (شرعی اور غیر شرعی) میں امتیاز فرمایا۔ ایک بات تبلیغ رسالت سے ٹھہری۔ جس کے لئے فرمایا گیا وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا اور دوسرے کے بارے میں فرمایا اِنَّمَا ظَنَنْتُمْ عَلَيْنَا فَلَآتُوا خَذَوْنِ بِالظَّنِّ وَلَكِنْ اِذَا حَدَّثَكَ عَنْ اللّٰهِ شَيْئًا فَخُذُوْا بِهِ شَاہِدُ اللّٰهِ مَا حَبَّ نَسِ اس کو بہت مفصل بیان کیا ہے۔

گو یہ بات راہ شرعی اور غیر شرعی میں امتیاز کرنے اہل الرائے کو بھی محدثین کی بدولت نصیب ہوئی۔ لیکن فقہائے اہل الرائے کو ان کے اشتغال فی القیاس نے سد اعتدال پر باقی نہیں رکھا اور عامہ مسائل کو انہوں نے اپنے قیاس کے معیار پر سمجھنا چاہا۔ اس وجہ سے جوازا ط و تقریبا ان کے مسائل مستنبط میں واقع ہوئی محتاج بیان نہیں۔ جس کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

وبعض الفقہاء عند ما خاضوا فی القیاس
تخیروا فلیجوا ببعض المقادیر وانکروا
استبدالہا بما یقرب منها وتسامحوا
فی بعض ما نصبوا اشیاء مقامہا مثلاً
ذلک الماء العشر فی العشر
بعض فقہا قیاس میں منہمک ہونے کی
وجہ سے حیرت میں پڑ گئے اس لیے وہ
اپنے قیاس سے بعض مقادیر کے ساتھ
تو بے طرح چمٹ گئے اور اس کے
بدنے کو اس کے ہم جنس سے بھی انکار
کر دیا اور بعض میں اس طرح چشم پوشی کی کہ ایک کو دوسرے کے قائم مقام
کر دیا اس کی مثال الماء العشر فی العشر ہے۔

فقہائے محدثین نے اس میں انتہا درجہ کی احتیاط سے کام لیا،
 اور ایسے کہ جس طرح سے جو بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 قولاً اور عملاً اور تقریراً ثابت تھی سب کو بلا کم و کاست روایت کر دیا حتیٰ کہ
 ان میں اگر کسی صحابی کی تفسیر یا قول درج تھا تو اس کو بھی الگ پھر چھپا دیا جس سے
 ہر غور کرنے والے ذی فہم کو غور کا موقع ملے۔ اس کے بارے میں آپ نے فرمایا
 قرب مبلغ غیر فقیہ الی افقر مند یعنی بہتر ہے پہنچانے والے غیر فقیہ ہوں گے
 جو اپنے سے زیادہ فقیہ کو پہنچائیں گے۔

ثانیاً یہ کہ اس باب میں انہوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی ان میں بھی وہ صحابہ جو مد قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت
 بہرہ اندوز رہے۔ جن کے دل و دماغ امور تشریعی کے ادراک میں نہایت
 بعیرت رکھتے، ان کی تصریحات کی متابعت کی۔

اس کے علاوہ جہاں خود رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق
 فرمایا تھا اس کے کاربند رہے۔ اس لیے محدثین سے وہ غلطیاں اور وہ افراط
 اور تفريط نہیں واقع ہوئی جو فقہائے اہل الرائے سے واقع ہوئی۔ جناب شاہ
 ولی اللہ صاحب فقہائے اہل الرائے کی افراط و تفريط اور ان کے اپنے قائم
 کردہ قیاسات کو احکام تشریعی اور غیر تشریعی کے قرار دینے میں دکھاتے
 ہوئے لکھتے ہیں۔

واذا تحققت هذه المقدمة فاعلم جب تم اس مقدمہ کو معلوم کر چکے تو تمہارے

عندك ان اكثر المقائل المتفكرين بها
 القوم ويتطاولون لاجلها على معشر
 اهل الحديث يعودون بالاعليهم من
 حديث لا يعلمون
 ادب یہ بات خود بخود واضح ہو گئی ہوگی،
 کہ رد قائل قیاسیہ جن کی وجہ سے قوم
 اہل الہائے فخر کرتی ہے اور اس کی وجہ
 سے جماعت اہل حدیث پر نہ بان دراز
 کرتی ہے اور اپنا فخر بتاتی ہے ان پر وبال ہو جاوے گا اس طرح کہ ان کو خبر بھی
 نہ ہوگی۔

را اسب سے اعلیٰ اور مقدم خصوصیت جو فقہ اہل حدیث کو حاصل ہے۔ وہ
 مسائل فقہ کا ان مصالح اور اسرار پر مبنی ہونا ہے جس کو قرآن نے نصاً بتایا ہے
 یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یا آپ کی تقریر سے یا اس
 موقع سے جس محل میں حدیث وارد ہوئی تھی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 اصحاب نے سمجھا تھا۔ بخلاف اہل الہائے کے کہ اکثر مسائل کی بنا ان کے اپنے
 قائم کردہ مصالح پر ہے یا کسی مظنہ حرج وغیرہ پر جو اجتہاد کے وقت خیال
 میں آئے۔ اور ان قائم کردہ مصالح پر تخریج و تخریج کی باقی ہے۔ اسی وجہ سے
 اکثر مقامات پر قوانین شریعت سے اس قدر بعد ہو جاتا ہے کہ ایک سمجھ دار
 آدمی حیران ہو کر رہ جاتا۔

احکام شرعیہ کے متعلق اسلام میں شروع ہی سے دو فرق قائم ہو گئے۔
 ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ احکام تعبدی احکام ہیں۔ یعنی ان میں کوئی سراور
 مصلحت نہیں ہے۔ مثلاً شراب خوری یا فسق و فجور صرف اس لیے ناپسندیدہ ہیں
 کہ شریعت نے ان سے منع کیا ہے۔ اور خیرات و زکوٰۃ اس لیے مستحسن ہیں

کہ شارع نے اس کی تاکید کی ہے ورنہ یہ افعال فی نفسہ برے یا بھلے نہیں ہیں۔
 دوسرے فرقہ کا یہ خیال ہے کہ شریعت کے تمام احکام مصالح پر مبنی ہیں۔
 البتہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کی مصلحتیں بتائی نہیں گئی ہیں۔ پھر وہ لوگ
 جو قائل ہیں کہ احکام شریعت کی بنا مصالح اور اسرار پر ہے ان میں بھی دو فرقے
 ہو گئے۔ پہلا وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ جس قدر مسائل و احکام کے مصالح و
 اسرار قرآن میں نصاً بتائے گئے ہیں۔ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے بتائے یا صحابہ نے قرآن سے معلوم کئے وہ تو ٹھیک ہیں۔ بقیہ وہ مسائل
 جن کی مصلحتیں نہیں بتائی گئیں۔ ان میں بہت سی مصلحتیں اور اسرار مخفی ہیں۔
 ان میں ہم غور کر سکتے ہیں۔ اگر وہ مصالح ہمارے سمجھ میں آگئے تو ہمارے
 لیے شکر کا مقام ہے۔ لیکن ان مصالح کو ہم اس حکم کی علت قرار دے کر ان سے
 مسائل و احکام استخراج کریں اور قانون شریعت بنائیں اس کا منصب کسی کو
 نہیں۔ اولاً تو مصلحت خود ایک خیالی چیز ہے۔ اس پر قیاس اور تخریج و تخریج
 کہ نایہ ظن و رطن قابل اعتبار نہیں، اس کے مقابل دوسرا ذوق ہے جو اپنی عقل
 و رائے سے مصلحت و سر قائم کر کے اس کو مسئلہ کی علت قرار دیتا ہے اور اس سے
 مسائل کی تخریج کرتا ہے۔ پہلی جماعت فقہائے محدثین کی ہے۔ دوسرا فرقہ
 فقہائے اہل الرائے کا ہے۔ فقہائے محدثین نے چونکہ اس باب میں انتہائی احتیاط
 برتی اس لیے ان کے مسائل مستخرجہ میں وہ خوبی پائی جاتی ہے۔ جو فقہائے
 اہل الرائے کے مسائل مستنبط میں نہیں پائی جاتی۔
 فقہ اہل الحدیث کے مسائل کا موازنہ فقہ اہل الرائے سے کیا جائے

توبہ تفاوت صاف نظر آتا ہے کہ معاملات تو معاملات عبادات میں بھی اہل الرائے نے اپنے قائم کر۔ مصالح و مصلح پر ایسا اعتماد کیا کہ عبادات کی ہیئت کثافی میں زمانہ نبوی سے تفاوت آگیا۔ مثلاً نماز چند افعال کے مجموعہ کا نام ہے لیکن اس لحاظ سے کہ نماز کی اصلی غرض کیا ہے۔ یعنی خضوع۔ اظہارِ تعبد۔ اقرارِ عظمتِ الہی۔ دعا۔ یہ چار باتیں کھلی اور ظاہر ہیں۔ گوہرِ فعل واد میں خاص خاص مصالح اور اسرار ملحوظ ہیں جن کا ذکر باعثِ تطویل ہے۔ اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں مذکور، قال اللہ تعالیٰ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ يَلْقَوْنَ جُلُودَهُمْ وَقُلُوا مَعْلٰی ذِکْرُ اللّٰهِ فَخَشَعَتِ الْاَصْوَابُ الْوَحْشٰی اس بنا پر نماز میں ایسی حالت ہوتی چاہیے کہ جوارح اس وضع سے ہوں کہ گردیدگی و تواضع کے آثار ان سے ظاہر ہوں۔ آواز سے شوق اور عبودیت نکلتی ہو۔ قلب میں خشیت و ذکر الہی بھرا ہو تو البتہ نماز موجبِ نجات ہو سکتی ہے۔

دبقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صاحب سیرۃ النعمان نے مسائل محدثین کا مجتہدات اہل الرائے سے موازنہ کیا ہے اور مجتہدین محدثین کو کہیں مصالح عباد سے واقف کہیں طرز تمدن اور طریقہ اجتہاد سے نااہل کہیں فقی ابواب کے امر سے بے خبر قرار دیا ہے اس موازنہ کا حق ہر شخص کو ہے لیکن انھوں نے ایسا کرنے میں وہ اودان کے ہم مشرب نکتہ چینی کا الزام دینے کے لیے طیار پڑے ہیں۔ اس لیے ہم نے بالقصد اس کو ترک کر دیا ورنہ تراجم ابواب صحیح بخاری اور الامام غزالی کی مبارک کتاب بحیثیہ الامام حسین کا حوالہ مقدمہ میں دیا گیا ہے جس سالہ کتاب الشافعی امام رازی اور علامہ موفعین اور نعمانی صاحب کی طرز تحریر ہم لو اس کی اجازت نہ دیتی تھیں اور اصلی موازنہ دلائل شرعیہ میں لازم ہے۔ نہ ہی بالائی باتیں ان کو موازنہ میں کیا دخل جب دلائل شرعیہ کا پہلو محدثین کی جانب قوی ہے تو پھر طرز تمدن یا احتیاط یا مخالفت تیا میں کیا وقعت رکھتی ہیں۔ ہا منہ۔

قال الله تعالى قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
 اس کے لیے شارح نے تکبیر، قرات، رکوع، سجود، مقرر کیا۔ لیکن فقہائے
 اہل الرائے نے اپنے قائل کر وہ مصراع و علیل کی بنا پر نماز کا رتبہ اس قدر گھٹا دیا
 کہ اعلیٰ مقصود نماز کا فوت ہو گیا۔ قرات صرف دو رکعت میں فرض ہے۔
 اور وہ بھی اس قدر کہ قرآن کی ایک ہی آیت۔ بعض لوگوں نے اصلی قرآن
 منزل من اللہ کے الفاظ بھی ضروری نہیں قرار دیئے۔ فارسی ہی سہی،
 حالانکہ اس قدر قرات سے خضوع کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ اظہار
 تعبد۔ نہ عظمت الہی۔ رکوع و سجود کا رتبہ اس قدر کم کر دیا کہ صرف جھکنا اور
 نہ ٹھہرنا فرض ہے اور سجود بھی اسی قدر فرض ہے کہ دو دفعہ سر زمین پر لگا دے
 جس سے خضوع۔ اظہار تعبد یا قرات عظمت الہی۔ دعا کچھ بھی حاصل نہیں
 ہو سکتا۔ اسی طرح خروج بصرہ عہد اے بے بخلاف فقہائے محدثین کے۔
 کہ انہوں نے قرات میں قرات فاتحہ لایہی قرار دی۔ کیوں کہ اس میں حمد و
 اظہار تعبد۔ و عظمت الہی۔ و اظہار خشوع و دعائے سب کچھ موجود ہے۔ اور
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید مزید اس پر ہے۔ انہیں
 مضامین کی جامعیت سے اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کو صلوٰۃ قرار دیا۔ جن
 صحیح مسلم کی روایت دال ہے (قسمت الصلوٰۃ بین بنی بنی بنی بنی بنی بنی)
 رکوع سجود کو بھی فقہائے اہل حدیث نے اسی طرح فرض بتایا جس سے اصلی
 غرض نماز کی حاصل ہو۔ یعنی رکوع و سجود میں ٹھہرنا۔ اور ان میں ذکر الہی اور دعا
 کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے رکوع و سجود

میں جلدی کی تھی فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس شخص نے رکوع سجود ایسا کیا جس سے اصلی مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ فقہائے محدثین نے اپنی رائے سے مصالح سوچ کر نماز کے ارکان مقرر کئے تھے۔ نہیں، بلکہ ان کے لیے صحیح حدیثیں موجود ہیں ساتھ اس کے ان مصالح کی خوبی پر عقل شہادت دیتی ہے۔

مسائل زکوٰۃ کا بھی یہی حال ہے۔ زکوٰۃ کا اصلی مقصد نبی نوع کی ہمدردی اور اعانت ہے۔ اسی لیے زکوٰۃ کے مصرف میں وہ لوگ خاص کر دیے گئے جو سب سے زیادہ ہمدردی اور اعانت کا استحقاق رکھتے ہیں یعنی فقراء و مساکین۔ عمال زکوٰۃ۔ مؤلفۃ القلوب مقروض۔ مسافر۔ غازی۔ مکاتب چونکہ ان لوگوں کی تصریح خود قرآن میں موجود ہے اس لیے اس امر میں سب مجتہدین کا اتفاق ہے کہ یہی لوگ مصرف زکوٰۃ ہیں۔ لیکن بعض نے اختلاف پیدا کر دیا۔ فقہائے محدثین نے ان سب مصارف کے ذکر کرنے کی یہ مصلحت سمجھی کہ اگر استیعاب مصارف کی تیداعثاوی جانے لگی تو لوگ جس مصرف خاص میں ان کی خواہش ہوگی اس میں زکوٰۃ خرچ کر دیں گے اور دوسرے بچارے محروم رہ جائیں گے لیکن استیعاب مصارف کو ضروری قرار دیا تاکہ مستحقین میں کوئی محروم نہ ہو۔ لیکن فقہائے اہل الرائے کا ذہن اس طرف نہ گیا اور انہوں نے کہا اپنی خواہش کے مطابق جس کو چاہے دے۔ ان مسائل کے سوا عبادات کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہائے اہل حدیث اور محدثین نے مصالح اور اسرار کو جس خصوصیت اور دقیق نگاہ سے لحاظ کیا انہیں کا حصہ

معاملات کے مسائل میں یہ عقدہ زیادہ حل ہو جاتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ فقہائے اہل الرائے نے اپنے قائم کردہ مصالح پر کس قدر اعتماد کیا ہے حالانکہ یہ نہایت نازک بات ہے۔

(۱۲) ایک دوسری خصوصیت فقہ اہل حدیث کو یہ نسبت فقہ اہل الرائے کے جو حاصل ہے وہ مسائل کا لیسیر العمل ہونے کے ساتھ اعتدال کا جامع ہونا قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے کہ خدا تم لوگوں کے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ میں نرم اور آسان شریعت لے کر آیا ہوں بے شبہ اسلام کو تمام اور مذہبوں کے مقابلہ میں یہ فخر حاصل ہے کہ وہ رہبانیت سے نہایت بعید ہے اس میں عبادات شاقہ نہیں اس نے مسائل آسان اور لیسیر العمل ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قوانین شریعت ہوا پرستی سے نہایت دور رکھے گئے ہیں۔ فقہائے محدثین نے اپنے اجتہاد و استنباط میں اس کی نہایت نگہداشت کی، اور ان کے مسائل اجتہاد یہ اس ازراط و تفریط و دلول سے نہایت محفوظ رہے نہ تو وہ ذن مفقود والخبر کے لیے نوٹے برس بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں کہ ذن مفقود والخبر اپنے اوپر نان و نفقہ و معاشرت کی تکلیف گوارا کر کے نوٹے برس تک بیٹھی رہے۔

اس کے نازک ہونے کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بار فرمایا کہ طوائف میں کندھا ہلا کر دوڑنا کفار مکہ کو اپنی قوت دکھانے کی غرض سے تھا جب کفار مکہ نہیں تو اس کی حاجت نہیں لیکن پھر دوڑے کہ شاید اس میں کوئی دوسری مصلحت ہو رثم خشی عمران کیوں نہ سبب آخر ۱۲ حجۃ اللہ حضرت بایں خدا داد قضاہت مصالح میں اپنی رائے پر اعتماد کر کے ۱۲

اور حبیب قبر میں پاؤں لٹکائے تو نکاح کی اجازت ملے اولاً تو اس قدر عمر بامرئیت نہ ہو
 اور ہے ثانیاً جوانی کے وقت سے وہ رنج و کوفت میں رہا نیت اختیار کرے
 اور حبیب قبر میں پاؤں لٹکائے تو عروس بننے کی اجازت دی جائے۔ نہ اس قدر
 وسعت کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو کسی طرح ایسے الفاظ سکھائے جس کا
 معنی ایجاب ہو۔ اور وہ عورت نہ سمجھتی ہو۔ اگر اس عورت نے وہ کلمہ دو شخصوں
 کے سامنے کہا اور مرد نے قبول کر لیا تو یہ نکاح ہو گیا اور عورت قید نکاح میں
 آگئی شوہر گواہ بھی ان الفاظ کو نہ سمجھتے ہوں۔ اسی طرح نکاح کی ایک صورت
 یہ بھی ہے کہ کسی عورت سے بلا علم اس کے اقارب کے خفیہ طور سے
 دو شخصوں کے سامنے ایسے کلمات کہلا دیے یا اور کسی طرح ایجاب قبول
 کر لیا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی تو نکاح ہو گیا۔ اسی طرح ایسے دو گواہوں کے
 سامنے ایجاب و قبول کر لیا جو فاسق ہوں زانی ہوں کسی پاک دامن پر تہمت لگانے
 میں ان پر حد لگانی گئی ہے اور تائب بھی نہ ہوتے ہوں۔ اسی طرح ایسے دو
 گواہوں کے سامنے جو نشہ میں چور ہوں جن کو ہوش میں آنے کے بعد علم نکاح
 نہ ہو اسی طرح کسی کی منکوحہ بی بی پر کسی نے دو گواہ جھوٹے گزار کر ڈگری کر لی
 ہو۔ اس طرح کے مسائل بہت ہیں جن میں بڑی وسعت سے کام لیا گیا لیکن
 امام المحدثین و فقہائے اہل حدیث کا اجتہاد اس سے محفوظ رہا۔

(۳) فقہ کا بہت بڑا حصہ جس سے دنیوی ضرورتیں متعلق ہیں معاملات کا
 حصہ ہے اور یہی وہ موقع ہے جہاں ہر مجتہد کی وقت نظر اور نکتہ شناسی کا پورا
 اندازہ ہو سکتا ہے۔ امام المحدثین نے تمدن و مصالح عباد کی رعایت کے ساتھ

نصوص قرآنیہ و صحیح صحیح احادیث سے مسائل استنباط کرنے میں کمال سعی کی۔ اور ان کو نہایت کامیابی ہوئی۔ امام المحدثین کے زمانہ میں سلطنت عباسیہ نے تمدن میں بڑی وسعت پیدا کر دی تھی۔ اور اسلامی سلطنت کا دائرہ نہایت وسیع ہو گیا تھا تو مولوں کے میل جول سے ہزاروں صورتیں معاملات کی نئی پیدا ہو گئی تھیں اس کے سوا احادیث صحیحہ کے جمع اور منتخب نہ ہونے سے بہت مسائل پہلے مجتہدین کے ایسے مروج ہو گئے تھے جو صحیح نہ تھے۔ امام المحدثین نے بہت بڑا کام پہلے یہ کیا کہ صحیح صحیح حدیثوں کو منتخب کیا اور عملی طور سے یہ دکھا دیا کہ انہیں سے تمام مسائل اور احکام استنباط کئے جا سکتے ہیں ایک ہی حدیث سے متعدد مسائل متعدد ابواب میں مستنبط کر کے استنباط کے اصول و طریقے بتائے۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ فقہ جو شرعی قانون ہے اس کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو محض انسانی رائے ہو اور مجتہد کو اس کے ساتھ وہی نسبت ہے جو دنیا کے تمام مقلدین کو ہوا کرتی ہے۔ محدثین لکھتے ہیں قد اخرج المؤلف لا امام البخاری (حدیثا واحدانی مواضع و مستنبط منه فی کل موضع ما يتعلق بذلك الموضع من الاحکام الدینیة وقد اکثر مثله فی هذا الكتاب وهو ما یدل علی قوۃ اجتہادہ فانہ قد استنبط کل جزئی من الحدیث مع قلة العصیہ منہ) یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ امام بخاری معصوم تھے اور ان سے خطا اجتہادی نہیں ہوئی ہوگی۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ

لہ علیہ السلام صاحب سیرۃ النعمان نے لکھا ہے اور اس طرح انہوں نے فقہ حنفی کے ایک بڑے حصے کو مسٹر سالبیری کے قوانین کے برابر کر دیا ۱۷ منہ ۲۵ دیکھو شرح بخاری در سالہ شاہ ولی اللہ ۱۲۶

علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ ادران کے بعد کے ائمہ اس سے بڑی نہیں تو امام المحدثین
 کیوں کر بڑی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہم خوش اعتقادی کی محویت میں امام بخاری کو
 معصوم بنا کر دوازده معصوم کی عدد پوری کرنی نہیں چاہتے۔
 مجتہد گاہ مصیبت دگر خاطر لیک: ہرچہ دروے نہ خطا حکم ہمیر گیرند
 امام بخاری پہلے حدیث کی تنقید کرتے ہیں اور اس کی صحت ہر طرح جانچتے
 ہیں صحت کے یقین ہونے پر بھی احتیاطاً اطمینان کے لیے استخارہ کرتے ہیں۔
 اطمینان ہونے پر حدیث کو اکثر کسی مسئلہ فقہیہ کے تحت میں ذکر کرتے ہیں جس کا
 نام ترجمۃ الباب ہے گو اس ترجمۃ الباب میں کبھی کسی مجمل آیت کی تفسیر اور تاویل
 صحیح حدیث سے کرتے ہیں کبھی مطلق کی تنقید کبھی عام کی تخصیص کبھی خاص
 کی تعمیم کبھی کسی آیت کے دو احتمالوں میں سے ایک کی تعیین کبھی غیر ثابت احادیث
 و آثار کی تردید کبھی اہل زمانہ کے مرد و جہ رسوم و عادات کو قرآن و حدیث کے
 معیار سے جانچ کر اس کی صحت و غلطی کا اندازہ کرتے ہیں۔ کبھی صحیح حدیث
 کی تائید کبھی کسی ضعیف حدیث کی صحت کی شہادت میں دوسری صحیح حدیث
 پیش کرتے ہیں کبھی ایک حدیث سے دوسری حدیث کے دو احتمالوں میں سے
 ایک کی تعیین کرتے ہیں کبھی دو متعارض حدیثوں کے دو محل دلیل سے بتا
 دیتے ہیں جس سے ظاہری تعارض من رفع ہو جاتا ہے جیسا کہ ان کا مفصل
 بیان گذر چکا۔ لیکن زیادہ تر تراجم ابواب میں مسائل فقہیہ کا استنباط ملحوظ ہے۔
 (۴) اور بہت بڑی خصوصیت جو فقہ اہل حدیث کو حاصل ہے وہ یہ ہے
 کہ عموماً ان کے استدلال میں نصوص کا پہلو قوی ہوتا ہے اور خیر خصوصیت فقہ

اہل حدیث کو صرف احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی بدولت حاصل ہوئی۔

امام بخاری نے صحیح حدیثوں کو جمع کیا اور ان پر استنباط مسائل کے لیے مجتہدانہ نظر ڈالی تو اہل الرائے کے بہت سے مسائل خلاف نصوص احادیث صحیحہ پائے اس لیے انہوں نے استنباط مسائل کے ساتھ اہل الرائے کے مسائل پر تعریضیں کیں۔ اس کے علاوہ کبھی وہ اگلے اثر کے اختلافی مسائل کی ترجیح بھی استدلالی پہلو سے بیان کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد شہن کی نگاہ ایک اور اہم کام پر لگی ہوئی تھی۔ جس کا رنگ ان کی اکثر تالیفات میں پایا جاتا ہے اور اوسط ذہن کا آدمی بھی جس کی نگاہ کسی قدر وسیع ہو یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ صرف اجتہاد و استنباط مسائل و ترتیب و تہذیب فقہ اہل حدیث و تدوین و تنقید احادیث ہی ان کا اہم مقصد نہیں بلکہ ایک ضروری مقصد یہ بھی ہے کہ اہل تخریج کے مسائل قیاسیہ و جو عجیبوں اور نو مسلموں میں بوجہ نہ ملنے احادیث کے یا کسی دوسری وجہ سے بزور و شور مروج ہو گئے تھے عجیبوں کی آنکھیں کھلیں تو انہوں نے اسی کو پایا اور اس پر ان کا بے طرح جمود ہو چلا جس کے بہت سے اور اسباب تھے کی جانچ پر تال کر ہیں۔

امام بخاری نے ایسے وقت میں جبکہ عراق میں جمود زور پکڑ چلا تھا۔ ذماغ دہمت سے کام لیا۔ اور عجیبوں و اتباع اہل الرائے کے اس عقیدت اور جمود کے اٹھانے میں بڑی سعی کی۔ احادیث صحیحہ سے جہاں فقہی مسائل اخراج

کئے وہاں بڑا حصہ اپنی تصنیفات کا ان قیاسی مسائل کی تردید میں نذر کیا جو نصوص حدیثیہ کے خلاف اہل الرائے میں مروج تھے۔ اور فی الحقیقت یہ ہمت کی بات تھی۔ کیونکہ اہل الرائے کے مسائل قیاسیہ کی تردید میں بعض سلطنتوں کی شرکت بھی تھی۔ ان کی تردید کرنی سلطنت سے مقابلہ کرنا تھا۔ امام المحدثین نے زیادہ تر تدوین احادیث میں ان کی تعریف اور کنایہ تردید کی۔ والکنایہ ابلغ من التصحیح۔ ہاں بعض تالیفات امام بخاری کی ایسی بھی ہیں جن میں انہوں نے من مناظرہ کے اصول پر ان کی تردید کی ہے جیسے رسالہ قراءۃ خلف الامام۔ اور رسالہ رفع الیدین۔ لیکن زیادہ حصہ تعریف اور کنایہ کا رہا۔ تراجم ابواب میں کنایہ مجتہدین اہل الرائے پر تعریف فرماتے ہیں اور یہ امام صاحب کی اعلیٰ درجہ کی کشادہ دلی ہے۔ اسی بنا پر شارحین صحیح بخاری نے لکھا ہے کہ جامع صحیح کے تراجم ابواب سے وہی شخص پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جس نے قوم کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے صحیح بخاری کے اشکال کا اعتراف قاطبہ علمائے اسلام کیوں کرتے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ مورخین بھی اس کے اعتراف سے باز نہیں رہ سکے اس اشکال کے وجوہات فن حدیث کی تدقیقات اور نکات فقہیہ کی مشکلات کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ امام صاحب کا رخ ایک دوسری طرف ہوتا ہے جس کے لیے درست نظر چاہیے اسی لیے اس اشکال میں اضافہ ہو جاتا ہے جہاں امام صاحب کے تراجم ابواب میں تردید کی تصریح کی ہے اس کو ہر شخص سوجھ سکتا ہے لیکن تراجم ابواب کی تعالیف اور اعراض پر خود کی نگاہ ڈالنی اور اس کی تہ کو پہنچنا بہت بڑا کمال ہے یہیں د

نظر کی ضرورت کے نقطہ حقیقہ کے مطالعہ کے علاوہ امام شافعی کی کتاب الامام مالک کے مذہب کی مدد
مصنف حافظ عبدالرزاق وغیرہ کے تراجم ابواب کا مطالعہ بھی ضرور ہے اسی
نے صحیح بخاری پڑھنے والے کے لیے شیخ فن کی ضرورت ہوتی ہے امام
صاحب کا یہ قول لو نشر بعض استاری ہو کلا لودیفہموا کیف
صنفت الصحیح یعنی یہ لوگ اگر میری کتاب کے بعض نکات سے پردہ اٹھانا
چاہیں تو ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ میں نے جامع صحیح کو کن نکات اور تدقیقات
اور تعریضات پر مبنی کیا ہے۔ اس مقولہ کو صرف نکات حدیثیہ تک محدود رکھنا
بے انصافی ہے آج کل بعض لوگوں نے نادانیت سے امام بخاری کے
تراجم ابواب اور مسائل فقہیہ پر اعتراضات کئے ہیں اور اس کی تردید میں
بہت سعی کر رہے ہیں لیکن خیر سے وہ کوئی نئے اعتراضات نہیں ہیں بلکہ وہی
سوالات ہیں جن کو شرح صحیح بخاری نے حل کرنے کے لئے لکھا ہے اور
ان کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ بخلاف طوالت ہم ان اعتراضات اور
ان کے جواب کو حصہ ثالث کے لیے چھوڑتے ہیں لیکن یہاں اس قدر عرض
کر دینا ضرور ہے کہ کوئی مجتہد ایسا نہیں گذرا جو معصوم ہو اور اس کے مسائل و
دلائل پر اعتراضات نہ کئے گئے ہوں ایسے لوگوں کو جو امام بخاری کے مسائل
فقہیہ یا دلائل پر اعتراضات کرتے ہیں کم از کم امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد و مسائل
فقہیہ اور ان کے دلائل پر غور کرنا چاہیے جن کی قضاہت اور اجتہاد مسلم ہے
کہ ان کے وثالث مسائل اجتہاد کی غلطی یا مرجوح و ضعیف ہونے سے یا
دعویٰ و دلیل میں عدم مطابقت سے یا تقریباً تمام ہونے سے خود ان کے

تلاذہ نے ترک کر دیے پس اگر اس سے تقابہت اور اجتہاد پر دھبہ آتا ہے تو سب سے پہلے امام ابو حنیفہؒ کو اس منصب سے معزول کر کے دوسری طرف رخ کرنا چاہیے۔

امام بخاری کے اجتہاد اور استنباط مسائل و معاریض سے بحث کے لیے تو بڑی بڑی مبسوط کتابیں اور ضخیم مجلدات چاہئیں اور شرح صحیح بخاری نے اکثر بحث بھی کی ہے تاہم یہاں پر کچھ عرض کر دیا جاتا ہے۔ امام بخاری انہیں نصوص سے جو عامۃ ذہنوں میں موجود اور حاضر رہتے ہیں مسائل و قیقہ نہایت سہل طریقہ سے مستنبط کر لیتے ہیں جو استنباط کے بعد بہت ہی آسان معلوم ہوتے ہیں اور یہ امام بخاری کی صفائی ذہن اور جودت تقابہت کی بڑی قوی دلیل ہے۔ اس کی مثالیں صحیح بخاری میں بھری پڑی ہیں۔

استنباط مسائل فقہیہ میں بلکہ عامۃ صحیح بخاری میں ان کا یہ دستور ہے کہ پہلے قرآن کی آیت سے روشنی ڈالتے ہیں اس کے بعد حدیث مرفوعہ یا معنی کے آثار یا علمائے تابعین کے فتاویٰ لاتے ہیں اور یہ باتیں مجتہد کے لیے نہایت ضروری ہیں ہاں طریقہ استدلال اور طرز استنباط سے بالکل تعرض نہیں کرتے اور یہی موقع اہل علم کے تدبیر و فکر کا ہوتا ہے اس لیے تراجم ابواب کی طرف خاص توجہ کی گئی اور اس کے لیے بہت سی مستقل اور بڑی بڑی تالیفات لکھی گئیں جن کا مفصل بیان گذر چکا۔ سب سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل تراجم ابواب کے اعراض ہیں۔ اعراض تراجم سمجھ میں آنے سے طریقہ استدلال و طرز استنباط کا سمجھنا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ بعض مؤلفین نے اعراض تراجم کی

موضوع بحث ٹھہرایا ہے اور اعراض کے بیان کے لیے مستقل تالیف لکھی۔
 یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ صحیح بخاری میں بہت سے تراجم ابواب ضمنی ہیں
 جن میں غلاوہ ترجمۃ الباب بالا کے امام صاحب کوئی ضمنی فائدہ بتاتے ہیں اصل
 ایسے مقامات میں تنبیہ یا فائدہ یا قف ہونا چاہیے۔ لیکن امام بخاری اپنی اس
 تالیف میں بجز لفظ باب کے دوسرے لفظ نہیں لاتے اور بجائے قف یا فائدہ
 یا تنبیہ کے بھی باب ہی کا لفظ لکھتے ہیں ولا مشاخرۃ فی الاصللاح۔ اور یہ یاد
 رکھنا چاہیے کہ امام بخاری کی یہ تالیف قدیم تالیفات میں سے ہے اور قدما
 کا دستور ہے کہ وہ اپنی تالیفات میں اپنے مانی الضمیر کو کیف ما اتفق نہایت
 سادہ عبارتوں میں ادا کرتے ہیں۔ ان کی تالیفات میں متاخرین کا تکلف عبارتوں
 کی قطع و بربید نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر امام ابو حنیفہ کی طرف فقہ اکبر کی نسبت غلط
 خیال کی جاتی ہے کیونکہ اس میں قدما کی تالیفات کا رنگ بالکل نہیں ہے۔
 جس نے امام شافعی کی کتاب الام یان کا رسالہ اصول یا صحیح مسلم کا مقدمہ
 وغیرہ دیکھا ہے اس پر یہ بات نہایت واضح ہے۔

امام بخاری استنباط مسائل میں مصارح عباد پر نہایت گہری نظر ڈالتے
 ہیں اور ساتھ اس کے وہ استدلال میں نصوص کا پہلو نہایت قوی رکھتے ہیں۔
 وہ باب قائم کرتے ہیں۔ لانکاح الابولی۔ یعنی بغیر ولی کے نکاح نہیں ہو سکتا۔
 پھر آگے چل کر دوسرا باب قائم کرتے ہیں۔ لانکاح الابریضنا یعنی بغیر رضامندی
 عورت کے بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور دونوں بابوں کو نہایت شفاف طریقہ

ثابت کیا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ نہ تو عورت مطلق العنان ہے جس سے جی چاہے
نکاح کر لے نہ عورت اس طرح مجبور اور مقید ہے کہ دلی جس سے چاہے عقد
کر دے اور وہ مجبور ہو کر خاموش رہے۔ حقیقت میں شریعت کا منشا یہی ہے
یعنی اعتدال قائم کرنا۔ بعض مجتہدین نے ایک طرف تو بالغہ کو مطلق العنان کر دیا
جس سے چاہے اپنا عقد کرے۔ دوسری طرف یہ کہ اگر کوئی شخص دھوکا
سے بھی ایجاب و قبول کے الفاظ کہلوا لے جس کو عورت کسی طرح نہ سمجھتی
ہو تو بھی عورت قید نکاح میں آکر بے اختیار ہو گئی۔

امام بخاری استنباط مسائل میں عبارة النص کے علاوہ اشارۃ
النص ولالة النص اور اقتضای النص سے بھی کام لیتے ہیں اور محل التظیر علی النظر
وقیاس سے بھی استنباط مسائل کرتے ہیں۔ لیکن ساقی اس کے واسطے
قیاس طرد۔ قیاس شبہ کے پاس بھی نہیں جاتے بلکہ قیاس علت یا قیاس
ولالت ہی سے کام لیتے ہیں۔

مثال۔ باب قائم کرتے ہیں۔ باب فضل صلوۃ الفجر فی جماعت یعنی
باب نماز فجر کی فضیلت کا جماعت میں۔ دلیل میں اس حدیث کو لائے ہیں۔
والذی ینتظر الصلوۃ حتی یصلیہا عظم اجر من الذی یصلی ثم ینام یعنی جو شخص انتظار
جماعت کرتا ہے کہ نماز جماعت سے پڑھے وہ اجر میں بڑا ہے اس آدمی سے
جو نماز پڑھ کر سو رہتا ہے۔ بظاہر تو اس حدیث سے عتسا کی نماز باجماعت
پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے لیکن جب اس فضیلت کی علت دیکھی
جاتی ہے جو کھلی ہوئی ہے تو یہی حکم و فضیلت نماز فجر میں بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

اس لیے کہ اس کی علت نیند چھوڑنا اور جاگنے کی مشقت برداشت کرنی ہے اور یہ باجماعت فخر حاصل کرنے میں بدرجہ اولیٰ پائی جاتی ہے کیونکہ کچھ دیر تک نیند روکے رہنا سوئے ہوئے میٹھی میٹھی نیند ترک کرنے کی نسبت بہت آسان ہے۔ علامہ عینی نے مقیس اور مقیس علیہ کی علت کو مختصر لفظوں میں اس طرح لکھا ہے و معلوم ان المشتقة في الجماعۃ فی الفجر ازیدنی علم ازاجہا و اخرہ بلکہ جماعت عشا سے جماعت فجر کی فضیلت بحیثیت دلالت النص زیادہ ثابت ہوئی

کبھی وہ کئی حدیثوں کو ملا کر ایک مسئلہ ثابت کرتے ہیں گو یا وہ مسئلہ کئی مقدمات کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثال۔ باب هل علی من لویثہدا الجمعة غسل من النساء والصبياء وغيرہم قال ابن عمر انما الغسل علی من تجب علیہ الجمعة یعنی کیا جو لوگ جمعہ میں نہ حاضر ہوں جیسے بچے عورتیں وغیرہ راندھے ان پر جمعہ کا غسل واجب ہے یا نہیں۔ اس باب کے سب سے اخیر میں جو حدیث لائے ہیں وہ یہ ہے عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا اماء اللہ مساجدا اللہ یعنی خدا کی لونڈیوں کو (یعنی عورتوں کو) خدا کی مسجدوں سے نہ روکو۔ بظاہر اس حدیث کو بچوں عورتوں پر غسل جمعہ واجب ہونے یا واجب نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن جب یہ دیکھو کہ اسی باب میں اس سے پہلے یہی

سہ میرت ہے کہ بعض لوگوں نے ظاہر بینی سے اس حدیث کو عدم مطابقت کی مثال میں پیش کر کے اعتراض کیا ہے ۱۲

حدیث حضرت عمر سے اس طرح آئی ہے۔

أَيُّهَا النَّاسُ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ یعنی عورتوں کو رات میں مسجد جانے سے نہ روکو

اور دونوں روایتیں حضرت عمر ہی کی ہیں۔ پہلی حدیث میں رات کی قید

ہے دوسری حدیث مطلق تو دوسری حدیث جو مطلق

ہے اس میں یہی رات کی قید معتبر ہے۔ پس اس حدیث کا مطلب بھی یہ ہوا

کہ خدا کی لو ٹڈیوں کو رات میں خدا کی مسجدوں سے نہ روکو لہذا دن کو روکنا ثابت

ہوا اور جمعہ دن کو ہو ۳ ہے پس جمعہ ان پر واجب نہ ہوا اب اس کے ساتھ ابن

عمرؓ کا یہ اثر ملاؤ جو اسی باب میں مذکور ہے۔

انما الغسل على من تجب عليه الجمعة غسل جمعہ انہیں پر ہے جن پر جمعہ ہے

ان تینوں حدیثوں کے ملائے سے ثابت ہوا کہ عورتوں پر غسل جمعہ واجب

نہیں۔ دوسری مثال باب الصدقة قبل العید۔ اس باب کے اخیر میں

جو حدیث لائے ہیں وہ یہ ہے۔

عن ابی سعید الخداری قال کنا

نخرج صدقة الفطر في عهد النبی

صلی اللہ علیہ وسلم یوما الفطر

صاعا من طعام۔

یعنی ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ہم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں عید کے دن صدقہ فطر ایک صاع

غله دیتے تھے۔

نظائر اس حدیث کو باب سے تعلق نہیں معلوم ہوتا لیکن اس کے ساتھ

اس سے پہلے جو حدیث مذکور ہے اس کو ملاؤ تو مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے۔

۱۰ صدقہ فطر قبل نماز عید کے دینا چاہیے۔

وہ حدیث یہ ہے۔

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
سئل عن زکوۃ الفطر قبل خروج
الناس الی الصلوۃ۔
یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں
کو حکم دیا کہ صدقہ فطر نماز عید کے لیے
نکلنے سے پہلے دے دو۔

اور یہ ظاہر ہے کہ اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم آپ کے حکم کے
مخلاف عمل نہیں کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوسعید خدری جو بیان
کرتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر آنحضرت کے زمانہ میں ایک صاع غلہ دیتے تھے
اس میں قبل نماز عید کے دینا مراد ہے۔ دراصل امام بخاری ایک باب کے
تحت میں دو حدیثیں ایک مقید دوسری مطلق لاکر اصولی مسئلہ کی جانب
اشارہ کرتے ہیں کہ اس مطلق سے بھی مقید ہی مراد ہے۔ گو شارحین نے
اس مثال میں یہ بھی لکھا ہے کہ انام بخاری کی نگاہ یہاں اطلاق لغت پر ہے
یعنی ابوسعید خدری کی حدیث میں جو یوم الفطر کا لفظ ہے اس سے لغت
قبل نماز عید مراد ہونا اطلاق اولی ہے اور بعد پر اطلاق ثانوی اس لیے
کہ فطر میں ابتداء کا معنی ملحوظ ہے۔ قال فی لسان العرب الفطرۃ الا ابتداء
انفطر العنب اذا بدت رؤسہ لان القضبان تنفطر التفاح اذا بدت رؤسہ
فیطیر فی خمیر کا خلافت فیطیر تازہ گوشت سے ہوئے آٹے کو کہتے ہیں بخلاف خمیر کے
علامہ عینی کہتے ہیں۔ مطابقتہ توخذ من قولہ یوم الفطر
کبھی مسئلہ فقہیہ کو لیا عدہ بالطریق الادلی ثابت کرتے ہیں جس کا نام
دلالة النص ہے۔

باب الاستماع فی الخطبۃ یعنی خطبہ جمعہ میں کان لگانا۔

دلیل میں یہ حدیث لائے گا اور طودا صغیرا یتبع الذکر یعنی فرشتے پہلے سے جمعہ میں حاضر ہونے والوں کو دروازہ مسجد پر لکھتے رہتے ہیں۔ اور جب امام خطبہ کے لیے منبر پر نکلتا ہے تو اپنے اپنے دفتر وں کو لپیٹ کر خطبہ میں کان لگا لیتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو بدرجہ اولیٰ کان لگانا چاہیے۔ کبھی عموم اصناف سے مسئلہ نکالتے ہیں۔ مثال:-

باب اخافاتہ العید یصلی کعتین یعنی جس سے نماز عید کی نیت ہو جائے وہ دو رکعتیں پڑھے اسی طرح عورتیں بھی اور جو لوگ اندھے معذورین وغیرہ

گھر میں ہوں یا گاؤں میں۔

دلیل میں یہ ٹکڑا حدیث کالائے ہذا عیدنا اہل الاسلام و دوسرے الفاظ خانہ ایاہ عید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عامۃ کل اہل اسلام کی طرف عید کی نسبت کی خواہ مرد ہو یا عورت پس عید کا شعار جو نماز ہے ہر ایک کے لیے ہے جس سے چھوٹ جائے پڑھے۔

کبھی عموم الفاظ سے مسئلہ ثابت کرتے ہیں مثال باب بیع المدبر یعنی مدبر کی بیع جائز ہے۔ استدلال میں یہ حدیث لائے

عن زید بن خالد ابی ہریرۃ انما سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسأل عن امة ترفی ولم تحصن زید بن خالد اور ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فراتے سنا کہ آپ سے اس لونڈی کے

قال اجلدوها ثمان زنت
فاجلدوها ثمان بعد
الثلاثة والرابعة
تیسری بار بیچنے کو فرمایا چوتھی بار۔

اس میں نوٹ دی زانیہ مدبر اور غیر مدبر سب شامل ہے۔ پس اگر مدبرہ
نوٹ دی نہ کرے تو اس کے لیے بھی یہی درسے اور آخر میں بیع کا حکم ہے۔
کبھی مسئلہ فقہیہ کے ثبوت میں کسی مختصر حدیث کو رجوان کی شرط کے
مطابق ہے، لاکر اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث انہیں صحابی سے مطول اور مفصل
آئی ہے اور اس میں یہ مسئلہ صراحتاً مذکور ہے لیکن چونکہ ان کی شرط پر نہیں اس لیے
خود جامع صحیح میں اس مفصل روایت کو نہیں لائے اور مختصر حدیث سے
مسئلہ کی صحت کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ مثال باب طول القيام فی
صلوة الليل۔ یہ باب ہے بیان میں دراندی قیام کے رات کی نماز میں دلیل
میں یہ حدیث لائے عن حفص بن غوث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام للفقیر یسجد
فاک بالسواک بظاہر اس مختصر حدیث میں طول قیام کا ذکر نہیں لیکن یہی حدیث انہیں
حذیفہ صحابی سے مفصل مروی ہے۔ جس میں حذیفہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے
ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے
سورہ بقرہ شروع کی میں نے خیال کیا کہ آپ سو آیت ختم ہونے پر رکوع
کریں گے لیکن آپ برابر پڑھتے گئے۔ میں نے خیال کیا کہ سورہ کے اخیر تک
اس رکعت میں پڑھیں گے لیکن اس کے بعد آپ نے سورہ نسا شروع کیا

اور ختم بھی کر دیا پھر آپ نے سورہ آل عمران شروع کر دی اور اسے بھی ختم کیا اور آپ ٹھہر ٹھہر کے پڑھتے تھے اور اثناء قرات میں جب کوئی تسبیح کی آیت پڑھتے تو پاکی بیان کرتے اور حبیب و عا کی آیت آتی تو دعا کرتے اور تعوذ کی آیت آتی تو تعوذ کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا الحدیث مسلم

کبھی مسئلہ کو حدیث سے استنباط کرنے میں اشارہ کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایک مقدمہ خارجہ بھی ہے جو گویا فطری ہے مجتہدین کے ذہن میں محفوظ رہتا ہے اور غائب نہیں ہوتا۔ اور درحقیقت وہ مسئلہ حدیث اور مقدمہ خارجہ دونوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثال۔ باب ما یتخرج من البعوض۔ باب جو چیز سمندر سے نکالی جائے اس میں خمس وغیرہ ہے یا نہیں۔ دلیل میں علاوہ آثار صحابہ و اقوال علمائے تابعین کے یہ حدیث بھی لائے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا من بنی اسرائیل سال بعض بنی اسرائیل ازین لخذ الفینار فدفعوا الیہ فخرج فی البعوض فلم یجد مرکبا فاخذ خشبہ فخرھا فادخل فیھا الفینار

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے دوسرے اسرائیلی سے ایک ہزار اشرفی قرض مانگی۔ اس نے دے دیا اور ادا کرنے کے وقت مقررہ من سمندر کی طرف نکلا لیکن کوئی جہاز نہ پایا تو ایک لکڑی لے کر سویراں کیا اور اس میں ہزار اشرفیاں بھر کر سمندر میں ڈال دیا۔ قرض دینے والا سمندر کی جانب نکلا تو ایک لکڑی دیکھی اس کو نکال کر بغرض ایندھن بنانے کے گھرے گپا چیرا تو اس میں اشرفی پائی الحدیث ۱۲۱۷

فروغی فی البحر فتخرج الرجل الذی کان اسلفها فلا یأخذها
 لاهله خطیبا ذکا الحدیث فلما نشر الخطیب وجد المال انتهی
 اس حدیث سے رحمن کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا
 معلوم ہوا کہ سمندر سے جو چیز نکالی جائے اس میں کچھ دینا لازم نہیں تھا
 اب حدیث کے ساتھ یہ مقدمہ خارجہ ملا و شرع من قبیلنا شرعنا مالکونیکر
 ہمارے پہلے کے احکام شرعیہ ہمارے لیے بھی معتبر ہیں جب تک شارع
 کی طرف سے انکار نہ ہو۔ لہٰذا حدیث اور مقدمہ کے ملانے سے ثابت ہوا کہ
 جو چیز سمندر سے نکالی جائے اس میں خمس و زکوٰۃ نہیں در نہ حدیث بیان
 فرما کر آنحضرت سکوت نہ فرماتے چونکہ یہاں دلیل صحت اور صریح نہ تھی اس لیے
 باب بھی بہت زور دار اور صریح الفاظ میں نہیں قائم کیا۔ اور یہ کمال خوبی ہے
 کبھی امام بخاری ترجمۃ الباب بہت زور دار الفاظ میں قائم کرتے ہیں
 اور متعدد باب ایک ہی مسئلہ کے لیے متعدد عنوان سے قائم کرتے ہیں۔ یہاں
 ہے جہاں کوئی امر بہت زور سے روانج پذیر ہوتا ہے۔ اور اس کے جواز پر
 دلیل شرعی قائم نہیں ہوتی بلکہ اس کے خلاف ہیں دلیل ہوتی ہے۔

مثال من قضی لہ بحق لخیہ فلا یأخذہ فان قضی لہا کولا یحل حراما و کلا یحرم
 حلالا اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلطی اور نادانگہی یا جھوٹے گواہ گزارنے
 یا زور تقریر کے ذریعہ دھوکہ دینے سے حاکم نے ناحق فیصلہ دے دیا تو وہ
 دیانتاً اور عند اللہ صحیح نہ ہوگا۔ اور نہ حین کے لیے فیصلہ دیا گیا اس کو شے
 فیصلہ شدہ میں عند اللہ اور دیانتاً تصرف کا حق ہے اس مسئلہ کو اس حدیث

سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا انا بشر وانہ یاتینی الخ
 ولعل بعضکم یؤثر ببلغ من بعض فاحسب انہ صادق فاقضیٰ بذلک من قضیت لہ
 بخمسلسلہ فانما ہی قطعۃ من النار فلیاخذھا اولیٰ ترکھا یعنی آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدمی ہی ہوں یعنی غیب وان نہیں میرے پاس فریق
 مقدمہ لے کر آتے ہیں شاید تم میں بعض آدمی بعض پر بولنے میں فوقیت
 رکھتا ہو اور حقیقت میں وہ جھوٹا ہو اور صاحب حق کم بول ہو اور میں اس
 سمجھ کر فیصلہ دوں تو جس کے لیے میں ایسا فیصلہ دوں گا وہ شے آگ کا ٹکڑا
 ہے جی چاہے لے یا چھوڑ دے۔ یہ استدلال جیسا شفاف ہے ظاہر ہے۔
 قانون شریعت سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو یہ بات کہ اگر کسی
 کے لیے غلطی یا فریب دی سے حاکم نے کسی چیز کا فیصلہ دے دیا تو عند اللہ
 اور دینا تھا بھی مدعی کو حق تصرف حاصل ہو گیا۔ قیاس سے باہر ہے اور اس
 اصل میں جس قدر مفاسد ہیں ظاہر ہیں بقول صاحب سیرۃ النعمانؒ اگر اس
 قسم کے مسائل کتابوں میں نہ دیکھے جائیں تو مشکل سے یقین ہو۔
 فقہاء کی ایک جماعت میں حیل کا باب بہت وسیع ہو چلا تھا جس کو وہ
 اپنی وقت رائے کا نتیجہ سمجھتے۔ اس میں اس قدر وسعت سے کام لیا گیا کہ
 مسئلہ مسئلہ میں حیلہ کی صورتیں نکل آئیں مدح و اکثر تخریجی فقہ کی کتابوں میں مدح
 میں نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ زکوٰۃ تک کے ساقط کرنے کا حیلہ نکل آیا امام محمدؒ
 کی اس طرف خاص توجہ ہوئی اور جامع صحیح میں حیل کی تردید بڑے زور سے
 کی اور ان کی یہ سعی مقبول ہوئی۔ ان فقہاء کے حیل بڑی نفرت کی نگاہ سے

دیکھے گئے۔

اسی طرح امام المحدثین نے استنباط اور اجتہاد کے وقت معاملات کے مسائل میں نہایت دقیق نظر ڈالی اور چونکہ احادیث صحیحہ کا بے بہا خزانہ خدا کی طرف سے ان کو دیا گیا تھا اس لیے بہت سے مسائل مروجہ فقہا کو پھر چھپا دیا جن کی تفصیل کتاب البیوع کتاب الہبہ کتاب الشہادات۔ صلح۔ اجارات۔ خصوصیات۔ شروط و صایا۔ حوالہ۔ کفالتہ۔ وعیزہ سے ظاہر ہے۔ ان کی مثالیں یہاں تطویل لا طائل ہیں۔ اور اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔

امام بخاری نے استنباط مسائل اور اجتہاد کے اصول بتاتے ہوئے قیاس کی دو قسمیں کی ہیں۔ قیاس صحیح دوسرا قیاس فاسد۔ قیاس صحیح کے لئے اس طرح باب قائم کیا۔ بابت من شہدا اصل معلوما باصل بعین قد بینہ اللہ حکمہایفہم السائل اس باب کے قائم کرنے میں قد بینہ اللہ حکمہایفہم السائل سے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ قیاس صحیح مثبت حکم اور مثبت مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس کا کام صرف حکم کو ظاہر کر دینا ہے جو مسائل یا مجتہد کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ دوسری قسم یعنی قیاس فاسد کے لیے اس طرح باب قائم کیا۔

باب ما ینکر فی ذمہ الدای و یعنی باب رائے اور قیاس کے تکلف و بناؤ القیاس وقول اللہ تعالیٰ ولا تقف کی برائی اور مذمت کا اور اللہ تعالیٰ کے

عہ باب اس امر کا کہ کوئی شخص کسی اصل معلوم کو کسی اصل مبین کے ساتھ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے تشبیہ و سے تاکہ مسائل سمجھ جائے ۱۲ منہ

مالیں نیک پیدا کردہ۔

قول کار اور مت پیچھے چلو ایسی باتوں کے

جن کا علم تم کو نہ ہو

تفصیل اس کی یہ ہے کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں ایک قیاس صحیح جس کا ذکر قرآن میں بجل مدح کیا گیا ہے جس کا نام اصول فقہ قائم کرنے پر اصولیوں نے قیاس علت اور قیاس دلالت رکھا ہے، قیاس علت کی مثال یہ ہے، إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ یہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش حضرت آدم کی پیدائش پر قیاس کی گئی ہے اور مقیس و مقیس علیہ کی علت لفظ کن ہے جو قدرت الہی کا منظر ہے۔

قیاس دلالت کی مثال یہ ہے۔ ویقول الانسان اذا مات لموت اخرجه حيا اولادكوا الانسان انا خلقناه من قبل ولوليك مثيل ما یہاں انسان کی پہلی پیدائش مقیس علیہ کو وال اور دوسری بار زندہ ہونے مقیس کو مدلول قرار دیا دوسرے قسم کے قیاسات میں قیاس طرد قیاس شبہ قیاس استحسان وغیرہ ہیں قیاس شبہ سے اکثر اہل ہوا جیسے قدریہ۔ معتزلہ جمہیہ رافضیہ وغیرہ کا کام لیتے۔ کفار نے حلت سود میں اور حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کے بھائی بنیامین کے بارے میں قیاس شبہ ہی سے کام لیا۔

۱۱۔ مثال عیسیٰ کی آدم کی مثال ہے کہ آدم کو مٹی سے بنا کر دیا کن دہو جا پس وہ ہو گئے ۱۲۔

۱۳۔ کیا کہتا ہے انسان تعجب سے جب میں مر جاؤں گا تو زندہ کر کے قبر سے نکالا جاؤں گا کیا

نہیں یاد ہے انسان کو کہ میں نے اس کو پہلے پہل پیدا کیا اور وہ کچھ نہ تھا ۱۴۔

۱۵۔ کفار کہنے لگے کہ انا لیسع مثل الربہ حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا ان یسرق نفعہ منی ۱۶۔

قیاس طرد و ادواء النہر لویں میں رواج پذیر تھا۔ قیاس استحسان اور مجتہدین
 میں مستعمل تھا۔ امام بخاری کا نشان و دونوں بابوں کے قائم کرنے سے یہ تھا
 کہ جس مسئلہ میں نص موجود ہے وہاں قیاس سے الگ رہنا چاہیے اور جہاں
 نص موجود نہ ہو مجبوراً قیاس سے کام لیا جاسکتا ہے لیکن اسی قیاس سے جو
 صحیح ہے اور بالاتفاق حجت ہے۔ اسی بنا پر علمائے تاریخ نے مجتہدین اہلسنت
 کی تین قسمیں کی ہیں۔ ایک ظاہریہ جو قیاس کو اصول اجتہاد میں داخل نہیں کرتے
 دوسری جماعت فقہائے محدثین کی ہے جو بوقت نہ ملنے نصوص قرآنیہ
 و حدیثیہ کے قیاس سے کام لیتے ہیں لیکن اسی قیاس سے جو بالاتفاق
 مقبول اور حجت ہے اور پہلے یہ لوگ احادیث کی تلاش میں جان لڑا دیتے
 اس کے بعد قیاس سے کام لیتے۔ لیکن قیاس شبہ قیاس طرد و استحسان
 وغیرہ سے کام نہیں لیتے۔ تیسری جماعت فقہائے اہل الرائے کی ہے
 جن میں قیاس طرد و استحسان کا بھی رواج تھا۔ لیکن یہاں یہ بھی یاد
 رکھنا چاہیے کہ گو علامہ ابن خلدون اور صاحب معارف علامہ
 دینوری و دیگر مورخین نے حضرات امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و
 امام محمد و غیر ہم کو فقہائے اہل الرائے میں شمار کیا ہے لیکن ان ائمہ اور
 اور ان کے معاصرین ائمہ و مجتہدین کا مسلک یہی رہا اور اسی پر خاتمہ
 ہوا کہ حدیث ضعیف بھی قیاس پر مقدم ہے۔ چنانچہ اس کے
 متعلق فتح المغیث کی عبارت گذر چکی۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں۔
 اعتقادنا واعتقاد کل منصف فی اس خلاصہ اسی قدر ہے کہ ہر منصف

الامام ابو حنیفہ یقرینہ ماروینا انفا
 من کم الدای والتبری عنہ من قضاہ
 علی القیاس انما لاش حق و انت احاد
 الشریعہ و بعد حیل الحفاظ فی جمہا من
 ابدال و الثغور و ظفر بہا لخذ بہا و ترک
 کل قیاس قاسہ کان قل فی مذہبہ کما
 قل فی مذہب غیرہ بالنسبۃ الیہ لکن لما
 کانت ادلة الشریعہ متفرقة فی عصوة مع
 التابعین تابعی التابعین فی المذات و القری
 و الثغور کثر القیاس فی مذہبہ بالنسبۃ
 الی غیرہ من الائمة فکثرة تعدد وجودہ
 فی تلك المسائل التي قاس فیہا بطلان
 غیرہ من الائمة و یحتمل ان الذی اضالی
 الامام ابو حنیفہ بانہ قدم القیاس علی النصوص
 فخر بذلك فی کلام مقادیرہ الذین یلزمونہ
 العلی بما وجد اعزامہ من القیاس و

یترکون الذی صح بعد موت الامام
 فالامام معذور مقلد غیر معذورین انتفا

حقیقت امر یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے وہ اتباع فقہاء جن میں

کا اعتقاد جناب امام ابو حنیفہ کے
 بارے میں ان کے اقوال کو پڑھتے
 ہونے یہ ہے کہ اگر آپ زندہ رہتے
 اور اسناد و یت نبویہ جمع ہو گئی ہوتی
 تو جس قدر مسائل میں آپ قیاس
 کیا حدیث ملنے پر قیاس ترک
 کرتے اور مذہب میں بھی قیاس
 کم ہوتا۔ کیونکہ آپ قیاس کی
 مذمت کرتے اور اس سے برا
 ظاہر کرتے تھے۔ اور جس نے
 کہا کہ امام ابو حنیفہ قیاس کو
 حدیث پر مقدم کرتے غالباً
 اس نے یہ بات ان کے مقلدین
 میں پائی تو امام کے قیاسی مسئلہ
 کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں
 اور حدیث صحیح کو چھوڑ دیتے

ہیں۔ پس امام صاحب معذور ہیں
 ان کے مقلدین غیر معذور۔

حقیقت امر یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے وہ اتباع فقہاء جن میں

تقلید جو و پیدا ہو گیا، جنہوں نے اپنے طرز عمل سے اہل الرائے کے
 لقب میں برا اثر پیدا کر دیا۔ جنہوں نے مسائل کی بنا تخریج پر رکھی
 جن کی ذات سے فقہائے محدثین کو تکلیفیں پہنچیں۔ ان فقہاء کے ذمہ
 امام صاحب نہیں ہو سکتے، وہ فرماتے ہیں، لوکا الروایۃ لقلت بالقیاس
 اذا فحم الحدیث فهو مذہبی، اترکوا قولی بخیر الرسول ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوال
 دیکھتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کا شمار فقہائے اہل حدیث سے ہونا بہت
 ہی مناسب ہے۔

اصول اجتہاد بیان کرتے ہوئے امام بخاری نے ظاہری المذہب
 کی تردید کے لیے اس طرح باب قائم کیا۔ باب الحجۃ علی من قال ان احکام
 النبی ﷺ سلوکات ظاہرۃ ان مجموعی باتوں پر لحاظ کرتے ہوئے
 امام الحدیثین کو ظاہری المذہب کہنا ظاہر بینی اور سخت جسارت ہے
 امام بخاری نہ ظاہری المذہب تھے نہ اہل الرائے بلکہ مجتہد المحدث
 تھے۔ کتاب یعون ملک الوہاب۔

قرأت هذا الكتاب من اوله الى آخره حرفا بحرفا بنظر حدید و تدبر
 کامل و تفکر صائب۔ فوجدته صحيحا لفظا و كتابا و استدلالا و وقت
 ارتقا لا اله الا الله محمد رسول الله و كاتبه و نادى المؤمنين المسلمين
 بنسب افعال ان تفوزوا بتحصيل هذا الجوهر اللامع من اهل الحديث كيدى
 لا هو۔

محمد یعقوب سیالکوٹی (۱۹۶۸)

خاتما

امام المحدثین کے تلامذہ

محدثین کے نزدیک استادی اور شاگردی کا تعلق نہایت قوی تعلق سمجھا جاتا ہے، اور اس تعلق کا خصوصیت کی نگاہ سے دیکھا جانا کچھ ایشیائی ملکوں تک محدود نہیں ہے، افریقہ، ایشیا، یورپ، شرقاً و غرباً۔ جنوباً و شمالاً، عرض جس خطہ کے محدث کا حال پڑھو گے، مورخ خصوصیت کے ساتھ دس پانچ مشاہیر کے نام گنائے گا۔ اور یہ بتا کر اپنا فرض ادا کرے گا کہ اس محدث کے حلقہٴ درس میں فلاں فلاں مشاہیر نے تعلیم پائی اور اس کی علمی مجلسوں کی رونق ایسے لوگ تھے۔

محدثین میں یہ تعلق اس قدر وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا کہ بڑے بڑے صاحب کمال جن کی جامعیت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہے کسی باکمال شیخ کی طرف بواسطہ منسوب ہونا بھی بڑے مخز کی بات سمجھتے، حافظ ابن حجر کی جامعیت سے کون ناواقف ہے۔ حافظ ذہبی کا نام آتا ہے تو شیخ شیخنا لکھا کرتے ہیں، یہ تعلق عامۃً اگرچہ حلقہٴ محدثین میں نہایت قوی تعلق سمجھا گیا، تاہم بعض شاگردوں کو مختلف وجوہ سے استاذ کے ساتھ کچھ ایسی خصوصیت ہوتی ہے کہ جہاں استاذ کا نام آتا ہے

ممکن نہیں کہ ان کا نام نہ آئے۔

ہم اس کتاب کے شروع میں لکھ آئے ہیں کہ امام المحدثین کے درس و تدریس کا حلقہ اس قدر وسیع ہے کہ خلیفہ وقت کی حکومت کو وہ وسعت حاصل نہیں تلامذہ کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔ مدتوں بخارا میں درس دینے کے علاوہ بغداد، بصرہ، کوفہ، امام صاحب کے درس کے ممنون رہ چکے ہیں اور اس گاہ میں بیس بیس ہزار تک طالبین کی تعداد پہنچ جاتی ہے۔

امام فربری امام صاحب کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ امام المحدثین سے نوے ہزار شاگردوں نے صحیح بخاری روایت کی ممکن ہے کہ یہ تعداد صحیح ہو لیکن حق یہ ہے کہ صحیح تعداد کا پتہ لگانا ایک دشوار امر ہے۔ امام المحدثین کا حلقہ درس فقہ، حدیث، تاریخ، تفسیر، نکات اسانید و علل غامضہ، کی ایک جامع درس گاہ ہے، امام المحدثین کی درس گاہ کو ایک مکان فرض کرو۔ جس کے متعدد دروازے ہیں اور ہر دروازے پر ایک صاحب کمال موجود ہے جو طالبین کی ضرورتوں کو پوری کرتا ہے۔ بعض طالبین نکات فقہ کے دلدادہ ہیں تو دوسرے صحیح حدیثوں کے شیفہ، کسی کو تفسیر سے شغف ہے تو کسی کو تاریخ سے دلچسپی، کچھ لوگ علل غامضہ، اور تدقیقات اسانید و رجال کے شدید نظر آ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے لوگ بھی شامل درس ہیں جن کو فرق باطلہ کی تردید کا شوق دامن گیر ہے۔

اور علم کلام سے شغف، ایک امام المحدثین کی جامعیت نے سب کو گرد
کر رکھا ہے۔ ان میں کچھ تلامذہ ایسے بالکمال نظر آ رہے ہیں۔ جن کو
امام المحدثین کی ذات سے خاص قسم کا تعلق ہے جن کے تذکرے کے
بغیر امام المحدثین کی علمی تاریخ ناممکن رہتی ہے، اور آپ کی علمی مجلسوں
کی گرم جوشی کا صحیح اندازہ بغیر ان کے مشکل ہے۔

امام المحدثین کی خصوصیات زندگی میں، بڑی خصوصیت
فقہ الحدیث کی ترتیب و تدوین اور صحیح حدیثوں کا جمع و انتخاب
اور ان کی ترویج ہے، یہ ناممکن ہے، کہ اس کام میں جن تلامذہ نے
کافی حصہ لیا اور امام صاحب کے اس متم بالشان کام کو نہایت سرگرمی
سے انجام دیا جس سے فقہ الحدیث اور صحیح حدیثوں کا مجموعہ تمام
دنیا نے اسلام میں جاری ہو گیا، انہیں کا ذکر چھوڑ دیا جائے ان
تلامذہ کے ذکر سے اس کام رفقا الحدیث اور صحیح حدیثوں کا
انتخاب کی اہمیت اور خوبی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، ساتھ اس کے
امام المحدثین کی بلند پایے کی بھی ثابت ہوتی ہے کہ جس کے تلامذہ اس
رتبہ کے ہوں گے وہ خود کس پایہ کا ہو گا۔

شاگرد کا رتبہ و اعزاز استاد کے لیے باعث فخر خیال کیا
جاتا ہے، اگر یہ فخر صحیح ہے تو اسلام کی تاریخ میں بہت تھوڑے
لوگ ایسے نظر آئیں گے جو امام المحدثین کے برابر اس فخر کے مستحق
ہیں۔ اگر امام المحدثین یہ دعویٰ کرتے تو بالکل بجا تھا کہ جو لوگ ان کے

شاگرد تھے وہ بڑے بڑے ائمہ اور مجتہدین کے شیخ اور استاد تھے
انصاف یہ ہے کہ امام صاحب کے بعض شاگرد خصوصاً امام مسلم
امام ترمذی، امام دارمی امام نسائی، اس رتبہ کے لوگ ہیں کہ شاید ہی
کوئی جگہ ایسی ہو جہاں اسلام پہنچا ہو اور ان ائمہ کا فیض وہاں نہ پہنچا ہو
امام المحدثین کے زمانہ میں جو مذہبی علوم نہایت اوج و ترقی پر
تھے وہ فقہ، حدیث اسماء و رجال تھے۔ یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ جو
لوگ ان علوم کے ارکان تھے اکثر امام المحدثین ہی کے شاگرد اور زلمہ
رباط تھے، ان کی شاگردی برائے نام نہ تھی، بلکہ مدتوں ان کے حلقہ
درس میں شامل ہو کر تقریروں کو قلمبند کرتے رہے اور ہمیشہ ان کے
فیض صحبت کا اعتراف کرتے رہے، حدیث و رجال کی نسبت تو کسی کو
انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن فقہ کی نسبت اس دعوے پر لوگوں کو تعجب ہوگا
اور تعجب بجا ہے کیونکہ امام المحدثین کی شاگردی سے جو لوگ مشہور
ہوئے وہ اکثر محدث ہی تھے فقہاء میں سے جو امام صاحب کے شاگرد
ہیں اگرچہ بجائے خود و شہرت عام رکھتے ہیں لیکن ان کی شاگردی کا
تعلق بھی چنداں مخفی نہیں، ایک خصوصیت امام صاحب کے ساتھ
یہ بھی ہے کہ آپ کے اکثر تلامذہ فن روایت و درایت فقہ و حدیث کے
جامع تھے

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امام المحدثین کے بالکمال تلامذہ کی
فہرست کے لیے، ان تکلفات کی حاجت نہیں جو عامہ "معتقدین اور"

مقلدین اپنے ائمہ کی شان بڑھانے کے لیے کیا کرتے ہیں اور بڑے بڑے نقاد اور ماہرین فن کو کسی نہ کسی طرح ان کی شاگردی کے سلسلہ میں لا کر اپنے ائمہ کے تلامذہ کی خانہ پرپی کرتے ہیں، کہیں در اخذ نامہ اکثر اقوالہ کے لفظ سے جو غیر متردک ہونے کے موقع پر بولا گیا، تلمذ ثابت کرتے ہیں، کہیں مبالغہ آمیز باتیں بناتے ہیں۔

امام بخاری کے ان تلامذہ کا مختصر تذکرہ جو فنون اسلامیہ، حدیث، تفسیر فقہ، لغت و فنون ادب کے امام تسلیم کئے گئے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج

امام مسلم کی شہرت تبحر علمی، قوت حافظہ، جودت تقاہت، محتاج بیان نہیں ہے، فن حدیث میں امام بخاری اور امام مسلم شیعین کے جانتے ہیں اور جب رواہ الشیخان بلا تخصیص بولا جاتا ہے تو یہی دونوں حضرات مراد ہوا کرتے ہیں، یہ امام بخاری کے ان تلامذہ میں ہیں جو امام بخاری کو یاسید المحدثین کہا کرتے تھے، امام دارقطنی کہتے ہیں لو لا البخاری لما جاء مسلم ولا سواہ وما ذکر امام مسلم امام صاحب کائنات قدر ادب کرتے کہ نکات حدیثیہ کے پوچھنے اور حل کرنے میں روکنے لگتے۔ کبھی امام بخاری کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور کہتے مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے قدموں کا بوسہ لوں۔۔۔ د عنی اقبل رجلیک یا امیر المؤمنین

عہ امام بخاری کا فیض صحبت نہ ہوتا تو امام مسلم کا کوئی نام ہی نہ لیتا ۱۲

فی الحدیث۔

محمد بن یحییٰ ذہلی سے جب امام بخاری کا ناگزیر قصہ پیش آیا تو باوجود کہ تمام شہر امام صاحب سے الگ ہو گیا تھا لیکن امام مسلم اس مسئلہ کی تہ تک پہنچ چکے تھے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ بلکہ امام ذہلی سے جس قدر تقریرات لکھ چکے تھے سب کو اونٹوں پر لدوا کر واپس کر دیا۔ نام مسلم۔ ابوالحسین کینت۔ عساکر الدین لقب، ۲۰۲ھ میں ولادت ہے، سلسلہ کسب یہ ہے۔ مسلم بن حجاج بن ورد بن کوشاذ۔ چونکہ امام مسلم کا سلسلہ سب قبیلہ قشیر سے ملتا ہے اس وجہ سے قشیری کہے جاتے اندرون وطن نیشاپوری الاصل ہیں، سفر کی وسعت میں عراق، حجاز، شام، مصر یہ سب داخل ہیں، ان مقامات میں برابر آپ کا دورہ رہتا بغداد کئی بار سبائے کا اتفاق ہوا، بغداد میں آپ نے درس بھی دیا ہے آخر سفر بغداد کا ۲۵۹ ہجری ہے۔

اساتذہ اور شیوخ کی تعداد گنتی مشکل اور تطویل لا طائل ہے۔

یحییٰ بن یحییٰ النیشاپوری، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مسلمۃ القعنبی، امام محمد بن اسماعیل البخاری وہ اساتذہ ہیں جن پر امام مسلم کو فخر اور ناز تھا،

تلامذہ کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا ہے، ابو حامد رازی۔ ابو علی الترمذی۔ ابوبکر بن خزیمہ، یحییٰ بن صاعد، ابوعوانہ ہمدانی۔ پایہ کے لوگ

ہیں۔ مزاج میں استغنا اس قدر تھا کہ کبھی کسی شخص کی فیا ضیوں کے دست نگر نہ ہوئے۔

۲۵ رجب ۴۶۱ھ علاقہ نیشاپور کے شہر نصیر آباد میں ۵۵ برس کے سن میں وفات پائی۔

امام مسلم کی تالیفات گناتے ہوئے حاکم لکھتے ہیں کہ مسلم کی تالیفات میں ایک مسند کبیر ہے جو بہ ترتیب رجال ہے، لیکن میرے گمان میں کوئی اس کو امام مسلم سے بقاعدہ محدثین روایت نہیں کرتا، اس کے علاوہ ایک تالیف الجامع علی الابواب ہے، اس کا ایک ٹکڑا میں دیکھا ہے اور کتاب الاسماء والکنی، کتاب التمزین، کتاب العلل، کتاب الواحدان، کتاب الافراد، کتاب الاقران، کتاب سوالات احمد بن حنبل، کتاب حدیث عمر بن شعیب، کتاب الانتفاع باب السباع، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الثوری، کتاب مشائخ شعبہ، کتاب من لیس له الاراد واحد، کتاب المخضرین، کتاب اولاد الصحابة، کتاب اوہام المحدثین، کتاب الطبقات، کتاب افراد الشامیین، یہ تالیفات امام مسلم کی مشہور ہیں۔ ان میں اکثر طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی اجمالی فہرست تذکرۃ الحفاظ سے پیش کر دی گئی ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ حافظ ذہبی امام بخاری سے تلمذ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال ابن الشرقي حضرت مجلس محمد بن یحیی الذہلی فقال الا
من قال لفظی بالقرآن مخارقی فلا یحضر مجلسنا فقام مسلم بن الحلیس

وكان ينافل عن البخاری

امام مسلم کی تالیفات میں "صحیح مسلم" سے مسلمانوں کا ایک ایک ایک فرد آگاہ ہے، صحیح مسلم کے حسن قبول اور اس کی جلالت شان کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اہل اصول کا یہ ایک اصولی مسئلہ اصول کی کتابوں میں لکھا جاتا ہے اہم الروایات اما اتفق علیہ الشیخان ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ مسلم صحیح مسلم کی بلند پایگی کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ مشارح غرب کو صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح دینے میں کلام ہے۔ وہ صحیح مسلم کو امام بخاری کی جامع صحیح پر ترجیح دیتے ہیں، اس لیے محدثین میں یہ ایک مسئلہ پیش ہو گیا اور بعد تنقیح و باستثنا بعض مشارح غرب و صحیح بخاری کی ترجیح، جمہور مسلمانوں کا مسلک قرار پایا جس کی مفصل بحث گذر چکی،

مقدمہ صحیح مسلم

امام مسلم نے اپنی اس مبارک تالیف صحیح مسلم کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے اس مقدمہ میں وجہ تالیف کے علاوہ فن روایت کے بہت سے فوائد و اصول بیان کئے ہیں، جیسے رواد کی تقسیم اور ان کے مدارج متفاوتہ رجن میں نہایت دقیق فرق ہے کی توضیح، رواد میں واقعی اور سخی جرح ہو تو بلا ترد و بیان کر دینا جاسیے اور بیان کرنا جائز ہے،

عہ یعنی امام مسلم امام بخاری کی طرف سے مباحثہ کرتے اور جھگڑتے ۱۲

اسناد دینی امر ہے، اور روایت میں نہایت تشدد سے کام لینا چاہیے۔ بلا تحقیق روایت لینے کی ممانعت ہے، ضغواء سے روایت میں بڑی احتیاط برتنی چاہیے، معنعن روایت بشرط معاشرت راوی مروی عنہ مقبول ہے۔ لقا کا ثبوت بشرط نہیں، روایت بالمعنی کی بحث، ان اصول کو امام مسلم نے نہایت مفصل اور مدلل بیان کیا ہے اور بعض ان باتوں کا رد بھی کیا ہے جو ان کے مسلک کے خلاف تھیں، یہ اصولی مسائل چونکہ نہایت مہتم بالشان ہیں، اور ساتھ ہی اس کے مقدمہ کی عبارت نہایت متعلق واقع ہوتی جس کا اخلاق مشہور ہے، اس وجہ سے کہ امام مسلم نے بلا تہذیب و تحریر بطریق متقدمین بلا تکلف اسے مقصود کا اظہار فرمایا ہے۔ نہ تکرار اس کا خیال مانع ہوا نہ ایجاز محفل کا لحاظ فرمایا کہیں مبتدا بول کر جملہ معترضہ کی طویل عبارت کے بعد خبر لاتے ہیں، کہیں صلوات اور متعلقات کی تقدیم تاخیر بے ڈھب ہے غرض کیفیت ما اتفق اسے مقاصد کا اظہار فرمایا ہے، اور بعض اصولی مسائل میں خلاف کیا ہے اور اس کی مثال دینے میں بڑی طوالت سے کام لیا ہے اس اخلاق اور اصولی اہم مسائل کی وجہ سے اہل علم کی توجہ براہر مقدمہ کی شرح کی جانب مبذول رہی، اسی وجہ سے بہت سے لوگوں نے صرف مقدمہ کی شرح لکھی ہے۔

شیخنا المحترم استاذ الاساتذہ جناب مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری نے بھی ایک شرح طویل اور نہایت مفید لکھی ہے جس کا

نام "البحر الموحج" ہے ایک دوسری شرح علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق
عظیم آبادی نے بھی نہایت طویل لکھی ہے، شائقین کی نگاہیں ان دونوں
شرحوں کے اشتیاق میں ٹٹکی لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد شائقین
کی آرزو پوری کرے اور یہ ہر دو شرحیں طبع ہو کر شائع ہو جائیں ان
کے علاوہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ قتبہ محمودیہ میں مقدمہ کی چھ شرحیں
موجود ہیں۔ امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کی ابواب فقہیہ پر تبویب تو نہیں
کی، لیکن اس حدیث کی ترتیب اس خوبی سے رکھی کہ گویا کتاب محبوب ہے
چنانچہ شرح نے بلا تکلف ابواب فقہیہ پر محبوب کر ڈالا۔

صحیح مسلم کا رتبہ صحیح بخاری کے بعد تسلیم کیا گیا۔ اور اس کے وجود
بہت سے بیان کئے گئے، لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ سہل
الماخذ اور وجودت ترتیب اور سرحدیث کے شواہد و متابعات کے
اکٹھے ہونے کے لحاظ سے صحیح مسلم کو ضرورت ترجیح ہے، صحیح مسلم
کے متعلق بہت سی تالیفات کا ذکر صحیح بخاری کے مثنوی کے

سے افسوس ہے کہ جماعت المحدث کی عقلیت سے یہ دونوں شرحیں اب تک طبع نہ ہو سکیں۔ عید اللہ
عہ مقدمہ کی ایک اور شرح فارسی کلکتہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا نام المطر الثجاج ہے
اسے جو تالیفات صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ بھی کثیر التعداد ہیں علاوہ
ان کے جن کا ذکر صحیح بخاری کے ضمن میں گذر چکا۔ مشارق الانوار الجمع میں اصحیح من میں اپنے
طرز کی سب سے جدا گانہ تالیفات، علامہ رضی الدین حسن صفائی المتوفی ۷۵۰ھ نے اس کو خاص
خاص حروف کی ترتیب پر رکھا ہے مثلاً: ما۔ ان۔ لا۔ اذ۔ اذ۔ اذ۔ یا۔ قد وغیرہ باقی بہت

بیان میں گذر چکا جسے اطراف الصحیحین یا الجمع بین الصحیحین یا بحال الصحیحین
یا المستدرک علی الصحیحین وغیرہ۔ یہاں انہیں تالیفات کا ذکر کیا جاتا
ہے جو صرف صحیح مسلم سے تعلق رکھتی ہیں۔

صحیح مسلم کی شرح کی فہرست جو اس کے یضاعتی پر معلوم ہو
سکے

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	کیفیت
(۱)	المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن حجاج	سائق البوزکری یا محی ابن شرف النووی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ	مصنف کا بیان ہے کہ اگر لوگوں کی ہمتیں پست نہ ہوں تو میں اس شرح کو ایک سو جلدوں میں مکمل کرتا لیکن میں جلدوں میں ختم کر دیا شرح کے شروع میں ایک مقدمہ طالبین حدیث کے لئے نہایت مفید ہے

در بعینہ حاشیہ صفحہ گذشتہ نہ فقہی الباب پر رکھنا مستحسن کی ترتیب پتا ہم یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اس
لئے کہ اس میں صرف قولی حدیثیں ہیں یا احادیث قدسیہ صاحب کشف الظنون نے اس کی شرح و حواشی
اور شرح کے حواشی و مختصر مشارق و مرتب مشارق ملا کر انہیں تصنیفیں مفصل گنائی ہیں اور ہر ایک کا
مختصر حال بھی لکھا ہے لہٰذا یہ مختصر فہرست کشف الظنون جلد ۱ اتحاد النبلا سے اور پٹنہ کے کتب خانہ
میں جو مختلف کتب خانوں کی فہرستیں ہیں ان سے لکھی گئی ہے اور اسلئے مقصود نہیں ہے۔

(۲) مختصر شرح النوری

شیخ شمس الدین محمد
بن یوسف القونوی
المحقق المتوفی ۷۸۸ھ

اکمال المعلم فی
شرح مسلم

علامہ قاضی عیاض
المالکی المتوفی
۵۴۴ھ

در حقیقت قاضی صاحب نے علامہ
مازنی کی شرح کی ہے قسطنطنیہ
کے متعدد و کتب خانوں میں اس کا
نسخہ موجود ہے اور قبة محمودیہ مدینہ
منورہ کے کتب خانہ میں بھی ہے

المعلم بقواعد
کتاب مسلم

ابو عبد اللہ محمد بن علی
المازنی المتوفی ۷۲۲ھ
کی ہے اس لیے قاضی صاحب نے
اپنی شرح کا نام اکمال المعلم رکھا۔

(۵) المفہوم لما اشکل
من تلخیص
کتاب مسلم

ابوالعباس احمد بن
عمر بن ابی ابراہیم تقرطی
المتوفی ۶۵۶ھ

علامہ موصوف نے پہلے صحیح مسلم
کی تلخیص اور تبویب کی اس کے
بعد اس کی شرح لکھی مولف کا
بیان ہے کہ اس شرح میں علاوہ
توجیہ استدلال کے اعراب کے
نکات بھی بیان کئے ہیں اس کا آغاز
الحمد للہ کیا وجب لکبر یاہ و جلالہ ہے ۱۲۷ھ

عہ اس کا قلمی نسخہ دارالعلوم جرمی کے کتب خانہ میں دوسری جنگ عظیم تک موجود تھا ۱۲۷ھ عبید اللہ

۱۶ اکمال المعلم

امام ابو عبد اللہ محمد
ابن خلیفۃ الوشتانی
الابی المامی المتوفی

۵۲۷

یہ ایک ضخیم شرح ہے چار جلدوں
میں ابتدا کا لفظ الحمد للہ العظیم سلطان
ہے مصنف نے لکھا ہے کہ اس میں
قاضی عیاض امام نووی قرطبی
مازری ان چاروں کی شرحوں سے
مدولی ہے ادب بہت فوائد اضافہ
کئے ہیں اور اپنے شیخ محمد بن عرفہ
کے فوائد بڑھائے ہیں م سے
مازری ع سے عیاض ق سے
قرطبی مال سے محی الدین نووی
لفظ شیخ سے شیخ عرفہ مراد ہے
اس کا نسخہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ
ایا صوفیہ دو دیگر کتب خانوں میں موجود
ہے الفاظ غریبہ کی شرح ہے۔

امام عبد الفاضل بن
اسماعیل الفارسی المتوفی

۵۲۹

۷ المفہر فی شرح

غریب مسلم

۸ شرح صحیح مسلم

عماد الدین عبد الرحمن
اس شرح کی کیفیت نہ معلوم

۹ اس کا قلمی نسخہ دارالعلوم جبرینی کے کتب خانہ میں موجود تھا امام عبید اللہ

بن عبد العلی المصری ہوسکی

المتوفی

۹ شرح صحیح مسلم

شمس الدین ابوالمظفر نو سف
بن قراو علی بسط ابن الجوزی نہ ہوسکی

المتوفی ۵۵۴ ھ ہجری

۱۰ شرح صحیح مسلم

علامہ ابوالفرج علی بن

مسعود الزواوی المتوفی

۵۴۷ ھ

زین الدین زکریا بن محمد انصاری

المتوفی ۹۶۳ ھ کی شرح، علامہ شعرانی

کہتے ہیں کہ اس کا زیادہ تر مسودہ

میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

ایک عمدہ شرح ہے اس کا آغاز

بحمد اللہ الذی سلک باصحاب

الحديث اوضح نہجہ ہے ابتدا میں

چند فصلیں ہیں جن میں صحیح مسلم کے

شروطان کی اصطلاحات اور جن

کنیتوں والقباب واسماء میں اشتباہ

واقع ہو سکتا تھا اس کا رفع کیا ہے

علامہ جلال الدین

سیوطی المتوفی

۹۱۱ ھ ہجری

۱۱ الدیبا ج علی صحیح

مسلم بن الحجاج

عہ نسبتہ الی زواوۃ لفتح التلای والواوین فیہما الف بلیدین افریقۃ والمغرب ۱۲

۱۶	شرح صحیح مسلم	علامہ علی قاری المتوفی ۹۰۹ھ	چار جلدوں میں ہے۔
۱۷	شرح صحیح مسلم	علامہ عقیف الدین الکازیری المتوفی ۷۵۸ھ	صاحب کشف الظنون و صاحب سطر نے کچھ مفصل کیفیت نہ بتائی علامہ کازیری نے صحیح بخاری کی شرح بھی لکھی ہے۔
۱۸	بغیۃ المسلم	شیخ سلیمان افندی	کتب خانہ ایا صوفیہ واقع قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔
۱۹	و غنیۃ المغنی مختصر صحیح مسلم	المتوفی ۷۵۸ھ ابو عبد اللہ شرن الدین محمد بن عبد اللہ المصری المتوفی ۷۵۵ھ	صحیح مسلم کا اختصار کیا ہے۔
۲۰	مختصر زادنا	سراج الدین عمر بن علی ابن الملق اشاعی المتوفی ۷۵۸ھ	چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب ہے
۲۱	مختصر صحیح مسلم	امام حافظہ کی الدین عبد العظیم المنذری المتوفی ۷۵۶ھ	علاوہ اختصار کے صحیح مسلم کی تبویب بھی کی ہے۔
۲۲	شرح مختصر صحیح مسلم	عثمان بن عبد الملک الکروی المصری المتوفی ۷۵۸ھ	علامہ عبد العظیم المنذری کے مختصر مذکور کی شرح ہے۔
۲۳	شرح مختصر	محمد بن احمد الاسنوسی	امام حافظ عبد العظیم المنذری کے

۱۷۵۸ھ بغیۃ المیم والار ۱۷۵۸ھ غالباً کشف الظنون میں یہاں شرح کا لفظ غلطی سے چھوٹ گیا ہے ۱۲

<p>۲۴ صحیح مسلم اسماء رجال</p>	<p>المتوفی ۷۶۸ھ ابوبکر محمد بن علی الاصبہانی</p>	<p>مختصر کی ایک دوسری شرح ہے، نام سے موضوع بحث ظاہر ہے</p>
<p>۲۵ صحیح مسلم السراج الوہاج</p>	<p>المتوفی ۷۶۹ھ علامہ نواب صدیق حسین خاں المتوفی ۱۳۰۷ھ</p>	<p>یہ بھی مختصر مندری کی شرح ہے اور طبع ہو کر شائع ہے۔</p>
<p>۲۶ المخرج علی صحیح مسلم</p>		<p>صحیح مسلم کا بہت لوگوں نے استخراج کیا ہے آٹھ مستخرجات کا ذکر صاحب کشف الظنون نے بھی کیا ہے</p>
<p>۲۷ عنایۃ الملک المنعم فی شرح صحیح مسلم</p>	<p>ابو عبد اللہ محمد المدعو بیوسف اندلی زادہ المتوفی ۱۱۶۷ھ</p>	<p>کتب خانہ نور عثمانیہ جامع تشریفی واقع قسطنطنیہ میں اس کا نسخہ موجود ہے</p>
<p>۲۸ المطر الثجاج شرح مسلم</p>	<p>مولوی ولی اللہ فرخ آبادی</p>	<p>علامہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم لکھتے ہیں۔ وہ بالفارسیہ لا یخلو عن فائدۃ زائدۃ یعنی فارسی زبان میں یہ شرح ہے اور فائدہ سے خالی نہیں</p>
<p>۲۹ شرح مسلم</p>	<p>معین علما زاد اللہ شیخ عبد الحق۔</p>	<p>یہ بھی فارسی میں ایک شرح ہے۔</p>
<p>۳۰ ترجمہ اردو</p>	<p>علامہ وحید الزمان نواب</p>	<p>ایک مطلب خیر ترجمہ ہے</p>

صحیح مسند | وقار نواز جنگ | جو طبع ہو کر شائع ہے عہ

(۲) امام ابو عیسیٰ ترمذی

امام ترمذی امام صاحب کے ان تلامذہ میں ہیں جن کی عمر کا اکثر حصہ امام صاحب کے فیض تعلیم کا ممنون رہا۔ اسی لیے امام ترمذی امام بخاری کے ساختہ پر واختہ کئے جاتے ہیں، بعض محدثین نے امام بخاری کا ان کو خلیفہ بھی لکھا ہے۔

امام ترمذی کی وسعت نظر کثرت اطلاع، وقت فہم سیلان ذہن، محتاج بیان نہیں، جس نے جامع ترمذی اہل فن سے پڑھی ہے وہ مذکورہ بالا اوصاف کا اندازہ کر سکتا ہے۔ جامع ترمذی کے مطالعہ سے محدثین کی بے تعصبی

عہ ایک مدت سے صحیح مسلم کی شرح مولوی شیر احمد عثمانی دیوبندی بھی لکھ رہے ہیں جس کی اب تک تین جلدیں فتح الملکم کے نام سے شائع ہو چکی ہیں غالباً پانچ جلدوں میں تمام ہوگی۔ متن کا اصل اکثر و بیشتر شرح مسلم للنووی سے ماخوذ ہے اور سند و اختلاف و روایات سے متعلق مباحث فتح الباری وغیرہ سے لیے گئے ہیں۔ اختلافی ذروی مسائل میں متعصب جامد مقلدین کی عادت کے مطابق اپنے فرسودہ دلائل ان کے جواب الجواب سے تعرض کئے بغیر جمع کر دیے ہیں اس شرح کے لکھنے کی سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ امام نووی شافعی کی شرح جو صحیح مسلم کے ساتھ طبع ہو کر متداول ہے طلباء حنفیہ کے سامنے نہ رہے۔ تاکہ ان کے ذہن مخالفت کی تقریر اور دلائل سے متاثر نہ ہوں۔ شروع میں ایک مطول مقدمہ بھی ملحق ہے جس میں بعض مفید نقول مذکور ہیں و میں شروع صحیح مسلم مکمل الکمال الکمال لابی عبد اللہ محمد بن یوسف السنوسی دلم نقف علی حالہ عبید اللہ رحمہ اللہ امام ترمذی اور ان کی جامع کے متعلق مفصل اور مبسوط تحقیقی مباحث مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی کے باب ثانی میں ملاحظہ کیجئے۔

اور ان کے دائرہ علمی کی وسعت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے، کہ محدثین مسائل فقہیہ میں ائمہ اسلام کے مذاہب اور ان کے راویوں سے کس قدر آگاہ تھے اور ان کے ماخذ استدلال سے کس قدر واقفیت رکھتے تھے، امام ترمذی کا بعد روایت حدیث و بہر اخذ فلان طالب حدیث کے لیے کتنی تسکین بخش ہے۔

امام ترمذی کا سن ولادت ۲۶۲ھ ہجری ہے۔ محمد نام، ابو عیسیٰ کنیت۔ سلسلہ نسب یہ ہے، محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الفخاک السلمی الضرمی البوعنی الترمذی امام ترمذی کے دادا ترمذی الاصل ہیں۔ کسی وجہ سے ترمذی میں آباد ہو گئے تھے۔ سورہ آپ کے دادا کا نام ہے، امام ترمذی کا سلسلہ نسب بنی سلیم سے ملتا ہے جو بنی غیلان کی ایک شاخ ہے، عیسیٰ امام ترمذی کے والد کا نام بھی ہے اور امام ترمذی کی کنیت بھی ابو عیسیٰ ہے، امام ترمذی کا سلسلہ شیوخ نہایت وسیع ہے، امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد، قتیبہ بن سعید، علی بن حجر، محمد بن بشر، یہ لوگ امام ترمذی کے شیوخ میں بالخصوص قابل ذکر ہیں، امام ترمذی کی فتاہت اور تبحر کا اندازہ جامع ترمذی کے تراجم الجواب سے کیا جاسکتا ہے۔ سفر طالب علمی اور نشر علوم کا میدان نہایت وسیع ہے، بصرہ، کوفہ، واسطہ، رے، خراسان۔ حجاز۔ یہ سب امام ترمذی کے سفر کا جولان گاہ ہیں۔

تلامذہ کا سلسلہ بھی بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔

بعض موزعین کا بیان ہے کہ غلبہ خوفِ خدا سے بہت روتے کثرت

ہکا کی وجہ سے آنکھیں جاتی رہیں، دوسرے مورخین اس بیان سے اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مادرِ نداد اندھے تھے ششہ خبری میں وفات پائی۔ امام ترمذی کی تصنیفات میں جامع ترمذی، کتاب العلل، شامل ترمذی مشہور ہیں اور جبکہ شائع ہیں۔ جامع ترمذی کی شہرت اور گیارہ سو برس سے درس میں داخل ہونا اس کے حسن قبول کی کافی دلیل ہے، حقیقت امر یہ ہے کہ جامع ترمذی کو تفصیل مذاہب مجتہدین، و بیان مذاہب صحابہ و تابعین، تنقید رجال، اظہار علل احادیث و تصحیح و تضعیف و تحسین احادیث کے اعتبار سے خصوصیت خاص حاصل ہے جو کسی کتاب میں نہیں، جامع ترمذی کی مدح کے لیے محدثین کا یہ مشہور جملہ کافی ہے کاف للجمہد مغن للمقلد۔

مقدمین نے جامع ترمذی کی مدح میں قصائد لکھے ہیں اور ان قصائد میں ان خصوصیات کا وجوہ اس کتاب کو حاصل ہیں، مفصل تذکرہ ہے، علامہ قسطلانی اور ایک دوسرے محدث قصیدوں کو علامہ علی بن سلیمان جمعی نے اپنی تعلیقات کے مقدمہ میں نقل کیا ہے، علامہ قسطلانی کے قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے

فان الترمذی نقد تصدی لعلوم الشرح مغن للعلوم

امام ترمذی نے علم شرع کے لیے کمر باندھی جو تمام علوم سے مستغنی کر دیتا ہے۔ ایک دوسرے محدث کے قصیدہ کا انتخاب مطبوعہ ترمذی کے لوح پر ہے جس کو علامہ جمعی و منقہ مالکی نے تمامہا نقل کیا ہے۔ امام ترمذی کا بیان ہے کہ میں نے اس کتاب کو تالیف کر کے علمائے حجاز، عراق، خراسان کے آگے پیش کیا، سب نے پسند کیا۔ لیکن یہ بات بھی ظاہر کر دیتی ضرور ہے کہ امام

ترمذی تحسین احادیث میں متساہل ہیں اسی واسطے ان کی نسبت محدثین کا یہ جملہ مشہور ہے لا تغتر تحسین الترمذی یعنی امام ترمذی کی تحسین حدیث کے دھوکا نہ کھاؤ۔ صحاح ستہ میں جامع ترمذی کا مرتبہ صحیحین کے بعد ضرور تسلیم کیا گیا ہے، اور اس پر محدثین کا اتفاق ہے کہ ترمذی گریہ پر ہر دو سالہ حدیث میں در فضیلت نہ صحیحین مؤخر گیرند؛ لیکن سنن دارمی، سنن ابوداؤد و سنن نسائی، جامع ترمذی میں باہم ایک دوسرے پر فضیلت قائم کرنی بہت مشکل ہے اس کے لیے حکیم گنجوی کا یہ شعر کافی ہے۔

گر خیر چہار اند و گوہر چہار * فرو شدہ را با فضولی چہ کار
امام ترمذی کا قول ہے کہ جامع ترمذی کی کل حدیثیں معمول بہا ہیں لا وہ
(۱) الجمع بین الصلوٰتین بلا عدد (۲) اذا شرب الخمر فاجلدا وہ وفي الواجبة فاقتلوا
امام ترمذی کی کتاب العلل، اپنے باب میں بے مثل کتاب ہے، فن حدیث کے طالبین کے لیے اس کا حفظ ضروریات میں سے ہے۔ زیادہ تر حصہ اس کا امام بخاری سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جس کو خود امام ترمذی نے لکھا ہے، شمائل الترمذی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشست و برخاست، کھانے پینے، رہنے، پہننے، سلام، کلام، لباس کی وضع قطع، کنگھی کرنے، موزے پہننے، اور لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے اور عام اخلاق کی حدیثوں کی جامع کتاب ہے، عاشقان سیرت نبویؐ کے لیے یہ کتاب گنجینہ مراد ہے مسلمانوں کا تو فرض ہے کہ اپنے اخلاق، عادات، لباس، نشست، برخاست، کھانے پینے،

امام کا یہ دعویٰ محدث ہے تفصیل شفا، العلل شرح کتاب العلل میں جو متحد الاحوذی کتابوں میں ملتی ہے، ملاحظہ کیجئے

سلام کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو ہم سنگ بنائیں، جس سے
موجودہ نکتہ دور ہو، اور دنیا اخلاق محمدی کا نمونہ دیکھ کر گمراہ اسلام ہو جائے
کتاب الشماثل کی مدح میں علامہ جزری صاحب حصن حصین کے
یہ دو شعر نہایت جامع ہیں۔

اخلائی ان شط الحیبت دجہ
فان فاتکوان تبصروہ بعینہ
وعز تلاقید و ناء منازلہ
فما فاتکم بالسمع ہذی شمائلہ

جامع ترمذی اور شمائل ترمذی کی مختصر فقہی درج ذیل ہے

نمبر	نام کتاب	نام مؤلف	کیفیت
۱	عارضۃ الاحوذی فی شرح الجامع للترمذی	حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ الاشبیلی المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۲۶ھ	اس کا کامل نسخہ قلمی عتیق مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے دوسرا نسخہ قلمی علامہ شیخ رفیع الدین صاحب بہاری کے کتب خانہ میں موجود ہے اور مصر میں طبع بھی ہو چکی ہے لیکن نہایت غلط۔
۲	شرح الجامع للترمذی	حافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس	دس جلدوں میں صرف دو ٹکٹ تک پہنچی، لائق مؤلف کے اتنی مہلت

نعم میرے دوستو! اگر محبوب اور اس کا مکان تم سے دور ہو گیا اور ملاقات مشکل ہو گئی۔ پس آنکھ کی ملاقات
نصیب نہیں تو اس کے اخلاق و شمائل کا سنا نہیں گیا۔ ۱۳

الیمیری الشافعی المتوفی
۳۳۷ ہجری
نہ پائی کہ اس شرح کو خاتمہ تک
پہنچائیں اس تطویل کی وجہ یہ ہے
کہ فن حدیث ہی تک اس کا دائرہ
محدود نہیں رکھا گیا دوسرے
فنون بھی شامل کر دیئے گئے
علامہ علی لکھتے ہیں لو اقتصر

علی فن الحدیث لکان تاماً تاہم خدا کا شکر ہے کہ ایک دوسرے باہمت بقیہ کی
تکمیل کر دی۔ وہ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین العراقي صاحب الالغیہ
المتوفی ۸۴۷ھ ہیں۔ کامل نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳ شرح الجامع زین الدین عبدالرحمن بیس جلدوں میں تمام کو پہنچی
للترمذی ابن احمد النقیب الحنبلی لیکن کسی فتنہ میں جل گئی

المتوفی ۳۵۷ھ

۴ المعروف الشاذلی علی
جامع الترمذی
۵ شرح الزوائد
للترمذی
علامہ سراج الدین عمر بن زین
البیہقی الشافعی المتوفی ۴۵۷ھ
علامہ سراج الدین عمر بن
علی الملقن المتوفی ۵۸۷ھ
صرف ایک ٹکڑے کی شرح
لکھی گئی اور تکمیل کو نہ پہنچی
جامع ترمذی کی ان حدیثوں کی
شرح ہے جو صحیحین اور سنن ابی
داؤد سے زائد ہیں۔

۶ اللبالباب فیما
بقول الترمذی شیخ الاسلام حافظ ابن حجر
عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ
ایک جلد میں ہے اور مدینہ منورہ
کے کتب خانہ میں موجود ہے نہایت

د فی الباب	قوت المغتذی	علامہ جلال الدین	قابل قدر کتاب مسائل فقہیہ میں
۷	علی جامع	سیوطی المتوفی	امام ترمذی جن حدیثوں کی طرف
	الترمذی	۹۱۱	بلطف د فی الباب عن فلان فرمایا
			کرتے ہیں ان کو بالتفصیل مع
			جرح و تعدیل کے بتایا ہے
۸	نفع قوت	علامہ سید علی بن سلیمان	مطبوعہ ترمذی کے حاشیہ پر
	المغتذی	الفتی ایچوی المغربی	چڑھا دی گئی ہے لیکن ملخص موصوف
		المالکی الشاذلی المتوفی	نے علامہ جلال الدین سیوطی کی
		۱۲۹۸ ہجری	شرح سے ایسی تلخیص کی کہ اصل
			کتاب کا نفع جاتا رہا اور نفع
			قوت المغتذی لفظ بے معنی رہا
۹	شرح الجامع	حافظ زین الدین عبد اللہ	کوئی مفصل کیفیت معلوم نہ
	لترمذی	بن احمد بن حبيب المتوفی	ہو سکی
۱۰	شرح الجامع	شیخ الاسلام حافظ ابن	اس کا حوالہ شیخ الاسلام نے
	لترمذی	حجر عسقلانی	فتح الباری میں دیا ہے عہ

عہ اس کا مفصل حال معلوم نہ ہو سکا عہ ای فی شرح حدیث حذیفۃ اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباطۃ قوم
 فبال تائمات قال ولم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النہی عنہ ای عن البول تائمات شیء کما یسننہ فی ادائل شرح الترمذی
 انتہی۔ ومن شرح الترمذی شرح العلامة محمد طاهر الفتی صاحب مجمع البحار قال فیہ فی تعلیق الترمذی عن شرح
 الاحوذی خص الخلل بالاستعاذۃ لکونہ مشنر للوحدة وخلوہ عن الذکر للقدرد لذی استغفر اذا خرج انتہی ۱۲ عہ

۱۱	شرح الجامع للترمذی	شیخ ابو الحسن بن عبد الوہاب السندی المدنی المتوفی ۱۱۳۹ھ	ایک لطیف شرح ہے مولف نے سوم محترم میں تالیف کی تقریباً چالیس جلدوں میں ہے۔
۱۲	شرح الجامع للترمذی	علامہ ابو الطیب سندی المتوفی ۱۱۰۹ھ	یہ شرح عربی میں قولہ قولہ کر کے ہے طبع ہو چکی ہے۔
۱۳	شرح الجامع للترمذی	علامہ میراج احمد سرہندی	یہ شرح فارسی میں ہے اور طبع ہو چکی ہے
۱۴	مختصر الجامع للترمذی	نجم الدین محمد بن عقیل البکائی الشافعی المتوفی ۷۲۹ھ	مفصل حال نہ معلوم ہو سکا۔
۱۵	جائزۃ المشعوزی	علامہ بدیع الزمان المتوفی ۱۱۳۱ھ	جامع ترمذی کا اردو میں مطلب خیر ترجمہ ہے
۱۶	مختصر الجامع للترمذی	علامہ نجم الدین سلیمان بن عبد القوی الطوفی	اسی مختصر سے حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلانی نے سنہ ۱۱۳۱ھ
۱۷	ہدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی	المنبلی المتوفی ۱۱۳۱ھ	احادیث کا ایک مجموعہ طیار کیا ہے جو جامع ترمذی میں بسند عالی مردی میں
		شمس الحق العظیم آبادی الدیانوی	ابھی تک تکمیل کو نہ پہنچی اس شرح میں علاوہ تین کے اسامیہ کے متعلق بڑی بڑی نقیب تحقیقات لکھی گئی ہیں

۱۷ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے ۱۲ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے ۱۳ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے ۱۴ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے ۱۵ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے ۱۶ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے ۱۷ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے ۱۸ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے ۱۹ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے ۲۰ ص ۱۱۱ ایک کڑا مطبوع ہوا ہے

۱۸ شرح الشامل للترمذی	شرح عبدالرزاق المنادی الموتوی ۱۰۳۱ھ	ابتداء کا لفظ شامل اہل الفضل فی العلم ہے۔ علامہ منادی کا بیان ہے کہ شارح شامل میں علامہ اسفرائینی کی شرح سب پر فائق ہے لیکن علامہ اسفرائینی نے اس شرح میں احتمالات عقلیہ بہت کام لیا
--------------------------	--	--

دعاشیہ صفحہ گذشتہ ان کے زمانہ تک جامع ترمذی کی کوئی کامل شرح نہیں لکھی گئی تھی اور غیر مکمل شرح کی یہ حالت
ہے کہ سب کی سب ناپید ہیں خود علامہ سیوطی کی قوت الممتدنی کے وجود کا پتہ نہیں سیوطی کے بعد جو شرحیں
لکھی گئیں رشرح ابوالطیب سندھی (۱۱۰۹ھ) و سراج احمد سرہندی و ابوالحسن بن عبدالہادی سندھی (۱۱۳۹ھ)
و محمد طاہر فتی (۱۸۶۲ھ) ان میں سے علامہ محمد طاہر فتی کی شرح ناپید ہے اور علامہ ابوالطیب سندھی اور علامہ
سراج احمد سرہندی کی شرحوں کا صرف کچھ حصہ طبع ہوا ہے اور شرح ابن عبدالہادی اگرچہ پوری طبع ہو گئی ہے
مگر بالکل تشنہ دنا کافی ہے۔

ابن العربی ۷۲۵ھ کی شرح عارضة الاحوذی گو بہت مختصم اور مبسوط شرح ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ
نے کتاب کے حل طلب مقامات اور محتاج شرح و ایضاً عبارات سے کم تعرض کیا ہے اور بعض اہم امور کو جو
محاط شرح میں ضروری تھا بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور فقہی مباحث کو کچھ زیادہ طول دیدیا ہے اس لیے
اہل علم صدیوں سے ایسی شرح کے محتاج تھے جو نہ بہت طویل ہو نہ بالکل مختصر۔ ساتھ ہی غیر ضروری مباحث
سے اجتناب کرتے ہوئے اس میں نفس کتاب کی توضیح و شرح کا پورا اہتمام و التزام کیا گیا ہو الحمد للہ کہ علما کی یہ
دیرینہ تمنا پوری ہو گئی۔ ارباب علم و فضل کو جس قسم کی شرح ترمذی کا مدتوں سے انتظار و اشتیاق تھا اسکی پہلی
جلد ۱۳۳۲ھ میں تحفۃ الاحوذی کے نام سے طبع ہو کر منصفہ شہود پر آگئی اس کے بعد چند برسوں میں اس کی بقیہ
تین جلدیں بھی شائع ہو کر بہت حقوڑی مدت میں دنیائے اسلام میں پھیل گئیں۔ علما نے عرب و عجم نے غیر معمولی
(باقی بر صفحہ آئندہ)

حالانکہ یہ فن فنون تقلید سے ہے اسی لیے یہ ان کے سقطات سے گنا گیا۔ پھر ابن حجر کی ہتیمی نے ایک طویل شرح لکھی جو اسفرائینی کی شرح سے ماخوذ ہے لیکن ابن حجر نے اصل کتاب کے مانند ہی کو مسخ کر دیا اس کے علاوہ تعصب ان کا ایک طبعی خاصہ ہے۔ اس لیے یہ دونوں شرحیں چند ان مطبوع نہ ہوئیں تو میں نے دونوں کی تلخیص کی اور فوائد ضرور یہ اضافہ کئے۔ یہ شرح بھی طبع ہو چکی ہے۔ "کشف الظنون"

دقیقہ صفحہ گذشتہ) طور پر اس پر سپیدی اور قبولیت کی نظر سے دیکھا اس کے متعلق یہ کہنا بالکل درست ہے
 ہوا عن شرح الجامع الترمذی ظہور علی وجہ الارض لہو تراویحون مثلاً۔
 حضرت مولف علامہ ابو العباس عبد الرحمن مبارک پوری نور اللہ مرقدہ و برہ مغنیہ نے اس مبارک شرح
 میں جو مفید اور ضروری امور کا التزام اور لیا گیا ہے ان کا مجموعہ کسی دوسری شرح میں نہیں مل سکے گا۔ ان امور
 کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ان میں سے بعض مختصر اوسج کئے جاتے ہیں۔ نا جامع ترمذی کے
 پر راوی کا ترجمہ بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اور مقدمہ شرح میں تمام راویوں کی فہرست بہ ترتیب ترتیب
 بھی دیدی گئی ہے اور جس راوی کا ترجمہ شرح کے جس صفحہ میں مذکور ہے اس کا نشان دیدیا گیا ہے
 (۲) جامع ترمذی کی تمام حدیثوں کی تخریج کی گئی ہے یعنی اس کتاب کی حدیثوں کو امام ترمذی کے
 علاوہ ادب میں محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے ان کا ادران کی کتابوں کا نام بتا دیا گیا ہے۔
 (۳) امام ترمذی نے وہی الہام کے عنوان سے جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے ان کی مفصل تخریج
 کی گئی ہے اور ان احادیث کے الفاظ بھی اکثر مقامات میں نقل کئے گئے ہیں۔ احادیث مشائخ الیہا کے علاوہ
 اور دیگر احادیث کی تخریج کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ تصحیح و تحسن حدیث میں امام ترمذی کا تساہل مشہور
 ہے اس لیے ہر حدیث کی تحسین و تصحیح کے متعلق دیگر ائمہ فن حدیث اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں اور جو احادیث
 کی تصحیح و تحسین میں امام ترمذی سے تساہل ہوا ہے اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ (۴) اسنادی قوی اشکالات
 کے حل و ایضاح کی طرف خاص طور سے توجہ کی گئی ہے۔ (۵) احادیث کی توضیح و تشریح میں بہت کچھ تحقیق
 کام لیا گیا ہے اور جن مقلدین، جامدین اور جن اہل ہوائے احادیث ہو یہ کو اپنے مذہب و مسلک پر منطبق کرنے
 کے لیے غلط اور وہابی تاویس و تقریریں کی ہیں، ان کی تاویلات و تقریرات کی کافی تغلیط و ترمیم کر دی گئی
 اور احادیث کے صحیح مطالب و معانی جو سلف صالحین اور فقہاء محدثین کے نزدیک معتقد و مستند ہیں
 بیان کئے گئے ہیں۔ (۶) اختلاف مذاہب کے بیان میں ہر مذہب کے دلائل بیان کر کے مذہب حق و راسخ کو باقی برقرار رکھا

14	اشرف الوسائل	شیخ شہاب الدین احمد بن الملکی المتوفی ۹۷۳ھ	مصنف کا بیان ہے کہ حرم محرم میں بجاہ رمضان مجھے اس کتاب کے دس دینے کا اتفاق ہوا تو میں نے یہ شرح ۹۷۹ھ ہجری میں شروع کر دی تیسری رمضان کو شروع کی اور ہمارے رمضان کو فراغت پائی۔
----	--------------	--	---

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ظاہر کر دیا گیا ہے اور اس کی نصرت و تائید کی گئی ہے اور مذاہب مرجوحہ و غیر صحیحہ کے دلائل کے شافی جواب دیئے گئے ہیں (۱) آثار السنن و اللشوق الینبوی وغیرہ کی جابجا لطیف اور قابل دید تنقید کی گئی ہے۔ حضرت الشیخ کو پہلی دو جلدوں کی تبصیر کے بعد صنعت بصارت کی وجہ سے بقیہ دو جلدوں کی تسوید و تبصیر میں معاون کی ضرورت تھی۔ راقم السطور بطور تحدیث نعت کے عرض کرتا ہے کہ آخری دو جلدوں کی تسوید و تبصیر میں اعانت کی غرض سے حضرت کی خدمت میں کامل و دو برس رہنے کا شرف و فخر اس کو بھی حاصل ہے رکما حصل ذلک الشرف والفضل للفاضل العلامة عبد الصمد المبارکفوری داعی فی اللہ المولوی محمد المسموی اللامہوری، فالحمد للہ علی ذلک

حضرت الشیخ نے شرح مذکور کا ایک مبسوط مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جو مستقل طور پر علیحدہ طبع ہو کر شائع ہے یہ مقدمہ دو باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے پہلے باب میں اکتالیس فصلیں ہیں جن میں عام فنون حدیث کتب حدیث ائمہ حدیث متعلق نہایت کارآمد اور ضروری فوائد جمع کر دیئے گئے ہیں تاہم دوسرا باب سترہ فصلوں پر مشتمل ہے جن میں خاص جامع ترمذی اور امام ترمذی کے متعلق بہت ضروری اور غایت درجہ مفید مباحث مذکور ہیں باب ثانی جن نامہ اور قیمتی فوائد پر مشتمل ہے ان کا جاننا جامع ترمذی کے طالب علم کے لیے از بس ضروری ہے ان مباحث کو پڑھے بغیر جامع ترمذی کا پڑھنا اور پڑھانا بے معنی اور لاعا حاصل ہے مقدمہ میں مختلف مناسبتوں سے ۱۱۵ ائمہ حدیث و تفسیر و فقہ و لغت کے تراجم بھی آگئے ہیں۔ اس کی تمام خوبیوں کا سرسری اندازہ شروع میں طالعہ فہرست ہو جاتا ہے جو ۱۱ صفحات پر مشتمل ہے مقدمہ کا حجم ۲۷۴ ہے آخر میں حضرت الشیخ کا مختصر ترجمہ ملحق ہے۔

اسی زمانہ میں ترمذی کی ایک شرح الطیب الشذی اور مدد ریمہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی

۲۰	شرح الشامل للترندی	علامہ سید محمد بن قاسم	قاہرہ سے طبع ہو کر شائع ہے لیکن یہ
		جستوں المتونی سہ	شرح مذاق محدثین کے بالکل خلاف ہے
۲۱	شرح الشامل	مصباح الدین محمد بن	یہ شرح عربی میں ہے اس شرح سے
	للترندی	صلاح ابن جلال	ماہ رمضان ۱۰۹۹ء میں فراغت پائی
		اللاری المتونی ۱۰۷۹ء	ایک دوسری شرح علامہ مصباح الدین
			کی فارسی میں بھی ہے۔

دبقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) انور شاہ مرحوم کی تقریر ترمذی بنام العرن الشذی آدم مولوی رشید احمد صاحب مرحوم گنگوی کی تقریر ترمذی بنام الکوکب الدری شائع ہوئی اول الذکر کی صرف پہلی جلد کتاب الطہارۃ شائع ہو کر رہ گئی ثانی الذکر کو جامع ترمذی کا حاشیہ یا شرح کہنا غلط ہے بہتر ہوتا اگر وہ شائع نہ کی جاتی تاکہ صاحب تقریر کے مشہور قوت حافظہ اور بحر علمی کو غیس نہ گنتی اور بصر قائم رہتا تیسری کو ناشر کے تحشیہ نے کچھ کارآمد بتا دیا ہے۔ اول الذکر کا اکثر حصہ مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کی تقریر ترمذی سے ماخوذ ہے اور علمی غلام کا مجموعہ ہے۔ ان سطور کی تحریر کے بعد جامع ترمذی در مطبوعہ مصر کی دہ جلدیں مطالعہ میں آئیں جو علامہ محمد رشید القاضی الشرعی کی تحقیق و شرح اور تصحیح و تعلیق کے ساتھ ۱۳۵۶ھ میں شائع ہوئی میں شروع میں شرح کے علم سے سو صفحوں کا بسوٹا مقدمہ ملحق ہے۔ دوسری جلد کتاب الصلوٰۃ پر ختم ہوئی ہے اور مقدمہ حسب ذیل مباحث پر مشتمل ہے۔ (۱) جامع ترمذی کے ان سات نچوں کی تفصیلی کیفیت جن پر شارح نے اپنے نسخہ کی تصحیح میں اعتماد کیا ہے۔ (۲) تصحیح کتب متعلق ایک عمدہ بحث بعد اس امر کی تصریح و تحقیق کہ التزام صحت، اظہار اختلاف نسخہ، بیان خطا و صواب تفصیل اصول قلمیہ و مطبوعہ کے ساتھ عربی کتابوں کی بہتر سے بہتر اشاعت کا فن یورپ کی اپنی ایجاد نہیں ہے۔ لکھتے ہیں۔ لم یکن ہولاء الا جانب جنکری قواعد التصحیح و انما سبقتم الیہا علماء الاسلام المتقدمون و کتبوا انہا نصوص لا نفیسۃ تذکر بعضہا علی ان ذکر القاری انہا بکروانہ و انہا قواعد تصحیح الکتاب المخطوطۃ اذ لم یکن المطابع و جدت و لو کانت لدیم لا توامن ذلک بالمعجب الصجاب نحن وارثو محمدیم و عزیم و اینا انتہت علوم فلحدنا نخوف۔ ہمنا لاتمام مابد و ابہ ص ۲۱

(۳) القہار من المعجۃ کے ذیل میں اس امر کی تحقیق و تفصیل کہ مستشرقین یورپ کی مطبوعات کو اپنی برتری میں

۲۲	زہر الخائل علی الشائل	علامہ سیوطی	مصر میں طبع ہو چکی ہے۔
۲۳	جمع الوسائل	ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۶	ملا صاحب نے اس کے مسودہ سے مکہ مکرمہ میں ششمین فراغت پائی۔ حق یہ ہے کہ اس سے اعلیٰ شرح شائل ترمذی کی کسی کے قلم سے نہیں نکلی۔
۲۴	تہذیب الشائل	شیخ محمد بن عمر بن حمزہ	ملا علی قاری صاحب کی شرح کو

دریغہ حاشیہ صوم گزشتہ مختلف قسم کی متعدد ہرستوں کے ساتھ طباعت میں جو امتیازی مرتبہ حاصل ہے اس میں بھی علمائے مغرب نے مشرق کی تقلید کی ہے۔ لکھتے ہیں فالشرق شرق والغرب غرب الشرق وانما ابتکار انشاء الغرب وانما تقلید ثم تنظیم (۱) جامع ترمذی کے زیر بحث نسخہ کی تصحیح میں اختیار کردہ کد کا دش اور سعی و احتیاط کی تویح۔ علامہ موصوت کی اس سعی بیغ کی بنا پر یاد رکھا جاسکتا ہے کہ ان کا یہ مطبوعہ نسخہ جامع ترمذی کے تمام قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ (۵) احادیث اور ابواب کا شمار چنانچہ ان کے شمار کے موافق کتاب الطہارت والصلوٰۃ کی احادیث کی تعداد ۱۵۱۶ اور ابواب کی تعداد ۳۳۴ ہے (۶) جامع ترمذی کی شرح و تعلیق میں جو امور کا لحاظ کیا ہے ان کی تفصیل ہمیں یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ شارح یورپ کی دسیہ کاریوں سے باخبر اور بھر عالم میں اور تقلید شخصی سے نفور اور مذہب اہل حدیث ہیں۔ چنانچہ مقدمہ میں انہوں نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

(۷) ۹ کتابوں کی مدد سے امام ترمذی اور ان کی جامع کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں انہوں نے مقدمہ کی تحریر کے وقت تحفۃ الاسود کی کا مقدمہ طبع نہیں ہوا تھا اور نہ کتاب اور صاحب کتاب کے متعلق مباحث تشہ نہ رہتے۔

(۸) کتاب پوری ہو جانے کے بعد آخر میں تمام رایوں کی فہرست کے علاوہ دیگر متعدد اور متنوع فہرستوں کے اضافہ کا وعدہ کیا ہے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اس کتاب کی جو علمائے حدیث کے لیے بے نظیر علمی تحفہ ہے بقیہ جلدیں اسی اہتمام کے ساتھ جلد از جلد شائع ہو جائیں ۱۲ عبید اللہ رحمانی۔

<p>الانطالی المتوفی ۹۲۳ علامہ عصام الدین ابو نعیم ابن محمد الاسفرائینی المتوفی ۹۲۳ یہ شرح حامل المتن ہے۔ ابتدا کالفظ الحمد للہ الذی فضل المصطفیٰ باکرہ الشامل ہے۔</p>	<p>۲۵ شرح الشماثل</p>	<p>۲۵</p>
<p>۲۶ شرح الشماثل للترمذی مولی محمد الحنفی ۹۲۶ محمد عاشق بن عمر الحنفی المتوفی ۱۰۳۲ ہجری میں شرح سے فراغت پائی علامہ موصوف نے اس شرح میں لکھا ہے کہ میں نے شامل الترمذی کو اپنے شیخ عبداللہ الانصاری المعروف بمخدوم الملک ابن شمس الدین سے روایت کی ہے اسی سے مولانا احمد علی صاحب نے شامل کو محشی کیا ہے مولانا شمس الحق صاحب کے کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔</p>	<p>۲۷ شرح الشماثل للترمذی محمد عاشق بن عمر الحنفی المتوفی ۱۰۳۲</p>	<p>۲۷</p>
<p>۲۸ ترجمہ شامل بزبان ترکی احمد بن خیر الدین الایلی المشہور بخواجه اسحق افندی المتوفی ۱۱۲۰ مفصل حال معلوم نہ ہو سکا۔</p>	<p>۲۸</p>	<p>۲۸</p>

عہد مولی شرح الشماثل العطر الشذی للعلامة عبد المجید الشرفی و شرح الشماثل عبد الملک بن جہل الدین
بن اسماعیل العسافی المتوفی ۱۲۱۴ عید اللہ رحمانی۔

۳۹	نظم شامل بزبان ترکی	مصطفیٰ بن حسین الحلبی	۱۱۸۸ھ میں نظم سے فراغت پائی لے
۴۰	بہار خلد	کافی	اور وہ میں دلچسپ نظم بہادر طبع ہو کہ شائع ہے۔
۴۱	المواہب اللدنیہ علی الشماثل المحمدیہ	علامہ شیخ ابراہیم بخاری المتوفی ۱۲۶۳ھ	شماثل ترمذی کی یہ ایک مختصر شرح اور مفید ہے ۱۲۵۱ھ ہجری میں جامع ازہر میں تالیف ہوئی اس کا آغاز دو الحمد للہ المستوجب لكل کمال المنعوت بکل تعظیم وجمال ہے۔

(۳) امام نسائی

صحاح ستہ کے معزز الیوان میں جن لوگوں نے جگہ پائی۔ ان میں امام نسائی بھی ہیں۔ اہل اسلام نے صحاح کے صدر نشینوں میں ان کو بھی تسلیم کیا ہے امام نسائی کی مشہور کتاب سنن نسائی دریں میں داخل ہے اور شرقاً و غرباً محدثین اس کا درس دیتے ہیں۔ امام نسائی کی ولادت ۲۱۵ھ میں ہے۔ نام احمد۔ کنیت ابو عبد الرحمن۔ مشہور لقب امام نسائی ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے احمد بن شعیب ابن علی بن سنان بن دینار۔ شہر نسائیں جو بلاد خراسان کا ایک مشہور شہر ہے اور قریب مرد کے واقع ہے پیدا ہوئے۔ امام نسائی کی ابتدائی تعلیم وہیں

لے نثار مقصود و ممدود و وفوں آیا ہے ۱۳

ہوئی ششہ میں اپنی عمر کے پندرہویں سال وطن چھوڑ کر طالب علمی کا سفر اختیار کیا۔ پہلے امام قتیبہ کی خدمت میں بلخ پہنچے۔ وہاں سے فارغ ہو کر حجاز شام مصر جزیرہ کا سفر کیا۔ مصر مدت تک امام نسائی کا قیام گاہ رہا۔ بلکہ جس قدر ان کی یا ان کی تصانیف اور درس کی شہرت ہوئی مصر ہی سے ہوئی تنقید رجال میں امام نسائی نہایت بلند پایہ تسلیم کئے گئے ہیں۔ حاکم فرماتے ہیں میں نے امام دارقطنی کو مکر فرماتے سنا کہ امام نسائی بخرخ رواۃ بن حدیث بن تنقید و احتیاط میں اپنے اقران سے کہیں فائق ہیں۔ علامہ ابوسعید اپنی بے بہا کتاب تاریخ مصر میں لکھتے ہیں کہ امام نسائی مصر میں مدتوں رہے بن حدیث میں امام تھے۔ دکان ثقتہ حافظا امام نسائی نہایت قوی الجثہ تھے۔ چہرہ ہمیشہ گلاب کے پھول کی طرح سرخ رہتا۔ رگوں میں خون کا سیلان بڑی کثرت سے تھا۔ اس وجہ سے بعض کوتاہ بین کہتے تھے کہ وہ نبیند پیتے ہیں۔ ایک دن ناغہ کر کے ہمیشہ روزہ رکھتے اس پر بھی ہمیشہ چارہ بی بیان نکاح میں علاوہ لونڈیوں کے رہتے۔

صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں۔ دکان احداۃ الحفاظ و اعلام الدین

وادرکاز الحدیث امام اہل عصرہ و محدثہم و قد وہبہم جوحدہ تعدیلہ معتبرین العلماء بعض اہل علم نے تو حفظ میں امام مسلم کا ہم پایہ بتایا ہے۔ گو یہ قول محقق نہیں تاہم امام نسائی کا پایہ بہت بلند تسلیم کیا گیا ہے۔

شیوخ میں امام بخاری ہی امام ابو داؤد و سجستانی قتیبہ بن سعید اسماعیل بن راہویہ۔ علی بن حجر سلیمان بن اشعث۔ محمد بن بشار بڑے پایہ کے لوگ ہیں۔

تلامذہ کا سلسلہ کچھ کم وسیع نہیں۔ امام ابو جعفر طحاوی امام ابو القاسم طبرانی

علامہ ابوبشر دولابی۔ ابوبکر بن السنی۔ امام نسائی کے مشہور تلامذہ ہیں۔ جب وہ
 طرطوس میں پہنچے۔ تو حفاظ حدیث کا بڑا مجمع ہوا۔ اور ان سے استفادہ کیا گیا۔
 ان حفاظ میں امام عبداللہ بھی ہیں۔ جو امام احمد بن حنبل کے صاحبزادہ ہیں۔
 اپنی عمر کے آخری حصہ^{۳۲} ہجری میں مصر سے رخصت ہو کر دمشق پہنچے اور وہاں
 خوارج کے سخت امتحان میں مبتلا ہو گئے اور ان سے یہ سوال کیا گیا کہ حضرت
 علیؑ اور حضرت معاویہؓ میں کس کو فضیلت ہے۔ انہوں نے جواب میں حضرت علیؑ
 کو فضیلت دی۔ اس جواب میں دمشقوں کو غیظ آیا۔ اور ان کو مارنا شروع کیا۔
 کچھ جان باقی تھی کہ لوگ رتلے گئے۔ اور^{۳۳} میں وہیں شربت شہادت
 نوش کیا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ بعض مورخین نے مکہ لے جانا اور میں الصفا والفر
 دفن ہونا بیان کیا ہے۔ لیکن امام دارقطنی نے دونوں اقوال نقل کر کے رتلہ ہی میں
 دفن ہونے کو ترجیح دی ہے۔ علامہ منذری کا قول بھی اس کا موئد ہے۔ امام نسائی
 کی تالیفات میں سنن نسائی مشہور تالیف ہے اس کے علاوہ اور تصانیف بھی
 ہیں۔ علامہ سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ امام نسائی نے پہلے ایک ضخیم کتاب تالیف
 فرمائی تھی جس کا نام السنن الکبریٰ ہے جس کو ایک خاص وضع پر لکھا تھا۔ حاکم وقت
 نے ان سے پوچھا کہ کیا سنن کبریٰ میں کل حدیثیں صحیح ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ نہیں
 فرمانروائے وقت نے عرض کی کہ آپ صحیح حدیثوں کو اس سے منتخب کیجئے۔ اس
 لیے آپ نے المجتبیٰ من السنن الکبریٰ کو اسی ضخیم کتاب سے منتخب کیا۔ جو اب صحاح ستہ

لہ رملہ فلسطین بیت المقدس سے ۱۸ میل پر واقع ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلامؑ و بن سلیمان کا
 دار السلطنت تھا اور اب غیر آباد ہے ۱۲ عم البدان

آئے سلسلہ میں وفات پائی۔ نام محمد بن یوسف بن مطر بن صلح بن بشر ہے۔ صحیح بخاری کے متعدد مقامات میں قال الفربری موجود ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں فربری امام المحدثین کی روایت یا سند کے متعلق کچھ فوائد بتانا چاہتے ہیں۔ یا اس قدر حصہ ان کو بواسطہ پہنچا خود امام صاحب سے نہیں سننا مناسب سمجھتا ہے۔

امام دارمی امام المحدثین کے تلامذہ میں وہ صاحب فضل و کمال ہیں کہ خود امام المحدثین کو ان کی وفات سے بہت بڑا صدمہ ہوا۔ وفات

کی خبر سن کر نالہ پڑھا۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ دیر تک سر نیچے جھکائے رہے اور یہ شعر پڑھا
 ۵۔ ان عشت تفع بالاحبة کلسم : وبقارنفسک لا ابالک انفع
 اس واقعہ سے امام المحدثین کی ان کے ساتھ کمال محبت کا ثبوت ملتا ہے۔

امام دارمی سلسلہ میں پیدا ہوئے۔ نام عبداللہ کنیت ابو محمد ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام بن عبدالعزیز التیمی الدارمی علوم اسلامیہ کی دھن میں بڑے بڑے سفر کئے۔ بالخصوص حجاز۔ بلاد خراسان عراق مصر وغیرہ۔ اساتذہ میں امام المحدثین کے علاوہ یزید بن ہارون۔ نصر بن شمیل۔ اور ان کے اقران بڑے پایہ کے لوگ ہیں۔ سلسلہ درس بہت وسیع ہے۔ اور تلامذہ میں محمد بن یحییٰ ذہبی۔ ابو داؤد صاحب السنن عبداللہ بن امام احمد۔ مشاہیر سے ہیں۔ صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں بھی امام دارمی سے روایتیں موجود ہیں۔ وکفی بہ عزرا۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام دارمی کی تصنیفات میں المسند کتاب التفسیر

اور الجامع ہے۔ لیکن امام دارمی کی مستند دیگر مسانید کی ترتیب را سماء صحابہ پر نہیں ہے، بلکہ ابواب کی ترتیب پر ہے۔ اس لیے بجائے مستند کے سنن یا صحیح کہنا بجائے۔ علامہ عراقی نے تو اس پر ایک خاص بحث لکھی ہے۔ سنن دارمی باعتبار صحت و علو اسانید و ذکر تعامل صحابہ بڑے پایہ کی کتاب ہے محققین نے بجائے ابن ماجہ صحاح ستہ میں اسی کو داخل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ پہلے پہل ابن ماجہ کو جس نے صحاح ستہ میں داخل کیا علامہ فضل بن طاهر نہیں انہیں کے قول کی متابعت مصنفین اطراف و دیگر اہل علم نے کر لی اور یہ ایک بات مشہور ہو گئی ورنہ بجائے ابن ماجہ کے صحاح ستہ میں سنن دارمی کو داخل کرنا بہت مناسب ہے بڑے بڑے لوگ اس کے قائل ہیں۔ علامہ مغلطائی فرماتے ہیں۔ یعنی ان کی جعل مستند الدارمی سادس النخستہ بدل ابن ماجہ۔

امام دارمی کی قناعت، اور ان کا اتقان سنن دارمی کے تراجم ابواب سے

ظاہر ہے

امام احمد بن حنبل امام دارمی کو اتقن فی العلوم فرما رہے ہیں اور امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں۔ ہوا امام زمانہ ولہ خمسۃ عشر حدیثا وہی ثلاثیات۔ یعنی دارمی اپنے زمانہ کے

۱۔ کنیت ابو عبد اللہ۔ نام محمد بن حریز بن ماجہ القزوی ہے۔ ماجہ ان کی ماں کا نام ہے اور اس کی ہامی ہے
 ۲۔ سے بدلی ہوئی نہیں ہے ۳۔ وفات پائی سنن ابن ماجہ کی شروع میں حافظ علاء الدین مغلطائی کی شرح
 حافظ سید علی کی شرح مصباح الزہباجہ۔ علامہ علی کی شرح۔ علامہ ومیری کی شرح الدیباچہ۔ ابن ہلقن کی
 شرح زوائد علی النخستہ مسی بہا تمس الیہ الحاجۃ۔ ابن عبد اللہاری کی شرح۔ شیخ عبد الغنی دہلوی
 کی شرح استخراج الحاجۃ مشہور شروع میں ۱۲

امام تھے اور پندرہ حدیثیں ان کی تلامذات ہیں جو تین ہی واسطہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں ۲۵۵ء میں عرفہ کے دن وفات پائی۔ اور مدینہ میں دفن ہوئے ان کا تلمذ امام المحدثین سے مرقاۃ ص ۲۳ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے لکھا ہے،

(۶) جزیرۃ الحافظ نام صالح بن محمد جزیرہ ہے ۲۵۵ء میں ولادت ہوئی بڑے قوی الحافظ تھے۔ بلاد ماوراء النہر میں متول نہ بانی درس

دیتے رہے۔ کتاب پاس بھی نہیں رکھتے۔ اس غضب کا حافظہ تھا کہ کسی نے کبھی حرف گیری یا دھم وغیرہ کا موقع نہ پایا۔ یحییٰ بن معین امام احمد بن حنبل سعید بن سلیمان۔ ابو نصر تمار۔ جیسے لوگوں کے فیض صحبت و تعلیم سے ممتاز ہوئے ۲۶۶ء میں شہر بخارا میں متوطن ہوئے وہاں کے حاکم نے ان کی بڑی توقیر و تعظیم کی وار قطنی کہتے ہیں۔ کان ثقة حافظا عارفا ابن عدی جیسے باکمال شخص حافظ جزیرہ کی شان بڑی بتاتے اور بڑی تکریم کرتے۔

ابو سعید کہتے ہیں رايت ابن عدی یغیم امرہ و یعلمہ مزاج میں مزاج اور خوش طبعی تھی۔ علامہ ذہبی نے ان کا مستقل تذکرہ لکھا ہے۔ امام المحدثین کے ہم عصر ہیں۔ لیکن اس فضل و کمال و معافرت کے ساتھ بھی امام المحدثین کی تحقیقات اور نکات حدیثیہ سے مستغنی نہ رہ سکے اور حلقہ درس میں آکر زانوئے تلمذتہ کیا۔ اور برابر استفادہ کیا ۲۹۳ء میں وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ)

(۷) فقیہ امام محمد بن نصر مرزی

۲۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ امام المحدثین کے علاوہ امام اسحاق بن راہویہ یحییٰ بن

یحییٰ بن یزید بن صالح ہشام بن عمار، صدقہ بن الفضل سے شرف تلمذ ہے، فقاہت کے ساتھ آثار صحابہ، مذاہب صحابہ و تابعین کے جامع تھے۔ تالیفات میں کتاب رفع الیہ کتاب تعظیم الصلوٰۃ، کتاب القسامہ، قیام الیل، کاپتہ مورخین بتاتے ہیں، عثمان بن جعفر کے واسطہ سے خطیب رادی ہیں، کہ امام ابو نصر کا خود بیان ہے کہ میں اپنی ایک لونڈی کے ساتھ مصر سے حج کے لیے بحری سفر سے چلا جہاز عز قاب ہوا اتفاقات میں اور میری لونڈی ایک تختہ پر بہ نکلے۔ اور ایک جزیرہ میں پہنچ گئے اس جزیرہ میں کسی آدمی کا پتہ نہیں تھا۔ پیاس سے جاں بلب ہوا۔ اور تن بتقدیر موت کے خیال میں سو گیا۔ خدا کی قدرت ایک شخص پانی لے کر پہنچ گیا اور ہماری جانیں بچ گئیں لیکن ایک ہزار جزا جو ہمارے ساتھ تھے وہ ضائع ہو گئے۔ فقاہت اور آثار صحابہ کی جامعیت کی وجہ سے جب محمد بن یحییٰ ذہلی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا، اور محمد بن نصر وہاں موجود رہتے۔ تو ان کی طرف اشارہ کرتے۔ حالانکہ وہ بڑے پایہ کے شیخ ہیں۔

فقہ محمد بن نصر کے خصوصیات میں سے یہ ہے کہ سلاطین اور امرا ان کی نہایت تعظیم کرتے۔ اسماعیل بن احمد والی خراسان اور اس کا بھائی اسحاق سال میں آٹھ ہزار درہم نذر کرتے۔ اہل ہر قندچار ہزار بھیجتے لیکن صاحب ترجمہ ان رقموں کو علمی خدمات میں صرف کر دیتے، اور ایک جہہ بھی ان کے پاس نہ بچتا۔

حافظ ذہبی نے محمد بن نصر اور ابن خزمیہ کے سفر طالب علمی کا ایک واقعہ باسند

نقل کیا ہے کہ محمد بن جریر طبری، محمد بن نصر، محمد بن اسحاق بن خزمیہ، محمد بن ہارون الرواسی

سہ قیام الیل طبع ہو چکی ہے اسی میں کتاب رفع الیہ بن کا ذکر کیا ہے ۱۲

مصر میں کتابت حدیث کے لیے ایک مکان میں جمع تھے۔ خرچ چک گیا۔ فاقہ کی نوبت پہنچی۔ جب فاقہ سے پریشان ہو گئے۔ اور سوال کرنا حلال ہو گیا۔ تو باہم مشورہ کیا گیا کہ سوال کرنا چاہیے سوال کی ممانعت حدیثوں میں سخت آئی ہے۔ ہر ایک نے دوسرے پر ٹالا۔ یہاں تک کہ قرعہ کی نوبت آئی۔ تو قرعہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ کے نام نکلا۔ مجبور ہوئے تو کہا کہ مجھے اس قدر جہلت دو کہ میں وضو کر کے استخارہ کی نماز پڑھ لوں۔ نماز ہی میں تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ والی مصر کے خواجہ سرالال ٹہنیس لیے ہوئے موجود ہیں۔ سواری سے اتر کر پوچھا کہ محمد بن نصر کون ہے لوگوں نے بتایا۔ تو اُس نے پچاس انٹرفیوں کی ایک تھیلی حوالہ کی اسی طرح ہر ایک کو پکارتا گیا اور دیتا گیا۔ پھر کہا کہ کل والی مصر سویا ہوا تھا۔ بیدار ہوا تو کہتا ہے کہ میں نے ابھی خواب دیکھا ہے کہ محمد یونس سخت بھوکے ہیں۔ اس لیے اس نے سر دست اس قدر بھیجے ہیں اور قسم دیا ہے کہ جب خرچ چک جائے کسی کو بھیج دو۔
 ۲۹۴ء میں بمقام سمرقند وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ)

(۸) امام ابو حاتم رازی | فن جرح اور تعدیل کے بہت بڑے امام مانے جاتے ہیں ۱۹۰ء میں ولادت ہوئی۔ ان کی خصوصیات زندگی

میں سے یہ ایک مشہور امر ہے کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہمیشہ پیادہ پاسفر کرتے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ایک ہزار فرسخ تک میں نے پیادہ پا چلنے کا شمار کیا۔ اس کے بعد شمار چھوڑ دیا۔ بحرین سے مصر مصر سے رملہ رملہ سے طرطوس۔ ان سب مقامات میں پیادہ پا چل کر گیا ہوں۔ بصرہ میں ایک بار خرچ چک

۱۷ اس واقعہ سے آج کل کے طالبان حدیث کو عبرت پکڑنی چاہیے

گیا تو کپڑے فروخت کر ڈالے۔ اس پر بھی کئی روز فاقے ہوئے۔ آخر ایک رفیق کو خبر ہوئی تو اس نے آپ کی خدمت و اعانت کی۔ یہ امام المحدثین کے معاصرین میں بڑے صاحب فضل و کمال تھے لیکن امام المحدثین کی تحقیقات اور تدقیقات کے گردیدہ ہو کر امام صاحب سے بہت کچھ استفادہ کیا۔ بجاہ شعبان ۷۷۵ھ وفات پائی۔

(۹) ایراسیم الحسینی الامام

فن لغت، ادب، نحو و فقہ کے امام مانے جاتے ہیں۔ خطیب لکھتے ہیں۔
 کان اماما فی العلم و داسا فی الزهد، عارفا بالفقہ، بصیرا بالاحکام، مراحلا
 للحديث، مینا للعلل، قیما بالادب، جماعة للغة، صنف غریبا للحديث و کتباً کثیرة
 علامہ ثعلب ایک بہت بڑے لغوی اور نحوی مانے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ
 میں نے امام حسینی کو لغت اور نحو کی درس گاہ سے پچاس برس ہو گئے کبھی ناغہ کرتے
 ہوئے نہیں دیکھا۔ مزاج میں اس قدر استغنا تھا کہ سلاطین کے وظائف اور تحائف
 کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے اور نہ استغنا ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو کبھی اس کے کمال
 کی تحصیل اور اشاعت اور حق گوئی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ایسا شخص بے رعب اور
 آزاد ہوتا ہے معتقد باللہ نے جو خلفائے عباسیہ سے ہے۔ ایک بار دس ہزار
 درہم نذرانہ بھیجے۔ حسینی نے واپس کر دیا۔ پھر دوبارہ بھیجے لیکن پھر بھی نامنتور کیا۔
 ماہ ذی الحجہ ۷۸۵ھ میں وفات پائی۔ امام المحدثین کی درس گاہ میں حاضر ہوتے اور استفادہ
 کرتے امام المحدثین کی تحقیقات علمیہ سے اس جامعیت پر بھی مستغنی نہ تھے نہ معاصر

کی عار استفادہ سے مانع آتی۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں: ابوالہریم حربی کی چند نادر تالیفات مجھے ہاتھ لگی تھیں۔

(۱۰) ابوالکیرین ابی عاصم الحافظ الکبیر

ظاہری المذہب تھے۔ قیاس سے بالکل کنارہ کش رہتے۔ بصرہ میں فتنہ نہ رنج میں کتابیں جمع کئی تھیں۔ پچاس ہزار حدیثیں زبانی روایت کرتے۔

اصبہاں میں عرصہ تک قضا کے عہدہ پر مامور تھے ۳۸۷ھ میں وفات پائی۔ ولادت کا نسب بتایا جاتا ہے۔ ابو موسیٰ مدینی نے ان کی مستقل سوانح عمری لکھی ہے، امام الحدیثین کی درس گاہ میں بائیس ہفتہ فضل و کمال حاضری دیتے تھے۔

(۱۱) ابن خزمیہ صاحب الفقہ والحدیث

حافظ ذہبی نے ان کو امام الامۃ اور شیخ الاسلام کا لقب دیا ہے۔ اور لکھتے ہیں۔ انتہت الیہ الامۃ والحفظ فی عصرہ نجر اسان فقہ اور حدیث دونوں کے جامع تھے تصنیفات کی تعداد حافظ ذہبی نے ایک سو چوبیس بتائی ہے ان کے علاوہ فتاوائے حدیثیہ کی مقدار ستویس ہے۔ حافظ ذہبی روایت کرتے ہیں کہ صرف بیریہ کی ایک حدیث کی ققاہت میں جز میں لکھی۔ اسی سے ان کی ققاہت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ابن حبان فرماتے ہیں: اریث مثلہ علی صبرہ الارض من بحسن صناعتہ السنن و بحفظ الفاظہا الصحاح و زیادۃا کما السنن من عینیہ

۱۱۰ ذکرہ الحافظ و مقدمہ الفتح ۱۱۱ ذکرہ الحافظ ۱۱۲ یعنی ابن خزمیہ جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو فن حدیث اعلیٰ درجہ کا جانتا ہو اور اس کے صحیح الفاظ اور زوائد کا حافظ ہو گویا حدیث ان کے سامنے موجود رہتی ہے ۱۱۳

حافظہ اس غضب کا تھا کہ علاوہ حدیثوں کے مسائل فقہیہ حدیثیہ اس طرح ازہر تھے جیسے قرآن کی سورتیں
ابن خزیمہ نے امام بخاری کے طرز پر صحیح حدیثوں کو انتخاب کر کے ایک کتاب
لکھی جو آج صحیح ابن خزیمہ کے نام سے مشہور ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ اور جامع صحیح بخاری
میں وہی فرق ہے جو آفتاب و ماہتاب میں ہے مسئلہ استواء میں بڑے قشدد تھے اور
نہایت مہمان نواز تھے امام ابن خزیمہ باوجود اس فضل و کمال کے امام المحدثین کی درگاہ
میں حاضری دیتے اور استفادہ کرتے اور فرمایا کرتے، ما رأیت تحت اديم السماء اعلم
بالحدیث من محمد بن اسماعیل البخاری حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں امام
المحدثین کے ان تلامذہ کی فہرست دی ہے جہاں کو امام المحدثین کے ساتھ خصوصیت
خاص حاصل ہے، وہاں ان کا نام بھی پانچویں طبقہ میں لکھا ہے۔

ابن قیم نے بیان کیا ہے کہ امام ابن خزیمہ ائمہ اربعہ کی طرح ایک مذہب کے
امام اور رکن مانے جاتے ہیں ۳۲۹ میں ولادت ہوئی اور ۳۸۸ میں وفات پائی سلسلہ نسب
یہ ہے ابو بکر محمد بن اسماعیل بن خزیمہ بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسابوری۔

(۱۳) ابو جعفر محمد بن ابی حاتم راقی (کاتب البخاری)

امام بخاری کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ صحیح بخاری کے متعدد مقامات میں ان کا
ذکر فریبی نے کیا ہے۔ یہ امام بخاری کے کاتب اور محافظ دفتر ہیں۔ حدیث کے مکتوبوں
کو محمد بن یوسف فریبی نے امام بخاری سے بلا واسطہ نہیں سنا ان کو وہ وفاق سے لیا کرتے
ہیں اس لیے صحیح بخاری کے متعدد مقامات میں قال الفریبی حدثنا الولیق عن ابی حاتم مذکور ہے

لہ عینی شرح صحیح بخاری درجۃ الباری ۱۲

۱۳) ابو عبد اللہ حسین بن اسماعیل البخاری

ان کے اوصاف میں صاحب انساب بمعانی لکھتے ہیں۔ کان فاضلا صادقا وینالقة صدوقا۔ ۲۳۶ سن میں ولادت ہوئی۔ دس برس کے سن سے حدیث کی سماعت شروع کی اساتذہ میں امام بخاری، احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ان کے معاصرین خاصا قیاد رکھتے ہیں۔ تلامذہ میں دارقطنی، طبرانی، ابوبکر بن المقرئ جیسے لوگ خاص قابل ذکر ہیں۔ ان کی مجلس اٹھارہ دس ہزار طالبین جمع ہو جاتے تھے۔ ۳۳ سن میں ایک طویل عمر کے بعد وفات پائی۔ یہ بھی صحیح بخاری کو امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔

۱۴) ابوالحسن اسماعیل بن معقل النسفی

ملک مغرب میں ان کی سند سے صحیح بخاری روایت کی جاتی ہے۔ صاحب المہام ابن دقیق العید لکھتے ہیں۔ وبلغاد بتردوایة اخرى مزجعة ابراهيم بن معقل النسفی عن البخاری موجودة فی نہار سہمہ غیر ہالا علمہا الیوم فی جہۃ الشرق یعنی ملک مغرب میں ان کے واسطہ سے صحیح بخاری روایت کی جاتی ہے، اور یہ سند ان کی فرستوں وغیرہ میں موجود ہے لیکن ملک مشرق اس سند سے خالی ہے۔ صاحب انساب بمعانی لکھتے ہیں۔ وکان من اجلۃ اصحاب الحدیث ومن ثقاتہم ومن افاضلہم۔ یہ بھی امام بخاری کے ان تلامذہ میں ہیں جنہوں نے صحیح بخاری روایت کی اور ان سے سلسلہ روایت جاری رہا۔

۱۵) مقدمۃ الفتح ۱۲ امام لابن دقیق العید

ان کے علاوہ ابو بکر بن ابی الدنیا۔ صاحب تصانیف ابو بکر بزار صاحب تصانیف
 موسیٰ بن ہارون الحمال محمد بن عبد اللہ بن المطین ابو بشر دولابی اسحاق بن احمد بن زریک
 الفارسی محمد بن قتیبہ البخاری ابو بکر الاغین ابو الفضل احمد بن سلمہ عمر بن محمد البحریری
 حسین بن محمد القباہی یعقوب بن یوسف بن الاخرم عبد اللہ بن محمد بن ناسحہ سہلی بن
 شاذویہ البخاری عبد اللہ بن واصل قاسم بن زکریا المطرز ابو قریش محمد بن جمعہ
 محمد بن سلیمان الباغندی ابراہیم بن موسیٰ الجوبیری علی بن عیاش التابعی ابو حامد الاشعث
 ابو بکر احمد بن محمد بن صدوق البغدادی اسحاق بن داؤد الصواف۔ عاصد بن اسماعیل
 البخاری محمد بن عبد اللہ بن الجندی محمد بن موسیٰ النهریری جعفر بن محمد النیسابوری
 ابو بکر بن داؤد ابو القاسم البغوی ابو محمد بن صاعد محمد بن ہارون الحضرمی۔ وہ
 حفاظ حدیث ہیں جن کے مستقل تراجم لکھے گئے ہیں اور ان کی تصانیف آج بھی
 عالم کو نائدہ پہنچا رہی ہیں یہ لوگ امام بخاری کے تلامذہ میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

مؤلف کا سلسلہ تلمذ و سلسلہ استناد امام المحدثین

گرچہ از نیکیاں نیم خود را بہ نیکیاں بستہ ام
 و دریا من آفرینش رشتہ گلدستہ ام
 اس بے مایہ کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ اس قطار روادۃ حدیث
 میں اپنا نام بھی گنائے اور اپنا سلسلہ محدثین کے ساتھ ملا کر ان کے دامن تقدس
 کو گرم و آلود کرے لیکن اس وجہ سے کہ اتصال سلسلہ سند ایک سنت قدیمہ
 ہے اور اس سے تلاح دارین کی امید اس لیے یہ ناکارہ بھی اپنے

اسانید کے سلسلے عرض کر دیتا ہے۔

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مسرا

لمبیل ہمیں کہ قافیہ گل بودیں است

- (۱) عبد السلام عن الشيخ السيد نذیر حسین المحدث الدہلوی فی ^{۱۳۰۹}سنة ۱۳۰۹
عن الشيخ المکرم فی الآفاق الشاہ محمد اسحاق عن مسند الوقت الشاہ عبد العزیز
عن بقیة السلف الشاہ ولی اللہ عن الشيخ ابی طاهر المدنی عن الشيخ ابراہیم
الکر دی بقیة سند شاہ ولی اللہ صاحب کی مبارک تصنیف الارشاد
الیٰ مهمات علم الاسناد اور کتاب الاہم لایقناظ الہم میں مذکور ہے اس
سلسلہ کے علاوہ تین سلسلے اور ہیں جن سے شیخ الکل روایت کرتے
ہیں جو المکتوب اللطیف اور مقدمة العون میں بالتفصیل مذکور ہیں۔
- (۲) ایضا عن الشيخ حسین بن محسن الانصاری فی ^{۱۳۰۹}سنة ۱۳۰۹ فی دہلی لما نزل بہ عن
الشيخ حسن بن عبد الباری الابدل و محمد ناصر الحازمی و احمد بن الشوکانی
کلہم عن الشوکانی بقیة سند اتحات الاکابر میں مذکور ہے۔
- (۳) ایضا عن الشيخ محی المحیطی شہر الجوفوری فی ^{۱۳۱۳}سنة ۱۳۱۳ عن الشيخ عبد الحق البنا
عن القاضي الشوکانی بقیة سند اتحات الاکابر میں مذکور ہے۔
- ان کے علاوہ اور سلسلے ہیں جو انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

سيرة البخاری

39

امام المحدثین سید الفقہاء محمد بن اسماعیل البخاری کی مفصل سوانح عمری ہے جس میں ولادت اور زمانہ طغولیت کے لے کر طالب علمی کے سفروں کے مفصل حالات فراغت کے بعد درس تدریس افتاء عام اخلاق و عبادت و فائزہ کے کل حالات مذکور ہیں جسٹھانی میں ان کی علمی زندگی کے کارنامے، اسلامی خدمات، فقہانہ اجتہاد و فنون حدیثیہ تاریخ وغیرہ میں جو آپ کا پایہ ہے، ان پر مفصل بحث ہے، کل تصنیفات و بالخصوص صحیح بخاری اور اس کی شرح کا تفصیلی ذکر ہے، ان کے علاوہ بہت سی مفید تحقیقات قابل دید ہیں، خاتمہ میں مشاہیر تلامذہ جیسے امام مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی، ابن خزمیہ، فربری وغیرہ کے مختصر حالات ہیں،

ان حضرت لانا محمد عبد السلام مبارکبوی اعظم گڈھی

المتوفی ۱۸ رجب سن۱۳۲۲ھ ہجری ۲۴ فروری سن۱۹۰۴ء

المحدثین، اکیڈمی، لاہور